نورالایضاح

مُصنّف

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

علامہ محمد صدیق ہزاروی سعیدی

مکتبہ قادریہ ۰ لاہور

Ph:042- 37226193, Cell:0321-7226193

دینی طلباء وطالبات کے لیے اسلامی عبادات کا جامع انسائیکلوپیڈیا

نور الایضاح

تصنیف: علامہ حسن بن عمار شرنبلالی رحمہ اللہ تعالیٰ

(م ۱۰۶۹ھ / ۱۶۵۹ء)

ترجمہ اور شرح: علامہ محمد صدیق ہزاروی

مکتبہ قادریہ ۰ لاہور

جملہ حقوق محفوظ

مرتب	[illegible]
تصحیح	[illegible]
زیر نگرانی	[illegible]
ترتیب	[illegible]
کتابت	[illegible]
تاریخ اشاعت	رمضان المبارک 1410ھ 1990ء
صفحات	340
تعداد	1000
قیمت مجلد	[illegible]
ملاحظہ	[illegible]
سرورق خطاط	[illegible]
سرورق ڈیزائننگ	[illegible]

ملنے کا پتہ

☆ مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

☆ مکتبہ رضویہ، دربار مارکیٹ لاہور

Ph: 7226193

0321-8226193

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

علم دین کا بقدر حاجت وضرورت حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

علماء کے لئے عقیدے کی تصحیح کے بعد اخلاص کا اختیار کرنا انتہائی ضروری ہے یعنی ان کے علم وعمل کا مقصد اللہ تعالٰی کی رضا کا حاصل کرنا ہو، دنیا کی دولت اور اس کے مفادات کا حصول پیش نظر نہ ہو اللہ تعالٰی کے فرائض وواجبات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل پیرا ہوں حدیث شریف میں ہے

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ

تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوگا جب تک اس کی خواہش ہمارے لائے ہوئے احکام کے تابع نہ ہو۔

دین کے مسائل ضروریہ سے مسلمان بھائیوں کو آگاہ کریں، آج ضرورت ہے کہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے عنوانات پر ــــــ کانفرنسیں منعقد کی جائیں، سیمینار منعقد کیے جائیں اور دین کے بارے میں عوام و خواص میں پائی جانے والی غفلت اور بے عملی کے ازالے کی کوشش کی جائے۔

نور الایضاح درس نظامی کے طلباء وطالبات کو پڑھائی جانے والی وہ اہم جامع اور مختصر کتاب ہے جو دین کے ارکان عملیہ کو بیان کرتی ہے۔ مولانا علامہ محمد صدیق ہزاروی سلمہ اللہ تعالٰی نے اس کا اردو ترجمہ اور مختصر تشریح لکھ کر نہ صرف دینی طلباء وطالبات کے لیے آسانی فراہم کر دی ہے بلکہ دینی مسائل کا شوق رکھنے والے اردو دان طبقے کے لیے بھی استفادے کی راہ ہموار کر دی ہے، اللہ تعالٰی نے ان کے اوقات میں بڑی برکت عطا فرمائی ہے۔ حال ہی میں انہوں نے اربعین امام نووی کا اردو ترجمہ کیا اور آسان شرح لکھی اس کے بعد اردو میں اصول الشاشی کے مسائل کو سوال وجواب کی صورت میں لکھ کر شائع کیا ہے اس کے ساتھ ہی وہ شرح معانی الآثار امام طحاوی کا ترجمہ اور اس کے مطالب کا خلاصہ بھی لکھ رہے ہیں اللہ تعالٰی انہیں ان امور خیر کی بہترین جزا دنیا وآخرت میں عطا فرمائے۔

مقام مسرت ہے کہ اہل سنت وجماعت کے نوجوان فضلاء قلم وقرطاس کی اہمیت کو محسوس کر کے

اپنے قیمتی اوقات کا کچھ حصہ تصنیف و تالیف پر بھی صرف کرنے لگے ہیں خصوصاً درس نظامی کی کتابوں پر شروح و حواشی لکھنے کا رجحان خاصا اطمینان بخش ہے۔ ذیل میں چند حضرات کے نام پیش کیے جاتے ہیں :

۱۔ مولانا علامہ محمد صدیق ہزاروی مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور (جن کا تذکرہ ابھی ابھی کیا گیا ہے)

۲۔ مولانا علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، صرف نحو اور منطق کے نقشے اور رسالہ تعلیم المنطق لکھ کر شائع کر چکے ہیں۔

۳۔ مولانا حافظ محمد اشرف چوہدری مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور، گلبن صرف و نحو اور گلشن اسلام کے نام سے صرفی، نحوی اور دینی معلومات کا گرانقدر ذخیرہ بہت بڑے اشتہار کی صورت میں شائع کر چکے ہیں۔

۴۔ مولانا علامہ محمد اشرف نقشبندی، مدرس جامعہ فاروقیہ رضویہ لاہور مرقات کی اردو شرح التقریرات کے بعد حسامی کی اردو شرح دو جلدوں میں چھاپ چکے ہیں۔

۵۔ مناظر اسلام مولانا علامہ حاجی محمد علی مہتمم جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور، رد شیعہ میں سولہ جلدوں کے علاوہ اردو میں قانونچہ رسولیہ لکھ چکے ہیں۔

۶۔ مولانا حاجی نذیر احمد مدرس مدرسہ ہدایت القرآن ملتان علم الصیغہ اور میزان الصرف کی اردو شرح لکھ چکے ہیں۔

۷۔ مولانا محمد عطاء الرسول مدرس جامعہ اویسیہ بہاولپور پندنامہ اور گلستاں پر اردو حواشی شائع کر چکے ہیں۔

۸۔ مولانا علامہ غلام محمد شرقپوری مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور، سراجی کی اردو شرح لکھ رہے ہیں اور نقشہ علم میراث شائع کر چکے ہیں۔

۹۔ مولانا مفتی یار محمد مدرس جامعہ فریدیہ ساہیوال سراجی پر عربی میں حاشیہ لکھ رہے ہیں۔

۱۰۔ مولانا علامہ محمد احمد مصباحی مدرس جامعہ اشرفیہ مبارک پور (انڈیا) ہدایت الحکمۃ کا اردو ترجمہ شائع کر چکے ہیں۔

رابطۃ المسلمین پاکستان کے اراکین ان تمام حضرات کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

۵ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ
یکم اپریل ۱۹۹۰ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری
جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور

ابتدائیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین

انسان اشرف المخلوقات ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے " وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ " (اور ہم نے انسان کو عزت بخشی ہے) کے تاج سے سرفراز فرمایا۔ بنا بریں اس کا مقصدِ حیات بھی نہایت ارفع واعلیٰ اور جداگانہ حیثیت کا حامل ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ ۔(۱) اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

عبادت، احکامِ خداوندی کی بجاآوری کو کہتے ہیں۔ چنانچہ لسان العرب میں ہے " اَلۡعِبَادَۃُ، اَلطَّاعَۃُ (۲) عبادت فرمانبرداری کا نام ہے۔

گویا ہماری زندگی کا بنیادی اور اہم مقصد اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔" قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ "(۳) فرما دیجیے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانو۔

اور یہ بات واضح ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کے احکام کا علم نہ ہو اس وقت تک اس کی اطاعت وفرمانبرداری ناممکن ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک جن پانچ علوم(۴) پر مشتمل ہے ان میں سے ایک علم " علم الاحکام" ہے بلکہ غور وفکر سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ پانچ علوم میں سے علم الاحکام نہ صرف ایک اہم علم ہے بلکہ دیگر چار علوم بھی اسی کے گرد چکر لگاتے نظر آتے ہیں۔

۱؎ القرآن، سورہ الذاریات آیت ۵۶

۲؎ لسان العرب ج ۳ ص ۲۷۲

۳؎ القرآن۔ سورہ آل عمران آیت ۳۲

۴؎ شاہ ولی اللہ، محدث، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (اردو) ص ۴

مثلاً علم مناظرہ: کا مقصد یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اور منافقین کے ساتھ مناظرے کا علم حاصل کیا جائے تاکہ اس کے ذریعے ان پر اسلام کی حقانیت واضح کرتے ہوئے انہیں اطاعتِ خداوندی کی راہ پر گامزن کیا جا سکے۔

علم تذکیر آلاء اللہ سے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلانا۔ اس علم کا نتیجہ بھی اطاعتِ ربانی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے کیونکہ جب کوئی شخص انعامات خداوندی کا علم حاصل کر لیتا ہے تو وہ اس کی فرمانبرداری کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

علم تذکیر ایام اللہ، اللہ تعالیٰ کے خاص دن یاد دلانا۔ اس علم کا مقصد بھی یہی ہے کہ جن ایام میں مومن و مطیع لوگوں پر انعامات خداوندی کی بارش ہوئی اور جن ایام میں منکرین اور نافرمان لوگ اپنے جرم کے باعث عذاب الٰہی کے مستحق ہوئے۔ ان کا علم حاصل کر کے اطاعت کی راہ اختیار کی جائے اور نافرمانی سے اجتناب کیا جائے۔

علم تذکیر موت و مابعد موت، موت اور اس کے بعد کے حالات سے آگاہ ہونا۔ اس علم کا فائدہ یہ ہے کہ انسان اپنی عاقبت کی فکر کرتے ہوئے ایسے کام کرے جو جنت میں جانے کا باعث ہیں اور یہی احکام خداوندی کی بجا آوری ہے۔

قرآن پاک کے ذریعے انسان کو احکامِ خداوندی پر مبنی ایک دستورِ حیات عطا کیا گیا جس میں حیاتِ انسانی کے تمام مسائل کا حل بدرجہ اتم موجود ہے۔

چونکہ قرآن پاک سے حصولِ احکام کی عام اجازت نقصان دہ اور اختلاف و انتشار کا موجب تھی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن اپنے آخری پیغمبر سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرما کر امتِ مسلمہ کو ان کی تعلیم و تربیت سے استفادہ کا پابند بنایا۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (۱)	اور ہم نے یہ ذکر (قرآن پاک) آپ کی طرف اتارا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے وہ چیز بیان کریں جو ان کی طرف اتاری گئی۔

آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن پاک کی تفسیر و توضیح کے سلسلے میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی حرفِ آخر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی اطاعت کو بھی ضروری قرار دیا گیا بلکہ آپ کی فرمانبرداری کے بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا تصور ممکن ہی نہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (۲)	جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔

---

(۱) القرآن، سورہ النحل آیت ۴۴

(۲) القرآن، سورہ النساء آیت ۸۰

اور آپ کے ارشادات کو قانونی حیثیت دیتے ہوئے ان کی صداقت کو یوں بیان کیا۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ (۱) — اور آپ اپنی مرضی سے کلام نہیں کرتے بلکہ وہی بات فرماتے ہیں جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے۔

نیز ارشاد فرمایا۔

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (۲) — اور جو کچھ تمہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائیں اسے لے لو اور جس سے منع فرمائیں، رک جاؤ۔

لہٰذا احکامِ خداوندی کے حصول کے لیے دو چیزوں کی طرف رجوع کیا جائے گا اور شریعتِ اسلامیہ کے بنیادی ماخذ بھی یہی دو چیزیں ہیں۔ (۱) قرآن پاک (۲) سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

قرآن پاک کو وحی جلی اور سنت یا حدیث کو وحی خفی کہتے ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ میں مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسائل کا حل پوچھتے اور راہنمائی حاصل کرتے تھے لہٰذا انہیں کسی قسم کی دِقت پیش نہیں آتی تھی۔ اسی طرح شارحِ قرآن سے براہِ راست استفادہ کی سہولت ان لوگوں کو تو حاصل تھی جو دورِ رسالت سے تعلق رکھتے اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو سکتے تھے لیکن سوال یہ تھا کہ وہ لوگ جو دور دراز کے علاقوں میں رہتے اور ہر مسئلے کے حل کے لیے بارگاہِ نبوی سے رجوع نہیں کر سکتے وہ اپنے مسائل کیسے حل کریں یا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد قیامت تک پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کے سلسلے میں کیا طریقہ اختیار کیا جائے تو اس ضمن میں اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اہل علم کو قرآن و سنت کی روشنی میں اجتہاد کی اجازت دی گئی۔ چنانچہ دورِ رسالت میں ہی اجتہاد کی طرح ڈال دی گئی تھی تاکہ اسے سند حاصل ہو جائے اور کوئی شخص انکار کی جرأت نہ کر سکے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے۔ آپ کو یمن کا حاکم مقرر کر کے بھیجا گیا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیسے فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا اللہ کی کتاب سے، فرمایا اگر اس میں نہ پاؤ؟ عرض کیا سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ نے فرمایا اگر اس میں بھی نہ پاؤ تو؟ انہوں نے عرض کیا پھر اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرت کا اظہار فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے آپ کے نمائندے کو مسائل حل کرنے کی توفیق بخشی ہے۔

قرآن پاک کی آیت کریمہ " فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (۳)

۱؎ قرآن سورۂ النجم آیت ۳

۲؎ " " حشر آیت ۷

۳؎ " " النحل آیت ۴۳

(اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ علم سے پوچھو) میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن وسنت سے واضح طور پر مسئلہ معلوم نہ ہو سکے تو مجتہدین وفقہاء کرام سے راہنمائی حاصل کرو۔

اگر کسی زمانے کے تمام یا اکثر مجتہدین کسی مسئلے پر متفق ہو جائیں تو اسے اجماع کہتے ہیں۔ اگر بعض ائمہ کا اجتہادی فیصلہ ہو تو اسے قیاس کہا جاتا ہے۔

گویا شرعی احکام چار طریقے سے حاصل ہوتے ہیں (۱) قرآن پاک (۲) سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم (۳) اجماع (۴) قیاس یہی شرعی دلائل ہیں اور انہی کو اصولِ فقہ کہا جاتا ہے۔

علم الاحکام کا دوسرا نام علمِ فقہ ہے۔ اگرچہ شروع شروع میں علم فقہ میں کافی وسعت تھی لیکن جوں جوں مختلف علوم الگ الگ مرتب ہو گئے علم فقہ ایک خاص معنیٰ میں محدود ہو گیا۔

علمِ فقہ کی تعریف:

لغوی اعتبار سے فقہ، کسی چیز کو جاننے اور معلوم کرنے کا نام ہے۔

اصطلاح فقہاء میں اس کی تعریف یوں ہے۔

اَلْعِلْمُ بِالْاَحْکَامِ الشَّرْعِیَّۃِ الْفَرْعِیَّۃِ الْمُکْتَسَبِ مِنْ اَدِلَّتِھَا التَّفْصِیْلِیَّۃِ[1]	ان احکام شرعیہ فرعیہ کا جاننا جو اپنے تفصیلی دلائل (قرآن، سنت، اجماع اور قیاس) سے اخذ کیے گئے ہوں۔

علمِ فقہ کا موضوع:

اس علم میں مکلف (عاقل وبالغ مسلمان) کے فعل یعنی فرض، واجب، حلال، حرام مستحب اور مکروہ وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے۔

ماخذ فقہ:

فقہ کے چار ماخذ ہیں (قرآن، سنت، اجماع اور قیاس۔

علمِ فقہ کی غایت:

اس علم کے حصول کا مقصد دارین کی سعادتوں سے بہرہ ور ہونا ہے یعنی انسان دنیا میں خود بھی جہالت کی گھاٹیوں

[1] الدر المختار جلد اول ص ۵۔

سے ترقی کر کے علم نافع کے اعلیٰ مرتبہ کو پہنچ جائے۔ خود بھی احکامِ الٰہیہ پر عمل پیرا ہو اور دوسروں کو بھی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تعلیم دے کر آخرت میں منتہی نعمتوں سے مالا مال ہو جائے۔[۱]

علمِ فقہ کی فضیلت :

علم فقہ کی اہمیت وفضیلت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے حصول کے بعد انسان نہ صرف اپنی انفرادی زندگی بلکہ معاشرتی اور اجتماعی زندگی میں بھرپور کردار ادا کرنے کے قابل ہو جاتا ہے جب تک وہ علم فقہ سے بہرہ ور نہیں ہوتا، حقوق اللہ اور حقوق العباد سے لاعلم رہتا اور جہالت کی وادیوں میں بھٹکتا رہتا ہے لہٰذا وہ حقوق کی ادائیگی کرنا چاہے بھی تو معلومات نہ ہونے کی بنیاد پر خود بھٹکنے بلکہ دوسروں کو بھی غلط راستے پر ڈالنے کا خطرہ رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے دین اسلام کی تبلیغ کے لیے علم فقہ کا حصول لازمی قرار دیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ[۲]

تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں۔

اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے محض زاہد سے فقیہ کی برتری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

فَقِيْهٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ[۳]

ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابد کی نسبت زیادہ سخت ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

تَفَقَّهُوْا قَبْلَ اَنْ تُسَوَّدُوْا[۴]

حصولِ سیادت سے پہلے فقہ (دین کی سمجھ) حاصل کرو۔

جیسا کہ آپ نے گزشتہ سطور سے معلوم کر لیا ہے۔ فقہ کی بنیاد چار چیزوں پر ہے، قرآن، سنت، اجماع اور قیاس بعض لوگ قرآن وسنت کو تو مانتے ہیں لیکن اجماع وقیاس کہ جن کی بنیاد اجتہاد واستنباط پر ہے تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں گویا ان کے نزدیک قرآن وسنت کی روشنی میں مسائل کا حل پیش کرنے والے فقہاء کرام کی تمام کاوشیں بیکار اور خلافِ اسلام ہیں

۱؎ مفید المفتی (فقہ اسلامی) ص ۱۱

۲؎ القرآن سورۂ توبہ آیت ۱۲۲

۳؎ جامع ترمذی۔ ابواب العلم ص ۳۸۴

۴؎ صحیح بخاری جلد اول ص ۱۷

حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ قرآنی آیات، احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم میں غور و فکر کرکے وقتاً فوقتاً پیش آنے والے مسائل کا حل تلاش نہ کیا جاتے تو امتِ مسلمہ کس کی طرف رجوع کرے گی کیا ان کے نزدیک عقیدۂ ختم نبوت کی کوئی حیثیت نہیں اور وہ نہیں جانتے کہ اب کوئی نیا نبی نہیں آئے گا جو قرآن پاک کی تشریح و توضیح کے ذریعے مسائل کا حل بتاتے بلکہ یہ فریضہ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور علماء کو سونپا گیا ہے اور یہ امتِ مسلمہ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے لیکن تعجب خیز بات یہ ہے کہ منکرین اجتہاد کو ائمۂ اسلاف کی تحقیق و اجتہادی کاوشیں تو قبول نہیں لیکن خود قرآن و سنت کی من مانی تاویلیں کرکے بزعم خویش اجتہادی گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ جب کہ علم و دانش اور زہد و تقویٰ کے اعتبار سے یہ لوگ اجتہاد کے اہل ہی نہیں۔

اور پھر جب پاکستان کی عدالتِ عظمیٰ (سپریم کورٹ) کا فیصلہ قانون بن جاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ فقہاء کرام کی اجتہادی کوششوں کو قانونی حیثیت حاصل نہ ہو۔

الحاد و رنگی کا کیا علاج کہ منکرین اجتہاد، اسلاف فقہاء کرام کی محنتوں سے چوری چھپے استفادہ کرتے ہیں اور بظاہر انکار کی راہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ ریکارڈ پر لانا ضروری سمجھتا ہوں۔

شوال المکرم ۱۴۰۹ھ میں دیوبندی مکتبِ فکر کے ایک عالم مولوی کریم عبداللہ موضع منڈھار ضلع مانسہرہ (ہزارہ) نے راقم کو بتایا کہ جب وہ امرتسر (ہندوستان) کی ایک جامع مسجد کے خطیب تھے تو وقتاً فوقتاً مولوی ثناء اللہ امرتسری (غیر مقلد) کے پاس جایا کرتے تھے۔ امرتسری صاحب کے پاس مسائل کے حل کے لیے جو خطوط آتے ان کے جوابات لکھتے ہوئے وہ اپنے خادم سے کہتے ہدایہ (فقہ حنفی کی کتاب) نکال کر لاؤ۔ مولوی کریم عبداللہ کہتے ہیں میں ان سے ازراہ مذاق کہتا نہیں جناب مشکوٰۃ شریف (حدیث کی کتاب) سے فتویٰ لکھیے ہدایہ تو آپ کو تسلیم ہی نہیں تو جواباً مولوی امرتسری کہتے مولانا! حقیقت یہ ہے کہ ان فقہاء کرام کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے اگر آج ان لوگوں کی فقہ ہمارے پاس نہ ہوتی تو ہر مسئلے کا حدیث سے جواب دینا مشکل ہو جاتا۔

آپ نے دیکھا کس طرح غیر مقلدین کے امام مولوی ثناء اللہ کو بھی یہ بات تسلیم ہے کہ فقہاء کرام کی کاوشیں، امتِ مسلمہ پر ان کا بہت بڑا احسان ہے اور یقیناً مولوی صاحب مذکور یہ بھی جانتے اور تسلیم کرتے ہیں کہ فقہ اسلامی، قرآن و سنت سے ماخوذ ہے ان سے متصادم نہیں۔ کاش وہی بات جسے یہ لوگ چوری چھپے تسلیم کرتے ہیں، کھلے بندوں بھی مان لیں تو امت کے انتشار و افتراق کو ختم کرنے میں بہت بڑی مدد مل سکتی ہے۔

مذاہبِ اربعہ:

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے، اجتہاد کا سلسلہ دورِ رسالت ہی میں شروع ہو چکا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

اس پر مسرت کا اظہار بھی فرمایا تھا، صحابہ کرام قرآن وسنت کی روشنی میں، پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کرتے تھے، تابعین نے بھی اس کام کو آگے بڑھایا اور یوں مختلف علاقوں میں مجتہدین کرام کی جماعتیں وجود میں آگئیں۔

ان فقہاء و مجتہدین میں سے بعض حضرات کی فقہ مدون ہوئی۔ اس کے لیے اصول وضوابط بنائے گئے اور اس طرح ان کے فقہی مذاہب جاری ہوگئے۔

لیکن ان فقہی مذاہب میں سے صرف چار مذاہب، درجۂ شہرت کو پہنچے، عالم اسلام میں بسنے والے مسلمانوں نے ان سے رشتہ جوڑا اور ان کی فقہی قیادت کو تسلیم کیا۔ ان چار فقہی مذاہب کے بانی امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت، امام مالک بن انس، امام محمد بن ادریس شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ ہیں۔ جن کی فقہ بالترتیب فقہ حنفی، فقہ مالکی، فقہ شافعی اور فقہ حنبلی کہلاتی ہے۔

اہل سنت وجماعت کا ان چار مذاہب فقہ میں سے کسی ایک کے ساتھ تعلق ضروری ہے۔ اور اس تعلق کو تقلید کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

علامہ سید احمد طحطاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"بعض مفسرین نے ارشاد باری تعالیٰ "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ "حبل اللہ" (اللہ کی رسی) سے "جماعت" مراد ہے کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے "ولا تفرقوا"، (اور الگ الگ نہ ہو جاؤ) ارشاد فرمایا اہل علم کے نزدیک جماعت سے فقیہ اور علماء مراد ہیں۔ جو شخص ان لوگوں سے ایک بالشت بھی جدا ہوا وہ گمراہی میں پڑ گیا، اللہ تعالیٰ کی مدد سے محروم ہوا اور جہنم کا مستحق ہوا۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین اور بعد کے لوگوں کا طریقہ وہی لوگ پاسکتے ہیں جو اہل علم وفقہ ہیں۔ پس جو شخص جمہور فقہاء اور سواد اعظم سے الگ ہوا وہ اہل جہنم کے ساتھ مل گیا۔ لہٰذا اے مومنین کی جماعت! تم پر نجات، پانے والی جماعت "اہل سنت وجماعت" کی اتباع لازم ہے کیونکہ ان کی موافقت سے ہی اللہ تعالیٰ کی مدد، حفاظت اور توفیق حاصل ہوتی ہے جب کہ ان کی مخالفت، ذلت ورسوائی اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا باعث ہے۔ اور آج یہ نجات پانے والی جماعت صرف چار مذاہب میں منحصر ہے یعنی وہ حنفی، مالکی، شافعی، اور حنبلی ہیں جو شخص اس دور میں ان چار مذاہب سے خارج ہے وہ بدعتی، مستحق جہنم ہے۔[1]"

فقہ حنفی:

ان چار مذاہب میں سے فقہ حنفی کو جو قبولیت عامہ حاصل ہوئی وہ محتاج تعارف نہیں، آج دنیا میں فقہ حنفی سے

---

[1] احمد طحطاوی۔ السید، حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار جلد ۴ ص ۱۵۲، ۱۵۳۔

تعلق رکھنے والے مسلمانوں کی تعداد دیگر مذاہب کے متعلقین سے کہیں زیادہ ہے۔
اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسی وجوہات ہیں جن کی بنا پر فقہ حنفی ایک امتیازی شان کی حامل بن گئی۔ اس ضمن میں شبلی نعمانی لکھتے ہیں۔
"امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) اس صفت میں اپنے تمام ہم عصروں سے ممتاز تھے کہ وہ مذہبی تقدس کے ساتھ دنیاوی اغراض کے اندازہ شناس تھے اور تمدن کی ضرورتوں کو اچھی طرح سمجھتے تھے مرجعیت اور فصل قضایا (مقدمات کے فیصلوں) کی وجہ سے ہزاروں پیچیدہ معاملات ان کی نگاہ سے گزر چکے تھے ان کی مجلس افتاء بہت بڑی عدالت عالیہ تھی جس نے لاکھوں مقدمات کا فیصلہ کیا تھا وہ ملکی حیثیت رکھتی تھی اور ارکانِ سلطنت، مہماتِ امور میں ان سے مشورہ لیتے تھے ان کے شاگرد اور ہم نشین جن کی تعداد سینکڑوں سے زیادہ تھی، عموماً وہ لوگ تھے جو منصب قضاء پر مامور تھے۔ ان باتوں کے ساتھ خود ان کی طبیعت مقننانہ اور معاملہ سنج واقع ہوئی تھی وہ ہر بات کو قانون کی حیثیت سے دیکھتے تھے اور اس کے دقیق نکتوں تک پہنچتے تھے[۱]"

فقہ حنفی کی خصوصیات:

علامہ شبلی نعمانی نے فقہ حنفی کی پانچ خصوصیات ذکر کی ہیں۔
(۱) عقل کے مطابق ہونا ــــــــ فقہ حنفی عقل کے مطابق ہے اور یہ فقہ مسائل کے اسرار و مصالح پر مبنی ہے اس سلسلے میں امام طحاوی رحمہ اللہ کی شرح معانی الآثار کو سامنے رکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب، احادیث اور غور و فکر دونوں کے موافق ہے۔
(۲) آسان ہونا ــــــــ نقہ حنفی آسان فقہ ہے، قرآن پاک میں متعدد جگہ آیا ہے کہ "خدا تم لوگوں پر آسانی چاہتا ہے، سختی نہیں چاہتا[۲]"
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں سیدھے اور آسان دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں[۳]" یہ آسانی دین اسلام کا طرۂ امتیاز ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ میں بھی یہی بات پیش نظر رکھی گئی ہے۔ اس سلسلے میں بے شمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ یہاں صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ مثلاً چوری کے ایک نصاب یعنی ایک اشرفی

---

[۱] شبلی نعمانی، مولانا سیرت نعمان ص ۱۸۰
[۲] القرآن سورۂ بقرہ ۱۸۵
[۳] مسند امام احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۱۱۶

میں متعدد چور شریک ہوں تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کسی کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا جب کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک ہر ایک کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

(۳) قواعدِ معاملات کی وسعت :۔۔۔۔۔۔۔ فقہ حنفی کے قواعدِ معاملات وسیع تمدن کے موافق ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک معاملات کے احکام ایسے ابتدائی حالات میں تھے کہ تمدن و تہذیب یافتہ ملک کے لیے بالکل ناکافی تھے نہ معاہدات کے استحکام کے قواعد منضبط تھے نہ دستاویزات وغیرہ کی تحریر کا اصول قائم ہوا تھا اور نہ مقدمات کے فیصلوں اور ادائے شہادت کا کوئی باقاعدہ طریقہ تھا، امام اعظم رحمہ اللہ پہلے شخص ہیں جو ان چیزوں کو قانون کی صورت میں لاتے۔

(۴) ذمیوں کے حقوق :۔۔۔۔۔۔۔ وہ غیر مسلم جو مسلمانوں کے ملک میں ان کے تابع بن کر رہتے ہیں ذمی کہلاتے ہیں اسلام نے جس طرح مسلمان رعایا کو حقوق عطا کیے ہیں۔ اسی طرح ذمیوں کی حفاظت اور انہیں حقوق کی ادائیگی کا بھی اعلان کیا ہے امام اعظم رحمہ اللہ نے اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی فقہ میں ذمیوں کو جو حقوق دیے ہیں دنیا کی کسی حکومت نے غیر قوم کو وہ حقوق نہیں دیے۔ فقہ حنفی کے مطابق ذمیوں کے حقوق محض زبانی دعویٰ نہیں بلکہ یہ عملاً نافذ رہے ہیں۔ بالخصوص ہارون الرشید کی وسیع حکومت انہی احکام کی پابند تھی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ذمیوں کا خون مسلمانوں کے خون کے برابر ہے۔

(۵) نصوص شرعیہ سے مطابقت :۔۔۔۔۔۔۔ ویسے تو ہر امام کی فقہ، نصوص شرعیہ یعنی قرآن و سنت سے ثابت ہے لیکن امام اعظم رحمہ اللہ کا اجتہاد و استنباط دوسرے ائمہ کی نسبت زیادہ قوی اور مدلل ہے۔ مثلاً امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ نماز کے دوران متیمم کو پانی مل جائے تو تیمم ٹوٹ جائے گا۔ امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ اس کے خلاف ہیں۔ امام اعظم کا استدلال یہ ہے کہ قرآن پاک میں تیمم کا جواز، "فلم تجدوا ماءً" (پانی نہ پاؤ) کی شرط سے مشروط ہے جب شرط نہ رہی تو مشروط بھی باقی نہ رہا اسی طرح کی بے شمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ لیکن یہ مختصر مضمون ان کا متحمل نہیں ہو سکتا تفصیل کے لیے دیگر کتب کی طرف رجوع کیا جائے۔[۱]

شاہ ولی اللہ اور فقہ حنفی :

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ہندوستان کے بے علم لوگوں پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید ضروری سمجھتے ہیں، فرماتے ہیں۔

"جب جاہل آدمی ہندوستان کے ممالک اور ماوراء النہر کے شہروں میں ہو اور کوئی عالم شافعی، مالکی اور حنبلی وہاں نہ ہو اور نہ ان مذاہب کی کوئی کتاب ہو تو اس پر واجب ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی

---

[۱] شبلی نعمانی، مولانا سیرت نعمان ص ترمیم و اضافہ کے ساتھ

تقلید کرے اور امام اعظم کے مذہب سے باہر نکلنا اس پر حرام ہے کیونکہ اس صورت میں شریعت کی رسی اپنی گردن سے نکال کر مہمل بیکار رہ جائے گا۔[1]

نورالایضاح:

نورالایضاح، عبادات پر مشتمل فقہ حنفی کی ایک مختصر مگر جامع کتاب ہے۔ اس کتاب میں ضروری مسائل کا اجمالی ذکر ہے ان مسائل سے آگاہی نہ صرف طلباء و طالبات بلکہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ اسی بنا پر اس کتاب کو عربی سے اردو میں منتقل کرنے کی ضرورت پیش آئی تاکہ وہ لوگ جو عربی زبان اور اس کی گرائمر سے ناواقف ہیں عبادات کی درستگی کے لیے اس سے استفادہ کر سکیں۔

نورالایضاح کے مصنف حضرت شیخ حسن بن عمار بن علی کے تفصیلی حالات دستیاب نہیں ہو سکے تاہم ان کا اجمالی تعارف یوں ہے۔

آپ کی کنیت ابوالاخلاص، نام حسن، ولدیت عمار اور جد امجد کا نام علی تھا آپ ۹۹۴ھ میں مصر کے ایک قصبہ شبرابلولہ میں پیدا ہوئے۔ نسبت غیر قیاسی کے اعتبار سے شبرابلولی کی بجائے شرنبلالی کہلاتے ہیں۔ ملکی نسبت سے مصری اور تعلیمی ادارے کی مناسبت سے ازہری کہا جاتا ہے۔ آپ سات سال کے تھے کہ والد ماجد کے ساتھ پیدائشی قصبے سے قاہرہ منتقل ہوئے قرآن پاک حفظ کیا اور علوم دینیہ کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔ شیخ محمود حموی، شیخ عبدالرحمٰن میسری، امام عبداللہ نحریری اور علامہ محمد المحوی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ فقہ کی سند موخرالذکر دو بزرگوں اور شیخ امام علی بن غانم مقدسی سے حاصل کی۔

جامعہ ازہر میں مسند تدریس پر فائز ہوئے اور قاہرہ میں عوام و خواص کے مرجع رہے، فقہ میں ملکہ، نصوص کی معرفت اور تحریر و تصنیف میں یکتائے روزگار ہونے کے باعث متاخرین میں نہایت عمدہ شخصیت شمار ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نہ صرف عوام بلکہ ارکانِ حکومت بھی آپ سے استفادہ کرتے تھے۔ آپ سے کسب فیض کرنے والوں میں علامہ احمد عجمی، سید سند احمد حموی وغیرہ مصری علماء اور علامہ اسماعیل نابلسی شامی شامل ہیں۔

امام حسن شرنبلالی رحمہ اللہ نے تصنیف و تالیف میں نمایاں کام کیا۔ منظومات کے علاوہ جو کتب زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) نورالایضاح (۲) مراقی السعادت (۳) غنیہ ذوی الاحکام حاشیہ درر الحکام (۴) مراقی الفلاح شرح نورالایضاح

---

[1] شاہ ولی اللہ محدث ـــ الانصاف مع اردو ترجمہ کشاف ص ۷۰، ۷۱

(۵) شرح منظومہ ابن وہبان (۶) تحفۃ الاکمل (۷) التحقیقات القدسیہ (۸) العقد الفرید فی التقلید (۹) رسائل شرنبلالی وچھوٹے بڑے رسائل کی تعداد ۴۸ ہے۔[1]

۱۰۳۵ھ میں آپ مسجد اقصیٰ میں استاذ ابوالاسعاف یوسف بن وفا کی صحبت میں حاضر ہوتے اور ان کی زندگی میں ان کے ساتھ رہے۔ غالباً انہی کی نسبت سے وفائی بھی کہلاتے ہیں۔

۱۱ رمضان المبارک ۱۰۶۹ھ میں فقہ و دانش اور زہد و تقویٰ کا یہ عظیم پیکر اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مترجم نورالایضاح:

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے نورالایضاح، عبادات کے مسائل پر ایک جامع کتاب ہے اور مدارس عربیہ کے طلباء کے علاوہ اُردو خوان حضرات کے لیے بھی اس کا پڑھنا اور گھروں میں رکھنا ضروری ہے بلکہ ہمارے سکولوں اور کالجوں میں بھی اس کتاب کو اردو ترجمہ کے ساتھ داخل نصاب کرنا از بس مفید ہے تاکہ نوجوان طلباء و طالبات عبادات کے مسائل سے آگاہ ہو سکیں۔

تنظیم المدارس نے طالبات کے امتحان ثانویہ عامہ کے لیے اس کتاب کو شامل نصاب کیا ہے لہٰذا ان طالبات کی راہنمائی کے لیے بھی اُردو ترجمہ کی اشد ضرورت تھی۔

بنابریں استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی کے حکم اور راہنمائی سے راقم نے نورالایضاح کے ترجمہ اور تشریح کی ایک حقیر سی کوشش کی ہے۔

جہاں تک اس میں کامیابی کا تعلق ہے اس سلسلے میں فی الحال کچھ کہنا مشکل ہے امید ہے کہ اکابر علماء کرام بالخصوص مدارس کے ممتحنین راقم کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے اپنے تاثرات اور ہدایات سے ضرور نوازیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو شرفِ قبولیت عطا فرماتے ہوئے اس کے مولف کے درجات بلند فرمائے، راقم اور تمام مسلمانوں کو دینِ اسلام سے کامل وابستگی کی توفیق عطا فرمائے اور میری اس کوشش کو قبولیت کا شرف عطا فرما کر مرشد گرامی غزالی زماں رازی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی اور میرے والد ماجد حضرت مولانا محمد عبداللہ منڈ ہاروی ثم چیچہ وطنی (رحمہما اللہ) کے بلندیٔ درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

محمد صدیق ہزاروی سعیدی

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

---

[1] تذکرہ مصنفین درس نظامی ص ۹۲ مع مقدمہ حاشیہ عربی نورالایضاح۔

چند ضروری اصطلاحات

۱۔ فرضِ اعتقادی :۔ جو دلیل قطعی سے ثابت ہو جیسے رکوع اور سجدہ وغیرہ اس کا منکر ائمہ حنفیہ کے نزدیک مطلقاً کافر ہے اور بلا عذر صحیح شرعی ایک بار بھی چھوڑنے والا فاسق مرتکب کبیرہ ہے۔

۲۔ فرضِ عملی :۔ وہ حکم جس کا ثبوت ایسا قطعی نہ ہو مگر مجتہد کی نظر میں شرعی دلائل کی رُو سے وہ اس قدر قطعی ہے کہ اسے بجالائے بغیر آدمی بری الذمہ نہیں ہوتا مثلاً سر کے چوتھے حصے کا مسح کرنا۔

۳۔ واجب اعتقادی :۔ وہ حکم کہ دلیل ظنی سے اس کی ضرورت ثابت ہو فرض عملی اور واجب عملی دونوں اس کی قسمیں ہیں۔

۴۔ واجب عملی :۔ وہ واجب اعتقادی کہ اس کے کیے بغیر بری الذمہ ہونے کا احتمال ہو مگر ظنِ غالب اس کی ضرورت پر ہے اور اگر کسی عبادت میں اس کا بجالانا درکار ہو تو اس کے بغیر عبادت ناقص رہتی ہے۔ کسی واجب کو ایک بار قصداً چھوڑنا گناہ صغیرہ اور چند بار ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ مثلاً تشہد پڑھنا

۵۔ سنت مؤکدہ :۔ وہ عمل جس کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو البتہ بیانِ جواز کے لیے کبھی ترک بھی فرمایا ہو۔ یا وہ عمل جس کے کرنے کی تاکید فرمائی لیکن چھوڑنے کی گنجائش بھی ہو۔ اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنا گناہ ہے۔ چھوڑنے کی عادت ہو جائے تو عذاب کا مستحق ہوگا

۶۔ سنت غیر مؤکدہ :۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عمل کہ نظر شرع میں ایسا مطلوب ہو کہ اس کا ترک ناپسند ہو لیکن اس قدر نہیں کہ اس پر عذاب سے ڈرایا جائے۔ اس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے نہ کرنے پر مواخذہ نہیں۔

۷۔ مستحب :۔ وہ عمل کہ شریعت کی نظر میں پسند ہو مگر چھوڑنے پر ناپسندیدگی نہ ہو خواہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیا یا اس کی ترغیب دی یا علماء کرام نے اسے پسند فرمایا۔ اگرچہ حدیث میں اس کا ذکر نہ آیا ہو۔ اس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے نہ کرنے پر مطلقاً کچھ نہیں۔

۸۔ مباح :۔ وہ عمل جس کا کرنا نہ کرنا یکساں ہو۔

۹۔ حرام قطعی :۔ یہ فرض کا مقابل ہے اس کا ایک بار بھی قصداً کرنا گناہ کبیرہ اور فسق ہے۔ اور بچنا فرض و ثواب

۱۰۔ مکروہ تحریمی :۔ یہ واجب کا مقابل ہے۔ اس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے اور کرنے والا گناہ گار ہوتا ہے اگرچہ اس کا کرنا حرام کے گناہ سے کم ہے اور چند بار اس کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے۔

۱۱۔ اساءت :۔ جس کا کرنا برا ہو اور کبھی کبھی کرنے والا مستحق عتاب اور ہمیشہ کرنے والا عذاب کا مستحق ہے۔ یہ سنت مؤکدہ کے مقابل ہے

۱۲۔ مکروہ تنزیہی :۔ جس کا کرنا شریعت میں پسندیدہ نہیں لیکن کرنے والا عذاب کا مستحق نہیں۔ یہ سنت غیر مؤکدہ کے مقابل ہے۔

۱۳۔ خلاف اَولیٰ :۔ وہ عمل کہ اس کا نہ کرنا بہتر تھا کیا تو کوئی حرج نہیں اور نہ ہی کسی قسم کی جھڑک ہے۔ یہ مستحب کا مقابل ہے۔

(بہار شریعت حصہ دوم ص ۸۰،۷)

خطبہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیۡنَ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّاہِرِیۡنَ وَصَحَابَتِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان رحم والا ہے
ہر قسم کی حمد و ستائش تمام جہانوں کے پروردگار کے لیے اور درود و سلام ہمارے سردار حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو سب سے آخری نبی ہیں اور آپ کی پاکیزہ آل اور تمام صحابہ کرام پر۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں اللہ تعالیٰ کے تین نام آئے ہیں۔ ایک ذاتی اور دو صفاتی۔

اللہ :۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی اور خاص نام ہے کسی دوسرے پر کسی صورت میں بھی بولا نہیں جا سکتا۔ یہ نام اللہ تعالیٰ کی صفات کا جامع ہے اسی لیے اس کو اسم اعظم بھی کہتے ہیں۔

رحمٰن و رحیم :۔ رحمٰن بروزن "فَعْلَان" اور رحیم بروزن "فَعِیْل" صفت مشبہ کے صیغے ہیں اور ان کے معنیٰ میں مبالغہ پایا جاتا ہے یعنی بہت رحم کرنے والا۔ رحمٰن دنیا اور آخرت کی رحمت کو شامل ہے جب کہ رحیم، آخرت کے ساتھ خاص ہے۔

حمد :۔ حمد کا لفظی معنیٰ تعریف کرنا ہے اور اس پر الف لام داخل ہونے کی وجہ سے ہر قسم کی تعریف کو شامل ہے یعنی جب بھی کوئی کسی کی تعریف کرے۔ در حقیقت وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے کیونکہ دنیا کا کوئی انسان یا کوئی چیز اسی لیے قابل تعریف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قابلِ تعریف بنایا ہے۔

"بسم اللہ" کی طرح ہر اچھے کام کے شروع میں الحمد کا پڑھنا بھی موجب برکت اور باعث ثواب ہے اسی طرح کھانے پینے یا کسی بھی نعمت کے حاصل ہونے پر "الحمد للہ" کہہ کر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

رب :۔ لفظ رب بروزن "فَعْل" صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور اس کا مادہ تربیت ہے۔ کسی چیز کو تدریجاً اس کی منزل تک پہنچانا تربیت کہلاتا ہے۔

عالمین :۔ لام کی زبر کے ساتھ عالم کی جمع ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا سب کچھ عالم کہلاتا ہے چونکہ عالم کی مختلف اقسام ہیں مثلاً عالم الانس، عالم الجن، عالم الملائک وغیرہ۔ اس لیے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا۔

صلوٰۃ :۔ لفظ صلوٰۃ باب تفعیل کا اسم مصدر ہے اور دعا، نماز، تسبیح اور رحمت کے معنیٰ میں آتا ہے۔ یہاں صلوٰۃ سے رحمت مراد ہے۔ جب لفظ صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو رحمت بھیجنا اور انسانوں یا فرشتوں کی طرف منسوب ہو تو رحمت کی دعا کرنا مراد ہوتا ہے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جب بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سنے تو آپ کی بارگاہ مقدس

میں ہدیہ صلوٰۃ وسلام بھیجے۔ قرآن پاک میں ہے۔
"بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔"
حدیث شریف میں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔"

درود شریف کے لیے مختلف صیغے اور کلمے منقول ہیں۔ ان میں سے جو درود شریف بھی پڑھا جائے موجب ثواب و برکات ہے۔ درود ابراہیمی پڑھیں یا "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" یا کوئی دوسرا درود۔ البتہ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ جو کلمات درود پڑھے جائیں وہ درود وسلام دونوں پر مشتمل ہوں نماز میں چونکہ سلام الگ بھیجا جاتا ہے۔ لہٰذا درود ابراہیمی پڑھنا چاہیے۔

سلام: یہ لفظ بھی باب تفعیل کا اسم مصدر ہے اور امن وسلامتی کے معنی میں آتا ہے۔ جس طرح بارگاہ نبوی میں ہدیۂ درود بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح سلام کا بھی حکم ہے بلکہ اس کی زیادہ تاکید ہے۔ بارگاہ رسالت مآب میں سلام انفرادی صورت میں پیش کیا جائے یا جمع ہو کر بیٹھ کر پڑھیں یا کھڑے ہو کر ہر طرح جائز ہے۔
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم): ہمارے آقا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ہے۔
لفظ محمد باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے اور اس کا معنی ہے وہ جس کی بار بار تعریف کی جائے۔ چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند کیا گیا اور اولین و آخرین کی زبانوں پر آپ کی تعریف و توصیف کے نغمے جاری ہو گئے اس لیے آپ کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا گیا۔

خاتم النبیین: خاتم النبیین کا معنیٰ آخری نبی ہے، ختم نبوت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف خاص ہے آپ کے بعد کسی نئے نبی کا امکان بھی نہیں یہ مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔
آل: آل سے مراد اہل وعیال بھی ہوتے ہیں اور متعلقین ومتوسلین بھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات آپ کی صاحبزادیاں اور نواسے نیز ان کی اولاد آپ کی آل ہیں۔ علاوہ ازیں ہر مومن مسلمان آپ کی آل ہے۔ یہاں تمام امت اجابت مراد ہے کیونکہ یہ مقام دعا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی "آل محمد کل تقی" میں تقی سے مراد غیر مشرک مسلمان ہیں۔ (طحطاوی علی المراقی)

صحابتہ: صحابہ صاحب کی جمع ہے۔ جس کا معنی ساتھی ہے وہ خوش نصیب مسلمان جن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا صحابی کہلاتے ہیں۔ آپ نے اپنے تمام صحابہ کرام کو آسمان ہدایت کے ستارے قرار دیتے ہوئے ان کے دامن رشد وہدایت سے وابستگی کی ترغیب دی ہے۔
اجمعین: اجمع کی جمع ہے اور یہ لفظ تاکید کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

قَالَ الْعَبْدُ الْفَقِيْرُ إِلَى مَوْلَاهُ الْغَنِيِّ أَبُو الْإِخْلَاصِ حَسَنُ الْوَفَائِيُّ الشُّرُنْبُلَالِيُّ الْحَنَفِيُّ إِنَّهُ الْتَمَسَ مِنِّيْ بَعْضُ الْأَخِلَّاءِ (عَامَلَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاهُمْ بِلُطْفِهِ الْخَفِيِّ) أَنْ أَعْمَلَ مُقَدِّمَةً فِي الْعِبَادَاتِ تُقَرِّبُ عَلَى الْمُبْتَدِئِ مَا تَشَتَّتَ مِنَ الْمَسَائِلِ فِي الْمُطَوَّلَاتِ فَاسْتَعَنْتُ بِاللّٰهِ تَعَالَى وَأَجَبْتُهُ طَالِبًا لِلثَّوَابِ وَلَا أَذْكُرُ إِلَّا مَا جَزَمَ بِصِحَّتِهِ أَهْلُ التَّرْجِيْحِ مِنْ غَيْرِ إِطْنَابٍ (وَسَمَّيْتُهُ) نُوْرَ الْإِيْضَاحِ وَنَجَاةَ الْأَرْوَاحِ وَاللّٰهَ أَسْأَلُ أَنْ يَنْفَعَ بِهِ عِبَادَهُ وَيُدِيْمَ بِهِ الْإِفَادَةَ۔

سببِ تالیف:

اپنے بے نیاز مالک کے محتاج بندے ابو الاخلاص حسن الوفائی شرنبلالی حنفی (رحمہ اللہ)[1] نے کہا کہ مجھ سے بعض دوستوں نے (اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان کو اپنی خاص مہربانی سے مشرف فرمائے) مطالبہ کیا کہ میں عبادت کے بارے میں ایک مقدمہ (چھوٹی کتاب[2]) تیار کروں جو فقہ[3] کی بڑی بڑی کتابوں میں بکھرے ہوئے مسائل کو ابتدائی طلباء کے قریب کر دے چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے ہوئے محض حصولِ ثواب کی خاطر اس مطالبے کو قبول کیا۔

میں اس کتاب میں کسی طوالت کے بغیر ان مسائل کو ذکر کروں گا جن کی صحت کو اہلِ ترجیح[4] نے یقینی قرار دیا ہے میں نے اس کتاب کا نام نور الایضاح ونجاۃ الارواح[5] (وضاحت کی روشنی اور روحوں کی نجات) رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی بارگاہ میں سوال ہے کہ وہ اس کتاب سے اپنے بندوں کو نفع پہنچائے اور اس کا فائدہ ہمیشہ رہے۔

---

[1] مصنف کا اسم گرامی حسن، کنیت ابو الاخلاص اور لقب وفائی ہے۔ اپنے گاؤں کی نسبت سے شرنبلالی، اور حنفی مسلک سے وابستگی کی وجہ سے حنفی کہلاتے ہیں۔ (مصنف کے تفصیلی حالات کتاب کے شروع میں ملاحظہ کریں)

[2] مقدمہ:۔ دال کی زبر کے ساتھ، باب تفعیل سے اسم مفعول واحد مونث کا صیغہ ہے یعنی آگے کی ہوئی چیز۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب جو فقہی مسائل پر مشتمل ہے۔ طلباء کے آگے رکھ دی گئی ہے کہ وہ اس سے استفادہ کریں۔ اگر دال کی زیر سے مقدِمہ پڑھیں تو مفہوم یہ ہوگا کہ یہ کتاب فقہ کے مسائل کو طلباء کی طرف آگے بڑھا رہی ہے۔

[3] فقہ:۔ دلائل شرعیہ سے حاصل ہونے والے شرعی احکام کا جاننا فقہ ہے۔ (دلائل شرعیہ چار ہیں قرآن، سنت اجماع اور قیاس۔)

[4] اہلِ ترجیح:۔ فقہاء کرام کے چھ طبقات ہیں۔

(۱) مجتہد فی الشرع (۲) مجتہد فی المذہب (۳) مجتہد فی المسائل (۴) اصحاب التخریج (۵) اصحاب الترجیح (۶) اصحاب التمیز

اہل ترجیح فقہاء کرام کا پانچواں طبقہ ہے جو کسی مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مختلف اقوال میں سے ایک کو ترجیح دے سکتے ہیں اسی طرح امام صاحب اور طرفین کے درمیان اختلاف کی صورت میں ہذا اولیٰ یا ہذا اصح وغیرہ کہہ کر کسی ایک قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ مثلاً صاحب قدوری اور صاحب ہدایہ۔ (فتاویٰ شامی جلد اول ص ۵۳)

۵ نور الایضاح ونجاۃ الارواح۔ چونکہ اس کتاب میں عبادات سے متعلق مسائل کی وضاحت اور علم ہے لہٰذا یہ ایک نور ہے کیونکہ جہالت اندھیرا ہے اور علم روشنی۔ علاوہ ازیں جب انسان شرعی احکام کے مسائل سیکھنے کے بعد عبادت کرتا ہے تو اس کی روح کو تازگی ملتی ہے اور وہ تمام قلبی بیماریوں سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔ اس لیے اسے نور الایضاح ونجاۃ الارواح کہا گیا۔

كِتَابُ الطَّهَارَةِ

اَلْمِيَاهُ الَّتِي يَجُوْزُ التَّطْهِيْرُ بِهَا سَبْعَةُ مِيَاهٍ مَاءُ السَّمَاءِ وَ مَاءُ الْبَحْرِ وَ مَاءُ النَّهْرِ وَمَاءُ الْبِئْرِ وَماء ذَابَ مِنَ الثلج وَالْبَرَدِ وماءُ العين ثُمَّ الْمِيَاهُ عَلٰى خَمْسَةِ اَقْسَامٍ طَاهِرٌ مُطَهِّرٌ غَيْرُ مَكْرُوْهٍ وَهُوَ الْمَاءُ الْمطلق وطاهر مطهر مَكْرُوْهٌ وَهُوَ مَا شَرِبَ مِنْهُ الهرة وَنَحْوُهَا وَكَانَ قَلِيْلًا وَ طَاهِرٌ غَيْرُ مُطَهِّرٍ وَ هُوَ مَا اسْتُعْمِلَ لِرَفْعِ حَدَثٍ اَوْ لِقُرْبَةٍ كَالْوُضُوْءِ عَلَى الْوُضُوْءِ بِنِيَّتِهٖ وَيَصِيْرُ

طہارت کی کتاب[1،2]

جن پانیوں سے پاکیزگی حاصل کرنا جائز ہے وہ سات قسم کے پانی ہیں۔

(۱) آسمان (بارش) کا پانی (۲) دریا کا پانی (۳) نہر کا پانی (۴) کنوئیں کا پانی (۵) برف سے پگھلا ہوا پانی (۶) اولوں سے پگھلنے والا پانی (۷) چشمے کا پانی۔

طہارت کے اعتبار سے پانی کی اقسام:

پھر (طہارت کے اعتبار سے) پانی کی پانچ قسمیں ہیں۔

۱۔ پاک ہے پاک کرنے والا ہے مکروہ نہیں۔ یہ مطلق پانی[3] ہے۔

۲۔ پاک ہے پاک کرنے والا ہے لیکن مکروہ ہے یہ وہ پانی ہے جس سے بلی یا اس جیسے جانور نے پیا ہو اور وہ قلیل (تھوڑا) ہو۔

۳۔ پاک ہے لیکن پاک نہیں کرتا یہ وہ پانی ہے جو حدث کو دور کرنے یا حصول ثواب کے لیے استعمال کیا گیا ہو، مثلاً وضو ہونے کے باوجود ثواب کی نیت سے دوبارہ وضو کیا جائے۔

---

[1] کتاب: لفظ کتاب مصدر ہے اس کا لغوی معنی جمع کرنا ہے جو چیز لکھی جاتی ہے اس میں الفاظ کا اجتماع ہوتا ہے اس لیے اسے کتاب کہا جاتا ہے۔

[2] طہارت: یہ بھی مصدر ہے، طاء کے فتح سے نظافت اور پاکیزگی حاصل کرنے کے معنیٰ میں آتا ہے۔

[3] مطلق پانی: مطلق پانی وہ ہوتا ہے جس میں کوئی دوسری چیز مل کر اسے مقید نہ کر دے مثلاً گلاب کا پانی کہیں تو یہ مقید ہے لیکن جسے صرف پانی کہیں وہ مطلق ہوگا۔

الْمَاءُ مُسْتَعْمَلاً بِمُجَرَّدِ انْفِصَالِهٖ عَنِ الْجَسَدِ وَلَا يَجُوْزُ بِمَاءِ شَجَرٍ وَلَوْ خَرَجَ بِنَفْسِهٖ مِنْ غَيْرِ عَصْرٍ فِي الْاَظْهَرِ وَلَا بِمَاءٍ زَالَ طَبْعُهٗ بِالطَّبْخِ اَوْ بِغَلَبَةِ غَيْرِهٖ عَلَيْهِ وَالْغَلَبَةُ فِي مُخَالَطَةِ الْجَامِدَاتِ بِاِخْرَاجِ الْمَاءِ عَنْ رِقَّتِهٖ وَسَيْلَانِهٖ وَ لَا يَضُرُّ تَغَيُّرُ اَوْصَافِهٖ كُلِّهَا بِجَامِدٍ كَزَعْفَرَانٍ وَّ فَاكِهَةٍ وَوَرَقِ شَجَرٍ وَالْغَلَبَةُ فِي الْمَائِعَاتِ بِظُهُوْرِ وَصْفٍ وَاحِدٍ مِنْ مَائِعٍ لَهٗ وَصْفَانِ فَقَطْ كَاللَّبَنِ لَهُ اللَّوْنُ وَ الطَّعْمُ وَلَا رَائِحَةَ لَهٗ وَبِظُهُوْرِ وَصْفَيْنِ مِنْ مَائِعٍ لَهٗ ثَلَاثَةٌ كَالْخَلِّ وَالْغَلَبَةُ فِي الْمَائِعِ الَّذِيْ لَا وَصْفَ لَهٗ كَالْمَاءِ الْمُسْتَعْمَلِ وَمَاءِ الْوَرْدِ الْمُنْقَطِعِ الرَّائِحَةِ

جسم سے جدا ہوتے ہی پانی مستعمل ہو جاتا ہے۔

مسئلہ:۔ درخت اور پھل کے پانی سے وضو کرنا جائز نہیں اگرچہ نچوڑنے کے بغیر خود بخود نکلے یہ زیادہ ظاہر قول کے مطابق ہے۔

مسئلہ:۔ ایسے پانی سے بھی وضو کرنا جائز نہیں کہ پکانے یا اس پر غیر کے غالب آنے کی وجہ سے اس کی طبیعت دائم ہونا ختم ہو جائے۔

پانی پر غیر کا غلبہ:

ٹھوس چیزوں کے پانی میں مل جانے کی صورت میں غیر کا غلبہ اس وقت ہوگا جب پانی پتلا نہ رہے اور نہ ہی جاری ہو سکے۔ کسی ٹھوس چیز کے پانی میں مل جانے سے اس کے تمام اوصاف کا بدل جانا وضو کے جواز کو نہیں روکتا جیسے زعفران، پھل اور درخت کے پتے مل جائیں۔

کسی بہنے والی چیز کے پانی میں مل جانے کی صورت میں اگر اس چیز کے دو وصف ہیں تو صرف ایک وصف کا ظاہر ہونا غلبہ شمار ہوگا مثلاً دودھ کا رنگ اور ذائقہ ہے بو نہیں، اور اگر اس بہنے والی چیز کے تین اوصاف ہوں تو دو وصفوں کا ظاہر ہونا غلبہ ہوگا جیسے سرکہ وغیرہ۔ اور اگر پانی میں ایسی بہنے والی چیز مل جائے جس کا کوئی وصف نہیں جیسے مستعمل پانی، گلاب کا پانی جس کی خوشبو ختم ہو گئی ہو

تَكُوْنُ بِالْوَزْنِ فَاِنِ اخْتَلَطَ رَطْلَانِ مِنَ الْمَاءِ الْمُسْتَعْمَلِ بِرَطْلٍ مِنَ الْمُطْلَقِ لَا يَجُوْزُ بِهِ الْوُضُوْءُ وَبِعَكْسِهِ جَازَ

وہاں وزن کا اعتبار ہوگا۔ اگر دو رطل (ایک سیر) مستعمل پانی ایک رطل (آدھ سیر) مطلق پانی میں مل جائے تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہوگا جب کہ اس کے برعکس صورت میں جائز ہوگا۔[۱]

[۱] پانی میں ملنے والی اشیاء دو قسم کی سکتی ہیں۔

(۱) ٹھوس۔

(۲) مائع۔

ٹھوس چیز کے ملنے سے پانی کی طبیعت یعنی سیلان اور رقت کا زائل ہونا اس ٹھوس چیز کا غلبہ شمار ہوگا، لیکن جب پانی میں مائع چیز مل جائے تو پانی کی طبیعت باقی رہتی ہے لہٰذا یہاں غلبے کا اعتبار اس مائع چیز کے اوصاف میں سے کسی وصف کے ظاہر ہونے یا وزن میں زیادہ ہونے سے ہوگا۔ اس ضمن میں یہ ضابطہ بیان ہوا ہے کہ مائع چیز کی تین صورتیں ہیں یا تو اس کے تین اوصاف ہوں گے یعنی رنگ، بو اور ذائقہ۔ یا دو وصف ہوں گے یا کوئی بھی وصف نہیں ہوگا۔ اگر پانی میں ملنے والے مائع کے تین وصف ہوں مثلاً سرکہ کہ اس کا اپنا رنگ، ذائقہ اور بو ہے تو ایسی صورت میں دیکھا جائے گا دو وصف ظاہر ہوئے تو پانی مغلوب اور سرکہ غالب ہوگا اور وضو ناجائز ہوگا۔ اور اگر ایک ہی وصف ظاہر ہو تو وضو جائز ہوگا لیکن ایسی چیز کے مل جانے کی صورت میں جس میں دو وصف پائے جاتے ہیں ایک وصف کے ظاہر ہونے سے وہ چیز غالب اور پانی مغلوب ہوگا اور وضو ناجائز ہوگا۔ مثلاً دودھ کا رنگ اور ذائقہ ہے لیکن بو نہیں لہٰذا پانی اور دودھ مل جائیں تو دیکھا جائے گا۔ دودھ کا رنگ اور ذائقہ دونوں ظاہر ہوں تو دودھ غالب اور وضو جائز ہوگا ورنہ نہیں لیکن ایسی مائع چیز جس کا کوئی وصف نہیں مثلاً مستعمل پانی کہ اس کا اپنا رنگ، بو اور ذائقہ نہیں ہوتا اگر مطلق پانی میں مل جائے تو وزن کا اعتبار ہوگا مطلق پانی زیادہ ہو تو وضو جائز ہے اور مستعمل زیادہ ہو تو ناجائز ہوگا۔

وَالرَّابِعُ مَاءٌ نَجِسٌ وَهُوَ الَّذِي حَلَّتْ فِيهِ نَجَاسَةٌ وَكَانَ رَاكِدًا قَلِيلًا وَالقَلِيلُ مَا دُوْنَ عَشْرٍ فِي عَشْرٍ فَيَنْجِسُ وَإِنْ لَمْ يَظْهَرْ أَثَرُهَا فِيهِ أَوْ جَارِيًا وَظَهَرَ فِيهِ أَثَرُهَا وَالْأَثَرُ طَعْمٌ أَوْ لَوْنٌ أَوْ رِيحٌ وَالْخَامِسُ مَاءٌ مَشْكُوكٌ فِي طَهُورِيَّتِهِ وَهُوَ مَا شَرِبَ مِنْهُ حِمَارٌ أَوْ بَغْلٌ

(فصل) وَالْمَاءُ الْقَلِيلُ إِذَا شَرِبَ مِنْهُ حَيَوَانٌ يَكُونُ عَلَى أَرْبَعَةِ أَقْسَامٍ وَيُسَمّٰى سُؤْرًا الْأَوَّلُ طَاهِرٌ مُطَهِّرٌ وَهُوَ مَا شَرِبَ مِنْهُ آدَمِيٌّ أَوْ فَرَسٌ أَوْ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ وَالثَّانِي نَجِسٌ لَا يَجُوزُ اسْتِعْمَالُهُ وَهُوَ مَا شَرِبَ مِنْهُ الكَلْبُ أَوِ الخِنْزِيرُ أَوْ شَيْءٌ مِنْ سِبَاعِ البَهَائِمِ كَالفَهْدِ وَالذِّئْبِ وَالثَّالِثُ مَكْرُوهٌ اسْتِعْمَالُهُ مَعَ وُجُودِ غَيْرِهِ وَهُوَ

۴:۔ ناپاک پانی ۔ اور یہ وہ پانی ہے جس میں نجاست گر جائے اور وہ ٹھہرا ہو قلیل ہو۔ قلیل وہ[۱] پانی ہوتا ہے جو دس در دس (سو مربع) گز سے کم ہو اگرچہ اس میں نجاست ظاہر نہ ہو پھر بھی ناپاک ہوگا۔ یا وہ جاری پانی جس میں نجاست کا اثر ظاہر ہو جائے اور نجاست کا اثر ذائقہ، رنگ اور بُو ہے۔

۵:۔ ایسا پانی جس کے پاک کرنے میں شک ہو یہ وہ پانی ہے جس سے گدھے یا خچر نے پیا ہو۔

فصل ۱: جھوٹا پانی اور اس کی اقسام:

قلیل پانی سے جب کوئی حیوان پیئے تو اس کی چار قسمیں ہیں اور اسے جھوٹا کہتے ہیں۔

۱۔ پاک ہے پاک کرتا ہے۔ یہ وہ پانی ہے جس سے آدمی، گھوڑا، یا وہ جانور پئیں جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔[۲]

۲۔ ناپاک ہے ـــ اس کا استعمال جائز نہیں یہ وہ پانی ہے جس سے کتا، سُور یا پھاڑنے والے درندے، مثلاً چیتے اور بھیڑیے وغیرہ نے پیا ہو۔

۳۔ اس کا استعمال مکروہ ہے جب اس کے علاوہ پانی موجود ہو۔[۳] بلی گلیوں میں پھرنے

---

[۱] قلیل اور کثیر پانی کا معیار یہ ہے کہ اگر تالاب دس ضرب دس یعنی سو مربع گز ہو تو کثیر کہلائے گا۔ اگر اس سے کم ہو اور جاری بھی نہ ہو بلکہ ٹھہرا ہوا ہو تو وہ پانی قلیل ہوتا ہے۔ اگر جاری ہو تو کثیر کے حکم میں ہوگا۔

سُؤرُ الهِرَّةِ وَالدَّجَاجَةِ المخلاة وَسِبَاعِ الطَّيْرِ كَالصَّقْرِ وَالشَّاهِيْنِ وَالحِدَأَةِ وَسَوَاكِنِ البُيُوتِ كَالفَأرَةِ لَا العَقْرَبِ وَالرَّابِعُ مَشْكُوكٌ فِي طَهُورِيَّتِهِ وَهُوَ سُؤْرُ البَغْلِ وَالحِمَارِ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ غَيْرَهُ تَوَضَّأَ بِهِ وَتَيَمَّمَ ثُمَّ صَلّٰى

(فصل) لَوِ اخْتَلَطَ أَوَانٍ أَكْثَرُهَا طَاهِرٌ تَحَرّٰى لِلتَّوَضُّؤِ وَالشُّرْبِ وَإِنْ كَانَ أَكْثَرُهَا نَجِسًا لَا يَتَحَرّٰى إِلَّا لِلشُّرْبِ وَفِي الثِّيَابِ المُخْتَلِطَةِ يَتَحَرّٰى سَوَاءٌ كَانَ أَكْثَرُهَا طَاهِرًا أَوْ نَجِسًا

والی مرغی[1]، پھاڑنے والے پرندے مثلاً شکرا، باز اور چیل اور گھروں میں رہنے والی چیزیں مثلاً چوہا، نہ کہ بچھو، ان سب کا جھوٹا مکروہ ہے۔

۴۔ مشکوک، ایسا پانی جس کے پاک کرنے میں شک ہے یہ خچر اور گدھے کا جھوٹا ہے۔

مسئلہ: اگر مشکوک پانی کے علاوہ نہ پائے تو اس کے ساتھ وضو کرے اور تیمم بھی کرے پھر نماز پڑھے[2]۔

فصل ۲ مخلوط برتن اور کپڑے:

اگر کچھ برتن مل جل جائیں اور ان میں سے اکثر ناپاک ہوں[3] تو وضو کرنے اور پینے کے لیے غور و فکر کرے اگر زیادہ برتن ناپاک ہوں تو صرف پینے کے لیے سوچ بچار کرے[4] اور ملے جلے کپڑوں میں غور و فکر کرے چاہے ان میں سے زیادہ پاک ہوں یا ناپاک[5]۔

(حاشیہ گزشتہ) ۲ے مثلاً گائے بکری وغیرہ

۳ے اگر اس کے علاوہ پانی نہ ہو تو بلا کراہت اس کا استعمال جائز ہے۔

(صفحہ ہذا) ۱ے چونکہ یہ مرغی گندگی کے ڈھیروں پر پھرتی ہے اس لیے اس کی چونچ کا پاک ہونا یقینی نہیں ہوتا۔

۲ے چاہے وضو پہلے کرے یا تیمم دونوں طرح جائز ہے۔

۳ے یعنی یہ تو معلوم ہوا کہ اکثر برتنوں میں پانی ناپاک ہے لیکن یہ پتہ نہ چلے کہ وہ کون کون سے ہیں۔

۴ے چونکہ پینے کے لیے مجبوری ہے اور وضو کی جگہ تیمم کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے اس پانی سے وضو نہ کیا جائے اور پینے کے لیے سوچ و بچار کرے جن کے بارے میں غالب گمان ہو کہ یہ پاک ہوں گے ان میں سے پی لے۔

۵ے پانی اور کپڑوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ پانی کی جگہ تیمم ہو سکتا ہے لیکن کپڑا نہ پہننے کی صورت میں ننگا ہو کر نماز

(فصل ۶) تُنْزَحُ الْبِئْرُ الصَّغِيْرَةُ بِوُقُوْعِ نَجَاسَةٍ وَإِنْ قَلَّتْ مِنْ غَيْرِ الْأَرْوَاثِ كَقَطْرَةِ دَمٍ أَوْ خَمْرٍ وَبِوُقُوْعِ خِنْزِيْرٍ وَلَوْ خَرَجَ حَيًّا وَلَمْ يُصِبْ فَمُهُ الْمَاءَ وَبِمَوْتِ كَلْبٍ أَوْ شَاةٍ أَوْ آدَمِيٍّ فِيْهَا وَبِانْتِفَاخِ حَيَوَانٍ وَلَوْ صَغِيْرًا وَمِائَتَا دَلْوٍ لَوْ لَمْ يُمْكِنْ نَزْحُهَا وَإِنْ مَاتَ فِيْهَا دَجَاجَةٌ أَوْ هِرَّةٌ أَوْ نَحْوُهُمَا لَزِمَ نَزْحُ أَرْبَعِيْنَ دَلْوًا وَإِنْ مَاتَ فِيْهَا فَارَةٌ أَوْ نَحْوُهَا لَزِمَ نَزْحُ عِشْرِيْنَ دَلْوًا وَكَانَ ذٰلِكَ طَهَارَةً لِلْبِئْرِ وَالدَّلْوِ وَالرِّشَاءِ وَيَدِ الْمُسْتَقِيْ وَلَا تَنْجُسُ الْبِئْرُ بِالْبَعْرِ وَالرَّوْثِ وَالْخِثْيِ إِلَّا أَنْ يَسْتَكْثِرَهُ النَّاظِرُ أَوْ أَنْ لَا يَخْلُوْ دَلْوٌ عَنْ بَعْرَةٍ۔

فصل ۶۔ کنویں کے مسائل:۔

مسئلہ۔ چھوٹے کنویں کا تمام پانی نکالا جائے۔

۱۔ اگر اس میں لید کے علاوہ کوئی نجاست گر جائے چاہے تھوڑی ہو جیسے خون یا شراب کا ایک قطرہ۔

۲۔ اگر اس میں خنزیر گر جائے اگرچہ وہ زندہ نکلے اور اس کا منہ پانی تک نہ پہنچا ہو[1]

۳۔ اگر کتا یا آدمی اس میں (گر کر) مر جائے۔

۴۔ کوئی جانور پھول جائے اگرچہ چھوٹا ہو۔

اگر تمام پانی کا نکالنا ممکن نہ ہو تو دو سو ڈول نکالے جائیں۔

مسئلہ: اگر کنویں میں مرغی یا بلی یا ان دونوں جیسی کوئی چیز مر جائے تو چالیس ڈول نکالنا واجب ہے۔

اگر اس میں چوہا یا اسکی مثل کوئی چیز مر جائے تو بیس ڈول نکالنا ضروری ہے اور یہ (نکالنا ہی) کنویں، ڈول، رسی اور نکالنے والے کے ہاتھ کے لیے طہارت ہے[2] مینگنی، لید اور گوبر سے کنواں (اس وقت تک) ناپاک نہیں ہوتا جب تک دیکھنے والا اسے زیادہ خیال نہ کرے کوئی ڈول بھی مینگنی (وغیرہ) سے خالی نہ ہو[3]

(صفحہ گذشتہ) پڑھنا ہو گی حالانکہ ستر کا ڈھانپنا بھی فرض ہے لہٰذا کپڑا نہ پہننے کی صورت میں بھی حرام کا ارتکاب ہو رہا ہے لہٰذا سوچ و بچار کر کے جس کپڑے کی طہارت کا غالب گمان ہو اسے پہن لیا جائے۔

(صفحہ ہٰذا) [1] چونکہ خنزیر نجس عین ہے اس لیے اس کے محض گرنے سے پانی ناپاک ہو جائے گا۔

[2] یعنی اب برتن، رسی یا ہاتھ کو نہ بھی دھویا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

[3] چونکہ اس صورت میں نجاست کی کثرت ہو گی لہٰذا ناپاک ہو جائے گا قلیل نجاست سے بچنا ناممکن ہے لہٰذا وہ معاف ہے

وَلَا يَفْسُدُ الْمَاءُ بِخُرْءِ حَمَامٍ وَعُصْفُوْرٍ وَلَا بِمَوْتِ مَالَا دَمَ لَهٗ فِيْهِ كَسَمَكٍ وَضِفْدَعٍ وَحَيَوَانِ الْمَاءِ وَبَقٍّ وَذُبَابٍ وَزُنْبُوْرٍ وَعَقْرَبٍ وَلَا بِوُقُوْعِ اٰدَمِيٍّ وَمَا يُؤْكَلُ لَحْمُهٗ اِذَا خَرَجَ حَيًّا وَلَمْ يَكُنْ عَلٰى بَدَنِهٖ نَجَاسَةٌ وَلَا بِوُقُوْعِ بَغْلٍ وَحِمَارٍ وَسِبَاعِ طَيْرٍ وَوَحْشٍ فِى الصَّحِيْحِ وَاِنْ وَصَلَ لُعَابُ الْوَاقِعِ اِلَى الْمَاءِ اَخَذَ حُكْمَهٗ وَوُجُوْدُ حَيَوَانٍ مَيِّتٍ فِيْهَا يُنَجِّسُهَا مِنْ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ وَمُنْتَفِخٍ مِنْ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيْهَا اِنْ لَّمْ يُعْلَمْ وَقْتُ وُقُوْعِهٖ

کبوتر اور چڑیا کی بیٹ سے پانی ناپاک نہیں ہوتا اور ایسی چیز کے (پانی میں) مر جانے سے بھی پانی ناپاک نہیں ہوتا جس میں خون نہ ہو، مثلاً مچھلی، مینڈک اور پانی کے جانور ——— کھٹمل (پسو)، مکھی، بھڑ، بچھو، آدمی اور اس چیز کے پانی میں گرنے سے بھی پانی ناپاک نہیں ہوتا جس کا گوشت کھایا جاتا ہے جب کہ وہ زندہ نکلے اور اس کے جسم پر نجاست نہ ہو[۱] صحیح قول[۲] کے مطابق خچر، گدھے اور پھاڑنے والے درندے کے گرنے سے بھی پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

اگر گرنے والے جانور کا تھوک پانی میں مل جائے تو پانی کا وہی حکم ہوگا جو اس (تھوک) کا ہے[۳]۔

اور مردہ جانور کا پایا جانا ایک دن اور رات سے پانی کو ناپاک کر دیتا ہے اور پھولا ہوا جانور پایا جائے تو تین دن رات سے پانی ناپاک شمار ہوگا (یہ اس وقت ہے) جب گرنے کا وقت معلوم نہ ہو[۴]۔

---

[۱] اگر جسم پر نجاست ہو یا مر جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔

[۲] یعنی اس کے خلاف بھی قول ہے وہ یہ کہ ان کے گرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے لیکن وہ قول صحیح نہیں۔

[۳] اگر اس کا تھوک نجس ہے تو پانی ناپاک ہو جائے گا تھوک مکروہ ہے تو پانی مکروہ اور پاک ہے تو پانی پاک رہے گا۔

[۴] پانی میں گرا ہوا جانور مردہ حالت میں ملا تو اس کی دو صورتیں ہوں گی۔ پھولا ہوا ہوگا یا نہیں۔ پھر اس کے گرنے کا وقت معلوم ہوگا یا نہ۔ اگر وقت معلوم ہے تو چاہے پھولا ہوا ہو یا نہ، جس وقت وہ گرا ہے اس کے بعد اس سے وضو کر کے جتنی نمازیں پڑھی ہیں وہ تمام نمازیں لوٹائی جائیں۔ اور اس دوران جو کپڑا اس سے دھویا گیا وہ دوبارہ دھویا جائے۔

اگر گرنے کا وقت معلوم نہیں تو پھولا ہونے کی صورت میں تین دن رات پہلے سے اس کا گرنا تصور کیا جائے اور نہ پھولنے کی صورت میں ایک دن رات پہلے سے گرا ہوا شمار کر کے اس وقت سے ناپاک سمجھا جائے نمازوں کا اعادہ کیا جائے اور جو کچھ دھویا۔ ہے اسے دوبارہ دھویا جائے۔

سوالات

(۱) نورالایضاح کے مصنف کی سوانح حیات پر ایک مختصر اور جامع نوٹ لکھیں۔

(۲) کتنے اور کون کون سے پانیوں سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے؟

(۳) طہارت و نجاست کے اعتبار سے پانی کی کتنی اور کون کون سی اقسام ہیں؟

(۴) مارِ مستعمل کی تعریف کریں نیز بتائیں کہ مارِ مطلق کسے کہتے ہیں؟

(۵) محسوس اور مائع چیز کے پانی پر غالب آنے کا پتہ کیسے لگایا جائے گا؟

(۶) اگر قلیل اور ٹھہرے ہوئے پانی میں نجاست گر جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

(۷) مختلف حیوانات کے جھوٹے کا کیا حکم ہے تفصیل سے بتائیں؟

(۸) اگر کنویں میں نجاست گر جائے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

(۹) انسان یا کوئی حیوان کنویں میں گر جائے تو زندہ نکلنے کی صورت میں کیا حکم ہوگا اور مرنے کی حالت میں کیا؟

(۱۰) مندرجہ ذیل الفاظ کی وضاحت کریں یعنی صیغہ فعل اور باب بتائیں۔

قال۔ نغیر۔ التمس۔ تشتت۔ استعمل۔ مخالطۃ، یسمّٰی۔ تیمم، یُوکل۔ ینجس۔

(۱۱) مندرجہ ذیل جملوں پہ اعراب لگائیں اور ترکیب کریں۔

التمس منی بعض الاخلاء۔ استعمل لرفع حدث۔ الرابع ماء نجس، لایجوز استعماله۔ لم یصب فمه الماء۔ لایفسد الماء بخزء حمام۔

(فصل فی الاستنجاء) يَلْزَمُ الرَّجُلَ الاِسْتِبْرَاءُ حَتّٰى يَزُوْلَ اَثَرُ الْبَوْلِ يَطْمَئِنَّ قَلْبُهٗ عَلٰى حَسَبِ عَادَتِهٖ اِمَّا بِالْمَشْيِ اَوِ التَّنَحْنُحِ وَالْاِضْطِجَاعِ اَوْغَيْرِهٖ وَلَا يَجُوْزُ لَهٗ الشُّرُوْعُ فِي الْوُضُوْءِ حَتّٰى يَطْمَئِنَّ بِزَوَالِ رَشْحِ الْبَوْلِ وَالْاِسْتِنْجَاءُ سُنَّةٌ مِّنْ نَجِسٍ يَخْرُجُ مِنَ السَّبِيْلَيْنِ مَا لَمْ يَتَجَاوَزِ الْمَخْرَجَ وَاِنْ تَجَاوَزَ وَكَانَ قَدْرَ الدِّرْهَمِ وَجَبَ اِزَالَتُهٗ بِالْمَاءِ وَاِنْ زَادَ عَلَى الدِّرْهَمِ افْتَرَضَ غَسْلُهٗ وَيَفْتَرِضُ غسلُ مَا فِي الْمَخْرَجِ عِنْدَ الْاِغْتِسَالِ مِنَ الْجَنَابَةِ وَالْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ وَاِنْ كَانَ مَا فِي الْمَخْرَجِ قَلِيْلًا وَاَنْ يَسْتَنْجِيَ بِحَجَرٍ مُنَقٍّ وَنَحْوِهٖ وَالْغَسْلُ بِالْمَاءِ اَحَبُّ وَالْاَفْضَلُ الْجَمْعُ بَيْنَ الْمَاءِ اَوِ الْحَجَرِ فَيَمْسَحُ ثُمَّ يَغْسِلُ وَيَجُوْزُ اَنْ يَقْتَصِرَ عَلَى الْمَاءِ وَالْحَجَرِ وَالسُّنَّةُ اِنْقَاءُ الْمَحَلِّ وَالْعَدَدُ فِي الْاَحْجَارِ مَنْدُوْبٌ لَا سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ فَيَسْتَنْجِيْ بِثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ نَدْبًا اِنْ حَصَلَ التَّنْظِيْفُ بِمَا دُوْنَهَا

فصل [۳] استنجاء کا بیان[۱]

مرد کے لیے پاکیزگی حاصل کرنا ضروری[۲] ہے، یہاں تک کہ پیشاب کا اثر ختم ہو جائے اور عادت کے مطابق اس کا دل مطمئن ہو جائے (چاہے) چلنے کے ساتھ ہو یا کھانسنے اور لیٹنے وغیرہ کے ساتھ، اور اس وقت تک وضو شروع کرنا جائز نہیں جب تک پیشاب کے ٹپکنے سے مطمئن نہ ہو جائے۔

استنجاء اس نجاست سے سنت ہے جو دو راستوں میں سے ایک سے نکلے اور نکلنے کی جگہ سے تجاوز نہ کرے[۳]۔

اگر ایک[۴] درہم کا اندازہ تجاوز کر جائے تو پانی کے ساتھ دور کرنا واجب ہے۔ اور اگر درہم سے زیادہ بڑھ جائے تو اس کا دھونا فرض ہے۔

جنابت، حیض اور نفاس سے غسل کرتے وقت جو کچھ مخرج میں ہو اسے دھونا فرض ہے اگرچہ جو کچھ مخرج میں ہے تھوڑا ہو، صاف کرنے والے پتھر اور اس کی مثل (مثلاً ڈھیلا وغیرہ) سے استنجاء کرے پانی کے ساتھ دھونا زیادہ اچھا ہے اور پانی اور پتھر کو جمع کرنا افضل ہے پس پتھر سے رگڑے پھر دھوئے۔ پانی یا پتھر میں سے ایک چیز پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے سنت تو جگہ کو پاک کرنا ہے پتھروں کی تعداد مستحب ہے، سنت موکدہ نہیں اگر تین پتھر (وں) سے کم کے ساتھ پاکیزگی حاصل ہو جائے تو تین پتھر استعمال کرنا مستحب[۵] ہے۔

وكيفية الاستنجاء ان يمسح بالحجر الاول من جهة المقدم الى خلف و بالثانى من خلف الى قدام و بالثالث من قدام الى خلف اذا كانت الخصية مدلاة وان كانت غير مدلاة يبتدئ من خلف الى قدام والمرأة تبتدئ من

استنجاء کا طریقہ:

استنجاء کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے پتھر کے ساتھ آگے سے پیچھے کی طرف پونچھے دوسرے پتھر کے ساتھ پیچھے سے آگے کی طرف اور تیسرے کے ساتھ آگے سے پیچھے کی طرف (پونچھے) جب کہ خصیے لٹکے ہوئے ہوں۔ اگر لٹکے ہوئے نہ ہوں تو پیچھے سے آگے کی طرف ابتداء کرے۔ اور عورت شرم گاہ کے آلودہ ہونے کے خوف سے (ہمیشہ) آگے

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ۱؎ استنجاء، باب استفعال سے مصدر ہے۔ اس کا مادہ "نجو" ہے۔ پیٹ سے نکلنے والی نجاست کو "نجو" کہتے ہیں۔ اس نجاست کو دور کرنا اور محل نجاست کو صاف کرنا استنجاء کہلاتا ہے۔

۲؎ یعنی وضو شروع کرنے سے پہلے اس بات کا اطمینان حاصل ہو جائے کہ اب پیشاب کے قطرے نہیں آئیں گے یہی استبراء ہے۔ حصولِ اطمینان کے لیے کئی طریقے استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً پیشاب کرنے کے بعد کچھ دور چلنے سے باقی قطرے نکل جائیں گے یا کھانسنے اور پہلو کے بل لیٹنے نیز پاؤں پر دباؤ ڈالنے سے بھی جو قطرات باقی ہیں نکل سکتے ہیں۔ جب مطمئن ہو جائے کہ اب کوئی قطرہ باقی نہیں رہا اس وقت وضو شروع کرے۔ صرف مرد کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ عورت کو استبراء کی ضرورت نہیں کیونکہ عورت کی جسمانی ساخت کی مناسبت سے قطرے کے باقی رہنے کا خدشہ نہیں۔

۳؎ استنجاء کی تین اقسام بیان ہوئی ہیں سنت، واجب اور فرض، نجاست مخرج سے ادھر اُدھر نہ لگے تو استنجاء سنت ہے۔ اگر ایک درہم کا اندازہ تجاوز کرے تو واجب اس سے زیادہ ہو تو فرض۔

۴؎ اگر نجاست کا جسم ہو تو ایک درہم وزن مراد ہوگا جو آج کل کے اوزان سے تقریباً ۴،۹۵ گرام بنتا ہے اور اگر پھیلی ہوئی نجاست ہو جیسے چھوٹا پیشاب وغیرہ تو وزن مراد نہ ہوگا بلکہ اس کے برابر پھیلاؤ یعنی جتنا آج کل چاندی کا روپیہ ہے مخرج سے الگ اتنی جگہ پر نجاست لگ جائے تو یہ درہم کا اندازہ تجاوز شمار ہوگا۔

۵؎ اگر ایک یا دو پتھروں سے صفائی ہو جائے تو تین پتھروں سے استنجاء کرنا مستحب ہے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) ۱؎ گرمیوں میں عام طور پر یہ کیفیت ہوتی ہے کہ سردی کے خصیتین ڈھیلے پڑ کر لٹک جاتے ہیں اس صورت میں اگر پتھر یا ڈھیلا پیچھے سے آگے کو لایا جائے تو خصیتین کے ساتھ نجاست لگنے کا خطرہ ہوتا ہے لہٰذا پہلے پتھر کے ساتھ آگے سے

قُدَّامٍ اِلٰی خَلْفٍ خَشْیَۃَ تَلْوِیْثِ فَرْجِهَا ثُمَّ یَغْسِلُ یَدَہٗ اَوَّلًا بِالْمَاءِ ثُمَّ یَدْلُکُ الْمَحَلَّ
بِالْمَاءِ بِبَاطِنِ اِصْبَعٍ اَوْ اِصْبَعَیْنِ اَوْ ثَلَاثٍ اِنِ احْتَاجَ وَیَصْعَدُ الرَّجُلُ اِصْبَعَہُ الْوُسْطٰی
عَلٰی غَیْرِهَا فِی ابْتِدَاءِ الْاِسْتِنْجَاءِ ثُمَّ یُصْعِدُ بِنْصَرَہٗ وَلَا یَقْتَصِرُ عَلٰی اِصْبَعٍ وَّاحِدَۃٍ وَالْمَرْاَۃُ
تُصْعِدُ بِنْصَرَهَا وَاَوْسَطَ اَصَابِعِهَا مَعًا ابْتِدَاءً خَشْیَۃَ حُصُوْلِ اللَّذَّۃِ وَیُبَالِغُ فِی
التَّنْظِیْفِ حَتّٰی یَقْطَعَ الرَّائِحَۃَ الْکَرِیْهَۃَ وَفِیْ اِرْخَاءِ الْمَقْعَدَۃِ اِنْ لَّمْ یَکُنْ صَائِمًا فَاِذَا
فَرَغَ غَسَلَ یَدَہٗ ثَانِیًا وَ نَشَّفَ مَقْعَدَتَہٗ قَبْلَ الْقِیَامِ اِنْ کَانَ صَائِمًا

سے پیچھے کی طرف صاف کرے[1]۔ پھر پہلے پانی کے ساتھ ہاتھوں کو دھوئے اس کے بعد پانی لے کر (نجاست کی) جگہ کو ایک یا دو انگلیوں یا ضرورت ہو تو تین انگلیوں کے ساتھ رگڑے اور مرد استنجاء کی ابتداء میں درمیانی انگلی کو دوسری انگلی پر چڑھائے پھر بنصر (چھوٹی کے ساتھ والی انگلی) کو اس پر چڑھائے لیکن ایک ہی انگلی پر اکتفاء نہ کرے[2] اور عورت بنصر اور درمیانی انگلی کو اکٹھا (دوسری انگلی) پر چڑھائے تاکہ حصول لذت کا خدشہ باقی نہ رہے[3] اور پاکیزگی حاصل کرنے میں اس قدر مبالغہ کرے کہ ناپسندیدہ بو ختم ہو جائے اگر روزہ دار نہ ہو تو مقعد کو خوب ڈھیلا چھوڑے[4] جب فارغ ہو تو ہاتھوں کو دوبارہ دھوئے اور روزہ دار ہونے کی صورت میں اٹھنے سے پہلے مقعد کو خشک کرے

(بقیہ گزشتہ) پیچھے کی طرف لے جائے اور سردیوں میں یہ کیفیت نہیں ہوتی لہٰذا اس کے برعکس کیا جائے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] عورت کا معاملہ چونکہ ہمیشہ ایک جیسا رہتا ہے۔ موسموں کی تبدیلی اس پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ اگر پہلے پتھر کو پیچھے سے آگے کی طرف لایا جائے تو شرمگاہ کے نجاست آلود ہونے کا خطرہ ہوتا ہے لہٰذا ہمیشہ آگے سے پیچھے کی طرف ابتداء کی جائے۔

[2] کیونکہ اس صورت میں بیماری پیدا ہونے کا خدشہ ہے اور اچھی طرح پاکیزگی بھی حاصل نہیں ہوتی۔

[3] کیونکہ ایسا بھی ممکن ہے کہ ایک ہی انگلی سے استنجاء کرنے کی صورت میں لذت حاصل ہو جائے اور عورت پر غسل واجب ہو جائے اور اسے کچھ پتہ نہ ہو۔ علماء نے لکھا ہے کہ کنواری لڑکیاں انگلیوں کی بجائے ہتھیلی سے استنجاء کریں تاکہ پردہ بکارت زائل نہ ہو جائے۔ (مراقی الفلاح)

[4] چونکہ روزے کی حالت میں پانی کے اندر جانے سے روزہ ٹوٹنے کا خطرہ ہوتا ہے لہٰذا روزہ دار ڈھیلا ہو کر نہ بیٹھے۔

(فصل) لا يجوز كشف العورة للاستنجاء وإن تجاوزت النجاسة مخرجها
وزاد المتجاوز على قدر الدرهم لا تصح معه الصلوٰة إذا وجد ما يزيله ويحتال
لإزالته من غير كشف العورة عند من يراه ويكره الاستنجاء بعظم وطعام لآدمي
أو بهيمة وآجر وخزف وفحم وزجاج وجص وشيء محترم كخرقة ديباج و
قطن وباليد اليمنى إلا من عذر ويدخل الخلاء برجله اليسرى ويستعيذ بالله
من الشيطان الرجيم قبل دخوله ويجلس معتمدا على يساره ولا يتكلم إلا لضرورة
ويكره تحريما استقبال القبلة واستدبارها ولو في البنيان واستقبال عين الشمس
والقمر ومهب الريح ويكره أن يبول أو يتغوط في الماء والظل والجحر والطريق
وتحت شجرة مثمرة والبول قائما إلا من عذر ويخرج من الخلاء برجله اليمنى

فصل ۴ آداب استنجاء :

استنجاء کرنے کے لیے (کسی کے سامنے) شرمگاہ کو ننگا کرنا جائز نہیں اور اگر نجاست مخرج سے تجاوز کر جائے
اور تجاوز کرنے والی ایک درہم سے زیادہ ہو تو اس کے ساتھ نماز جائز نہیں اگر اسے دور کرنے کے لیے کوئی چیز ملے[1]
اگر کوئی دیکھ رہا ہو تو ستر ننگا کیے بغیر نجاست دور کرنے کا حیلہ کرے۔

ہڈی[2]، انسانی یا حیوانی خوراک، اینٹ، ٹھیکری[3]، کوئلہ، شیشہ، چونا اور قابلِ احترام چیز جیسے
ریشمی کپڑے کا ٹکڑا، روئی اور عذر کے بغیر دائیں ہاتھ کے ساتھ استنجاء کرنا مکروہ[4] ہے۔

بیت الخلاء میں بائیں پاؤں کے ساتھ داخل ہو، داخل ہونے سے پہلے "اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم"
پڑھے، بائیں[5] پاؤں پر زور دے کر بیٹھے اور ضرورت کے بغیر گفتگو نہ کرے۔ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا
مکروہ تحریمہ ہے۔ اگرچہ بستیوں میں[6] ہو۔ سورج اور چاند کی طرف[7] اور جدھر سے ہوا آ رہی ہو ادھر منہ کرنا بھی مکروہ ہے[8]
پانی[9]، سائے[10]، سوراخ[11]، راستے[12] اور پھل دار درخت کے نیچے پیشاب کرنا یا قضائے حاجت
کے لیے بیٹھنا مکروہ ہے۔ عذر کے بغیر کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بھی مکروہ ہے۔ بیت الخلاء سے دایاں
پاؤں پہلے نکالے پھر (باہر نکل کر) پڑھے۔

ثُمَّ یَقُوْلُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ۔	تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے مجھ سے تکلیف دور کر دی اور مجھے عافیت عطا فرمائی۔

لے چونکہ کسی کے سامنے ننگا ہونا حرام ہے اور نجاست مخرج سے تجاوز نہ کرنے کی صورت میں استنجاء واجب نہیں لہٰذا ایسی صورت میں بغیر استنجاء کے وضو کر لیا جائے لیکن جب نجاست مخرج سے ایک درہم کا اندازہ یا اس سے زیادہ بڑھ جائے اور نجاست کو دور کرنے کے لیے کوئی چیز بھی میسر ہو تو استنجاء کیے بغیر نماز جائز نہیں۔ اگرچہ پردہ کی جگہ نہ ملے اور دیکھنے والا آدمی وہ ہے جس سے ستر کو چھپانا ضروری ہے تو کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ استنجاء بھی ہو جائے اور کسی کے سامنے ننگا بھی نہ ہو مثلاً اوپر چادر لے کر بیٹھ جائے اور ڈھیلے سے صفائی کرے۔

۲ے ہڈی کے ساتھ استنجاء کرنا منع ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گوبر اور ہڈی کے ساتھ استنجاء نہ کرو کیونکہ یہ تمہارے بھائیوں جنوں کی خوراک ہے۔ جب جنوں کو ہڈی ملتی ہے تو اس پر گوشت چڑھا ہوتا ہے گویا یہ کھائی ہی نہیں گئی اور گوبر گھاس کی صورت میں بدل کر ان کے جانوروں کی خوراک بن جاتا ہے۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے ان دونوں چیزوں سے استنجاء کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

۳ے اینٹ سے پاکیزگی حاصل ہونے کی بجائے زخمی ہونے کا خطرہ ہے۔ ٹھیکری سے بھی پاکیزگی حاصل نہ ہوگی بلکہ ہاتھ کے ساتھ نجاست لگ جائے گی نیز یہ ممکن ہے کہ آدمی زخمی ہو جائے۔ کوئلہ سے بھی پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی بلکہ جسم خراب ہوتا ہے۔ شیشہ اور چونا استعمال کرنے سے محل نجاست میں تکلیف ہوتی ہے، قیمتی چیز ریشمی کپڑا یا روئی وغیرہ کا استعمال فضول خرچی اور مال کے ضیاع کا سبب ہے نیز اس سے محتاجی پیدا ہوتی ہے۔

۴ے دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کھانے پینے اور اچھے کاموں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۵ے چونکہ استنجاء ناپاک جگہ کیا جاتا ہے جہاں شیطان حاضر ہوتا ہے لہٰذا پہلے دایاں پاؤں داخل نہ کیا جائے اور باہر نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں نکالا جائے۔ مسجد میں آنے جانے کے لیے اس کے خلاف طریقہ استعمال کیا جائے علاوہ ازیں بیت الخلاء میں سر ڈھانپ کر جانا چاہیے۔ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھے اور اس سے پہلے بسم اللہ پڑھے۔ (مراقی الفلاح)

۶ے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم بیت الخلاء میں جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ نہ کرو۔ لہٰذا یہ قطعاً منع ہے چاہے بستی میں ہو یا جنگل میں۔

(فصل فی الوضوء) اَرْکَانُ الْوُضُوْءِ اَرْبَعَۃٌ وَّ ھِیَ فَرَائِضُہٗ الاول غَسْلُ الْوَجْہِ وَحَدُّہٗ طُوْلًا مِنْ مَبْدَأِ سَطْحِ الْجَبْھَۃِ اِلٰی اَسْفَلِ الذَّقْنِ وَحَدُّہٗ عَرْضًا مَابَیْنَ شَحْمَتَیِ الْاُذُنَیْنِ وَالثَّانِیْ غَسْلُ یَدَیْہِ مَعَ مِرْفَقَیْہِ وَالثَّالِثُ غَسْلُ رِجْلَیْہِ مَعَ کَعْبَیْہِ وَ

فصل ۵ احکامِ وضو[1]:

وضو کے ارکان[2] چار ہیں۔ اور یہ اس کے فرائض ہیں[3]۔

پہلا:۔ چہرے کا دھونا، لمبائی میں اس کی حد پیشانی کی ابتدائے سطح سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک ہے اور چوڑائی میں اس کی حد وہ جگہ ہے جو دونوں کانوں کی لو کے[4] درمیان ہے۔

دوسرا:۔ ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا۔

تیسرا:۔ پاؤں کو ٹخنوں سے سمیت دھونا۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ۷ چاند اور سورج اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں لہٰذا ان کا احترام کرتے ہوئے ان کی طرف بھی رُخ نہیں ہونا چاہیے۔ اور ادھر پیٹھ بھی نہ کی جائے۔

۸ چونکہ ہوا کے رُخ میں بیٹھنے سے پیشاب واپس آکر جسم یا کپڑوں کو نجس کر دیتا ہے لہٰذا ادھر رخ کرنا منع ہے۔

۹ پانی تھوڑا ہو تو اس میں پیشاب کرنا مکروہ تحریمہ ہے کیونکہ اس سے پاک پانی نجس ہو جائے گا اور پاک چیز کو ناپاک کرنا حرام ہے۔ زیادہ پانی میں پیشاب یا تقاضائے حاجت کرنا بھی مکروہ ہے بلکہ بعض علماء نے تو اس کو بھی مکروہ تحریمہ لکھا ہے۔ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں رات کو مطلقاً پانی میں پیشاب وغیرہ نہ کیا جائے کیونکہ رات کو جن پانی میں رہتے ہیں اس لیے اس بات کا خدشہ ہے کہ وہ تکلیف نہ پہنچائیں۔ (مراقی)

۱۰ چونکہ لوگ سائے میں بیٹھتے ہیں اس لیے اس سے ان کو اذیت ہوتی ہے۔

۱۱ سوراخ میں پیشاب کرنے سے ممکن ہے اندر سے کوئی کیڑا مکوڑہ نکل کر تکلیف پہنچائے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ جنوں کا ٹھکانہ ہوتا ہے۔

۱۲ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو ملعونوں سے بچو۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ وہ دو کون سے ہیں۔ فرمایا لوگوں کے راستے یا سائے میں پیشاب کرنے والے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) ۱ لفظ وُضو واؤ مضموم کے ساتھ مصدر ہے یعنی طہارت حاصل کرنا اور واؤ مفتوح کے ساتھ وَضو اس چیز کو کہتے ہیں

الرَّابِعُ مَسْحُ رُبعِ رَأْسِہٖ وَسَببُہٗ اِسْتِبَاحَۃُ مَا لَا یَحِلُّ اِلَّا بِہٖ وَھُوَ حُکْمُہُ الدُّنیوِیُّ وَ حُکْمُہُ الْاُخْرَوِیُّ الثَّوَابُ فِی الْاٰخِرَۃِ وَشَرْطُ وُجُوْبِہٖ الْعَقْلُ وَالْبُلُوْغُ وَالْاِسْلَامُ وَقُدرَۃٌ عَلٰی اسْتِعْمَالِ الْمَاءِ الْکَافِیْ وَ وُجُوْدُ الْحَدَثِ وَعَدَمُ الْحَیْضِ وَالنِّفَاسِ وَضِیْقِ الْوَقْتِ

چوتھا: سر کے چوتھے حصے کا مسح کرنا۔

اس (وضو) کا سبب[1] یہ ہے کہ جو کام اس کے بغیر جائز نہیں اس کا کرنا جائز ہو جائے یہ اس کا دنیوی حکم ہے اور اس کا اُخروی حکم آخرت میں ثواب کا حصول ہے۔ اس کے واجب ہونے کی شرط (۱) سمجھ کا پایا جانا (۲) بالغ ہونا (۳) مسلمان[2] ہونا (۴) کافی پانی کے استعمال پر قادر ہونا (۵) حدث کا پایا جانا[3] (۶) حیض اور (۷) نفاس کا نہ ہونا[4]۔ اور (۸) وقت کا تنگ ہونا ہے[5]۔

حاشیہ گزشتہ جس کے ساتھ وضو کیا جائے مثلاً پانی۔

۲ ارکان رکن کی جمع ہے۔ رکن وہ چیز ہے جس پر کسی شے کے باقی رہنے کا دارومدار ہو اور وہ اس چیز کے اندر ہو خارج نہ ہو۔ جب کہ شرائط اس کام سے مقدم ہوتی ہیں۔ مثلاً وضو نماز کے لیے شرط ہے، اور نماز شروع کرنے سے پہلے اس کا ہونا ضروری ہے۔

۳ فرائض، فریضہ کی جمع ہے فرض یا فریضہ وہ کام ہے جس کی ادائیگی ضروری ہو۔ فرائض وضو قرآن پاک کی اس آیت سے ثابت ہیں۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ۔

اے ایمان والو! جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھو لو اور اپنے سروں (کے بعض حصے) کا مسح کرو اور پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھو لو۔ (سورہ مائدہ آیت ۶)

۴ کان کا وہ حصہ جو چہرے کی طرف ہے وہاں سوراخ کے ساتھ چوٹی سی اٹھی ہوئی نرم ہڈی کان کی لَو کہلاتی ہے

حاشیہ صفحہ ھٰذا ۱ جو چیز کسی کام کے باعث بنتی ہے وہ اس کا سبب کہلاتی ہے۔ مثلاً بیمار کی بیماری اس کی تیمارداری کا باعث ہے لہٰذا یہی اس کا سبب ہے۔ وضو کا باعث بھی نماز پڑھنا یا دوسرے امور ہیں جو اس کے بغیر جائز نہیں۔ لہٰذا وہ وضو کا سبب ہیں۔

۲ پاگل، بچے اور غیر مسلم پر چونکہ نماز فرض نہیں اس لیے ان پر وضو بھی فرض نہیں۔

۳ حدث کی دو صورتیں ہیں (۱) جنبی ہونا (۲) بے وضو ہونا۔ پہلے کو حدث اکبر اور دوسرے کو حدث اصغر

وَشَرطُ صِحَّتِہٖ ثَلَاثَۃٌ عُمُوْمُ الْبَشَرَۃِ بِالْمَاءِ الطَّهُوْرِ وَانقِطَاعُ مَا يُنَافِيْهِ مِنْ حَيْضٍ وَنِفَاسٍ وَحَدَثٍ وَزَوَالُ مَا يَمْنَعُ وُصُوْلَ الْمَاءِ إِلَى الْجَسَدِ كَشَمْعٍ وَشَحْمٍ۔

اس (وضو) کے صحیح ہونے کی تین شرائط ہیں۔

(۱) اعضاءِ وضو پر پانی کا پہنچ جانا[۱]۔ (۲) جو چیز وضو کے خلاف ہے مثلاً حیض، نفاس اور حدث[۲] (وغیرہ) کا ختم ہو جانا (۳) اور جو چیز جسم تک پانی کے پہنچنے میں رکاوٹ بنتی ہے اس کا دور ہونا مثلاً موم اور چربی[۳]۔

(حاشیہ گزشتہ) کہتے ہیں حدث اکبر کی صورت میں غسل فرض ہے اور حدث اصغر کی صورت میں وضو فرض ہوگا اگر حدث نہ ہو تو وضو فرض نہ ہوگا البتہ محض ثواب حاصل کرنے کی نیت سے کیا جا سکتا ہے۔

۴ حیض وہ خون ہے جو تندرست عورت کو ہر ماہ کم از کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن آتا ہے۔ اسے ماہواری بھی کہتے ہیں۔ نفاس کا خون بچے کی پیدائش کے بعد آتا ہے چونکہ حیض و نفاس کی حالت میں طہارت حاصل نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ان کی موجودگی میں وضو واجب نہ ہوگا۔

۵ نماز کا وقت جب شروع ہوتا ہے تو اس میں وسعت ہوتی ہے۔ جوں جوں وقت آگے بڑھتا ہے تنگ ہوتا جاتا ہے۔ شروع شروع میں وقت کی وسعت کے پیش نظر وجوب ادا میں بھی وسعت ہوتی ہے یعنی اگر وقت کی پہلی جزء میں نماز ادا نہیں کی تو وجوب ادا، دوسری جزء کی طرف منتقل ہو جائے گا اسی طرح وضو کا وجوب بھی وقت کی دوسری جزء کی طرف منتقل ہو جائے گا لیکن جب وقت تنگ ہو جائے تو اب وجوب میں مزید گنجائش باقی نہیں رہتی لہٰذا وقت کی تنگی محض وجوب کے لیے نہیں بلکہ وجوب مضیق (تنگ وجوب) کے لیے شرط ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ دھونے سے مراد یہ ہے کہ پانی اعضاء پر اس طرح گزارا جائے کہ قطرے نیچے گریں محض تر ہاتھ پھیرنا کفایت نہیں کرتا۔

۲ یعنی جب وضو کر رہا ہو اس وقت پیشاب کے قطرات نہ آ رہے ہوں یا ہوا خارج نہ ہو رہی ہو البتہ معذور (جس کی وضاحت آگے آ رہی ہے) کے لیے جائز ہے۔ (طحطاوی علی المراقی)

۳ پانی کا جسم تک پہنچنا ضروری ہے جسم پر چربی یا موم لگی ہو تو پانی ان چیزوں کے اوپر سے گزر جاتا ہے اور جسم تک نہیں پہنچتا لہٰذا پہلے چربی وغیرہ کو دور کیا جائے اسی طرح عورتیں ناخنوں پر ناخن پالش لگاتی ہیں۔ اس کی وجہ سے بھی پانی نہیں پہنچتا۔ اس طرح بے وضو نماز پڑھی جاتی ہے جو ادا نہیں ہوتی۔ مسلمان بہنوں کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے البتہ مہندی لگی ہو تو کوئی حرج نہیں۔

(فصل) يَجِبُ غَسْلُ ظَاهِرِ اللِّحْيَةِ الْكَثَّةِ فِي أَصَحِّ مَا يُفْتٰى بِهٖ وَيَجِبُ إِيْصَالُ الْمَاءِ إِلَى بَشَرَةِ اللِّحْيَةِ الْخَفِيْفَةِ وَلَا يَجِبُ إِيْصَالُ الْمَاءِ إِلَى الْمُسْتَرْسِلِ مِنَ الشَّعْرِ عَنْ دَائِرَةِ الْوَجْهِ وَلَا إِلَى مَا انْكَتَمَ مِنَ الشَّفَتَيْنِ عِنْدَ الْاِنْضِمَامِ وَلَوِ انْضَمَّتِ الْأَصَابِعُ أَوْطَالَ الظُّفْرُ فَغَطَّى الْأَنْمِلَةَ أَوْكَانَ فِيْهِ مَا يَمْنَعُ الْمَاءَ كَعَجِيْنٍ وَجَبَ غَسْلُ مَا تَحْتَهٗ وَلَا يَمْنَعُ الدَّرَنُ وخرءُ البراغيث ونَحْوُهَا وَيَجِبُ تَحْرِيْكُ الْخَاتَمِ الضَّيِّقِ وَلَوْ ضَرَّهٗ غَسْلُ شُقُوْقِ رِجْلَيْهِ جَازَ إمرارُ الْمَاءِ عَلَى الدَّوَاءِ الَّذِي وَضَعَهٗ فِيْهِمَا وَلَا يُعَادُ الْمَسْحُ وَلَا الْغَسْلُ عَلٰى مَوْضِعِ الشَّعْرِ بَعْدَ حَلْقِهٖ ولا الغسل بقص ظُفْرِهٖ وشَارِبِهٖ۔

فصل ۶ فرائضِ وضو کی تکمیل:

جن اقوال پر فتویٰ دیا جاتا ہے ان میں سے سب سے زیادہ صحیح اور مفتیٰ بہ قول کے مطابق گھنی داڑھی کے ظاہر کو دھونا واجب[۱] ہے اور پتلی داڑھی کی جلد تک پانی پہنچانا ضروری[۲] ہے۔ اور ان بالوں تک پانی پہنچانا ضروری نہیں، جو چہرے کے دائرے سے لٹکے ہوئے ہوں[۳]۔ اور ہونٹوں کے ملنے کے وقت جو جگہ چھپ جاتی ہے اس تک (پانی) پہنچانا بھی ضروری نہیں[۴]۔ اگر انگلیاں مل جائیں یا ناخن لمبے ہو کر پوروں کو ڈھانپ لیں، یا ان میں ایسی چیز ہے جو پانی کے پہنچنے سے مانع ہے، مثلاً گوندھا ہوا آٹا، تو اس کے نیچے کا حصہ دھونا واجب[۵] ہے، میل کچیل اور مچھر وغیرہ کی بیٹ پانی کے پہنچنے کو نہیں روکتی،[۶] تنگ انگوٹھی کو حرکت دینا واجب ہے، اگر پاؤں کے زخموں کو دھونا تکلیف دیتا ہو تو اس دوائی پر سے پانی گزارنا جائز ہے جو زخم میں لگائی[۷] ہے۔ سر منڈانے کے بعد بالوں کی جگہ پر دوبارہ مسح نہ کیا جائے اور نہ اسے دھویا جائے۔ ناخنوں اور مونچھوں کو کاٹنے کے بعد بھی دوبارہ وضو نے کی ضرورت نہیں[۸]۔

---

[۱] گھنی داڑھی جس کے نیچے چہرے کا چمڑہ نظر نہیں آتا چہرے کے قائم مقام قرار پاتی ہے لہٰذا اس کا دھونا چہرے کا دھونا ہی قرار پائے گا۔

[۲] پتلی داڑھی کے نیچے چہرے کی جلد نظر آتی ہے اور اس صورت میں چہرے کا دھونا مشکل بھی نہیں لہٰذا براہ راست چہرے کا دھونا فرض ہوگا۔

[۳] چونکہ چہرے سے لٹکے ہوئے بال نہ اصل چہرہ ہیں اور نہ اس کے قائم مقام۔ لہٰذا ان کا دھونا

فرض نہیں۔

۴؎ عام حالت میں ہونٹوں کے ملنے سے جو حصہ باہر رہتا ہے وہ وجہ (چہرہ) کہلائے گا اور اس کا دھونا ضروری ہوگا لیکن جو حصہ چھپ جاتا ہے وہ فم یعنی منہ کا حصہ ہے، اور منہ کا دھونا فرض نہیں۔ لہٰذا ہونٹوں کے اس حصے کا دھونا بھی فرض نہ ہوگا۔

۵؎ انگلیوں کے مل جانے سے درمیان کا حصہ خشک رہنے کا خدشہ ہے۔ ناخن لمبے ہوں تو ان کے نیچے پانی نہ پہنچنے کی وجہ سے جگہ خشک رہے گی۔ اسی طرح گوندھا ہوا آٹا ناخنوں کے نیچے ہو تو پانی نہیں پہنچ سکتا لہٰذا ان تمام صورتوں میں جب تک احتیاط کے ساتھ جسم تک پانی نہ پہنچایا جائے وضو نہ ہوگا۔

ضروری نوٹ: آج کل ناخن بڑھانا فیشن بن چکا ہے۔ بالخصوص عورتوں میں یہ بات عام ہو چکی ہے حالانکہ اسلام نے ناخن تراشنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

پانچ باتیں فطرت سے ہیں۔ زیر ناف بال صاف کرنا، ختنہ کرنا، مونچھیں کٹوانا، بغلوں کے بال صاف کرنا اور ناخن ترشوانا۔

(جامع ترمذی جلد۲۔ باب ماجاء فی تقلیم الاظفار ص۱۰۸)

لہٰذا ناخن بڑھانا اور نہ ترشوانا فطرت انسانی کے بھی خلاف ہے، اسلامی تعلیمات کے بھی منافی ہے۔ اس سے کھانا بھی مکروہ ہوتا ہے اور وضو نہ ہونے کی وجہ سے نمازیں بھی خراب ہوتی ہیں اسلئے مسلمان بہنوں کو اس بُری رسم سے بچنا چاہیے۔

۶؎ میل چونکہ انسان کے جسم سے پیدا ہوتی ہے لہٰذا جسم کا حصہ ہونے کی وجہ سے اس کے نیچے پانی بہانا ضروری نہ ہوگا۔ اور مچھر وغیرہ کی بیٹ ایسی چیز ہے جس سے نیچے پانی جسم تک پہنچ سکتا ہے۔

۷؎ چونکہ اسلام کسی انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ لہٰذا ضرورت کے پیش نظر زخمی پاؤں کی دوائی کے اوپر سے پانی بہالینا کافی ہوگا۔

۸؎ چونکہ وضو کرنے سے فرض ادا ہوگیا اب بال، مونچھیں یا ناخن کاٹنے سے حدث واپس نہیں لوٹتا لہٰذا بال کٹوانے یا ناخن ترشوانے کے بعد دوبارہ مسح کرنے یا دھونے کی ضرورت نہ ہوگی۔ البتہ ایسا کرنا اچھا ہے۔

(فصل) يُسَنُّ فِى الوُضُوْءِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَيْئًا غَسْلُ اليَدَيْنِ إِلَى الرسغين والتسمية ابتداءً والسِّوَاكُ فِي ابتدائه ولو بالاصبع عند فقده والمَضْمَضَة ثلاثًا ولو بغرفة وَ الإِسْتِنْشَاق بثلاث غرفات والمبالغة فى المضمضة والإستنشاق لغير الصائم وتخليل اللحية الكثة بكف ماءٍ من أسفلها و تخليل الاصابع وتثليث الغسل واستيعاب الراس بالمسح مرة ومسح الأذنين ولو بماء الرأس وَ الدَّلك والولاء والنية والترتيب كما نص الله تعالى فى كتابه والبداءة بالميامن ورءوس الاصابع وَمقدم الراس ومسح الرقبة لا الحلقوم وقيل ان الاربعة الاخيرة مستحبة۔

فصل ۷ وضو کی سنتیں:

وضو میں اٹھارہ چیزیں سنت ہیں[1]۔

(۱) دونوں ہاتھوں کو کلائیوں تک دھونا۔[2] (۲) ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا۔ (۳) شروع میں مسواک کرنا[3]۔ اگرچہ انگلی کے ساتھ ہو جب مسواک نہ ہو (۴) تین بار کلی کرنا اگرچہ ایک چلو (پانی) کے ساتھ ہو (۵) تین چلوؤں کے ساتھ ناک میں پانی چڑھانا (۶) غیر روزے دار کا اچھی طرح کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا (۷) ایک چلو کے ساتھ نیچے کی طرف سے گھنی داڑھی کا خلال کرنا (۸) انگلیوں کا خلال کرنا (۹) (اعضاء کو) تین تین بار دھونا (۱۰) ایک بار سارے سر کا مسح کرنا (۱۱) کانوں کا مسح کرنا۔ اگرچہ سر کے پانی کے ساتھ ہو۔ (۱۲) (اعضاء کو) ملنا۔ (۱۳) پے در پے دھونا[4] (۱۴) نیت کرنا (۱۵) قرآن پاک کی تصریح کے مطابق ترتیب سے وضو کرنا[5]۔ (۱۶) دائیں طرف سے اور انگلیوں کے سروں سے شروع کرنا (۱۷) سر کے اگلے حصے سے شروع کرنا (۱۸) گردن کا مسح کرنا نہ گلے کا ——— کہا گیا ہے کہ آخری چار باتیں مستحب ہیں۔

---

[1] سنت کا لغوی معنیٰ راستہ ہے اور اصطلاح شرع میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مبارک سنت کہلاتا ہے۔ اگر آپ نے کوئی کام ہمیشہ کیا اور کبھی کبھار چھوڑا تو سنت موکدہ ہے اور جسے ہمیشہ نہیں کیا وہ سنت غیر موکدہ ہے اسے مستحب مندوب اور ادب بھی کہا جاتا ہے۔ (طحطاوی علی المراقی)

[2] چونکہ ہاتھ وضو کرنے کے لیے بطور آلہ استعمال ہوتے ہیں اس لیے پہلے انہیں دھو لیا جائے تاکہ باقی اعضاء پاک ہاتھوں کے ساتھ دھوئے جائیں۔ بالخصوص جب نیند سے بیدار ہو، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب

(فصل ۸) مِن اٰداب الوُضُوء اَربَعَۃَ عَشَرَ شَیئًا اَلجُلُوسُ فی مَکَانٍ مُرتَفِعٍ و استقبالُ القِبلَۃ وَعدمُ الاستِعانَۃِ بغیرِہٖ و عدمُ التکلُّمِ بکَلَامِ النَّاسِ وَالجمعُ بَین نِیَّۃِ القَلب و فعل اللسان والدُّعَاء بالماثُور والتسمیۃُ عند کُلِّ عُضوٍ وادخال خنصرہ فی صماخ اذنیہ وَتحرِیکُ خاتِمِہِ الواسع والمضمضۃ و الاستنشاق بالیَدِ الیُمنٰی والامتخاطُ بالیُسرٰی والتَّوضُّؤُ قَبلَ دُخُولِ الوَقتِ لغیرِ المَعذُور و الاتیانُ بالشہادتین بعدہ و ان یشرب مِن فضلِ الوُضُوء قائمًا و ان یَقُولَ اللّٰہُمَّ اجعَلنی مِنَ التوابینَ و اجعلنی مِنَ المتطہرین

فصل ۸ مستحباتِ وضو:

وضو میں چودہ چیزیں مستحب[1] ہیں۔

(۱) بلند جگہ پر بیٹھنا (۲) قبلہ رُخ ہونا (۳) دوسرے آدمی سے مدد نہ لینا (۴) دنیوی گفتگو نہ کرنا (۵) دل کی نیت اور زبان کے فعل کو جمع کرنا[2] (۶) سنت سے ثابت دعا مانگنا[3] (۷) ہر عضو کو دھوتے وقت بسم اللہ پڑھنا[4] (۸) سب سے چھوٹی انگلی کو کانوں کے سوراخ میں ڈالنا (۹) کشادہ انگوٹھی کو حرکت دینا (۱۰) دائیں ہاتھ سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا (۱۱) ناک بائیں ہاتھ سے جھاڑنا (۱۲) غیر معذور کا وقت کے داخل ہونے سے پہلے وضو کرنا (۱۳) وضو کے بعد کلمۂ شہادت پڑھنا (۱۴) وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا[5] اور یہ دعا مانگنا۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَہِّرِیْنَ۔	یا اللہ! مجھے بہت زیادہ توبہ کرنے والوں اور خوب پاک ہونے والوں میں سے بنا دے۔

(حاشیہ گزشتہ) تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو ہاتھوں کو دھونے سے پہلے برتن میں نہ ڈالے۔ اگر برتن ایسا ہے جس میں ہاتھ ڈال کر پانی نکالنا پڑتا ہے تو کسی چھوٹے برتن سے پانی لے کر ہاتھ دھوئے۔ اور اگر چھوٹا برتن نہ ہو اور برتن کو ٹیڑھا بھی نہ کیا جا سکے تو بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو ملا کر پانی لے اور دائیں ہاتھ کو دھو کر برتن میں ڈالے۔

۳ے احناف کے نزدیک مسواک وضو کی سنت ہے نماز کی نہیں یعنی جب وضو کرے تو مسواک کرے ایسے وضو کے ساتھ جو نماز پڑھی جائے گی اس کا ثواب ستر گنا زیادہ ملے گا اگر ایک ہی وضو سے پانچ نمازیں پڑھی جائیں تو ہر نماز

کا ثواب ستر گنا زیادہ ہوگا۔ اگر مسواک نہ ہو تو انگلی سے دانتوں کو صاف کر لیا جائے۔ عورتیں مسواک کی جگہ گوندا استعمال کریں کیونکہ ان کے مسوڑھے نازک ہوتے ہیں۔ مسواک کو برداشت نہیں کر سکتے۔ مسواک کرنے کا طریقہ اور دیگر ضروری باتوں کے لیے بہارِ شریعت حصہ اول یا رکن دین پہلا حصہ ملاحظہ کیجیے۔

۴ھ پے در پے کا مطلب یہ ہے کہ پہلے عضو کے خشک ہونے سے پہلے پہلے دوسرے عضو کو دھوئے۔

۵ھ قرآن پاک کی تصریح کے مطابق ترتیب یہ ہے کہ چار فرائض میں سے پہلے چہرہ دھوئے پھر بازو اس کے بعد سر کا مسح کرے اور پھر پاؤں دھوئے

۱ھ مستحب کا حکم یہ ہے کہ کریں تو ثواب ملے گا اور نہ کریں تو عذاب نہ ہوگا۔

۲ھ دل میں بھی وضو کا ارادہ ہو اور زبان سے بھی کہے کہ میں وضو کرتا ہوں تاکہ میرے لیے نماز پڑھنا جائز ہو جائے۔

۳ھ سنت سے ثابت دعائیں یہ ہیں۔

کلی کرتے وقت کی دعا:۔

بِاسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

اللہ کے نام سے یا اللہ! تلاوت قرآن، اپنے ذکر، شکر اور اچھی طرح عبادت پر میری مدد فرما۔

ناک میں پانی ڈالتے وقت کی دعا:۔

بِاسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اَرِحْنِيْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَلَا تُرِحْنِيْ رَائِحَةَ النَّارِ۔

اللہ کے نام سے۔ یا اللہ! مجھے جنت کی خوشبو سنگھا اور جہنم کی بو نہ سنگھا۔

چہرہ دھوتے وقت کی دعا:۔

بِاسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِيْ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ

اللہ کے نام سے۔ یا اللہ! اس دن میرا چہرہ سفید رکھنا جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ۔

دایاں بازو دھوتے وقت کی دعا:۔

بِاسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ كِتَابِيْ بِيَمِيْنِيْ وَحَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَّسِيْرًا۔

اللہ کے نام سے۔ یا اللہ میرا نامۂ اعمال میرے دائیں ہاتھ میں دینا اور میرا حساب آسان کرنا۔

بایاں بازو دھوتے وقت کی دعا:۔

بِاسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِيْ كِتَابِيْ بِشِمَالِيْ وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ۔

اللہ کے نام سے۔ یا اللہ! میرا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں اور پیٹھ کے پیچھے سے نہ دینا۔

سر کا مسح کرتے وقت کی دُعا:۔

بِاسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِيْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ

اللہ کے نام سے۔ یا اللہ! اس دن مجھے اپنے عرش کے سائے میں رکھنا جس دن تیرے عرش کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

کانوں کا مسح کرتے وقت کی دعا:۔

بِاسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ۔

اللہ کے نام سے۔ یا اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے کر دے جو تیری بات کو غور سے سنتے ہیں اور ان اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔

گردن کا مسح کرتے وقت کی دعا:۔

بِاسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِيْ مِنَ النَّارِ۔

اللہ کے نام سے، یا اللہ! میری گردن کو جہنم کی آگ سے آزاد رکھنا۔

دایاں پاؤں دھوتے وقت کی دعا:۔

بِاسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِيْ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ

اللہ کے نام سے۔ یا اللہ! اس دن پل صراط پر مجھے ثابت قدم رکھنا جب دوسرے لوگوں کے، قدم پھسلیں گے۔

بایاں پاؤں دھوتے وقت کی دعا:۔

بِاسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِيْ مَغْفُوْرًا وَّ سَعْيِيْ مَشْكُوْرًا وَّ تِجَارَتِيْ لَنْ تَبُوْرَ۔

اللہ کے نام سے۔ یا اللہ! میرے گناہ بخش دے میری کوشش قبول فرما اور میری تجارت میں نقصان نہ ہو۔

۴ اوپر مذکورہ دعاؤں میں ساتھ ساتھ بسم اللہ کا ذکر بھی آگیا لہٰذا یہ دعائیں مانگنے سے دونوں مقصد پورے ہو جاتے ہیں۔

۵ عام طور پر کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ ہے۔ لیکن وضو کا بچا ہوا اور آبِ زمزم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر نوش فرمایا لہٰذا کھڑے ہو کر پینا سنت ہے اور پانی پیتے وقت یہ دعا مانگی جائے۔

اَللّٰهُمَّ اشْفِنِيْ بِشِفَائِكَ وَدَاوِنِيْ بِدَوَائِكَ وَاعْصِمْنِيْ مِنَ الْوَهْنِ وَالْاَمْرَاضِ وَالْاَوْجَاعِ۔

یا اللہ! مجھے اپنی خاص شفاء کے ساتھ شفاء عطا فرما اپنی خصوصی دوا کے ساتھ میرا علاج فرما۔ مجھے سستی، بیماریوں اور تکالیف سے محفوظ فرما۔

(فصل) ویکرہُ للمتوضّی ستۃ اشیاء الاسراف فی المَاءِ والتقتیرُ فیہ وضربُ الوَجہِ بہ والتکلمُ بکلام النّاسِ والاستعانۃ بغیرہٖ من غَیرِ عُذرٍ و تثلیثُ المَسحِ بمَاء جدیدٍ

(فصلٌ) الوُضُوءُ علیٰ ثلاثۃِ اَقسامٍ الاولُ فرضٌ عَلَی المحدث للصَّلوٰۃ ولو کانت نفلاً ولصلوٰۃ الجنازۃ وسجدۃِ التّلاوۃ ولِمَسّ القرآن ولو اٰیۃً والثّانی واجبٌ للطّواف بالکعبۃ والثالثُ مَندُوبٌ للنّومِ علیٰ طَھارۃ واذا استَیقَظ منہُ وللمُداومۃ

فصل ۹ مکروہاتِ وضو

وضو کرنے والے کے لیے چھ چیزیں مکروہ ہیں۔

(۱) ضرورت سے زیادہ پانی خرچ کرنا (۲) پانی (ضرورت سے) کم استعمال کرنا[۱] (۳) پانی چہرے پر (زور زور سے) مارنا (۴) دنیوی گفتگو کرنا (۵) بغیر عذر کے دوسرے سے مدد لینا (۶) تین بار نئے پانی سے (سر کا) مسح کرنا[۲]۔

فصل ۱۰ وضو کی اقسام:

وضو کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ فرض ——— بے وضو جب نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو اس پر وضو کرنا فرض ہے چاہے نفلی نماز ہو نماز جنازہ کے لیے یا سجدۂ تلاوت کے لیے اور قرآن پاک کو ہاتھ لگانے کے لیے چاہے ایک ہی آیت ہو (وضو کرنا فرض[۳] ہے)۔

۲۔ واجب ——— کعبۃ اللہ کا طواف کرنے کے لیے وضو واجب[۴] ہے۔

۳۔ مستحب ——— (۱) باوضو سونے کے لیے[۵] (۲) نیند سے بیدار ہونے پر[۶] (۳) ہمیشہ

---

[۱] تمام انسانوں کے لیے پانی کی مقدار برابر نہیں ہو سکتی کیونکہ کوئی آدمی موٹا ہوتا ہے کوئی پتلا کوئی چھوٹا ہوتا ہے کوئی بڑا۔ اسی طرح موسم کا بھی فرق ہوتا ہے، لہٰذا آدمی کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے کم یا زیادہ کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

[۲] مسح کا مفہوم یہ ہے کہ تر ہاتھ مسح والی جگہ پر پھیرا جائے اگر دو تین بار مسح کیا تو یہ مسح کی بجائے دھونا شمار

عَلَيۡهِ وللوُضُوۡءِ عَلَى الوُضُوۡءِ وبعد غِيۡبَةٍ وَكذبٍ ونميمةٍ وكل خَطِيۡئَةٍ وانشاد شعرٍ وقهقهةٍ خَارِجَ الصَّلوٰة وغُسُلِ ميّتٍ وحَملِهٖ ولِوَقتِ كُلِّ صلوٰة وَقبل غُسُلِ الجنَابَة وللجنب عند اكلٍ وَشُربٍ وَنَومٍ وَوطئٍ ولِغضبٍ وَقُرۡاٰنٍ وَحدِيۡثٍ وروايتِهٖ و دراسةِ عِلمٍ وَاذانٍ واقامةٍ وخطبةٍ وزيارة النّبِيّ صلّى الله عليه وَسلّم و وُقوفٍ بعرفَةَ وللسعي بَيۡنَ الصَّفا وَالمروَة واكل لحم جزورٍ وللخروج مِن خلافِ العُلَمَاء كما اذا مَسّ امرَاَةً

با وضو رہنے کے لیے[1]۔ (۴) وضو پر وضو کرنے کے لیے[2] (۵) غیبت (۶) جھوٹ (۷) چغلی (۸) ہر قسم کے گناہ (۹) بُرے اشعار کہنے[3] (۱۰) نماز سے باہر قہقہہ لگانے[4] (۱۱) میت کو غسل دینے اور (۱۲) اسے اٹھانے کے بعد[5] (۱۳) ہر نماز کے وقت کے لیے[6] (۱۴) غسل جنابت سے پہلے (۱۵) جنبی آدمی کے لیے کھانے پینے، سونے اور جماع (کا ارادہ) کرنے وقت[7] (۱۶) غصے کے وقت[8]۔ (۱۷) قرآن اور (۱۸) حدیث پڑھنے کے لیے (۱۹) حدیث بیان کرنے کے لیے (۲۰) علم سیکھنے کے لیے (۲۱) اذان دینے کے لیے (۲۲) تکبیر کہنے کے لیے (۲۳) خطبہ دینے کے لیے (۲۴) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے (۲۵) عرفات میں ٹھہرنے کے لیے (۲۶) صفا اور مروہ کے درمیان دوڑ لگانے کے لیے[9]۔ (۲۷) (اونٹ کا) بھنا ہوا گوشت کھانے کے بعد[10] (۲۸) علماء کے اختلاف سے نکلنے کے لیے مثلاً اگر کوئی شخص کسی عورت کو ہاتھ لگائے۔

(بقیہ گزشتہ) ہوگا اس لیے ایسا کرنا مکروہ ہے۔

[3] یعنی یہ امور وضو کے بغیر ادا ہی نہیں ہوتے۔ قرآن پاک زبانی پڑھنا ہو تو وضو فرض نہیں تاہم مستحب ہے۔ نماز کے لیے وضو کی فرضیت قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔ یا ایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم (آخر تک) اور حدیث شریف میں ہے "اللہ تعالیٰ وضو کے بغیر نماز کو قبول نہیں کرتا"۔ نماز جنازہ بھی نماز ہے اور سجدہ تلاوت بھی نماز کی طرح ہے۔ اگرچہ یہ دونوں کامل نماز نہیں ہیں تاہم نماز ہونے کی وجہ سے ان کے لیے وضو فرض ہے، قرآن پاک کو طہارت کے بغیر ہاتھ لگانے سے منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ "لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الۡمُطَھَّرُوۡنَ"، اس (قرآن پاک) کو صرف پاک لوگ ہاتھ لگائیں۔

[4] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بیت اللہ شریف کے گرد طواف نماز کی طرح ہے البتہ تم اس میں

گفتگو کرتے ہو لہٰذا جو آدمی طواف کے دوران گفتگو کرے وہ اچھی باتیں کرے، چونکہ قرآن پاک نے وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ، میں مطلق طواف کا حکم دیا ہے۔ وضو کی قید نہیں اور حدیث شریف میں اسے نماز کی طرح قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا طواف کے لیے وضو فرض نہ ہوگا البتہ واجب ہوگا تاکہ قرآن کے مطلق پر بھی عمل ہو جائے اور حدیث شریف پر بھی (اصول الشاشی)

۵ه وضو گناہوں کا کفارہ ہے اور نیند ایک قسم کی موت ہے لہٰذا سونے سے پہلے وضو کر لیا جائے تو صغیرہ گناہ مٹ جائیں گے اور اگر اسی نیند کی حالت میں موت آجائے تو بارگاہ خداوندی میں پاک صاف حاضر ہوگا۔

۶ه نیند کے بعد دوبارہ زندگی نصیب ہوتی ہے لہٰذا وضو کرکے طہارت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ۱ه حدیث شریف میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ جنت میں داخل ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے آگے آگے تھے ان کے جوتے کی آواز آپ نے سنی حضرت بلال سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا میں جب بھی بے وضو ہوتا ہوں تو تازہ وضو کر لیتا ہوں۔ معلوم ہوا ہر وقت باوضو رہنے کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔

۲ه اگر پہلے وضو سے عبادت مقصودہ (مثلاً نماز) ادا کری یا مجلس تبدیل کی تو دوبارہ وضو کرنا " نور علیٰ نور" ہے ورنہ محض اسراف و فضول خرچی ہے نیز یہ بھی دیکھا جائے کہ پانی دوسروں کی ضرورت سے زائد ہے یا نہیں۔

۳ه غیبت، چغلی، جھوٹ اور تمام گناہ نیز برے اشعار کا پڑھنا گناہ ہے اور وضو گناہ کا کفارہ ہے۔

۴ه چونکہ نماز کی حالت میں قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا نماز سے باہر لگانے کی صورت میں وضو کر لینا اچھا ہے۔

۵ه چونکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک میت کو اٹھانے سے وضو واجب ہو جاتا ہے لہٰذا اختلاف علماء سے نکلنے کے لیے ہمارے ہاں اس صورت میں وضو مستحب ہوگا۔

۶ه ہر نماز کے وقت کے لیے تازہ وضو کیا جائے تو نماز کی عظمت میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔

۷ه اگر جنبی آدمی کھانے پینے اور جماع وغیرہ کے لیے فی الحال غسل کی صورت میں طہارت حاصل نہیں کر سکتا تو کم از کم وضو کرکے کچھ تو پاکیزگی حاصل کرے۔

۸ه پانی ڈالنے سے غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔

۹ه قرآن و حدیث سیکھنا حدیث روایت کرنا تکبیر اور خطبہ پڑھنا نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور میدان عرفات میں ٹھہرنا اور صفا مروہ کے درمیان دوڑ لگانا نہایت اہم اور بابرکت کام ہیں لہٰذا ان کی ادائیگی بے وضو نہیں ہونی چاہیے

۱۰ه اونٹ کے بھنے ہوئے گوشت کے کھانے سے بعض ائمہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح بعض فقہاء کے

(فصلٌ) ينقضُ الوضوءَ اثنا عشرَ شيئًا ما خرجَ من السبيلَينِ الا ريحَ القُبُلِ في الاصحّ وَينقضُه ولادةٌ مِن غيرِ رؤيةِ دمٍ ونجاسةٌ سائلةٌ من غيرِهما كدمٍ وقيحٍ وقئُ طعامٍ او ماءٍ او علقٍ او مرّةٍ اذا ملأ الفمَ وهوَ ما لا ينطبقُ عليهِ الا بتكلّفٍ على الاصحّ وَيُجمعُ متفرّقُ القئِ اذا اتّحدَ سببُهُ ودمٌ غلبَ على البزاقِ او ساواهُ وَنومٌ لم تتمكّنْ فيهِ المقعدةُ مِنَ الارضِ وارتفاعُ مقعدةِ نائمٍ قبلَ انتباهِهِ وان لم يَسقُطْ في الظاهرِ واغماءٌ وجنونٌ وسُكرٌ وقهقهةُ بالغٍ يقظانَ في صلوٰةٍ ذاتِ رُكوعٍ وَسُجودٍ ولو تعمّدَ الخروجَ بها مِنَ الصلوٰةِ ومسُّ فرجٍ بذكرٍ منتصبٍ بلا حائلٍ

فصل ۱۱ جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے:

بارہ چیزیں وضو کو توڑ دیتی ہیں۔

(۱) جو کچھ دو راستوں میں سے نکلے، سوائے اگلے راستے سے نکلنے والی ہوا کے، اصح قول کے مطابق[1]۔

(۲) بچے کی پیدائش بھی وضو کو توڑ دیتی ہے اگر خون نظر نہ آئے[2]۔ (۳) دو راستوں کے علاوہ کسی جگہ سے بہنے والی نجاست کا نکلنا مثلاً خون اور پیپ[3] (۴) کھانے، پانی، جمے ہوئے خون یا صفرا کی قے جب کہ منہ بھر کر آئے اور وہ (منہ بھرنا) یہ ہے کہ تکلف کے بغیر اس پر منہ بند نہ کیا جا سکے (اس کو روکا نہ جا سکے) یہ زیادہ صحیح قول کے مطابق ہے۔ اگر متفرق قے کا سبب ایک ہو تو اسے جمع کیا جائے[4]۔ (۵) تھوک پر غالب آنے والا یا اس کے برابر خون[5] (۶) نیند جس میں مقعد کو زمین پر قرار حاصل نہ ہو[6]۔ (۷) سونے والے کی سرین کا جاگنے سے پہلے اٹھ جانا اگرچہ وہ نہ گرے۔ ظاہر مذہب کے مطابق[7]۔ (۸) بیہوشی (۹) جنون، (۱۰) نشہ[8] (۱۱) بالغ آدمی کا جاگتے ہوئے رکوع وسجود والی نماز میں (زور زور سے ہنسنا اگرچہ اس نے (قہقہہ کے ساتھ) نماز سے باہر آنے کا ارادہ کیا ہو[9]۔

(۱۲) منتشر آلۂ تناسل کا (عورت یا مرد کی) شرمگاہ کو کسی پردے کے بغیر چھونا[10]۔

نزدیک غیر محرم قابل شہوت عورت کو ہاتھ لگانے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا مستحب ہے کہ وضو کر لیا جائے تاکہ تمام ائمہ وفقہاء کے مسلک پر عمل ہو جائے اور یہ صورت بھی اختلافِ ائمہ سے باہر آنے کی ہے۔

(حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

۱؎ پیشاب یا پاخانے کے راستے سے جو چیز نکلے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ البتہ پیشاب کے راستے سے نکلنے والی ہوا چونکہ محض عضو کی حرکت ہے جس سے ہوا کے نکلنے کا شبہ ہوتا ہے لہٰذا اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اگر وہ ہوا بھی ہو تب بھی وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس میں نجاست نہیں جبکہ پاخانے کے راستے سے نکلنے والی ہوا نجاست سے گزر کر آتی ہے اور اگر کسی عورت کے دونوں مقام مل گئے ہوں تو اس صورت میں احتیاطاً وضو ٹوٹ جائے گا۔

۲؎ اس صورت میں صاحبین (حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ) کے نزدیک عورت نفاس والی نہ ہوگی اور یہی بات صحیح ہے لیکن حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عورت کو احتیاطاً غسل کرنا چاہیے کیونکہ کچھ نہ کچھ خون تو بہرحال آتا ہی ہے۔ (مراقی الفلاح)

۳؎ اگر خون یا پیپ محض ظاہر ہوں تو وضو نہیں ٹوٹے گا لیکن آگے جاری ہونے کی صورت میں ٹوٹ جائے گا۔

۴؎ مثلاً ایک آدمی کا دل میلا ہوا اسے متلی آئی اور کچھ قے ہوئی تھوڑی دیر بعد اسی متلی کے باعث دوبارہ قے ہوئی تو چونکہ ایک ہی سبب سے بار بار قے ہوئی ہے لہٰذا اس متفرق قے کو جمع کر کے اندازہ لگایا جائے کہ منہ بھر ہے یا نہیں۔

۵؎ اگر رنگ سرخ ہے تو خون غالب ہوگا جب کہ زرد ہونے کی صورت میں تھوک غالب شمار ہوگا نیز یہ بات مسوڑھوں سے نکلنے والے خون کے بارے میں ہے، سر سے اترنے یا معدہ سے چڑھنے والا خون تھوڑا ہو یا زیادہ وضو کو توڑ دیتا ہے۔

۶؎ کیونکہ اس صورت میں اعضاء کے ڈھیلے پڑ جانے کی وجہ سے ہوا کے نکلنے کا احتمال ہوتا ہے۔

۷؎ اس صورت میں بھی جاگنے سے پہلے اعضاء ڈھیلے پڑ گئے لہٰذا ہوا نکلنے کا احتمال ہوگا۔

۸؎ بے ہوشی، نشہ اور جنون، سونے کے حکم میں ہیں۔ چونکہ ان تمام صورتوں میں جسمانی اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے ہیں لہٰذا ان حالتوں کو ہوا خارج ہونے کے قائم مقام قرار دیا گیا۔

۹؎ قہقہہ نجاست نہیں ہے لیکن چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو رکوع و سجود والی نماز میں قہقہہ لگاتے ہوئے دیکھ کر وضو ٹوٹنے کا حکم فرمایا لہٰذا یہ خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے ہر جگہ ناقض وضو نہ ہوگا۔ نماز سے باہر یا نماز جنازہ میں زور زور سے ہنسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر نماز سے باہر آنے کے لیے (سلام کی جگہ) قہقہہ لگاتا ہے (اور اسے خُرُوج بِصُنْعِہٖ کہتے ہیں) تب بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔

۱۰؎ اگر دونوں شرمگاہوں کے درمیان کوئی کپڑا وغیرہ نہ ہو یا ایسا باریک کپڑا ہو جو حرارت سے مانع نہیں ہے تب بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر دو مرد یا دو عورتیں اپنی شرمگاہوں کو ایک دوسرے سے باہم ملائیں تب بھی وضو ٹوٹ جائے گا اس کو مباشرت فاحشہ کہتے ہیں۔

(فصل) عَشَرَةُ اَشْيَاءَ لَا تَنقُضُ الْوُضُوْءَ ظُهُوْرُ دَمٍ لَمْ يَسِلْ عَنْ مَحَلِّهٖ وَ سقُوْطُ لحمٍ من غَيرِ سيلان دَمٍ كَالعِرقِ المَدَنِي الذي يقال له رشته وخروج دُوْدَةٍ مِن جُرحٍ واُذُنٍ واَنفٍ وَمَسُّ ذكرٍ ومَسُّ امرأةٍ و قَیٌٔ لا يملأ الفمَ وقَیٌٔ بلغم ولو كثيرًا وتَمايُلُ نائمٍ احتمل زوال مقعدته ونومُ متمكنٍ ولو مستندًا الى شیٔ لو اُزِيلَ سَقَطَ على الظَّاهِرِ فيهما ونومُ مُصَلٍّ ولو راكعًا او ساجدًا على جهة السُّنَّة وَاللّٰهُ الموفقُ

فصل ۱۲۔ جن چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا:

دس چیزیں وضو کو نہیں توڑتیں۔

۱۔ خون (یا پیپ) کا ظاہر ہونا جو اپنی جگہ سے جاری نہیں ہوا۔

۲۔ خون جاری ہوئے بغیر (جسم سے) گوشت کا گرنا جیسے عرق مدنی جسے (فارسی میں) رشتہ کہتے ہیں[۱]۔

۳۔ زخم، کان اور ناک سے کیڑے کا نکلنا۔

۴۔ آلۂ تناسل کو ہاتھ لگانا[۲]۔

۵۔ عورت کو ہاتھ لگانا[۳]۔

۶۔ قے جو منہ بھر کر نہ آئے[۴]۔

۷۔ بلغم کی قے اگرچہ زیادہ ہو[۵]۔

۸۔ سوئے ہوئے آدمی کا جھک جانا کہ زمین سے مقعد کے اٹھ جانے کا (محض) احتمال ہو (یقین نہ ہو)[۶]۔

۹۔ ایسے آدمی کی نیند جس کی مقعد زمین سے لگی ہوئی ہو اگرچہ اس نے ایسی چیز سے ٹیک لگا رکھی ہو کہ اگر اسے ہٹایا جائے تو گر پڑے۔ ان دونوں صورتوں میں ظاہر مذہب یہی ہے۔

۱۰۔ نمازی کا رکوع و سجود کی حالت میں سو جانا جب کہ یہ دونوں (رکوع و سجود) سنت کے مطابق ہوں[۷]۔ (اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے)

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صفحہ سابقہ ا‍ہ اسے ہندی یا پنجابی زبان میں نارو کہتے ہیں جو بچے کی پیدائش کے وقت ایک نالی کی صورت میں اس کی ناف کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس نالی کے ذریعے بچہ ماں کے پیٹ میں خون سے خوراک حاصل کرتا ہے۔

۲ہ کیونکہ یہ بھی جسم کا ایک حصہ ہے۔

۳ہ اس سے غیر محرم عورت مراد ہے۔

۴ہ اس کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔

۵ہ چونکہ بلغم کے لیس دار ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ نجاست مخلوط نہیں ہوتی، لہٰذا یہ کم ہو یا زیادہ، اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

۶ہ سونے کی حالت میں سُرین زمین پر لگی ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا البتہ اُٹھ جانے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ محض اٹھنے کے احتمال سے بھی نہیں ٹوٹے گا۔

۷ہ سنت طریقہ پر رکوع سجدہ کی صورت میں چونکہ اعضاء مکمل طور پر ڈھیلے نہیں ہوتے لہٰذا اسے ہوا نکلنے کے قائم مقام قرار نہیں دیا جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس آدمی پر وضو واجب نہیں ہوتا جو بیٹھے ہوئے، کھڑا ہو کر یا سجدے کی حالت میں سو جائے۔ جب تک وہ (زمین یا چارپائی وغیرہ پر) پہلو نہ لگائے اور جب پہلو کے بل لیٹے گا تو اعضاء ڈھیلے ہو جائیں گے۔

سوالات

۱۔ استنجاء کا لغوی معنیٰ بتائیں نیز استنجاء فرض ہے واجب ہے یا سنت تفصیل سے بتائیں۔
۲۔ گرمیوں اور سردیوں میں نیز مرد و عورت کے لیے پتھروں سے استنجاء کی کیا کیا صورتیں ہیں؟
۳۔ اگر کسی شخص کو استنجاء کے لیے باپردہ جگہ نہ ملے تو کیا کرے؟
۴۔ وضو کے فرائض اور سنتوں کی تعداد کتنی کتنی ہے نیز کوئی دس سنتیں بیان کریں اور بتائیں کہ وضو میں چہرہ دھونا فرض ہے اس کی حد کیا ہے؟
۵۔ وضو کو توڑنے والی چیزیں کیا کیا ہیں نیز اگر جسم سے خون ظاہر ہو کر اسی جگہ ٹھہرا رہے تو وضو باقی رہے گا یا نہیں؟
۶۔ ناخن پالش کی صورت میں وضو ہوگا یا نہیں اگر نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟
۷۔ کن کن چیزوں سے استنجاء کرنا ناجائز نہیں؟
۸۔ وضو کی کتنی اور کون کونسی قسمیں ہیں نیز یہ بتائیں کہ بے وضو آدمی قرآن پاک کو ہاتھ لگا سکتا ہے؟ اگر نہیں تو قرآن پاک کی کس آیت میں اس سے منع کیا گیا ہے۔
۹۔ وضو کے فرائض قرآن پاک سے ثابت کریں۔
۱۰۔ مندرجہ ذیل عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

عشرۃ اشیاء لا تنقض الوضوء ظھور دم لم یسل عن محلہ وسقوط لحم من غیر سیلان دم کالعرق المدنی الذی یقال لہ رشتہ۔

۱۱۔ ترکیب کریں۔

یفترض الغسل بواحد۔ یجمع متفرق القیء۔ یکرہ للمتوضی ستۃ اشیاء

۱۲۔ صیغے، فعل و باب بتائیں۔

لا ینطبق۔ استنشاق۔ متصل۔ مقطوع۔

(فصل مَا یوجبُ الاغتِسَال) یَفتَرِضُ الغُسلُ بِوَاحِدٍ مِن سَبعَۃِ اَشیَاءَ خُرُوجُ المَنِیِّ اِلٰی ظَاھِرِ الجَسَدِ اِذا انفَصَلَ عَن مَقَرِّہٖ بِشَھوَۃٍ مِن غَیرِ جِمَاعٍ وَتَوارِی حَشفَۃٍ وَقَدرِھَا مِن مَقطُوعِھا فِی اَحدِ سَبِیلَی اٰدمِیٍّ حَیٍّ وَاِنزَالُ المَنِیِّ بِوَطئِ مَیتَۃٍ اَو بَھِیمَۃٍ وَوُجُودُ مَاءٍ رَقِیقٍ بَعدَ النَّومِ اِذَا لَم یَکُن ذَکرُہٗ مُنتَشِرًا قَبلَ النَّومِ وَوُجُودُ بَلَلٍ ظَنَّہٗ مَنِیًّا بَعدَ اِفَاقَتِہٖ مِن سُکرٍ وَاِغمَاءٍ وَبِحَیضٍ وَنِفَاسٍ وَلَو حَصَلَتِ الاَشیَاءُ المَذکُورَۃُ قَبلَ الاِسلَامِ فِی الاَصَحِّ وَیَفتَرِضُ تَغسِیلُ المَیِّتِ کِفَایَۃً

فصل ۱۳۔ جن کاموں سے غسل فرض ہوتا ہے

سات باتوں میں سے ایک کے ساتھ غسل فرض ہو جاتا ہے۔

۱۔ منی کا جسم کے ظاہر کی طرف نکلنا جب کہ اپنے ٹھکانے سے شہوت کے ساتھ جدا ہو۔[۱]

۲۔ آلۂ تناسل کے کنارے (حشفہ)، اور اگر وہ کٹا ہوا ہو تو اس کی مقدار کے مطابق زندہ آدمی کے دو راستوں میں سے ایک میں چھپ جانا۔[۲]

۳۔ مردے یا جانور کے ساتھ وطی کرنے کی صورت میں منی کا نکلنا۔[۳]

۴۔ سونے (سے بیدار ہونے) کے بعد پتلے پانی کا پانا جب کہ سونے سے پہلے آلۂ تناسل منتشر نہ ہو۔[۴]

۵۔ نشے اور بیہوشی سے ٹھیک ہونے کے بعد رطوبت کا پانا جسے وہ منی خیال کرتا ہے۔

۶۔ حیض اور (۷) نفاس سے (فارغ ہونے کے بعد)

اگرچہ مذکورہ بالا چیزیں اسلام لانے سے پہلے پائی جائیں یہ زیادہ صحیح قول کے مطابق ہے[۵] میت کو غسل دینا (زندوں پر) فرض کفایہ ہے۔

---

[۱] منی کا ٹھکانہ مرد کی پیٹھ ہے وہاں سے جدا ہوتے وقت شہوت شرط ہے۔ باہر نکلتے وقت شہوت شرط نہیں۔ احتلام ہوا یا سوچ و بچار کرنے اور عورت سے کھیلنے کی صورت میں شہوت پیدا ہوئی اور منی نکل آئی۔ تو غسل فرض ہوگا۔ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہوتی ہے۔ اس کے نکلنے سے عضو مخصوص کی حالت انتشار ختم ہو جاتی ہے جبکہ عورت کی منی زرد رنگ کی اور پتلی ہوتی ہے۔

[۲] مرد یا عورت سے غیر فطری عمل ناجائز و حرام ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس کا مرتکب ہو تو اس پر غسل فرض ہو جائے گا بلکہ دونوں پر فرض ہوگا نیز جماع کی صورت میں محض دخول سے غسل فرض ہو جاتا ہے۔ انزال شرط نہیں۔

(فصل عشرة اشياء لا يغتسل منها) مذي وودي واحتلام بلا بلل وولادة من غير رؤية دم بعدها في الصحيح وايلاج بخرقة مانعة من وجود اللذة وحقنة وادخال اصبع ونحوه في احد السبيلين ووطء بهيمة او ميتة من غير انزال واصابة بكر لم تزل بكارتها من غير انزال

فصل ۱۴۔ دس چیزوں سے غسل فرض نہیں ہوتا:

(۱) مذی[1] (۲) ودی[2] (۳) رطوبت کے بغیر احتلام[3] (۴) بچے کی پیدائش جس کے بعد خون نہیں دیکھا گیا۔ یہ صحیح مذہب کے مطابق ہے[4]۔ (۵) (آلہ تناسل کو) ایسے کپڑے کے ساتھ (شرمگاہ میں) داخل کرنا جو حصول لذت سے مانع ہے[5]۔ (۶) پچکاری کرانا[1]۔ (۷) انگلی یا اس کی مثل (پنسل وغیرہ) کو دو راستوں میں سے ایک میں داخل کرنا[2]۔ (۸) جانور یا مردہ سے وطی کرنا (۹) کنواری لڑکی سے جس کا پردۂ بکارت ابھی زائل نہیں ہوا، جماع کرنا بشرطیکہ انزال نہ ہو[3]۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ۳ یہ عمل بھی ناجائز ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص درندگی کا ثبوت دیتے ہوئے یہ حرکت کرتا ہے تو انزال کی صورت میں غسل فرض ہوگا ورنہ نہیں۔

۴ چونکہ نیند سکون و آرام کی حالت ہوتی ہے جس میں شہوت پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ منی ہوگی اور اس کا پتلا پن کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ بنابریں غسل ضروری ہوگا کیونکہ عبادات کے معاملے میں احتیاط کی ضرورت ہے البتہ سونے سے پہلے آلہ تناسل منتشر ہو تو یہ مذی ہوگی اور غسل فرض نہ ہوگا۔

۵ چونکہ اسلام لانے کے بعد بھی جنابت باقی رہتی ہے لہٰذا اب طہارت کا حاصل کرنا ضروری ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ مذی میم کے فتح اور ذال کے سکون یا کسرہ کے ساتھ (مَذْی، مَذِی) سفید پتلا پانی ہوتا ہے جو شہوت کے وقت نکلتا ہے لیکن شہوت کے ساتھ اور اچھل کود کر نہیں نکلتا بعض اوقات اس کے نکلنے کا احساس تک نہیں ہوتا۔ مردوں کی نسبت عورتوں میں مذی زیادہ ہوتی ہے اور اسے قذی کہتے ہیں۔ (مراقی الفلاح)

۲ ودی سفید رنگ کا لیس دار مادہ ہوتا ہے جو پیشاب کے بعد نکلتا ہے۔

۳ احتلام، حُلُم سے بنا ہے جس کا معنیٰ خواب ہے۔ اصطلاح میں احتلام سے مراد خواب میں جماع کا دیکھنا ہے۔ جس کے ساتھ انزال بھی ہوتا ہے۔ مردوں اور عورتوں دونوں کو احتلام ہوتا ہے اور چونکہ یہ شیطانی اثر ہے لہٰذا انبیاء کرام علیہم السلام اس سے محفوظ و معصوم ہوتے ہیں۔ اگر کسی شخص کو احتلام یاد ہو لیکن رطوبت نہ پائے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔

(فصلٌ یفترض فی الاغتسال احد عشر شیئًا) غَسلُ الفمِ والانفِ والبدن مرۃ و داخلِ قُلفۃٍ لاعُسر فِی فسخھا وسرۃٍ و ثَقبٍ غیرِ مُنضمٍ وداخِلِ المَضفُورِمن شعرِ الرّجُل مُطلقًا لا المَضفُورِ مِنْ شَعرِ المَراۃِ ان سَرَی الماءُ فی اُصُولہ وَبشرۃ اللحیۃ وبَشرۃ الشارِبِ والحاجب والفرج الخارج

فصل ۱۵: غسل کے فرائض:

غسل میں گیارہ باتیں فرض ہیں[1]

(۱) کلی کرنا (۲) ناک میں پانی چڑھانا (۳) تمام بدن کو ایک بار دھونا (۴) قلفہ کے اندر والے حصے کو دھونا اگر اس کے کھولنے میں دقت نہ ہو[2] (۵) ناف کے اندرونی حصے کو دھونا۔[3] (۶) ایسے سوراخ کے اندر کو دھونا جو مل نہ گیا ہو۔[4] (۷) مرد کا دا پنے اگوندھے ہوئے بالوں کو اندر سے دھونا۔

مسئلہ: عورت کی مینڈھیوں کا اندرونی حصہ دھونا ضروری نہیں اگر پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔[5]

(۸) داڑھی (۹) مونچھوں اور (۱۰) ابروؤں کے نیچے چمڑے کو دھونا[6] (۱۱) فرج خارج کو دھونا۔[7]

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [4] حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس صورت میں احتیاطاً غسل کرنا چاہیے۔

[5] احتیاط یہی ہے کہ اس صورت میں بھی غسل کیا جائے۔

[6] چونکہ پچکاری شہوت کو پورا کرنے کے لیے نہیں ہوتی بلکہ فضلات کو پاخانے کے راستے سے نکالنے یا دوائی وغیرہ داخل کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ لہٰذا اس صورت میں غسل فرض نہ ہوگا۔

[7] شہوت کی کمی کے باعث غسل فرض نہیں ہوتا۔

[8] عورت کا پردۂ بکارت، مرد وعورت کی شرمگاہوں کے ملنے (مباشرت فاحشہ) میں رکاوٹ بنتا ہے اور جب تک دونوں شرمگاہیں آپس میں نہ ملیں غسل فرض نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس صورت میں غسل اس وقت تک فرض نہ ہوگا جب تک انزال نہ ہو۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] بنیادی طور پر غسل میں تین چیزیں فرض ہیں۔ کلی کرنا، ناک میں پانی چڑھانا اور پورے بدن کو ایک بار دھونا باقی آٹھ باتیں تیسرے فرض یعنی تمام بدن کو دھونے کی تکمیل ہے۔

۲ے جس آدمی کا ختنہ نہ ہوا ہو اس کے عضو مخصوص کے سرے پر جو چمڑا ہے۔ اسے قلفہ کہتے ہیں ختنہ کی صورت میں اسے کاٹ کر الگ کر دیا جاتا ہے۔ غسل کرتے وقت اگر آسانی سے ہٹا کر اندر پانی پہنچایا جا سکے تو ٹھیک ہے ورنہ چھوڑ دیا جائے کیونکہ اسلامی شریعت ان احکام کو لازم قرار نہیں دیتی۔ جن کی ادائیگی میں حرج ہو۔

۳ے ناف کا سوراخ چونکہ جسم کا خارجی حصہ ہے، لہٰذا اس کا دھونا فرض ہے اور جب تک اسے کھولا نہ جائے اندر پانی کا پہنچنا یقینی نہیں ہوتا اور اس کے کھولنے میں حرج بھی نہیں، لہٰذا اس کو کھول کر پانی پہنچانا فرض ہوگا۔

۴ے سوراخ مل نہ گیا ہو تو کھولنے میں حرج واقع نہیں ہوتا لہٰذا کھول کر پانی پہنچانا فرض ہے لیکن مل گیا ہو تو اب یہ بدن کا خارجی حصہ نہ رہے گا۔

۵ے عورتوں کے لیے بال رکھنا اور انہیں گوندھنا (مینڈھیاں بنانا) ضروری ہے، کیونکہ یہ ان کے لیے زینت ہے اس لیے انہیں رعایت دی گئی ہے کہ اگر بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچ جائے تو کھولنے کی ضرورت نہیں لیکن مردوں کے لیے مینڈھیاں وغیرہ کوئی زینت نہیں لہٰذا انہیں بہر حال مینڈھیاں کھولنا ہوں گی۔

۶ے جنابت سے پاکیزگی حاصل کرنے کے سلسلے میں قرآن پاک نے "فَاطَّهَّرُوا" (خوب پاک ہو جاؤ) کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ لہٰذا اگر جسم پر ایک بال بھی خشک رہ جائے تو فرض ادا نہ ہوگا۔ بنا بریں داڑھی، مونچھوں اور ابروؤں کے نیچے چمڑے کو بھی اچھی طرح دھویا جائے۔ محض اوپر سے دھو لینا کافی نہ ہوگا۔

۷ے عورت کی شرمگاہ کے دو حصے ہوتے ہیں۔

(۱) اندر کا حصہ جسے فرج داخل کہتے ہیں۔

(۲) باہر کا حصہ جسے فرج خارج کہتے ہیں۔

جس طرح منہ کے اندر کا حصہ دھونا یعنی کلی کرنا فرض ہے لیکن حلق سے نیچے پانی پہنچانا فرض نہیں ہے اسی طرح فرج خارج میں پانی پہنچانا ضروری ہے۔ فرج داخل میں نہیں۔

(فصلٌ) يُسَن فی الاغتسال اثنا عشر شَيئًا الابتداءُ بالتَّسمية والنية وغسلُ اليَدَين الی الرُّسغَين وغَسل نجَاسَةٍ لو كانت بانفِرَادِهَا وغَسل فرجِه ثم يتوضّأُ كوضوئِه للصّلوٰة فيُثَلّثُ الغسلَ و يمسح الراس ولكنهٗ يؤخّر غسل الرِّجلَين ان كَانَ يَقِفُ فِي مَحَلٍّ يَجتَمع فيه المَاءُ ثم يُفِيضُ المَآءَ علىٰ بَدَنِه ثَلَاثًا ولو انغمَس فی الماء الجاري اَومَا فِي حُكمِه ومَكث فَقَد اَكمَلَ السُّنَّةَ و يبتدِئُ فی صب المَاء برَاسِه و يَغسِل بعدها مَنكبَهٗ الايمَن ثم الايسَر و يَدلك جَسَدَهٗ وَيُوَالِي غسلَهٗ

فصل ۱۶۔ غُسل کی سنتیں:

غسل میں بارہ چیزیں سُنت ہیں۔

(۱) بسم اللہ کے ساتھ ابتداء کرنا۔[۱] (۲) نیت کرنا۔[۲] (۳) دونوں ہاتھوں کو کلائیوں تک دھونا۔ (۴) اگر نجاست ہو تو اسے الگ طور پر صاف کرنا۔[۳] (۵) شرمگاہ کو دھونا۔ (استنجاء کرنا)[۴]

(۶) پھر وضو کرے جیسے نماز کے لیے کیا جاتا ہے تین تین بار (اعضاء کو) دھوئے اور سر کا مسح کرے[۵] لیکن پاؤں کو نہ دھوئے اگر ایسی جگہ کھڑا ہو جہاں پانی ٹھہرتا ہے۔

(۷) پھر تین بار جسم پر پانی بہائے۔ اگر جاری پانی میں یا اس میں جو اس (جاری پانی) کے حکم میں ہے، غوطہ لگائے اور (کچھ دیر) ٹھہرے تو اس نے سنت کو مکمل کر لیا۔[۶]

(۸) پانی بہانے میں سر سے ابتداء کرے (۹) اس کے بعد دائیں کاندھے کو دھوئے۔

(۱۰) پھر بائیں کاندھے کو دھوئے (۱۱) جسم کو[۸] ملے۔ (۱۲) اور پے در پے غسل (کے ارکان ادا) کرے۔

---

[۱] حدیث شریف میں ہے جو اچھا کام بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے۔ لہٰذا غسل کو بابرکت بنانے کے لیے بسم اللہ سے آغاز کیا جائے۔

[۲] نیت کرنے سے غسل، عبادت کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ اور اس کا ثواب ملتا ہے۔

[۳] غسل کرنے سے پہلے جسم پر لگی ہوئی نجاست دُور کی جائے تاکہ جسم پر پانی ڈالنے سے وہ سارے جسم پر پھیل نہ جائے۔

(فصلٌ) وَآدَابُ الاغتِسَالِ هِيَ آدَابُ الوُضُوءِ اِلَّا اَنَّهٗ لَا يَسْتَقْبِلُ القِبلَةَ لانه يكُونُ غَالِبًا مَعَ كشف العورة وَكُرِهَ فيه مَا كُرِهَ فِى الوُضُوءِ

فصل ۷، غسل کے مستحبات و مکروہات :

غسل کے مستحبات وہی ہیں جو (باتیں) وضو میں مستحب ہیں۔ البتہ قبلہ رُخ نہ ہو کیونکہ عام طور پر اس کا ستر ننگا ہوتا ہے اور جو چیزیں وضو میں مکروہ ہیں وہ غسل میں بھی مکروہ ہیں۔[۱]

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ۴ شرمگاہ میں نجاست لگی ہو یا نہ دونوں صورتوں میں استنجاء سُنت ہے تاکہ اس بات کا اطمینان حاصل ہو جائے کہ پانی فرج یا دُبر کے اس حصے میں پہنچ چکا ہے جو کھڑے ہونے کی حالت میں بند اور بیٹھنے کی صورت میں کھل جاتا ہے۔

۵ اگرچہ غسل میں سر کے دھوئے جانے کی وجہ سے مسح کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ بعض فقہاء کرام کے نزدیک یہ سنت نہیں لیکن ظاہر روایت کے مطابق مسح کیا جائے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کرنے سے پہلے نماز کے وضو جیسا وضو فرمایا۔ اور اس وضو میں اعضاء کا دھونا اور سر کا مسح کرنا دونوں باتیں پائی جاتی ہیں۔

۶ جاری پانی یا بڑے حوض (۱۰ × ۱۰ گز) میں غوطہ لگانے سے چونکہ تمام جسم تر ہو جاتا ہے۔ لہٰذا غسل ہو جائے گا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی ضروری ہے ورنہ فرض غسل ادا نہ ہوگا۔

۷ جسم کو ملنے سے تمام اعضاء تر ہو جاتے ہیں ورنہ محض پانی ڈالنے سے اعضاء کا تر ہونا یقینی نہ ہوگا۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) ۱ غسل کرتے ہوئے گفتگو کرنا جائز نہیں کیونکہ ننگے ہونے کی حالت میں گفتگو مکروہ ہے۔ اسی طرح اس حالت میں دعا بھی نہ مانگی جائے کیونکہ وہ ایسی جگہ غسل کر رہا ہے جہاں ناپاک پانی اور نجاست وغیرہ گرتی ہے نیز غسل ایسے مقام پر کرنا چاہیے جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔

کسی مرد یا عورت کے سامنے غسل نہ کیا جائے۔ اور نہ کوئی عورت دوسری عورتوں کی موجودگی میں غسل کرے۔

نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا "جب تم میں سے کوئی غسل کرے تو پردہ اختیار کرے" غسل کے لیے کپڑوں کا بالکل اتارنا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ باپردہ جگہ ہو ورنہ کپڑا باندھ کر غسل کرے، وضو کی طرح غسل کے بعد بھی دو رکعت نفل پڑھنا مستحب ہے۔

(فصلٌ) يُسَنّ الِاغتِسَالُ لِاَرْبَعَةِ اشيَاءَ صلوٰةُ الجُمُعَةِ وَصَلوٰة العِيدَيْنِ وَ للاحرامِ و للحَاجِّ فی عَرَفَةَ بَعدَ الزَّوَالِ

وَيَندُبُ الِاغتِسَالُ فی سِتَّةَ عَشَرَ شَيئًا لمن اَسلَمَ طَاهِرًا وَلِمَن بَلَغَ بِالسِّنِّ وَلِمَنْ اَفَاقَ مِنْ جُنُونٍ وَعِنْدَ حَجَامَةٍ وَغَسلِ مَيِّتٍ وَفِی لَيلَةِ بَرَاءَةٍ وَلَيلَةِ القَدرِ اِذَا رَاٰهَا وَلِدُخُولِ مَدِينَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَلِلوُقُوفِ بِمُزدَلِفَةَ غَدَاةَ يَومِ النحرِ و عِندَ دُخُولِ مَكَّةَ وَلِطَوَافِ الزِّيَارَةِ وَلِصَلوٰةِ كُسُوفٍ وَ اسْتِسقَاءٍ وَفَزعٍ وَظُلمَةٍ وَرِيحٍ شَدِيدٍ

فصل ۱۸ سنت غسل:

چار کاموں کے لیے غسل کرنا سنت ہے۔

(۱) جمعہ کی نماز کے لیے[۱] (۲) عیدین کی نماز کے لیے[۲] (۳) (حج یا عمرہ کا) احرام باندھنے کے لیے[۳] اور (۴) حج کرنے والوں کے لیے میدانِ عرفات میں زوال کے بعد[۴]

فصل ۱۹ مستحب غسل:

سولہ کاموں کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۱) جو آدمی پاکیزگی کی حالت میں مسلمان ہوا[۵] (۲) جو بچہ عمر کے اعتبار سے بالغ ہو۔[۶] (۳) جو شخص جنون سے صحت یاب ہوا۔[۷] (۴) نشتر لگوانے کے بعد۔[۸] (۵) میت کو غسل دینے کے بعد۔ (۶) شب برات میں (۷) لیلۃ القدر میں جب اسے دیکھے[۹] (۸) مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کے لیے[۱۰] (۹) قربانی کی صبح مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لیے۔[۱۱] (۱۰) مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت (۱۱) طواف زیارت کے لیے۔[۱۲] (۱۲) سورج گرہن کی نماز کے لیے (۱۳) نماز استسقاء کے لیے (۱۴) خوف کے وقت (۱۵) (دن میں) سخت اندھیرے کے وقت اور (۱۶) تیز آندھی کے وقت۔[۱۳]

---

[۱] صحیح بات یہی ہے کہ جمعہ کی نماز کے لیے غسل کرنا سنت ہے۔ وقت کے لیے نہیں کیونکہ نماز، وقت سے افضل ہے

لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اسی وضو کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی جائے جو غسل کے وقت کیا گیا ہے۔ احناف کے نزدیک جمعہ کا غسل واجب نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن وضو کیا تو بھی ٹھیک ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔

۲ـ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن غسل فرمایا کرتے تھے نیز آپ یوم عرفہ یعنی نویں ذوالحجہ کو بھی غسل فرماتے

۳ـ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کے احرام کے لیے غسل فرمایا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حاجی اور عمرہ کرنے والا بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو رہا ہے لہٰذا اسے خوب پاک صاف ہونا چاہیے۔

۴ـ چونکہ یہ وقت وقوف کی وجہ سے فضیلت کا حامل ہے لہٰذا اس وقت یعنی زوال کے بعد غسل کیا جائے۔

۵ـ اگر کوئی شخص جنابت کی حالت میں یا کوئی عورت حیض کی حالت میں اسلام قبول کرے تو اس پر غسل فرض ہے۔

۶ـ بالغ ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت احتلام کے ساتھ بالغ ہونا یا لڑکی کو حیض آنا اور دوسری صورت بچے یا بچی کا پندرہ سال کی عمر کو پہنچ جانا۔ اگر پندرہ سال کی عمر سے پہلے احتلام ہو گیا یا لڑکی کو حیض یا احتلام اور حمل کی صورت پیدا ہو گئی تو وہ بالغ ہوں گے۔ اس صورت میں غسل فرض ہو گا اور اگر یہ صورت نہ پیدا ہو اور پندرہ سال عمر ہو جائے تو غسل مستحب ہو گا۔

۷ـ جنون سے صحت یاب ہونے کی صورت میں یا تو احتیاطاً غسل مستحب ہے یا اس لیے کہ صحت کی نعمت حاصل ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے غسل کیا جائے۔

۸ـ نشتر لگوانے اور میت کو غسل دینے کے بعد بعض علماء کے نزدیک غسل فرض ہے اس لیے علماء کے اختلاف سے نکلنے کے لیے ان دونوں صورتوں میں غسل مستحب ہے۔

۹ـ لیلۃ القدر اور شبِ برات نہایت بابرکت اور عظمت والی راتیں ہیں۔ ان میں جاگنے اور عبادت کرنے کی فضیلت ہے لہٰذا نہایت پاک صاف ہو کر بارگاہِ خداوندی میں حاضری دی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس موقعہ پر غسل کرنا مستحب ہے۔

۱۰ـ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کی عظمت اور قابلِ تعظیم مقامات ہونے کی وجہ سے وہاں کی حاضری کے لیے غسل مستحب ہے۔

۱۱ـ دسویں ذوالحجہ کو حجاج کرام مزدلفہ کے مقام پر ٹھہرتے ہیں۔ اس مقام پر امت کے حق میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مقبول ہوئی۔

۱۲ـ طوافِ زیارت فرض ہے اور یہ دس ذوالحجہ یا گیارہ بارہ ذوالحجہ کو کیا جاتا ہے۔ کعبۃ اللہ کی عظمت اور طواف کی فرضیت کا تقاضا ہے کہ خوب پاک صاف ہو کر طواف کیا جائے۔

۱۳ـ سورج گرہن کی نماز اور نمازِ استسقاء پڑھنے نیز خوف اور اندھیری وغیرہ کی صورت میں مسلمان اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے ان مشکلات کے ازالہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں مانگتے اور التجائیں کرتے ہیں لہٰذا خوب پاک صاف ہونا چاہیے تاکہ قبولیتِ دعا زیادہ یقینی ہو جائے۔

سوالات

۱۔ غسل کب فرض ہوتا ہے تفصیل سے بیان کریں۔
۲۔ میت کو غسل دینے کا کیا حکم ہے؟
۳۔ کن کن باتوں سے غسل فرض نہیں ہوتا؟
۴۔ منی، مذی اور ودی کی تعریف کریں نیز بتائیں کہ احتلام سے غسل کب فرض ہوتا ہے؟
۵۔ غسل کا سنت طریقہ کیا ہے؟
۶۔ کن کن امور کے لیے غسل سنت ہے اور کن کاموں کے لیے مستحب؟
۷۔ مندرجہ ذیل عبارات کا آسان ترجمہ کریں اور اعراب لگائیں:

یفترض الغسل بواحد من سبعة اشیاء خروج المنی الی ظاهر الجسد اذا انفصل عن مقره بشهوة من غیر جماع و تواری حشفة وقدرها من مقطوعها فی احد سبیلی آدمی حی۔

۸۔ خالی جگہ پُر کریں۔

وضو میں ــــــ چیزیں فرض ــــــ باتیں سنت اور ــــــ کام مکروہ ہیں۔ نیز وضو کے مستحبات ــــــ ہیں اگر احتلام رطوبت کے بغیر ہو تو غسل فرض ــــــ عیدین کے لیے غسل ــــــ ہے حیض ختم ہونے پر غسل کرنا ــــــ مذی کی صورت میں غسل ــــــ جاتا اور وضو ــــــ جاتا ہے۔

بَابُ التَّيَمُّمِ

يَصِحُّ بِشُرُوطٍ ثَمَانِيَةٍ الاَوَّلُ النِّيَّةُ وحقيقتها عقد القلب على الفعل ووقتها عند ضرب يده على ما يتيمم به شروط صحة النية ثلاثة الاسلام والتميز والعلم بما ينويه ويشترط لصحة نية التيمم للصلوة به احد ثلاثة اشياء اما نية الطهارة او استباحة الصلوة او نية عبادة مقصودة لا تصح بدون طهارة

تیمم کا بیان

تیمم[1] آٹھ شرطوں کے ساتھ صحیح ہوتا ہے۔

پہلی شرط۔ نیت کرنا[2] ہے اور اس کی حقیقت کسی کام کے کرنے پر دل کو پکا کر لینا[3] ہے۔ اور اس کا وقت وہ ہے جب اس چیز پر ہاتھ مارے جس کے ساتھ تیمم کر رہا ہے۔

نیت کے صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں۔

(۱) تیمم کرنے والے کا مسلمان[4] ہونا (۲) سمجھ دار ہونا اور (۳) جس چیز کی نیت کر رہا ہے اس کا علم ہونا۔

نماز کی خاطر تیمم کے صحیح ہونے کے لیے تین باتوں میں سے ایک کا ہونا شرط ہے۔

(۱) طہارت کی نیت ہو (۲) یا نماز جائز ہو جانے کی نیت ہو۔ (۳) یا کسی ایسی مقصودی عبادت کی نیت ہو جو طہارت کے بغیر جائز نہیں ہوتی[5]

---

[1] تیمم کا لغوی معنیٰ قصد اور ارادہ کرنا ہے اور اصلاح شرح میں پاک مٹی سے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرنا ہے اس امت کی خصوصیات میں سے ہے اور اس کی اصل قرآن پاک کی یہ آیت ہے۔ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا۔ تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا ارادہ کرو۔

[2] احناف کے نزدیک وضو میں نیت فرض نہیں جب کہ تیمم میں شرط ہے اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ وضو

فلا يُصَلِّي بِهٖ اِذَا نَوَى التيمُّم فقط اَو نَوَاهُ لِقِرَاءَةِ الْقُرَاٰن وَلَم يَكُن جُنُبًا الثَّانِي العُذرُ الْمُبِيحُ للتَّيَمُّمِ كَبُعْدِهٖ مِيلًا عَنْ مَاءٍ وَلَو فِي الْمِصْرِ وحُصُوْلِ مَرَضٍ وبرد يُخَافُ مِنْهُ التَّلَفُ اَوِ الْمَرَضُ وخوفِ عَدُوٍّ وعَطَشٍ واحتياجٍ لِعَجْنٍ لا لِطَبْخِ مَرَقٍ و لِفَقْدِ اٰلَةٍ وَخَوفِ فَوْتِ صَلٰوةِ جَنَازَةٍ او عِيدٍ ولو بناءً وليسَ مِنَ العُذرِ خَوْفُ الْجُمُعَةِ وَالْوَقْتِ

(مسئلہ) پس اس تیمم کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا جس میں فقط تیمم کی نیت کی یا قرآن مجید پڑھنے کی نیت سے تیمم کیا اور وہ جنبی بھی نہ تھا۔[1]

دوسری شرط:۔ اس عذر کا پایا جانا جس سے تیمم جائز ہو جاتا ہے مثلاً اس کا پانی سے ایک میل دور ہونا اگرچہ شہر میں ہو۔[2] بیماری اور سردی کا پایا جانا جس سے ہلاکت یا بیمار ہو جانے کا خوف[3] ہو، دشمن اور پیاس کا خوف ہونا آٹا گوندھنے کی ضرورت ہو نہ شوربا پکانے کی۔[4] (پانی نکالنے کا) آلہ (مثلاً ڈول) نہ ہونا۔ نماز جنازہ یا عید کی نماز نکل جانے کا ڈر ہو۔ اگرچہ بنا ہو۔[5]

(مسئلہ) جمعہ اور وقتی نماز کے نکل جانے کا خوف (تیمم کو جائز کرنے والا) عذر نہیں۔[6]

(بقیہ) پانی سے کیا جاتا ہے جو اپنی خلقت کے اعتبار سے پاک کرنے والا ہے۔ لہذا وہاں نیت کی ضرورت نہیں جب کہ مٹی بنات خود پاک کرنے والی نہیں لہٰذا جب اس سے طہارت حاصل کرنا ہو تو نیت کرنا ضروری ہے۔

[3] نیت دل کے ارادے کا نام ہے۔ زبان سے الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں البتہ بہتر ہے کہ دل کے ارادے اور الفاظ کی زبان سے ادائیگی دونوں کو جمع کیا جائے۔

[4] چونکہ غیر مسلم عبادت کی نیت کا اہل نہیں لہٰذا مسلمان ہونا شرط ہے اگر کوئی کافر تیمم کر کے مسلمان ہوا تو وہ اس سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔

[5] تیمم کی تین صورتیں ہیں کسی ایسی عبادت کے لیے تیمم کرنا جس کے لیے وضو فرض یا واجب نہیں مثلاً زبانی تلاوت کلام پاک یا مسجد میں داخل ہونا، یا ایسے کام کے لیے تیمم کیا جائے جس کے لیے وضو ضروری تو ہے لیکن وہ مقصودی عبادت نہیں مثلاً قرآن مجید کو ہاتھ لگانا اور تیسری صورت یہ ہے کہ ایسے کام کے لیے تیمم کیا جائے جو عبادت مقصودہ بھی ہے اور اس کے لیے وضو کرنا ضروری بھی، جیسے نماز۔ لہٰذا کسی غیر مقصودی عبادت کے لیے تیمم کیا یا ایسے کام کے لیے کیا جس کے

یہ وضو فرض یا واجب نہیں تو ایسے تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہیں۔

سلہ قرآن پاک زبانی پڑھنے کے لیے وضو فرض نہیں لہٰذا اس تیمم کے ساتھ نماز ادا نہیں ہو سکتی۔ جو صرف قرآن مجید پڑھنے کی نیت سے کیا گیا کیونکہ نماز کے لیے تیمم فرض ہے البتہ اگر وہ جنبی ہو اور تلاوت قرآن کے لیے تیمم کرے تو اس سے نماز ہو جائے گی۔ کیونکہ اس صورت میں اس پر تیمم فرض ہے اور تلاوت قرآن عبادت مقصودہ بھی ہے لیکن جنبی قرآن پاک کو ہاتھ لگانے کے لیے تیمم کرے تو اس سے نماز نہیں پڑھ سکتا کیونکہ یہ عبادت مقصودہ نہیں۔

سلہ ایک قول کے مطابق اگر تیمم کرنے والا مسافر ہو تو دائیں، بائیں یا پیچھے کی جانب ایک ایک میل کا اعتبار ہوگا لیکن جدھر کو جا رہا ہے ادھر دو میلوں کا اندازہ معتبر ہوگا کیونکہ باقی تین سمتوں میں آنے جانے میں دو دو میل بن جاتے ہیں اور منزل کی طرف جاتے ہوئے واپسی نہیں ہوگی لہٰذا دو میل تک پانی کا دور ہونا تیمم کے جواز کا باعث بنے گا۔

(الجوہرۃ النیرہ حصہ اول ص ۲۴)

شرعی طور پر میل کا اندازہ یوں لگایا گیا ہے کہ اگر جو کے چھ بڑے دانے یوں رکھے جائیں کہ ایک کی کمر دوسرے کی کمر سے ملے تو یہ ایک انگلی ہوگی چوبیس انگلیوں کا ایک ہاتھ (ذراع) ہوگا۔ چار ہاتھ مل کر ایک باع ہوں گے اور ایک ہزار باع سے ایک میل بنتا ہے۔ تین میل کا ایک فرسخ اور چار فرسخ کا ایک برید ہوتا ہے۔ گویا ایک میل چھیانوے ہزار انگلیوں کے برابر ہوتا ہے۔

سلہ اگر غالب گمان، سابقہ تجربے یا کسی ماہر نیک مسلم ڈاکٹر کے بتانے سے معلوم ہو کہ وضو کی صورت میں بیماری کے اس قدر بڑھ جانے کا خدشہ ہے جس سے ہلاکت بھی ممکن ہے یا اس قدر ٹھنڈک ہے کہ وضو کرنے سے بیمار ہونے کا خطرہ ہے تو تیمم جائز ہے۔

سلہ آٹا گوندھنا ضروری ہے کیونکہ محض آٹا نہیں کھایا جاتا لہٰذا یہ عذر ہے البتہ شوربے کے بغیر بھی روٹی کھائی جا سکتی ہے اس لیے یہ عذر نہیں۔ اگر اتنا پانی ہو جس سے صرف وضو ہو سکتا ہے یا صرف پیا جا سکتا ہے تو پینے کو ترجیح ہوگی اسی طرح سالن پکانے کو مقدم رکھا جائے گا۔ اگر اتنا پانی ہو جس سے وضو کرے یا سالن پکائے تو سالن پکانے کی بجائے وضو کریں گے۔

سلہ چونکہ نماز جنازہ اور عید کی قضا نہیں لہٰذا ان کے لیے اس صورت میں تیمم ہو سکتا ہے کہ نماز بالکل تیار ہو اور وضو کرنے کی وجہ سے اس کے نکل جانے کا اندیشہ ہو۔ البتہ میت کا ولی تیمم نہیں کرے گا کیونکہ اس کے لیے جنازہ روکا جائے گا۔ بنا کا مطلب یہ ہے کہ نماز وضو سے شروع کی تھی، درمیان میں بے وضو ہو گیا تو باقی نماز تیمم کر کے پڑھے۔

سلہ چونکہ جمعہ رہ جانے کی صورت میں ظہر کی نماز پڑھی جا سکتی ہے اور وقتی نماز بھی قضا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ان نمازوں کے لیے تیمم کرنا صرف اس وجہ سے جائز نہ ہوگا کہ وضو کرنے کی صورت میں ان کے قضا ہونے یا جمعہ کی جماعت نکلنے کا خطرہ ہے جب تک کوئی دوسرا عذر نہ پایا جائے۔

اَلثَّالِثُ اَنْ یَّکُوْنَ التَّیَمُّمُ بِطَاهِرٍ مِنْ جِنْسِ الْاَرْضِ کَالتُّرَابِ وَالْحَجَرِ وَ
الرَّمَلِ لَا الْحَطَبِ وَالْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ الرَّابِعُ اِسْتِیْعَابُ الْمَحَلِّ بِالْمَسْحِ الْخَامِسُ
اَنْ یَّمْسَحَ بِجَمِیْعِ الْیَدِ اَوْ بِاَکْثَرِهَا حَتّٰی لَوْ مَسَحَ بِاِصْبَعَیْنِ لَا یَجُوْزُ وَلَوْ کَرَّرَ حَتّٰی
اسْتَوْعَبَ بِخِلَافِ مَسْحِ الرَّاْسِ السَّادِسُ اَنْ یَّکُوْنَ بِضَرْبَتَیْنِ بِبَاطِنِ الْکَفَّیْنِ وَلَوْ
فِیْ مَکَانٍ وَّاحِدٍ وَیَقُوْمُ مَقَامَ الضَّرْبِ اِصَابَةُ التُّرَابِ بِجَسَدِهٖ اِذَا
مَسَحَهٗ بِنِیَّةِ التَّیَمُّمِ

تیسری شرط:۔ تیمم جنسِ زمین[1] میں سے کسی پاک چیز کے ساتھ ہو مثلاً مٹی، پتھر اور ریت۔ لکڑی، چاندی اور سونے سے (تیمم جائز) نہیں۔

چوتھی شرط:۔ تمام جگہ کو مسح کے ساتھ گھیر لینا[2]۔

پانچویں شرط:۔ پورے ہاتھ یا اس کے اکثر حصے کے ساتھ مسح کیا جائے۔ یہاں تک کہ اگر دو انگلیوں کے ساتھ مسح کیا تو جائز نہ ہوگا۔ اگرچہ بار بار مسح کر کے (تمام جگہ کو) گھیر لے۔ سر کے مسح کا حکم اس کے خلاف (یعنی جائز) ہے۔

چھٹی شرط:۔ (تیمم) ہتھیلیوں کے اندرونی حصہ کے ساتھ دو ضربوں کے ذریعے ہو اگرچہ (دونوں ضربیں) ایک ہی جگہ پر ہوں[3]۔

(مسئلہ) جسم پر مٹی لگ جائے اور اسے تیمم کی نیت سے مل لے تو وہ دو ضربوں کے قائم مقام ہو جائے گی۔

---

[1] جنس زمین سے مراد وہ چیز ہے جو آگ میں ڈالنے سے نہ تو پگھل جائے اور نہ ہی جل کر راکھ ہو لہٰذا سونے اور چاندی سے تیمم جائز نہ ہوگا کیونکہ وہ پگھلتے ہیں اور لکڑی سے اس لیے جائز نہیں کہ وہ جل کر راکھ ہو جاتی ہے۔

[2] تمام جگہ سے مراد وہ اعضاء ہیں جن پر مسح کرنا تیمم میں فرض ہے یعنی چہرہ اور ہاتھ (کہنیوں سمیت) انگوٹھی اتاری جائے اور انگلیوں کا خلال کیا جائے۔

[3] تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ نیت کر کے پاک مٹی پر دونوں ہاتھوں کو مارے اور ان کو آگے اور پیچھے کی طرف لے جائے پھر ہاتھ کے انگوٹھوں کی جڑوں سے دونوں ہاتھ کو ملا کر جھاڑے اور سارے چہرے کا مسح کرے۔ اسی طرح دوسری بار مٹی پر ہاتھ مار کر دونوں ہاتھوں کا (کہنیوں سمیت) مسح کرے۔

السابعُ انقطاعُ مَا ينافيه مِن حيضٍ اَوْ نفاسٍ اَوحدثٍ الثامِنُ زوالُ مَا يمنعُ المسحَ كشمعٍ وشحمٍ وسببُهُ وشروطُ وجوبِهٖ كمَا ذُكِرَ فِي الوُضوءِ ورُكناهُ مسحُ اليدَينِ وَالوجهِ وسُننُ التيممِ سبعةٌ التسميةُ فِي اَوَّلِهٖ والترتيبُ والمُوالَاةُ واِقبالُ اليدَيْنِ بعدَ وضعِهمَا فِي التُّرابِ وَاِدْبارُهُمَا ونفضهما وتفريجُ الاَصَابعِ

ساتویں شرط:۔ ایسی چیز کا دور ہونا جو تیمم کرتے ہوئے، تیمم کے خلاف ہو مثلاً حیض، نفاس اور حدث [1]

آٹھویں شرط:۔ ایسی چیز کا دور ہو جانا جو مسح سے مانع ہے مثلاً موم اور چربی [2]

تیمم کا سبب اور شرائط وجوب:۔

تیمم کا سبب اور واجب ہونے کی شرائط وہی ہیں جو وضو کے بیان میں ذکر کی گئی ہیں [3]

تیمم کے ارکان:۔

تیمم کے رکن دو ہیں (۱) دونوں ہاتھوں اور (۲) چہرے کا مسح کرنا [4]

تیمم کی سنتیں:۔

تیمم کی سنتیں سات ہیں۔

(۱) شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا، (۲) ترتیب۔ (۳) تسلسل (۴) ہاتھوں کو مٹی میں رکھنے کے بعد ان کو آگے کی طرف لے جانا اور (۵) پیچھے کی طرف لانا (۶) ہاتھوں کو جھاڑنا [5] (۷) انگلیوں کو کشادہ رکھنا۔

---

[1] مثلاً حالت حیض یا نفاس میں تیمم کرے تو تیمم نہ ہوگا جب تک یہ دونوں ختم نہ ہو جائیں۔ اسی طرح تیمم کرتے ہوئے ہوا وغیرہ خارج ہوتی رہے تو اس حدث کی موجودگی میں بھی تیمم نہ ہوگا۔

[2] کیونکہ موم اور چربی وغیرہ کی صورت میں جسم تک مٹی نہیں پہنچتی۔

[3] دیکھیے ص ۳۹

[4] یعنی تیمم میں دو باتیں فرض ہیں۔ اگرچہ نیت بھی ضروری ہے لیکن وہ تیمم سے پہلے ہے لہٰذا اُسے شرط کہا جائے گا۔

[5] ہاتھوں کو جھاڑنے کی حکمت یہ ہے کہ چہرہ زیادہ خاک آلود ہو کر بالکل بگڑی ہوئی صورت نہ بن جائے۔ یہی وجہ ہے کہ کیچڑ سے تیمم نہیں کیا جاتا۔

وَنُدِبَ تَاخِيرُ التَّيَمُّمِ لِمَنْ يَرْجُوا الْمَاءَ قَبْلَ خُرُوجِ الْوَقْتِ وَيَجِبُ التَّاخِيرُ بِالْوَعْدِ بِالْمَاءِ وَلَوْ خَافَ الْقَضَاءَ وَيَجِبُ التَّاخِيرُ بِالْوَعْدِ بِالثَّوْبِ اَوِ السِّقَاءِ مَا لَمْ يَخَفِ الْقَضَاءَ وَيَجِبُ طَلَبُ الْمَاءِ اِلٰى مِقْدَارِ اَرْبَعِمِائَةِ خُطْوَةٍ اِنْ ظَنَّ قُرْبَهُ مَعَ الْاَمْنِ وَالَّا فَلَا وَيَجِبُ طَلَبُهُ مِمَّنْ هُوَ مَعَهُ اِنْ كَانَ فِي مَحَلٍّ لَا تَشُحُّ بِهِ النُّفُوسُ وَاِنْ لَمْ يُعْطِهِ اِلَّا بِثَمَنِ مِثْلِهِ لَزِمَهُ شِرَاؤُهُ بِهِ وَاِنْ كَانَ مَعَهُ فَاضِلًا عَنْ نَفَقَتِهِ ۔

تیمم کے کچھ مسائل :

(۱) جس شخص کو وقت نکلنے سے پہلے پانی ملنے کی امید ہو اس کے لیے تیمم میں تاخیر مستحب ہے[۱]۔

(۲) پانی کے وعدہ پر تاخیر واجب ہے۔ اگرچہ نماز کے قضا ہونے کا ڈر ہو[۲]۔

(۳) کپڑے اور ڈول کا وعدہ کیا گیا تو جب تک نماز قضا ہونے کا ڈر نہ ہو تاخیر واجب ہے[۳]۔

(۴) اگر پانی قریب ہونے کا گمان ہو اور حالت امن ہو تو چار سو قدموں کی مقدار تک پانی تلاش کرنا واجب ہے ورنہ نہیں[۴]۔

(۵) اپنے ساتھی سے پانی مانگنا بھی واجب ہے۔ اگر ایسی جگہ ہو جہاں لوگ (پانی دینے میں) بخل سے کام نہیں لیتے[۵] اور اگر وہ اسے بازاری قیمت کے بغیر نہ دے تو (بھی) خریدنا ضروری ہے۔ بشرطیکہ اس کے پاس ضروریات سے زائد رقم ہو[۶]۔

---

[۱] یعنی مستحب وقت نکلنے سے پہلے پہلے پانی ملنے کی امید ہو تو تاخیر مستحب ہے۔

[۲] چونکہ اس صورت میں محض امید ہی نہیں بلکہ وعدہ کیا گیا لہٰذا تاخیر واجب قرار دی گئی۔ نیز یہ اس صورت میں ہے جب وعدہ کرنے والے کے پاس پانی موجود ہو یا ایک میل سے کم مسافت پر ہو۔ اگر پانی زیادہ فاصلے پر ہو یا وعدہ کرنے والے کے پاس نہ ہو تو تیمم جائز ہو جائے گا۔

[۳] اگر ننگے آدمی کو کسی نے کپڑے دینے یا پانی نکالنے کے لیے ڈول دینے کا وعدہ کیا تو جب تک قضاءً کا خوف نہ ہو نماز کو مؤخر کرے۔ اس کے بعد چونکہ اس کا عاجز ہو جانا ثابت ہو جاتا ہے لہٰذا کپڑوں کے بغیر اور تیمم کے ساتھ نماز پڑھ لے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔ آپ کے نزدیک پانی اور دیگر اشیاء میں فرق ہے۔ پانی

وَيُصَلِّي بِالتَّيَمُّمِ الْوَاحِدِ مَا شَاءَ مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ وَصَحَّ تَقْدِيْمُهُ عَلَى الْوَقْتِ وَلَوْ كَانَ أَكْثَرُ الْبَدَنِ أَوْ نِصْفُهُ جَرِيْحًا تَيَمَّمَ وَإِنْ كَانَ أَكْثَرُهُ صَحِيْحًا غَسَلَهُ وَمَسَحَ الْجَرِيْحَ وَلَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْغُسْلِ وَالتَّيَمُّمِ وَيَنْقُضُهُ نَاقِضُ الْوُضُوْءِ وَالْقُدْرَةُ عَلَى اسْتِعْمَالِ الْمَاءِ الْكَافِي وَمَقْطُوْعُ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ إِذَا كَانَ بِوَجْهِهِ جِرَاحَةٌ يُصَلِّي بِغَيْرِ طَهَارَةٍ وَلَا يُعِيْدُ

---

(۶) ایک تیمم کے ساتھ جس قدر فرائض ونوافل چاہے پڑھ سکتا ہے۔

(۷) وقت سے پہلے تیمم کرنا بھی درست ہے[۱]۔

(۸) اگر بدن کا اکثر یا نصف حصہ زخمی ہو تو تیمم کرے[۲] اور اگر زیادہ حصہ صحیح ہو تو دھوئے اور زخمی حصے کا مسح کرے دھونے اور تیمم کو اکٹھا نہ کرے[۳]۔

تیمم کو توڑنے والی چیزیں:

جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں ان سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اس کے علاوہ کافی پانی کے استعمال پر قادر ہونا بھی تیمم کو توڑ دیتا ہے۔

(مسئلہ) جس آدمی کے ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوئے ہوں[۴] اگر اس کا چہرہ زخمی ہو تو وہ وضو کے بغیر نماز پڑھے اور اسے (بعد میں) نہ لوٹائے۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) کسی کے لیے مباح کیا جائے یا خرچ کے لیے دیا جائے تو اس میں قدرت ثابت ہو جاتی ہے لیکن باقی چیزوں میں جب تک مالک نہ بنایا جائے قدرت ثابت نہیں ہوتی لہٰذا پہلی صورت میں جب پانی کا وعدہ کیا گیا تو وہ پانی پر قادر شمار ہوگا لیکن کپڑوں اور ڈول میں جب تک اسے ان چیزوں کا مالک نہ بنایا جائے قدرت ثابت نہ ہوگی۔

[۴] پانی کے قریب ہونے کا گمان اس طرح ہوگا کہ مثلاً اس نے اس طرف پرندے اڑتے دیکھے یا کوئی سبزہ وغیرہ اگا ہوا دیکھا یا کسی نے خبر دی۔

[۵] عام طور پر لوگ پانی دینے میں بخل سے کام نہیں لیتے لہٰذا ساتھی سے یا قریب کسی گھر سے طلب کرنا چاہیے۔

[۶] اگر اس کے پاس ضرورت سے زائد رقم نہ ہو یا عام بازاری قیمت سے زیادہ رقم مانگی جائے تو پانی خریدنا ضروری نہیں اور تیمم جائز ہوگا۔ (حاشیہ صفحہ ہذا اگلے صفحہ پر)

باب المسح علی الخفین

صح المسح علی الخفین فی الحدث الاصغر للرجال والنساء ولو کانا من شیء ثخین غیر الجلد سواء کان لهما نعل من جلد اولا ویشترط لجواز المسح

موزوں پر مسح کا بیان

حدث اصغر[1] میں موزوں پر مسح کرنا مردوں اور عورتوں کے لیے جائز ہے۔ اگرچہ (موزے) چمڑے کے علاوہ کسی گاڑھی چیز سے بنے ہوئے ہوں۔ چاہے ان پر چمڑے کی نعل (جوتی) ہو یا نہ[2]۔

(صفحہ گزشتہ) [1] چونکہ تیمم، وضو کا نائب مطلق ہے لہٰذا وضو کی طرح تیمم بھی جب تک باقی ہو اس کے ساتھ فرائض ونوافل سب کچھ ادا کیا جاسکتا اور جس طرح وقت سے پہلے وضو کیا جاسکتا ہے تیمم بھی جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت کے لیے لوٹایا جائے تاکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے اختلاف سے بچ جائے کیونکہ ان کے نزدیک ہر وقت کے لیے فرض ہے۔

[2] اعضاء کی تعداد کا اعتبار ہوگا مثلاً وضو کی فرضیت کے سلسلے میں چار اعضاء کا دھونا اور مسح کرنا فرض ہے اب اگر کسی شخص کا چہرہ، سر اور ہاتھ زخمی ہوں اور پاؤں زخمی نہ ہوں تو اکثر اعضاء یعنی جسم کا اکثر حصہ زخمی شمار ہوگا۔

(مراقی الفلاح)

[3] کیونکہ شریعت میں بدل اور اصل (مبدل منہ) کو اکٹھا کرنے کی کوئی مثال نہیں۔

[4] کیونکہ جس عذر کی بنیاد پر تیمم جائز ہوا تھا وہ ختم ہوگیا۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] حدث اصغر سے مراد بے وضو ہونا ہے۔ حدث اکبر یعنی جنابت ہو تو پاؤں کا دھونا ضروری ہے۔

[2] مثلاً نمدہ اور ایسا موٹا کپڑا جس سے پانی اندر نہ جاتا ہو اور پنڈلی پر باندھنے کے بغیر ٹھہر بھی جائے ورنہ تیمم جائز نہ ہوگا۔ جرابوں پر مسح جائز نہیں۔

عَلَى الْخُفَّيْنِ سَبعَةٌ شَرَائِطَ الاول لُبْسُهُمَا بعدَ غَسلِ الرِّجلَيْنِ ولوقبل كَمَالِ الوُضُوءِ إِذَا اَتَمَّهُ قبل حُصُولِ نَاقِضٍ للوُضُوءِ والثَّانِي سَترهمَا للكعبين والثالث إمكانُ متَابعَةِ المَشي فيهمَا فلا يَجُوزُ عَلى خُفٍّ مِنْ زُجَاجٍ اوخشب لَو حَدِيدٍ. والرابعُ خُلُوُّ كُلٍّ مِّنْهُمَا عَنْ خرقٍ قَدْرُهُ ثلاثُ اَصَابِعَ مِن اَصْغَرِ اصابِعِ القَدَمِ والخَامِسُ استمسَاكُهُمَا عَلى الرِّجْلَيْنِ مِنْ غَيْرِ شَدٍّ والسَّادِسُ مَنعُهُمَا وُصُولَ المَاءِ إلَى الجَسَدِ والسَّابِعُ انْ يَبقٰى مِنْ مُقَدَّمِ القَدَمِ قدرُ ثلاثِ اصَابِعَ من اَصْغَرِ اصَابِعِ اليَدِ فلوْكَانَ فَاقِدًا مُقَدَّمَ قَدَمِهِ لا يَمسَحُ على خُفّهِ ولوكَانَ

شرائط مسح :

موزوں پر مسح کے جائز ہونے کی سات شرطیں ہیں۔

۱۔ دونوں پاؤں دھونے کے بعد موزے پہننا اگرچہ وضو مکمل کرنے سے پہلے ہو جب کہ کسی ایسی چیز کے پائے جانے سے پہلے وضو مکمل کرے جو وضو کو توڑ دیتی ہے۔[۱]

۲۔ موزوں سے ٹخنے چھپ جائیں۔[۲]

۳۔ ان کو پہن کر لگاتار چلنا ممکن ہو لہذا کانچ، لکڑی اور لوہے کے موزے پر مسح جائز نہیں۔[۳]

۴۔ کوئی موزہ پاؤں کی چھوٹی انگلی کے مطابق تین انگلیوں کے برابر (یا اس سے زیادہ) پھٹا ہوا نہ ہو۔[۴]

۵۔ موزوں کا پنڈلی پر باندھنے کے بغیر ٹھہرنا۔[۵]

۶۔ ان کا بدن تک پانی کے پہنچنے سے مانع ہونا۔

۷۔ ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے مطابق تین انگلیوں کے برابر قدم کا اگلا حصہ باقی ہو کٹا ہوا نہ ہو اگر پاؤں کا اگلا حصہ (موجود) نہ ہو تو موزے پر مسح نہ کرے اگرچہ

---

[۱] اگر کوئی شخص پہلے پاؤں دھو کر موزے پہن لے اور پھر باقی وضو مکمل کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ اور اگر وضو مکمل کرنے کے بعد پہنے تو بھی ٹھیک ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وضو مکمل کرنے سے پہلے کوئی ایسی بات پیدا نہ ہو جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

[۲] یا تو مکمل موزے چمڑے کے ہوں یا جرابوں پر چمڑا چڑھا لے تو اس بات کا خیال رکھا جائے کہ ٹخنے اس چمڑے کے نیچے ضرور آئیں۔

عَقبُ القدم مَوجُودًا وَيَمسَحُ المُقِيمُ يَومًا وليلَةً والمسافرُ ثلاثة ايام بلياليها وابتداء المدة من وقت الحدث بعد لبس الخُفّين وإن مَسَحَ مُقِيمٌ ثم سَافر قَبلَ تَمامِ مُدّتِهِ اتمّ مُدّةَ المُسَافِرِ وَإن اَقَامَ المُسَافِرُ بعد مَا يَمسَحُ يَومًا وَ لَيلَةً نَزَعَ وَإلّا يُتِمّ يَومًا وليلَةً

قدم کا پچھلا حصہ موجود ہو۔[۱]

مدتِ مسح :

مقیم آدمی ایک دن اور ایک رات مسح کر سکتا ہے جب کہ مسافر تین دن رات مسح کرے اور یہ مدت اس وقت شروع ہوگی جب موزے پہننے کے بعد بے وضو ہوگا۔[۲]

(مسئلہ) اگر مقیم آدمی نے مسح کیا پھر مدت پوری ہونے سے پہلے مسافر ہو گیا تو مسافر والی مدت پوری کرے اور اگر مسافر ایک دن رات مسح کرنے کے بعد مقیم ہوا تو موزے اتار دے ورنہ ایک دن رات پوری کرے۔[۳]

(حاشیہ صفحہ گزشتہ)[۳] یعنی عام عادت کے مطابق دو تین میل یا اس سے زیادہ فاصلہ ان موزوں کو پہن کر آسانی سے طے کر سکے لہٰذا لکڑی، کانچ اور لوہے وغیرہ کے موزوں پر مسح جائز نہ ہوگا کیونکہ ان میں چلنا مشکل ہے۔

[۴] ایک موزے میں اتنی پھٹن ہو تو مسح ناجائز ہے اگر دونوں کی پھٹن مل کر اتنی ہو تو جائز ہے۔

[۵] بنا بریں اگر ایسا موٹا کپڑا بھی ہو جس کے اندر پانی نہیں جاتا تب بھی اس پر مسح اس وقت تک جائز نہ ہوگا جب تک وہ باندھنے کے بغیر پنڈلی پر نہ ٹھہرے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا)[۱] کیونکہ قدم کے اگلے حصے کا مسح فرض ہے اور وہ موجود نہیں جب کہ پچھلا حصہ محلِ فرض نہیں۔ اس کا دھونا فرض ہے لہٰذا جس کے پاؤں کا اگلا حصہ کٹا ہوا ہو اس کے لیے موزے پر مسح جائز نہیں کیونکہ ایک پاؤں کا دھونا اور دوسرے کا مسح کرنا دھونے اور مسح کو جمع کرنا ہے اور یہ جائز نہیں۔

[۲] مثلاً ایک شخص نے بارہ بجے وضو کر کے موزے پہنے اور تین بجے بے وضو ہو گیا تو اس کے لیے مسح کا وقت تین بجے سے شروع ہوگا یہی صحیح بات ہے۔ چاہے اس وقت وضو کرے یا ٹھہر کر کرے۔

[۳] یعنی آخری حالت کا اعتبار ہوگا تین دن رات پورے ہونے سے پہلے مقیم ہو گیا تو موزے اتار کر پاؤں دھوئے اسی طرح مقیم ایک رات دن گزرنے سے پہلے سفر پر چل پڑا تو تین دن رات پورے کرے۔

وَفَرضُ المسحِ قدرُ ثَلَاثِ اَصَابِعَ مِنْ اَصْغَرِ اَصَابِعِ الْيَدِ علٰى ظَاهِرِ مُقَدَّمِ كُلِّ رِجلٍ وَسُنَّتُهٗ مَدُّ الاَصَابِعِ مُفرَّجَةً مِنْ رُؤُسِ اَصَابِعِ الْقَدَمِ اِلَى السَّاقِ وَيَنْقُضُ مَسحَ الخُفِّ اَرْبَعَةُ اَشْيَاءَ كُلُّ شَيْءٍ يَنْقُضُ الْوُضُوءَ وَنَزْعُ خُفٍّ وَلَوْ بِخُرُوْجِ اَكْثَرِ الْقَدَمِ اِلٰى سَاقِ الخُفِّ وَاِصَابَةُ الْمَاءِ اَكْثَرَ اِحدَى الْقَدَمَيْنِ فِي الخُفِّ عَلَى الصَّحِيْحِ وَمُضِيُّ الْمُدَّةِ اِنْ لَمْ يَخَفْ ذَهَابَ رِجْلِهٖ مِنَ الْبَرْدِ وَبَعْدَ الثَّلَاثَةِ الْاَخِيْرَةِ غَسَلَ رِجْلَيْهِ فَقَطْ وَلَا يَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلٰى عِمَامَةٍ وَقَلَنْسُوَةٍ وَبُرْقُعٍ وَقُفَّازَيْنِ

مسح کا فرض اور سنت :

ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے حساب سے تین انگلیوں کے برابر ہر قدم کے ظاہر پر مسح کرنا فرض ہے اور اس کا سنت طریقہ یہ ہے کہ (ہاتھوں کی) انگلیوں کو کشادہ رکھتے ہوئے پاؤں کی انگلیوں سے پنڈلی کی طرف کھینچے[1]

مسح کو توڑنے والی چیزیں :

چار چیزیں موزے پر مسح کو توڑ دیتی ہیں۔

۱۔ ہر وہ چیز جو وضو کو توڑتی ہے۔

۲۔ موزہ اتار دینا اگرچہ قدم کا زیادہ حصہ موزے کی پنڈلی کی طرف نکلنے سے ہو[2]۔

۳۔ موزے میں کسی ایک قدم کے زیادہ حصے تک پانی کا پہنچنا (صحیح بات یہی ہے)[3]

۴۔ مدت کا پورا ہو جانا اگر سردی کی وجہ سے پاؤں کو (شدید) نقصان کا خطرہ نہ ہو[4]

(مسئلہ) آخری تین کے بعد صرف پاؤں دھوئے[5]

(مسئلہ) پگڑی، ٹوپی، برقعے اور دستانوں پر مسح جائز نہیں[6]۔

---

[1] اصل بات تو یہ ہے کہ ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر موزہ تر ہو جائے لیکن سنت طریقے کے مطابق مسح کیا جائے نیز یہ بھی خیال رکھا جائے کہ موزے کے اس حصے پر مسح کیا جائے جس کے نیچے پاؤں ہے مثلاً موزہ لمبا ہے پاؤں سے باقی صلا

فَصْلٌ إِذَا افْتَصَدَ أَوْ جُرِحَ أَوْ كُسِرَ عُضْوُهُ فَشَدَّهُ بِخِرْقَةٍ أَوْ جَبِيْرَةٍ وَكَانَ لَا يَسْتَطِيْعُ غَسْلَ الْعُضْوِ وَلَا يَسْتَطِيْعُ مَسْحَهُ وَجَبَ الْمَسْحُ عَلَى أَكْثَرِ مَا شُدَّ بِهِ الْعُضْوُ وَكَفَى الْمَسْحُ عَلَى مَا ظَهَرَ مِنَ الْجَسَدِ بَيْنَ عِصَابَةِ الْمُفْتَصِدِ وَالْمَسْحُ كَالْغَسْلِ فَلَا يَتَوَقَّتُ بِمُدَّةٍ وَلَا يُشْتَرَطُ شَدُّ الْجَبِيْرَةِ عَلَى طُهْرٍ وَيَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلَى جَبِيْرَةِ إِحْدَى الرِّجْلَيْنِ مَعَ غَسْلِ الْأُخْرَى وَلَا يَبْطُلُ الْمَسْحُ بِسُقُوْطِهَا قَبْلَ الْبُرْءِ وَيَجُوْزُ تَبْدِيْلُهَا بِغَيْرِهَا وَلَا يَجِبُ إِعَادَةُ الْمَسْحِ عَلَيْهَا وَالْأَفْضَلُ إِعَادَتُهُ وَإِذَا رَمِدَ وَأُمِرَ أَنْ لَا يَغْسِلَ عَيْنَهُ أَوِ انْكَسَرَ ظُفْرُهُ وَجَعَلَ عَلَيْهِ دَوَاءً وَعِلْكًا أَوْ جِلْدَةَ مَرَارَةٍ وَضَرَّهُ نَزْعُهُ جَازَ لَهُ الْمَسْحُ وَإِنْ ضَرَّهُ الْمَسْحُ تَرَكَهُ وَلَا يَفْتَقِرُ إِلَى النِّيَّةِ فِي مَسْحِ الْخُفِّ وَالْجَبِيْرَةِ وَالرَّأْسِ

پٹی پر مسح کرنا:

جب کسی شخص نے پچھنا لگوایا یا اس کا کوئی عضو ٹوٹ گیا تو اس نے اس پر کپڑے کا ٹکڑا یا (لکڑیاں رکھ کر) پٹی باندھی اور وہ اس عضو کو دھو نہیں سکتا اور نہ ہی اس پر مسح کر سکتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ جس چیز کے ساتھ اس نے عضو کو باندھا ہے اس کے اکثر حصے پر مسح کرے اور پچھنے لگانے والے کی پٹی کے درمیان جسم کا جو حصہ ظاہر ہے اس پر مسح کر لینا کافی ہے[1]۔

اور مسح دھونے کی طرح ہے پس کسی مدت کے ساتھ خاص نہیں[2] اور نہ ہی طہارت (حاصل کرنے) کے بعد پٹی باندھنا شرط ہے۔

ایک پاؤں کو دھونے کے ساتھ دوسرے پاؤں کی پٹی پر مسح کرنا جائز ہے[3] اور صحت یابی سے پہلے پٹی کے گر جانے سے مسح باطل نہیں ہوتا۔ ایک پٹی کو دوسری سے بدلنا بھی جائز ہے اور اس (دوسری) پر مسح کو لوٹانا واجب نہیں البتہ افضل ہے[4]۔ اور جب آنکھ میں تکلیف ہو اور اسے حکم دیا جائے کہ آنکھ کو نہ دھوئے یا ناخن ٹوٹ گیا اور اس پر دوائی، گوند یا پتے کی کھال لگائی جس کا اتارنا اسے نقصان دیتا ہے تو اس پر مسح جائز ہے اور اگر مسح بھی تکلیف دیتا ہے تو چھوڑ دے۔ موزے، پٹی اور سر کے مسح میں نیت کی ضرورت نہیں[5]۔

کچھ آگے نکل گیا یا چوڑائی زیادہ ہے دائیں بائیں سے پاؤں سے خالی ہے تو خالی جگہ پر مسح جائز نہیں۔

ے۲ موزہ، پاؤں میں حدث کے سرایت کرنے میں رکاوٹ تھا جب اتارا تو حدث پاؤں کی طرف لوٹ آیا۔ پاؤں سے موزے کو کھینچ کر نکال دیں تو پاؤں موزے کی پنڈلی کی طرف آجاتا ہے اور محل مسح سے موزہ الگ ہو جاتا ہے لہٰذا مسح ٹوٹ جائے گا۔

ے۳ اس صورت میں دونوں پاؤں دھونا ہوں گے کیونکہ دھونے اور مسح کرنے کو جمع نہیں کر سکتے۔

ے۴ اگر سردی سے پاؤں کو شدید نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو تو موزہ نہ اتارے جب تک یہ خطرہ ٹل نہیں جاتا۔

ے۵ یعنی موزہ اتارنے، پانی پہنچنے اور مدت ختم ہونے کی صورت میں موزے اتار کر صرف پاؤں دھوئے جائیں

ے۶ کیونکہ مسح خلاف قیاس نص سے ثابت ہے لہٰذا یہاں موزوں پر کسی دوسری چیز کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) ے۱ جب تک ممکن ہو زخمی اعضاء کو دھویا جائے۔ اگر یہ بات ممکن نہ ہو تو اس زخمی عضو پر مسح کرے اور مسح کرنا بھی مشکل ہو تو پٹی کے اوپر مسح کرے۔ بعض اوقات پٹی زخم سے زائد حصہ پر ہوتی ہے تو چونکہ اس کے کھولنے میں حرج ہے لہٰذا اس صحیح حصے کا دھونا فرض نہ رہا بلکہ پٹی کے اوپر مسح کافی ہوگا۔

ے۲ یعنی پٹی پر مسح دھونے کے قائم مقام ہے لہٰذا جس طرح دھونے میں وقت کی پابندی نہیں، یہاں بھی نہیں۔

ے۳ ان تمام مسائل کی بنیاد اس بات پر ہے کہ پٹی پر مسح دھونے کے قائم مقام ہے۔

ے۴ اگر زخم ٹھیک ہونے کے بعد پٹی گر جائے تو اب اس عضو کو دھونا فرض ہوگا۔

ے۵ ان تمام میں نیت اس لیے ضروری نہیں کہ یہ پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرنے کی طرح ہیں۔ نیز یہ وضو کا بعض حصہ ہیں اور وضو میں نیت فرض نہیں۔

سوالات

۱۔ تیمم کا سبب اور شرائط لکھیں۔

۲۔ تیمم میں نیت کیوں ضروری ہے۔ جب کہ وضو میں فرض نہیں۔

۳۔ تیمم کے فرائض کتنے اور کون کون سے ہیں نیز اس کا سنت طریقہ کیا ہے؟

۴۔ تیمم کن کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا نیز وضو اور غسل کے تیمم میں کیا فرق ہے؟

۵۔ تیمم کا جواز قرآن مجید سے ثابت کیجیے۔

۶۔ تیمم کن کن چیزوں سے جائز ہے اور جنس زمین سے کیا مراد ہے۔ کیا درخت جنس زمین سے نہیں۔؟ اگر ہے تو اس سے تیمم کیوں جائز نہیں؟

۷۔ کن کن نمازوں کے لیے تیمم کی اجازت ہے نیز کس نیت سے تیمم کیا جائے تو اس کے ساتھ نماز جائز ہوگی۔

۸۔ موزوں پر مسح کن شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ کیا جرابوں پر مسح ہو سکتا ہے اگر نہیں تو کیوں؟

۹۔ موزوں پر مسح کی مدت مقیم اور مسافر کے لیے کتنی کتنی ہے۔ نیز یہ شروع کس وقت ہوتی ہے؟

۱۰۔ موزوں پر مسح کب ٹوٹتا ہے؟

۱۱۔ اس عبارت کو مکمل کیجیے۔

اس آدمی کے لیے تیمم میں تاخیر ——— ہے جس کو وقت نکلنے سے پہلے پانی ملنے کی امید ہو اور پانی کے وعدے پر تاخیر ——— ہے۔ اگرچہ قضا کا ڈر ہو۔ کپڑے اور ڈول کے وعدے پر اس وقت تک تاخیر ——— ہے جب تک قضا کا ڈر نہ ہو۔ چار سو قدموں تک پانی تلاش کرنا ——— ہے اگر قریب ہونے کا گمان ہو۔

باب الحيض والنفاس والاستحاضة

يخرج من الفرج حيض ونفاس واستحاضة فالحيض دم ينفضه رحم بالغة لا داء بها ولا حبل ولم تبلغ سن الاياس واقل الحيض ثلاثة ايام واوسطه خمسة واكثره عشرة والنفاس هو الدم الخارج عقب الولادة و اكثره اربعون يوما ولا حد لاقله والاستحاضة دم نقص عن ثلاثة ايام اوزاد على عشرة في الحيض وعلى اربعين في النفاس واقل الطهر الفاصل بين الحيضتين خمسة عشر يوما ولا حد لاكثره الا لمن بلغت مستحاضة

حیض، نفاس اور استحاضہ کا بیان

(عورت کی) شرمگاہ سے حیض، نفاس اور استحاضہ (کا خون) نکلتا ہے[۲]۔ پس حیض وہ خون ہے جسے ایسی بالغ عورت[۳] کا رحم باہر پھینکتا ہے جو بیمار اور حاملہ بھی نہ ہو[۴] اور نہ ہی ناامیدی کی عمر کو پہنچ چکی ہو[۵]۔ حیض کی کم از کم مدت تین دن ہیں، درمیانی مدت پانچ دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہیں۔

نفاس وہ خون ہے جو بچے کی پیدائش کے بعد نکلتا ہے اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہیں اور کم از کم کی کوئی حد نہیں[۶]۔

استحاضہ وہ خون ہے جو حیض کی صورت میں تین دنوں سے کم اور دس دنوں سے زیادہ ہو جبکہ نفاس کی صورت میں چالیس دنوں سے زائد ہو[۷]۔

دو حیضوں کے درمیان پاکیزگی کے کم از کم دن پندرہ ہیں اور زیادہ کی کوئی حد نہیں مگر جو عورت استحاضہ کی صورت میں بالغ ہو[۸]۔

---

[۱] حیض کے مسائل کا علم رکھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ اس پر بہت سے مسائل کا دار و مدار ہے۔ مثلاً طلاق عدت، نسب، جماع کا جائز یا ناجائز ہونا، نماز، روزہ، قرآن پاک پڑھنا اور اسے ہاتھ لگانا، اعتکاف بیٹھنا، مسجد میں

وَيحرم بالحَيض و النِّفَاس ثمانيةُ اشياء الصَّلوٰة والصوم وقراءة اٰيةٍ مِّنَ القُراٰن و مَسُّهَا اِلَّا بِغِلَافٍ و دُخُول مَسْجد وَالطَّوَافُ والجِمَاعُ وَالْاِسْتِمْتَاعُ بِمَا تَحتَ السُّرَّةِ اِلٰى تَحتِ الرُّكبَةِ وَاِذَا انقَطَعَ الدَّمُ لِاَكثَرِ الحَيضِ وَالنِّفَاسِ حَلَّ الوَطْؤُ بِلَا غُسل وَلَا يَحِلُّ اِن انقَطَعَ لدُونِهٖ لِتَمام عَادَتِهَا اِلَّا اَنْ تَغْتَسِل اَو تَتَيَمَّمَ و تُصَلِّيَ او تَصِيرَ الصَّلوٰةُ دَينًا فِي ذِمَّتِهَا و ذٰلكَ بِاَن تَجِدَ بَعدَ الانقِطَاعِ مِنَ الوَقتِ الَّذِي انْقَطَعَ الدمُ فِيهِ زَمَنًا يَسَعُ الغُسلَ وَالتحريمةَ فَمَا فَوقَهُمَا وَلَمْ تَتَيَمَّمْ حَتّٰى خَرَجَ الْوَقْتُ

حیض اور نفاس سے آٹھ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔

(۱) نماز (۲) روزہ (۳) قرآن پاک کی ایک آیت پڑھنا اور (۴) اسے غلاف کے بغیر ہاتھ لگانا[۱] (۵) مسجد میں داخل ہونا (۶) طواف کرنا[۲] (۷) جماع کرنا اور (۸) ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک کے درمیان سے نفع حاصل کرنا۔

اور جب حیض اور نفاس کی زیادہ مدت پوری ہونے پر خون ختم ہو تو غسل کیے بغیر جماع جائز ہے۔ اور اگر عادت پوری ہونے کی صورت میں اس سے کم مدت میں خون ختم ہو تو جب تک غسل یا تیمم نہ کرے یا نماز اس کے ذمہ قرض نہ ہو جائے جماع جائز نہیں۔ یعنی جس وقت میں خون ختم ہوا ہے اس سے اتنا وقت حاصل ہو جائے جس میں غسل اور تکبیر تحریمہ یا اس سے کچھ زیادہ (ارکان) ادا ہو سکتے ہیں اور اس نے تیمم نہیں کیا یہاں تک کہ (نماز کا) وقت نکل گیا[۳]

داخل ہونا وغیرہ۔

[۲] یعنی یہ تین قسم کے خون شرمگاہ کے راستے سے باہر آتے ہیں جب کہ حیض اور نفاس کا ٹھکانہ عورت کا رحم ہے۔

[۳] بالغہ سے مراد نو سال کی لڑکی ہے اور بیماری سے مراد ایسی بیماری جس کے سبب سے خون آتا ہے محض بیماری مراد نہیں۔ مثلاً ایک عورت بیمار ہے لیکن اس کا رحم ٹھیک ہے تو یہ خون حیض ہوگا۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) ۴ے حمل کی صورت میں رحم کا خون بچے کی خوراک بن جاتا ہے لہٰذا حیض رک جاتا ہے۔ اور رحم کا منہ بند ہو جاتا ہے۔

۵ے ناامیدی کی عمر پچپن سال ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ اس کے بعد جو خون آئے گا وہ حیض نہیں ہوگا۔

۶ے ایک دن میں بلکہ اس سے کم میں بھی نفاس کا خون ختم ہو سکتا ہے اس لیے جب نفاس کا خون ختم ہو نماز اور روزے کی ادائیگی ضروری ہوگی۔ اس مسئلے کی طرف ہماری بہنوں کو خصوصی توجہ دینی چاہیے کیونکہ عام طور پر مشہور ہے کہ چالیس دن پورے کرنے ہیں اس طرح وہ لاعلمی میں فرض نماز کی تارک ہو جاتی ہیں۔ چالیس دن کی تکمیل خون آنے کی صورت میں ہے ورنہ جتنے دنوں میں خون آنا بند ہو جائے غسل کر کے نماز پڑھے اور اگر کمزوری وغیرہ عذر نہ ہو تو روزہ بھی رکھے۔

۷ے یعنی دو دن خون آ کر رک گیا یا دس دنوں سے زائد ہو گیا۔ اسی طرح بچے کی پیدائش کی صورت میں چالیس دن سے بڑھ گیا تو دو دن نیز دس اور چالیس دنوں سے زائد خون استحاضہ ہوگا۔ البتہ اگر کسی عورت کی عادت مقرر ہے مثلاً پانچ یا چھ دن حیض آیا کرتا ہے تو ان دنوں سے زائد جتنے دن ہوں گے وہ استحاضہ کا خون ہوگا۔

۸ے یعنی ایک عورت بالغ ہوئی تو خون آ رہا تھا اور یہ خون مسلسل جاری ہے اب چونکہ اس کے لیے کوئی عادت مقرر نہیں ہو سکتی لہٰذا وہ دس دن حیض کے شمار کر کے پندرہ دن طہارت کے شمار کرے پھر دس دن حیض اور پندرہ دن طہر، یہی طریقہ مسلسل جاری رہے گا۔ اس کا نفاس بھی چالیس دن مقرر ہو جائے گا۔

(حاشیہ صـ) ۱ے غلاف وہ کپڑا ہے جو قرآن پاک سے الگ ہوتا ہے جو کپڑا قرآن پاک کے ساتھ سی دیا گیا وہ جزدان کہلاتا ہے اس کے ساتھ پکڑنا جائز نہیں۔ قرآن پاک زبانی بھی پڑھنا جائز نہیں اگرچہ ایک آیت ہو اسی طرح کسی کاغذ کے ٹکڑے پر ایک آیت لکھی ہو تو حیض و نفاس والی عورتیں اسے بھی ہاتھ نہیں لگا سکتیں۔

۲ے چونکہ طواف خانہ کعبہ کے گرد مسجد حرام کے صحن میں ہوتا ہے اور مسجد میں جانا جائز نہیں لہٰذا طواف بھی جائز نہ ہوگا۔

۳ے یعنی کسی عورت کو چھ دن حیض آتا ہے اور یہ اس کی عادت بن گئی ہے تو اب اس سے جماع اس وقت جائز ہوگا کہ حیض ختم ہونے پر وہ غسل کرے یا پانی وغیرہ نہ ہونے کی صورت میں تیمم کر کے نماز پڑھے یا حیض کے ختم ہونے پر اتنا وقت مل جائے جس میں غسل کر کے اس وقت کی نماز کے لیے کم از کم تکبیر تحریمہ کہی جا سکتی ہے۔ اس صورت میں نماز اس کے ذمہ فرض ہو جائے گی۔ اب غسل کے بغیر جماع جائز ہے اگر عادت سے کم وقت میں حیض ختم ہوا تو صرف غسل کافی نہ ہوگا بلکہ عادت کے دن پورے کرے کیونکہ ممکن ہے خون دوبارہ آ جائے۔

وَتَقْضِی الحَائِضُ والنُّفَسَاءُ الصَّوْمَ دُوْنَ الصَّلٰوۃِ وَیَحرُمُ بالجنابَۃ خَمسَۃُ اشیَاءَ الصَّلٰوۃُ وقراءَۃُ اٰیَۃٍ مِّنَ القُرْاٰنِ وَمَسُّھا اِلَّا بِغِلَافٍ ودُخول مَسجِدٍ وَالطَّوَافُ ویَحرُمُ علَی المُحدِثِ ثلاثۃُ اَشیاءِ الصَّلٰوۃُ والطَّوافُ ومَسُّ المُصحَفِ اِلا بِغلافٍ و دَمُ الاِستِحَاضَۃِ کرُعَافٍ دَائِمٍ لا یَمْنَعُ صَلٰوۃً وَلَا صَوْمًا وَلَا وَطْئًا وَتَتَوضَّأُ المُسْتَحَاضَۃُ وَمَنْ بِہٖ عُذْرٌ کَسَلَسِ بَوْلٍ واستِطْلَاقِ بَطْنٍ لِوَقتِ کُلِّ فَرضٍ وَیُصَلُّونَ بِہٖ مَا شَاءُوْا مِنَ الفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ وَیبطُلُ وُضُوْءُ المَعذُورِیْنَ بِخُرُوجِ الوقتِ فقط۔

حیض اور نفاس والی عورت روزہ قضا کرے گی نماز نہیں[1]

اور جنابت کی صورت میں پانچ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔

(۱) نماز پڑھنا (۲) قرآن پاک کی کوئی آیت پڑھنا (۳) قرآن پاک کو غلاف کے بغیر ہاتھ لگانا[2] مسجد میں داخل ہونا۔ (۵) اور طواف کرنا[3]

بے وضو آدمی پر تین چیزیں حرام ہیں۔

(۱) نماز پڑھنا (۲) طواف کرنا۔ اور (۳) قرآن مجید کو غلاف کے بغیر ہاتھ لگانا۔

استحاضہ کا خون:

استحاضہ کا خون دائمی نکسیر کی طرح ہے نہ نماز کو روکتا ہے نہ روزے کو اور نہ ہی جماع کو مستحاضہ عورت اور وہ شخص جو معذور ہے۔ مثلاً جسے پیشاب کے قطرے آتے ہیں۔ اور جس کا پیٹ جاری ہے۔ وہ ہر فرض نماز کے وقت کے لیے وضو کریں اور اس کے ساتھ فرائض و نوافل جو چاہیں پڑھیں معذور لوگوں کا وضو فقط وقت کے نکل جانے سے باطل ہو جاتا ہے[4]۔

---

[1] اس کی وجہ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ دس روزے قضا ہوں گے۔ جب کہ نمازیں ایک مہینہ کی کم از کم پندرہ بنتی ہیں ورنہ ماہانہ پچاس نمازیں لہٰذا روزوں کی قضا دینے میں کوئی حرج نہیں جب کہ اتنی نمازوں کی قضا مشکل ہے۔

[2] چاہے ایک آیت کسی کاغذ کے ٹکڑے پر لکھی ہوئی ہو۔

وَلَا یَصِیرُ مَعذُورًا حَتّٰی یَستَوعِبَهُ العُذرُ وَقتًا کَامِلًا لَیسَ فِیهِ انقِطَاعٌ بِقَدرِ الوُضُوءِ وَالصَّلٰوۃِ وَھٰذَا شَرطُ ثُبُوتِہٖ وَشَرطُ دَوَامِہٖ وُجُودُہٗ فِی کُلِّ وَقتٍ بَعدَ ذٰلِكَ وَلَو مَرَّۃً وَشَرطُ اِنقِطَاعِہٖ وَخُرُوجُ صَاحِبِہٖ عَن کَونِہٖ مَعذُورًا خُلُوُّ وَقتٍ کَامِلٍ عَنہُ ۔

معذور کب ہوتا ہے؟

کوئی شخص اس وقت تک معذور نہیں ہوتا جب تک عذر اسے ایک کامل وقت گھیر نہ لے جس میں اتنا وقت بھی عذر ختم نہ ہو جس میں وضو اور نماز ہو سکے (یہ اس (عذر) کے ثبوت کی شرط ہے اور اس کے باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ اس کے بعد وہ عذر پورا وقت باقی رہے۔ اگرچہ ایک بار ہی ہو اور عذر کے ختم ہونے نیز اس شخص کے معذور نہ رہنے کی شرط یہ ہے کہ ایک کامل وقت اس (عذر) سے خالی رہے[1]۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ)

۳ے طواف کے لیے وضو واجب ہے۔

۴ے ایسے لوگ ہر وقت کے لیے نیا وضو کریں گے اور اس وقت میں جو نماز چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔ فرض ہوں یا نفل۔ اس دوران اگر پیشاب وغیرہ نکلے یا خون آئے تو وضو برقرار رہے گا۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) لے یہاں تین باتیں ہیں۔ عذر کا ثبوت، عذر کا باقی رہنا اور عذر کا ختم ہونا۔ اگر کسی نماز کے وقت میں اتنا وقت بھی عذر سے خالی نہ ہو کہ وہ وضو کر کے نماز ادا کر سکے تو وہ شخص معذور شمار ہوگا۔ اور جب تک کسی نماز کا مکمل وقت اس عذر سے خالی نہ ہو وہ معذور ہی رہے گا اور جب ایک نماز کا پورا وقت عذر سے خالی رہا۔ اس وقت سے اس کا عذر ختم ہو جائے گا۔

بَابُ الْاَنْجَاسِ وَالطَّهَارَةِ عَنْهَا

تَنْقَسِمُ النَّجَاسَةُ اِلٰى قِسْمَيْنِ غَلِيْظَةٍ وَخَفِيْفَةٍ فَالْغَلِيْظَةُ كَالْخَمْرِ وَالدَّمِ الْمَسْفُوْحِ وَلَحْمِ الْمَيْتَةِ وَاِهَابِهَا وَبَوْلِ مَا لَا يُؤْكَلُ وَنَجْوِ الْكَلْبِ وَرَجِيْعِ السِّبَاعِ وَلُعَابِهَا وَخُرْءِ الدَّجَاجِ وَالْبَطِّ وَالْاِوَزِّ وَمَا يَنْقُضُ الْوُضُوْءَ بِخُرُوْجِهٖ مِنْ بَدَنِ الْاِنْسَانِ وَاَمَّا الْخَفِيْفَةُ فَكَبَوْلِ الْفَرَسِ وَكَذَا بَوْلِ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهٗ وَخُرْءُ طَيْرٍ لَا يُؤْكَلُ وَعُفِيَ قَدْرُ الدِّرْهَمِ مِنَ الْمُغَلَّظَةِ وَمَا دُوْنَ رُبْعِ الثَّوْبِ اَوِ الْبَدَنِ مِنَ الْخَفِيْفَةِ۔

نجاستوں[1] اور ان سے طہارت حاصل کرنے کا بیان

نجاست کی دو قسمیں ہیں۔(۱) نجاست غلیظہ (۲) نجاست خفیفہ[2]

پس نجاست غلیظہ جیسے شراب، بہنے والا خون[3]، مردار کا گوشت اور اس کا چمڑا، ان چیزوں کا پیشاب جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا۔ کتے کا پاخانہ، درندوں کا پاخانہ اور تھوک، مرغی، بطخ اور مرغابی کی بیٹ اور وہ چیز جو انسان کے بدن سے نکلتی ہے اور اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے[4]۔

نجاست خفیفہ مثلاً گھوڑے کا پیشاب اور اسی طرح اس چیز کا پیشاب جس کا گوشت کھایا جاتا ہے اور ایسے پرندوں کی بیٹ جن کو کھایا نہیں جاتا۔

نجاست غلیظہ سے ایک درہم کا اندازہ[5] اور نجاست خفیفہ سے کپڑے یا بدن کا چوتھا حصہ[6] معاف ہے۔

---

[1] انجاس، نجس کی جمع ہے۔ گندگی کو کہتے ہیں۔ فقہاء کرام کے نزدیک نجس جیم کے فتح کے ساتھ اس چیز کو کہا جاتا ہے جو ذاتی طور پر ناپاک ہو اور نجس جیم کے کسرہ سے۔ اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ساتھ نجاست لگ جائے مثلاً پیشاب نجس (فتح جیم کے ساتھ) اور ناپاک کپڑا نجس (کسرہ جیم کے ساتھ) ہوگا۔

[2] امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نجاست غلیظہ وہ ہے جس کے بارے میں وارد نص کے مقابلے میں کوئی نص نہ ہو اگر مقابلے میں کوئی نص آجائے تو وہ نجاست خفیفہ ہو جائے گی۔ مثلاً ایسی چیز کا پیشاب جس کا گوشت (بقیہ اگلے صفحہ پر)

وَعُفِيَ رَشَاشُ بَوْلٍ كَرُؤُوسِ الْاِبَرِ وَلَوِ ابْتَلَّ فِرَاشٌ اَوْ تُرَابٌ نَجِسَانِ مِنْ عَرَقِ نَائِمٍ اَوْ بَلَلِ قَدَمٍ وَظَهَرَ اَثَرُ النَّجَاسَةِ فِي الْبَدَنِ وَالْقَدَمِ تَنَجَّسَا وَاِلَّا فَلَا كَمَا لَا يَنْجُسُ ثَوْبٌ جَافٌّ طَاهِرٌ لُفَّ فِي ثَوْبٍ رَطْبٍ لَا يَنْعَصِرُ الرَّطْبُ لَوْ عُصِرَ وَلَا يَنْجُسُ ثَوْبٌ رَطْبٌ بِنَشْرِهٖ عَلٰى اَرْضٍ نَجِسَةٍ يَابِسَةٍ فَتَنَدَّتْ مِنْهُ وَلَا بِرِيْحٍ هَبَّتْ عَلٰى نَجَاسَةٍ فَاَصَابَتِ الثَّوْبَ اِلَّا اَنْ يَّظْهَرَ اَثَرُهَا فِيْهِ

سوئی کے سرے جتنے پیشاب کے چھینٹے معاف ہیں [۱]

اگر ناپاک بچھونا یا مٹی سونے والے کے پسینے یا قدموں کی رطوبت سے تر ہو جائیں اور نجاست کا اثر جسم اور پاؤں میں ظاہر ہو جائے تو ناپاک ہو جائیں گے ورنہ نہیں، جس طرح وہ خشک پاک کپڑا ناپاک نہیں ہوتا جسے ایسے ناپاک تر کپڑے میں لپیٹا گیا جس کی رطوبت کو نچوڑا جائے تو اس سے کچھ نہیں نکلتا (نچوڑا نہیں جاتا) تر کپڑا خشک ناپاک زمین پر بچھایا جائے جس سے وہ زمین تر ہو جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوگا۔ اسی طرح اس ہوا سے بھی کپڑا ناپاک نہیں ہوتا جو نجاست پر چلی اور اس کپڑے تک پہنچ گئی۔ مگر یہ کہ اس نجاست کا اثر کپڑے میں ظاہر ہو جائے [۲]

(حاشیہ صفحہ سابقہ) کہا یا جاتا ہے، نجاست خفیفہ ہے کیونکہ ایک روایت میں پیشاب سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے جس سے اس کی نجاست ثابت ہوتی ہے اور دوسری طرف کچھ لوگوں کو بیماری کے ازالہ کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کا پیشاب پینے کا حکم دیا جس سے اس کی طہارت کا پتہ چلتا ہے لہٰذا دو روایتوں کے تعارض کی وجہ سے یہ نجاست خفیفہ ہوگا۔

(فتاویٰ شامی جلد اول ص ۲۳۳)

۵۳ بہنے والا خون نجاست غلیظہ ہے باقی جو خون ذبح کیے ہوئے جانور کے گوشت کے ساتھ ہے وہ نجس نہیں اسی طرح جگر، تلی اور گردوں وغیرہ کا خون یا جس سے وضو نہیں ٹوٹتا نیز مچھر مکھی اور مچھلی وغیرہ کا خون اسی طرح شہید کا خون پاک ہے

۵۴ انسان کا پیشاب حتیٰ کہ بچے کا پیشاب بھی نجاست غلیظہ ہے۔ اس میں بچے اور بچی کا فرق نہیں اس مسئلے میں کوتاہی عام ہے۔ لہٰذا بہنوں کو خاص طور پر اس کا خیال رکھنا ہوگا کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بچے کے پیشاب پر محض پانی بہا دیا جاتا ہے یہ جائز نہیں۔

۵۵ اگر نجاست غلیظہ کا اپنا ایک جسم ہے تو درہم کا وزن مراد ہوگا ورنہ ہتھیلی کی گہرائی جتنی جگہ مراد ہوگی۔ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

وَيَطْهُرُ مُتَنَجِّسٌ بِنَجَاسَةٍ مَرْئِيَّةٍ بِزَوَالِ عَيْنِهَا وَلَوْ بِمَرَّةٍ عَلَى الصَّحِيحِ وَلَا يَضُرُّ بَقَاءُ اَثَرٍ شَقَّ زَوَالُهُ وَغَيْرِ الْمَرْئِيَّةِ بِغَسْلِهَا ثَلَاثًا وَالْعَصْرِ كُلَّ مَرَّةٍ وَتَطْهُرُ النَّجَاسَةُ عَنِ الثَّوْبِ وَالْبَدَنِ بِالْمَاءِ وَبِكُلِّ مَائِعٍ مُزِيلٍ كَالْخَلِّ وَمَاءِ الْوَرْدِ وَيَطْهُرُ الْخُفُّ وَنَحْوُهُ بِالدَّلْكِ مِنْ نَجَاسَةٍ لَهَا جِرْمٌ وَلَوْ كَانَتْ رَطْبَةً وَيَطْهُرُ السَّيْفُ وَنَحْوُهُ بِالْمَسْحِ ۔

دکھائی دینے والی نجاست سے ناپاک ہونے والی چیز خاص نجاست کو دور کرنے سے پاک ہوتی ہے اگرچہ ایک مرتبہ ہو صحیح مذہب یہی ہے۔ اس کے بعد اس اثر کا باقی رہنا کچھ نقصان نہیں دیتا جس کا دور کرنا مشکل ہو[1]

نہ دکھائی دالی نجاست سے ناپاک ہونے والی چیز تین مرتبہ دھونے اور ہر بار نچوڑنے سے پاک ہوتی ہے[2]۔

بدن اور کپڑے سے نجاست، پانی اور ہر اس چیز کے ساتھ دور ہو سکتی ہے جو بہنے والی اور نجاست کو زائل کرنے والی ہو جس طرح سرکہ اور گلاب کا پانی[3]

موزہ اور اس جیسی چیزیں جرم (جسم والی) والی نجاست سے رگڑنے کے ساتھ پاک ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ تر ہو۔ تلوار اور اس جیسی دوسری چیزیں پونچھنے سے پاک ہو جاتی ہیں[4]۔

(صفحہ سابقہ) ۶ے تمام کپڑے یا بدن کا چوتھا حصہ مراد ہے یہی صحیح بات ہے کیونکہ چوتھا حصہ کل کے قائم مقام ہو جاتا ہے جس طرح چوتھائی سر کا مسح ہے (مراقی الفلاح)

۱ے کیونکہ عام طور پر ہوا وغیرہ چلنے کی وجہ سے اس سے بچنا ممکن نہیں لہٰذا ضرورتاً معاف کیا گیا۔ راستے کا کیچڑ پاک ہے بشرطیکہ وہاں نجاست نہ ہو۔ (فتاویٰ شامی جلد اول ص ۲۴۷)

۲ے ان تمام مسائل میں بنیادی چیز یہ ہے کہ نجاست کا اثر کپڑے یا قدموں پر ظاہر ہوتا ہے یا نہیں اگر ہوتا ہے تو ناپاک ہو جائیں گے ورنہ نہیں۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) ۱ے یعنی اس سے نجاست کو دور کرنے کی کوشش کی جائے کہ اس کا نشان بھی باقی نہ رہے اور اگر نشان کا دور کرنا مشکل ہو تو اس کے باقی رہنے میں کوئی حرج نہیں۔

۲ے ایک بار دھو کر اچھی طرح پوری طاقت سے نچوڑا جائے۔ پھر دوبارہ اور سہ بارہ اسی طرح کیا جائے

۳ے تیل سے پاک کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ خود بخود نہیں نکلتا۔ اسی طرح دودھ کے ساتھ بھی جائز نہیں (بقیہ آئندہ صفحہ)

وإذا ذهب أثر النجاسة عن الأرض وجفت جازت الصلوٰة عليها دون التيمم منها ويطهر ما بها من شجر وكلأ قائم بجفافه وتطهر نجاسة استحالت عينها كأن صارت ملحًا او احترقت بالنار و يطهر المني الجاف بفركه عن الثوب والبدن ويطهر الرطب بغسله۔

جب زمین سے نجاست کا اثر دور ہو جائے اور وہ خشک ہو جائے تو اس پر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن اس سے تیمم جائز نہیں[1]

اس کے خشک ہونے سے وہاں جو کچھ درخت اور گھاس وغیرہ کھڑا ہے پاک ہو جاتا ہے[2]۔

اگر کوئی نجاست کسی دوسری چیز میں بدل جائے مثلاً نمک بن جائے یا آگ میں جل جائے تو بھی پاک ہو جاتی ہے[3]۔

خشک منی کے کھرچنے سے کپڑا اور بدن پاک ہو جاتا ہے اور تر منی دھونے سے پاک ہوتی ہے[4]۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) گلاب وغیرہ کے پانی کے ساتھ وضو کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ نجاست حکمی ہے جس کا ازالہ صرف پانی کے ساتھ نص سے ثابت ہے لہٰذا جسے مطلق پانی کہا جاتا ہے اس کے ساتھ حدث کو دور کیا جا سکتا ہے۔

ﮯ۴ چونکہ نجاست ان چیزوں کے اندر سرایت نہیں کرتی لہٰذا محض رگڑ دینے یا پونچھنے سے پاک ہو جاتی ہے جب کہ کپڑے وغیرہ کو دھونا ضروری ہے کیونکہ نجاست اس میں سرایت کر جاتی ہے۔

(صفحہ ہٰذا) ﮯ۱ نماز پڑھنے کے لیے جگہ کا پاک ہونا شرط ہے جب کہ تیمم کے لیے اس کا پاک کرنا شرط ہے جب تک زمین پر نجاست نہیں لگی تھی وہ پاک بھی تھی اور پاک کرنے والی بھی، نجاست کے بعد یہ دونوں باتیں ختم ہو گئیں۔ اب خشک ہونے سے اس کا پاک ہونا شریعت نے بحال کر دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو زمین خشک ہو جائے وہ پاک ہو جاتی ہے۔ لیکن پاک کرنے کے لیے چونکہ اس کی قطعی اور یقینی طہارت ضروری ہے جس کے بارے میں کوئی نص وارد نہیں لہٰذا وہ بحال نہ ہوئی اور اس سے تیمم جائز نہیں۔ (مراقی و طحطاوی)

ﮯ۲ یہ چیزیں زمین کے تابع ہیں لہٰذا اس کے پاک ہونے سے یہ بھی پاک ہو جائیں گی۔

ﮯ۳ کیونکہ کسی چیز کی حقیقت بدلنے سے اس کا حکم بھی بدل جاتا ہے۔ مثلاً انگور کا رس شراب بن جائے تو حرام ہو جاتا ہے۔ جب سرکہ بن جائے تو حلال ہے۔

ﮯ۴ چاہے مرد کی منی ہو یا عورت کی۔ دونوں کا یہی حکم ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تر ہو تو اسے دھو لو اور خشک ہو تو اسے کھرچ دو"۔

(فصل) يطهر جلد الميتة بالدباغة الحقيقية كالقرظ وبالحكمية كالتتريب والتشميس الاجلد الخنزير والادمي وتطهر الذكاة الشرعية جلد غير الماكول دون لحمه على اصح ما يفتى به وكل شيء لا يسري فيه الدم لا ينجس بالموت كالشعر والريش المجزوز والقرن والحافر والعظم مالم يكن به دسم والعصب نجس في الصحيح ونافجة المسك طاهرة كالمسك واكله حلال والزباد طاهر تصح صلوة متطيب به ۔

فصل ۔ چمڑے وغیرہ کا پاک کرنا:

مردار کا چمڑا حقیقی دباغت مثلاً کیکر کے پتوں سے اور حکمی دباغت مثلاً خاک آلود کرنے اور دہوپ میں خشک کرنے سے پاک ہو جاتا ہے[1] مگر خنزیر اور آدمی کا چمڑا پاک نہیں ہوتا[2]

ایسی چیز کا چمڑا جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا شرعی طریقے پر ذبح کرنے سے پاک ہو جاتا ہے البتہ گوشت پاک نہیں ہوتا زیادہ صحیح بات جس پر فتویٰ دیا جاتا ہے یہی ہے۔

ہر وہ چیز جس میں خون سرایت نہیں کرتا وہ (جانور کے) مرنے سے ناپاک نہیں ہوتی مثلاً بال، کٹے ہوئے پر، سینگ، کھر اور ہڈی جب تک اس کے ساتھ چربی نہ ہو۔

صحیح مذہب کے مطابق پٹھے ناپاک ہیں کستوری کا نافہ، کستوری کی طرح پاک ہے۔ اور اس کا کھانا جائز ہے اور زباد پاک ہے[3] اس کو (بطور خوشبو) لگا کر نماز پڑھنا صحیح ہے۔

---

[1] آج کل مشینری دور ہے لہٰذا کیمیکلز کے ساتھ بھی پاک کیا جا سکتا ہے۔

[2] خنزیر چونکہ نجس عین ہے لہٰذا اس کی کھال دباغت سے بھی پاک نہیں ہوتی۔ اور انسان کو اللہ تعالیٰ نے عزت و احترام کی دولت سے نوازا ہے لہٰذا اس کی کھال پر دباغت کا عمل اس کی توہین ہے۔

[3] زباد ایک قسم کی خوشبو ہے جو ایک جانور سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ جانور بلی کی مانند یا اس سے کچھ بڑا ہوتا ہے اس جانور کو بھی الزباد یا سنور الزباد یا قط الزباد کہا جاتا ہے۔

(مصباح اللغات)

سوالات

۱۔ حیض، نفاس اور استحاضہ کی تعریف اور ہر ایک کا حکم بتائیں۔
۲۔ شرعی احکام کے اعتبار سے حیض و نفاس، جنابت اور حدث اصغر میں کیا فرق ہے۔
۳۔ کن کن عورتوں کو حیض نہیں آتا۔
۴۔ معذور کون لوگ ہیں ان کی طہارت کا حکم کیا ہے اور عذر ثابت ہونے کے لیے کیا شرط ہے۔
۵۔ نجاست غلیظہ اور خفیفہ کی تعریف لکھیں۔ نیز یہ بتائیں کہ کون کون سی چیزیں نجاست غلیظہ ہیں۔ اور کونسی نجاست خفیفہ نیز دونوں میں سے کس قدر نجاست معاف ہے۔
۶۔ نجاست مرئیہ اور غیر مرئیہ کو دُور کرنے کا طریقہ کیا ہے۔
۷۔ کن کن جانوروں کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے اور کن کا پاک نہیں ہوتا۔ نیز پاک نہ ہونے کی وجہ بھی لکھیں۔
۸۔ مندرجہ ذیل عبارت کا آسان ترجمہ لکھیں اور خط کشیدہ صیغوں کی وضاحت کریں۔

يخرج من الفرج حيض ونفاس واستحاضة فالحيض دم ما ينفضه رحم بالغة لا داء بها ولا حمل ولم تبلغ سن الاياس واقل الحيض ثلاثة ايام واوسطه خمسة واكثره عشرة

۹۔ ترکیب کیجیے۔

يطهر جلد الميتة بالدباغة — نافجة المسك طاهرة كالمسك

يطهر الرطب بغسله — تنقسم النجاسة الى قسمين غليظة وخفيفة

كِتَابُ الصَّلوٰة

يُشْتَرَطُ لِفَرضِيَّتِهَا ثَلَاثَةُ اَشْيَاءَ اَلْإِسْلَامُ وَالْبُلُوغُ وَالْعَقْلُ وَتُؤمَرُ بِهَا الْاَوْلَادُ لِسَبْعِ سِنِيْنَ وَتُضْرَبُ عَلَيْهَا لِعَشْرٍ بِيَدٍ لَا بِخَشَبَةٍ وَاَسْبَابُهَا اَوْقَاتُهَا وَتَجِبُ بِاَوَّلِ الْوَقْتِ وُجُوبًا مُوَسَّعًا وَالْاَوْقَاتُ خَمْسَةٌ وَقْتُ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوعِ الْفَجْرِ الصَّادِقِ اِلٰى قُبَيْلِ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَوَقْتُ الظُّهْرِ مِنْ زَوَالِ الشَّمْسِ اِلٰى اَنْ يَصِيْرَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَيْهِ اَوْ مِثْلَهٗ سِوٰى ظِلِّ الْاِسْتِوَآءِ اختار الثانی الطَّحَاوِيُّ وَهُوَ قَوْلُ الصَّاحِبَيْنِ

نماز کا بیان

نماز کے فرض ہونے کے لیے تین باتیں شرط ہیں۔

(۱) اسلام (۲) بلوغ (۳) عقل

بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے اور دس سال کی عمر میں اس (نہ پڑھنے) پر ہاتھ سے مارا جائے لکڑی سے نہیں[۱]

نماز کے اسباب، اوقات[۲] ہیں وقت شروع ہوتے ہی نماز گنجائش کے ساتھ واجب ہو جاتی ہے[۳]۔

اوقاتِ نماز:

(نماز کے) اوقات پانچ ہیں۔

صبح کا وقت صبح صادق سے لے کر طلوعِ آفتاب سے تھوڑی دیر پہلے تک ہے[۴]۔

ظہر کا وقت سورج ڈھلنے سے لے کر اس وقت تک ہے جب ہر چیز کا سایہ اصل سائے کے علاوہ اس کی دو مثل یا ایک مثل ہو جائے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے دوسرے قول کو اختیار کیا ہے اور یہی صاحبین کا قول ہے[۵]۔

وَوَقْتُ الْعَصْرِ من ابتداء الزيادة على المثل او المثلين الى غروب الشمس والمغرب مِنهُ اِلٰى غُرُوْبِ الشفقِ الاحمر على المفتٰى به والعشاء والوترِ منه اِلَى الصُّبْحِ وَلَا يُقَدَّمُ الوتر على العشاءِ للترتيب اللازم ومن لم يَجِدْ وَقْتَهُمَا لَمْ يجِبَا عَلَيْهِ وَلَا يَجْمَعُ بَيْنَ فَرضَين فِيْ وَقْتٍ بِعُذْرٍ اِلَّا فِي عَرَفَةَ لِلحَاجِ بشرطِ الامامِ الاعظمِ وَالِاحْرَامِ فَيَجمَعُ بَيْنَ الظُّهرِ وَالْعَصرِ جَمْعَ تَقدِيمٍ وَيَجْمَعُ بَيْنَ المغربِ والعشاءِ بِمزدَلِفَةَ ولم تَجُزِ المغربُ فی طرِيقِ مُزْدَلِفَةَ۔

عصر کا وقت ایک یا دو مثلوں پر اضافہ سے لے کر سورج کے غروب ہونے تک ہے۔

مغرب کا وقت غروب آفتاب سے لے کر سرخ شفق[۱] کے غروب ہونے تک ہے۔ اسی قول پر فتویٰ ہے۔

عشاء اور وتروں کا وقت اس (غروب شفق) سے لے کر صبح (صادق) تک ہے۔

مسئلہ: (۱) وتروں کو عشاء کی نماز سے مقدم نہ کیا جائے کیونکہ دونوں میں ترتیب ضروری ہے۔

۲۔ جو شخص ان دونوں کا وقت نہ پائے اس پر یہ فرض نہیں[۲]

۳۔ کسی عذر کے باوجود دو فرض نمازوں کو ایک وقت میں جمع نہ کیا جائے[۳]۔ البتہ حجاج کرام میدان عرفات میں ایسا کر سکتے ہیں بشرطیکہ بڑا امام موجود ہو اور احرام باندھا ہو پس وہ ظہر اور عصر کو پہلے وقت (ظہر کے وقت) میں جمع کریں گے اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو (عشاء کے وقت میں) جمع کریں گے۔ مغرب کی نماز مزدلفہ کے راستے میں جائز نہیں۔

(صفحہ سابقہ) [۱] تاکہ نماز فرض ہونے سے پہلے ہی نماز پڑھنا اس کی عادت بن جائے اور اس کے ساتھ کامل لگاؤ پیدا ہو جائے۔

[۲] جب تک وقت داخل نہ ہو اس وقت کی نماز واجب نہیں ہوتی۔ مثلاً ابھی عصر کا وقت داخل نہیں ہوا اور کوئی شخص مر گیا تو چونکہ اس نے عصر کا وقت نہیں پایا لہٰذا وہ نماز اس کے ذمہ نہ ہوگی۔

[۳] گنجائش کے ساتھ وجوب کا مطلب یہ ہے کہ وقت داخل ہوتے ہی نماز اس طرح واجب نہیں ہوتی کہ وقت کی پہلی جز ختم ہونے پر نماز قضا ہو جائے بلکہ جوں جوں وقت بڑھتا چلا جائے گا وجوب بھی ساتھ ساتھ آگے بڑھے گا مثلاً عصر کا وقت چار بجے شروع ہوا ساڑھے چار بجے تک نماز نہیں پڑھی تو یہ نہیں کہیں گے کہ نماز قضا ہو گئی اور فیصلے

یا وقت کے آخری حصے میں پڑھے اتنا ہی ہوگی۔

ؐ۴ ایک صبح کاذب ہوتی ہے دوسری صبح صادق۔ مشرق میں جب افق پر روشنی کی لکیر سیدھی اوپر کو جا کر پھر اندھیرا چھا جاتا ہے تو یہ صبح کاذب ہے اور جب روشنی دائیں بائیں پھیلتی ہے اور پھیلتی چلی جاتی ہے تو اسے صبح صادق کہتے ہیں۔ نماز فجر کا وقت یہاں سے شروع ہو کر طلوع آفتاب سے چند منٹ پہلے تک ہوتا ہے۔

ؐ۵ عین دوپہر کے وقت جب سورج سر پر کھڑا ہوتا ہے اس وقت بالکل مختصر سا سایہ اصلی سایہ کہلاتا ہے اس کو چھوڑ کر آدمی یا کسی بھی چیز کی لمبائی کو دوبار جمع کیا جائے تو یہ دو مثل ہوگا مثلاً چار گز کی لکڑی کسی جگہ گاڑ دی جائے دوپہر کے وقت کا سایہ دیکھ لیا جائے کتنا ہے پھر جب سایہ اس دوپہر والے سائے کے علاوہ آٹھ گز یا بعض ائمہ کے نزدیک چار گز ہو جائے تو یہ ظہر کا آخری اور عصر کا پہلا وقت ہے۔

(صفحہ سابقہ) ؐ۱ شفق دو قسم کی ہے سرخ اور سفید، سورج غروب ہونے کے بعد جو سرخی نظر آتی ہے وہ سرخ شفق ہے۔ اس کے بعد سفیدی ظاہر ہوتی ہے وہ سفید شفق ہے جب سفید شفق غائب ہو جائے تو اندھیرا چھا جاتا ہے۔

ؐ۲ مثلاً بعض علاقوں میں شفق غروب ہوتے ہی فجر طلوع ہو جاتی ہے وہاں یہ دونوں نمازیں فرض نہ ہونگی کیونکہ سبب نہیں پایا گیا۔

ؐ۳ دو نمازیں جمع کرنے کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ جمع حقیقی

۲۔ جمع صُوری

۔ جمع حقیقی یعنی دونوں کو ایک ہی وقت میں پڑھا جائے۔ وقت سے پہلے ناجائز ہے مثلاً ظہر کے وقت عصر کی نماز پڑھی جائے تو ادا نہ ہوگی۔ وقت کے بعد مثلاً قضاء نماز کو دوسرے وقت کی نماز کے ساتھ جمع کیا جائے یہ جائز ہے۔

جمع صُوری یہ ہے کہ دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت پر پڑھی جائیں مثلاً کسی عذر کے وجہ سے ظہر کی نماز اس کے آخری وقت میں اور عصر کی نماز پہلے وقت میں پڑھے تو یہ بظاہر جمع کرنا ہے لیکن حقیقت میں دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت پر ہوئی ہیں۔ حاجیوں کے لیے عرفات اور مزدلفہ میں دو دو نمازیں جمع کرنے کی اجازت ہے لہٰذا وہ مستثنیٰ ہیں۔

وَيَسْتَحِبُّ الإِسفارُ بِالفجرِ والابرادُ بالظهرِ فی الصَّيْفِ وَتعجيله فِي الشتاء الا فی يومِ غيمٍ فيؤخَّرُ فيهِ وتاخير العصرِ مالم تتغيّرِ الشمسُ وَتعجيلُهُ فِي يَومِ الْغَيْمِ وَتعجِيلُ الْمَغرِبِ اِلَّا فِیْ يومِ غيمٍ فيؤخَّرُ فِيهِ وَتاخِيرُ العِشَاءِ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيلِ وَتعجِيلُهُ فِي الْغَيمِ وَتاخِيرُ الوِترِ اِلٰى اٰخِرِ اللَّيلِ لِمَنْ يَّثِقُ بِالانتباهِ۔

مستحب اوقات :

فجر کی نماز سفیدی میں پڑھنا مستحب ہے[1]۔

ظہر کی نماز کو گرمیوں میں ٹھنڈا کر کے اور سردیوں میں جلدی پڑھنا مستحب ہے البتہ بادلوں کے دن ذرا دیر سے پڑھی جائے[2]۔

عصر کی نماز کو اس وقت تک موخر کرنا مستحب ہے جب تک سورج کا رنگ نہ بدلے اور بادلوں والے دن جلدی کرنا مستحب[3] ہے۔

مغرب کی نماز، بادلوں والے دن کے علاوہ جلدی پڑھنا مستحب ہے۔ بادل ہوں تو تاخیر کی جائے[4]۔ عشاء کی نماز میں رات کی (پہلی) تہائی تک تاخیر کرنا اور بادلوں والے دن جلدی کرنا مستحب[5] ہے۔ وتروں کو رات کے آخر تک موخر کرنا مستحب ہے لیکن یہ اس شخص کے لیے ہے جسے جاگنے کا یقین ہو[6]۔

---

[1] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "صبح کی نماز سفید کر کے پڑھو اس کا ثواب زیادہ ہے" نیز اس طرح جماعت میں زیادہ لوگ شامل ہو سکتے ہیں۔

[2] رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش مارنے سے ہے" چونکہ سردیوں میں یہ بات نہیں ہوتی لہٰذا جلدی پڑھی جائے البتہ آسمان پر بادل ہوں تو تاخیر کی جائے تاکہ وقت سے پہلے ادا نہ ہو جائے۔

[3] سورج کا رنگ زرد ہو جانے پر مکروہ وقت شروع ہو جاتا ہے جس میں اس دن کی نماز عصر کراہت کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے جبکہ دوسری کوئی نماز جائز نہیں لہٰذا مکروہ وقت سے پہلے پڑھی جائے اور بادلوں کے دن احتیاط یہ ہے کہ جلدی پڑھے تاکہ مکروہ وقت داخل نہ ہو جائے۔

(بقیہ صفحہ آئندہ پر)

(فصل) ثلاثة أوقات لا يصح فيها شيء من الفرائض والواجبات التي لزمت في الذمة قبل دخولها عند طلوع الشمس إلى أن ترتفع وعند استوائها إلى أن تزول وعند اصفرارها إلى أن تغرب ويصح أداء ما وجب فيها مع الكراهة كجنازة حضرت وسجدة آية تليت فيها كما صح عصر اليوم عند الغروب مع الكراهة والأوقات الثلاثة يكره فيها النافلة كراهة تحريم ولو كان لها سبب كالمنذور وركعتي الطواف و يكره التنفل بعد طلوع الفجر بأكثر من سنته وبعد صلوته وبعد صلوة العصر وقبل صلوة المغرب وعند خروج الخطيب.

فصل۔ ان اوقات میں نماز جائز نہیں:

تین اوقات ایسے ہیں جن میں فرض اور واجب نماز جو ان اوقات کے داخل ہونے سے پہلے واجب ہوئی پڑھنا صحیح نہیں۔

۱۔ سورج طلوع ہونے کے وقت یہاں تک کہ بلند ہو جائے۔
۲۔ سورج کے ٹھہرنے کے وقت یہاں تک کہ ڈھل جائے۔
۳۔ سورج کے زرد ہو جانے کے وقت یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔

جو کچھ ان اوقات میں واجب ہوا کراہت کے ساتھ اس کا ادا کرنا صحیح ہے جیسے جنازہ جو حاضر ہوا اور ایسی آیت کا سجدہ جو ان اوقات میں تلاوت کی گئی۔

(ان) تین اوقات میں نوافل پڑھنا مکروہ تحریمہ ہے۔ اگرچہ ان کے لیے کوئی سبب ہو مثلاً نذر مانی گئی اور طواف کی دو رکعتیں۔

طلوع فجر کے بعد (فرضوں سے پہلے) سنتوں کی دو رکعتوں سے زیادہ نماز (نفل) پڑھنا مکروہ ہے اسی طرح فجر کی نماز کے بعد عصر کی نماز کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے اور جب خطیب (خطبہ دینے کے لیے) نکل آئے۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) مسئلہ ۲ کہ غروب آفتاب سے پہلے نہ پڑھی جائے جو مغرب کا وقت نہیں۔ اسی طرح نماز ادا نہ ہو گی جب بادل نہ ہوں
(بقیہ اگلے صفحہ پر)

حَتّٰى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلٰوةِ وَعِنْدَ الْاِقَامَةِ اِلَّا سُنَّةَ الْفَجْرِ وقبل العيد ولو فى المَنْزِلِ وَبعده فى المَسْجِدِ وَبَيْنَ الْجَمْعَيْنِ فى عرفة وَمُزْدَلِفَةَ وَعند ضيق وقت المكتُوبَةِ ومُدَافَعَةِ الْاَخْبَثَيْنِ وحضور طَعَامٍ تَتُوقُهُ نَفْسُهُ وَمَا يُشْغِلُ البَالَ وَيُخِلُّ بِالْخُشُوْعِ

یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جائے اور تکبیر کے وقت نفل پڑھنا مکروہ ہے البتہ فجر کی سنتیں پڑھ سکتے ہیں۔ عید (کی نماز) سے پہلے اگرچہ گھر میں ہوں، اور اس کے بعد مسجد میں۔ میدانِ عرفات اور مزدلفہ میں دو نمازوں کے درمیان، جب فرض نماز کا وقت تنگ ہو جائے، پیشاب یا پاخانہ کی شدید حاجت ہو، کھانا حاضر ہو اور اسے کھانے کو جی چاہتا ہو اور ہر وہ کام جو دل کو مشغول رکھے اور خشوع و خضوع میں خلل پیدا کرے۔ اس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) تو جلدی پڑھنے کی حکمت یہ ہے کہ مغرب کا وقت کم ہوتا ہے۔

۵ عشاء کی نماز کے لیے تین اوقات ہیں۔ مستحب، جائز اور مکروہ۔ پہلی تہائی کے آخر تک مؤخر کرنا مستحب ہے نصف شب تک بلا کراہت جائز ہے۔ تیسری تہائی میں صبح صادق تک نماز عشاء پڑھنا جائز ہے لیکن مکروہ ہے یہ سردیوں میں ہے۔ گرمیوں کی راتوں میں جلدی کرنا مستحب ہے۔ کیونکہ راتیں چھوٹی ہوتی ہیں۔

(الجوہرۃ النیرہ حصہ اول ص ۵۰)

۶ مستحب یہ ہے کہ رات کے نوافل تہجد وغیرہ پڑھ کر آخر میں وتر پڑھے جائیں لیکن جس شخص کو جاگنے کا یقین نہ ہو وہ رات کو ہی پڑھ کر سو جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وتر بالکل ہی رہ جائیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تین قسم کی نمازیں ہیں جو ان تین اوقات سے متعلق ہو سکتی ہیں۔ قضاء نماز پڑھنا جو پہلے کسی وقت فرض یا واجب ہوئی یہ نماز ان اوقات میں بالکل ناجائز ہے۔ وہ نماز یا سجدہ جو ان اوقات میں واجب ہوا۔ مثلاً اسی دن عصر کی نماز، جنازہ آگیا، آیت سجدہ تلاوت کی، یہ چیزیں ان اوقات میں پڑھی جا سکتی ہیں۔ لیکن مکروہ ہوں گی تیسری نماز نوافل ہیں وہ بھی ان اوقات میں پڑھنا مکروہ ہے چاہے جس سبب سے پڑھ رہے ہیں۔ وہ ان اوقات میں پایا جائے مثلاً کسی آدمی نے نذر مانی کہ جب فلاں آدمی آئے گا میں دو رکعت نفل پڑھوں گا اور وہ شخص ان اوقات میں سے کسی وقت آگیا۔ یا ان اوقات میں طواف کیا تو طواف دو رکعتیں پڑھنے کے لیے سبب پایا گیا تب بھی ان اوقات میں نوافل مکروہ (تحریمہ) ہوں گے۔

(بقیہ صفحہ سابقہ)

سلہ ہمارے ہاں جمعہ کے خطبہ سے پہلے تقریر ہوتا ہے لہذا خطیب پہلے سے مسجد میں موجود ہوتا ہے۔

مراد یہ ہے کہ جب خطبے کی اذان سے پہلے خطیب منبر پر بیٹھ جائے اور اذان ہونے والی ہو تو اب نماز پڑھنا اور گفتگو وغیرہ ترک کر دی جائے۔ اذان اور خطبہ سکون سے سنا جائے بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی خطبے کی اذان میں سنے تو انگوٹھے نہ چومے۔ کیونکہ یہ سکون کے خلاف ہے۔ آگے پیچھے جائز ہے۔

سلہ حدیث شریف میں فجر کی سنتوں کے بارے میں بہت زیادہ تاکید ہے لہٰذا جب تک جماعت کے نکلنے کا ڈر نہ ہو سنتیں پڑھی جائیں۔

سلہ عید کا دن اپنے گھر والوں، رشتہ داروں اور دوست احباب سے ملاقات اور اظہار مسرت کا دن ہے یہی وجہ ہے کہ اس دن روزہ ناجائز ہے۔ فجر کی نماز کے بعد عید کی نماز کے لیے تیاری شروع کر دی جائے اور نوافل پڑھنا چھوڑ دیا جائے۔ اور نماز عید کے بعد فوراً گھر جائے تاکہ بچوں اور آنے والے دوستوں کے ساتھ عید کی مسرتوں میں شریک ہو اگر اس دن بھی نوافل میں مشغول رہے تو عید کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ البتہ عید کی نماز پڑھ کر گھر میں آ رہے اور وہاں نوافل پڑھ سکتا ہے۔

سلہ نفل وہ نماز ہے جو ہم پر لازم نہیں البتہ باعث ثواب ہے۔ لہٰذا وقت ہو تو پڑھے جائیں ان کی وجہ سے فرض نماز میں تاخیر نہ کی جائے۔

سلہ نماز بارگاہ خداوندی میں حاضری ہوتی ہے لہٰذا ہر ایسا کام جو بار بار توجہ کو ہٹا دیتا ہے اور دل کا میلان اسی کام کی طرف ہو۔ پہلے اسے کیا جائے پھر اطمینان کے ساتھ نماز پڑھی جائے تاکہ خشوع وخضوع کے ساتھ ادا ہو۔

باب الاذان

سُنَّ الاذانُ وَالاقامةُ سنّةً مؤكّدةً لِلفرائِضِ ولو مُنفرِدًا اداءً اوقضاءً سَفَرًا اوحضرًا لِلرِّجال وكُرِهَا للنساءِ وَيُكبّر فى اَوّلِهِ اربعًا وَيُثنّى تكبيرَاخِرِهِ كباقى الفاظِهِ ولا ترجِيعَ فِى الشهادتَيْنِ والاِقامةُ مثله وَيَزِيدُ بعد فلاحِ الْفجْرِ الصلوٰةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ وَبَعْدَ فَلَاحِ الْاِقامةِ قَدْ قامَتِ الصَّلوٰةُ مَرَّتَيْنِ وَيَتَمَهَّلُ فِى الاذَانِ وَيُسْرِعُ فى الاِقامةِ وَلَايُجْزِئُ بالفارسِيّةِ وَاِنْ عُلِمَ اَنَّهٗ اَذانٌ فِى الْاَظْهَرِ

اذان

فرض نمازوں کے لیے اذان اور اقامت سنت موکدہ [1] ہے۔ اگرچہ اکیلا ہو [2] ادا ہو یا قضا، سفر میں ہو یا گھر میں، یہ مردوں کے لیے ہے اور عورتوں کے لیے یہ دونوں مکروہ ہیں [3]۔ (اذان کے) شروع میں چار بار اور آخر میں دو بار "اللہ اکبر" کہے۔ جس طرح باقی الفاظ (دو بار) کہے جاتے ہیں۔ شہادتین میں ترجیع کوئی چیز نہیں [4]۔ اقامت بھی اذان کی طرح ہے۔ فجر کی اذان میں "حی علی الفلاح" کے بعد دو بار "الصلوٰۃ خیر من النوم" کا اضافہ کرے اور تکبیر میں "حی علی الفلاح" کے بعد دو بار "قد قامت الصلوٰۃ" کہے [5]۔

اذان ٹھہر ٹھہر کر کہے اور اقامت جلدی جلدی پڑھے۔ فارسی زبان میں اذان دینا صحیح نہیں اگرچہ معلوم ہو کہ یہ اذان ہے یہ اظہر قول کے مطابق ہے [6]۔

---

[1] اذان اور اقامت دونوں نماز کے لیے اعلان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اذان اس بات کی اطلاع ہوتی ہے کہ نماز کا وقت ہو چکا ہے لہٰذا اپنے کام کاج کو سمیٹ کر مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کے لیے آجاؤ اور جب لوگ جمع ہو جاتے ہیں تو جماعت کے قیام کا اعلان اقامت یا تکبیر کی صورت میں ہوتا ہے۔

[2] گھر میں مسجد سے اذان کی آواز آ رہی ہو تو اذان کہنے کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی شخص کسی جنگل اور بیابان علاقے میں تنہا ہو تو وہ بھی اذان پڑھے اور اقامت کہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص کسی مقام پر (بقیہ اگلے صفحہ پر)

وَيُسْتَحِبُّ اَنْ يَكُوْنَ الْمُؤَذِّنُ صَالِحًا عَالِمًا بِالسُّنَّةِ وَاَوْقَاتِ الصَّلٰوةِ وَعَلٰى وُضُوْءٍ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ رَاكِبًا وَّاَنْ يَّجْعَلَ اِصْبَعَيْهِ فِىْ اُذُنَيْهِ وَاَنْ يُّحَوِّلَ وَجْهَهٗ يَمِيْنًا بِالصَّلٰوةِ وَيَسَارًا بِالْفَلَاحِ وَيَسْتَدِيْرُ فِىْ صَوْمَعَتِهٖ وَيَفْصِلُ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ بِقَدْرِ مَا يَحْضُرُ الْمُلَازِمُوْنَ لِلصَّلٰوةِ مَعَ مُرَاعَاةِ الْوَقْتِ الْمُسْتَحَبِّ وَفِى الْمَغْرِبِ بِسَكْتَةٍ قَدْرَ قِرَاءَةِ ثَلٰثِ اٰيَاتٍ قِصَارٍ اَوْ ثَلٰثِ خُطُوَاتٍ وَيُثَوِّبُ كَقَوْلِهٖ بَعْدَ الْاَذَانِ الصَّلٰوةُ الصَّلٰوةُ يَا مُصَلِّيْنَ۔

آدابِ اذان:

مستحب ہے کہ موذن نیک ہو اور اذان کے سنت طریقہ نیز نماز کے اوقات کو جاننے والا ہو[۱] باوضو[۲] اور قبلہ رخ ہو مگر یہ کہ سواری پر بیٹھا ہوا[۳] انگلیاں کانوں میں ڈالے اور "حی علی الصلوٰۃ" کہتے ہوئے دائیں طرف اور "حی علی الفلاح" کے وقت بائیں طرف پھیرے[۴]، مینارے میں پھیرے[۵] اور اذان واقامت میں اتنا وقفہ کرے کہ ملازمین نماز کے لیے آسکیں البتہ مستحب وقت کا خیال رکھے، مغرب کی اذان کے بعد تین چھوٹی آیات کی تلاوت یا تین قدم چلنے کا اندازہ ٹھہرے۔

اور تثویب کہے مثلاً "الصلوۃ الصلوۃ یا مصلین" اے نماز پڑھنے والو! نماز کھڑی ہونے والی ہے[۶]

(بقیہ صفحہ سابقہ) (تنہا) ہو اور نماز کا وقت ہو جائے تو وضو کرے اگر پانی نہ ہو تو تیمم کرے پھر اگر اس نے صرف تکبیر کہی ہے تو اس کے ساتھ دو فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور اگر اذان اور تکبیر دونوں کہے تو اللہ تعالیٰ کا (غیبی) لشکر اس کے ساتھ نماز پڑھتا ہے جس کے دونوں کنارے نظر نہیں آتے۔ (طحطاوی علی المراقی)

[۳] چونکہ عورتوں کو پردے میں رہنے اور آواز بلند نہ کرنے کا حکم ہے لہذا یہ دونوں باتیں ان کے لیے مکروہ ہیں۔

[۴] یعنی ترجیع کوئی شرعی حکم نہیں ترجیع کا مطلب یہ ہے کہ شہادتین ایک بار آہستہ اور دوسری بار بلند آواز سے کہنا۔

[۵] اذان کے الفاظ یہ ہیں۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ۔ اشھد ان محمد رسول اللہ۔ اشھد ان محمد رسول اللہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ سابقہ) ۶ـــہ صرف فارسی کی تخصیص نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ عربی کے علاوہ کسی زبان میں بھی صحیح نہیں۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) ۱ـــہ اذان محض اعلان ہی نہیں بلکہ عبادت بھی ہے لہٰذا عبادت کی طرف بلانے والا نیک آدمی ہونا چاہیے اگر وہ سنت طریقے نیز اوقات سے لاعلم ہوگا تو ممکن ہے اس طریقے پر اذان دے جسے لوٹانا پڑے نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دے اور یہ جائز نہیں۔

۲ـــہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہی آدمی اذان دے جو باوضو ہو۔

۳ـــہ چونکہ یہ بھی ایک قسم کی عبادت اور نماز کے تابع ہے لہٰذا قبلہ رُخ ہونا چاہیے تاہم اگر قبلہ رخ نہ دی گئی تب بھی جائز ہے کیونکہ مقصود حاصل ہوگیا۔ سواری کی حالت میں جدھر سواری جائے گی ادھر ہی رُخ ہوگا۔ قبلہ کی جانب رہنا ممکن نہیں۔

۴ـــہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اپنی انگلیاں کانوں میں ڈالو اس سے آواز بلند ہوتی ہے نیز آپ نے فرمایا موذن کی آواز جو بھی جن، انسان اور کوئی دوسری چیز سنتی ہے قیامت کے دن وہ اس پر گواہ ہوگی اور ہر خشک و تر چیز جو اذان سنتی ہے اس کے لیے بخشش کی دعا مانگتی ہے۔ آج کل لاؤڈ سپیکر کی وجہ سے آواز دور تک جاتی ہے۔ تاہم سنت پر عمل کرتے ہوئے کانوں میں انگلیاں ڈالی جائیں۔

۵ـــہ ایسا کرنا بھی سنت ہے۔

۶ـــہ اگر مینارہ زیادہ چوڑا ہو اس کی گولائی زیادہ ہو اور محض دائیں بائیں منہ پھیرنے سے آواز دور تک نہ جاتی ہو تو "حی علی الصلوٰۃ" کے وقت مینارے کی دائیں کھڑکی سے اور "حی علی الفلاح" کے وقت بائیں کھڑکی سے منہ باہر نکالے تاکہ آواز باہر جا سکے۔

۷ـــہ تثویب کا معنیٰ اعلان کے بعد اعلان کرنا ہے لوگوں کی عبادت کے معاملے میں سستی کو دیکھ کر متاخرین علماء نے اسے تمام اوقات میں مستحسن قرار دیا ہے۔ اگرچہ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کے زمانے میں صرف فجر کی اذان میں ایسا ہوتا تھا حدیث شریف میں آتا ہے جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہوتا ہے لہٰذا تثویب بدعت نہیں ہوگی۔ تثویب کا طریقہ یہ ہے کہ اذان کے بعد جماعت سے کچھ پہلے لوگوں میں اعلان کیا جائے اس کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں۔ ہر علاقے کا اپنا اپنا طریقہ ہے مثلاً "جماعت، جماعت" "اے نمازیو! نماز کھڑی ہونے والی ہے" وغیرہ وغیرہ۔ ایک بہترین طریقہ جو بعض ممالک میں رائج بھی ہے یہ ہے کہ جماعت سے چند منٹ پہلے "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ تثویب کا یہ طریقہ نہایت عمدہ ہے۔

وَيُكْرَهُ التَّلْحِيْنُ وَاِقَامَةُ الْمُحْدِثِ وَاَذَانُهُ واذانُ الْجُنُبِ وصَبِيٍّ لَا يَعْقِلُ ومجنُوْنٍ وسكران وامرأةٍ وفاسِقٍ وقاعِدٍ والكلامُ فی خلال الاذان وَفی الاقامة وَيُسْتَحِبُّ اعَادَتُهُ دُوْنَ الْاِقَامَةِ وَيُكْرَهَانِ لِظُهْرِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِی الْمِصْرِ وَيُؤَذِّنُ للفَائِتَةِ وَيُقِيْمُ وكذا لِلْاُوْلٰی الفَوائِتِ وَكُرِهَ تَرْكُ الْاِقَامَةِ دُوْنَ الْاَذَانِ فِی الْبَوَاقِیْ ان اتَّحَدَ مَجْلِسُ الْقَضَآءِ وَاِذَا سَمِعَ الْمَسْنُوْنَ منه امسك وقَالَ مِثْلَهُ وَحَوْقَلَ فِی الْحَيْعَلَتَيْنِ وَقَالَ صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ اَوْمَا شَآءَ اللّٰهُ عِنْدَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ الصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ ثُمَّ دَعَا بِالْوَسِيْلَةِ فَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِالْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِالَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ۔

گانے کی طرح اذان پڑھنا مکروہ [۱] ہے۔ بے وضو کا تکبیر پڑھنا اور ا ذان دینا، جنبی [۲]، نا سمجھ بچے، پاگل، نشے والے [۳]، عورت [۴]، فاسق [۵] اور بیٹھے ہوئے [۶] کی اذان مکروہ ہے

اذان اور تکبیر کے درمیان گفتگو کرنا مکروہ [۷] ہے۔ اس صورت میں دوبارہ اذان پڑھنا مستحب ہے۔ تکبیر کا لوٹانا مستحب نہیں۔

جمعہ کے دن شہر میں ظہر کے لیے اذان اور تکبیر مکروہ [۸] ہیں، قضا شدہ نمازوں کے لیے [۹] اذان بھی دے اور تکبیر بھی کہے [۱۰] اسی طرح (بہت سی) فوت شدہ نمازوں میں سے پہلی نماز کے لیے اذان و تکبیر کہے [۱۱]

باقی نمازوں میں تکبیر کا چھوڑنا مکروہ ہے اذان کا نہیں جب کہ قضا کی مجلس ایک ہی ہو اور جب (کوئی شخص) موذن سے مسنون اذان سنے تو رک جائے اور وہی کلمات کہے البتہ "حی علی الصلوٰۃ" اور "حی علی الفلاح" کے جواب میں "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" پڑھے [۱۲]۔ جب موذن "الصلوٰۃ خیر من النوم" کہے تو (سننے والا) صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ یا "ماشاء اللہ" کے الفاظ کہے [۱۳]۔ اس کے بعد (موذن اور سامع) وسیلہ کی دعا مانگیں۔ پس یوں کہیں۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِالْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِالَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ

یا اللہ! اے کمل دعا اور قائم ہونے والی نماز کے رب، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور آپ کو مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔

۱؎ یعنی ایسی طرز پر اذان پڑھنا جو گانے کے مشابہ ہو اور اعراب بھی غلط پڑھے جائیں بعض خوش آوازی منع نہیں ہے

۲؎ بے وضو کا اذان اور تکبیر پڑھنا ایسے ہے جیسے وہ دوسروں کو عبادت کے لیے بلا رہا ہے لیکن خود اس کے لیے تیار نہیں۔ نیز تکبیر کی صورت میں یا تو وہ تکبیر پڑھ کر وضو کے لیے جائے گا تو جماعت کے ساتھ شروع میں شامل نہیں ہو سکے گا یا وہ خود نماز نہیں پڑھے گا تو یہ بھی نہایت ہی بری بات ہے۔

۳؎ جب بے وضو کا اذان پڑھنا مکروہ ہے تو جنبی کے لیے ممانعت تو زیادہ ہوگی۔

۴؎ بچہ، نشے والا اور پاگل اذان کو سمجھ نہیں سکتے اور کلمات میں تمیز نہیں کر سکیں گے بلکہ نشے والا تو فاسق ہے۔

۵؎ عورت کو آواز بلند کرنا منع ہے جب کہ اذان میں آواز بلند کی جاتی ہے۔

۶؎ فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے اور ایسے آدمی کی خبر معتبر نہیں۔

۷؎ اذان لے کر آنے والے فرشتے نے کھڑے ہو کر اذان دی لہٰذا بیٹھ کر اذان دینا اس صفت کے خلاف ہے جس کے ساتھ اذان نازل ہوئی۔

۸؎ اقامت اور اذان میں تسلسل ہونا چاہیے لہٰذا درمیان میں کلام کرنا مکروہ ہے۔ چونکہ اذان کا تکرار جائز ہے جیسے جمعہ کے لیے دو اذانیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا ایسی صورت میں اذان لوٹائی جائے۔ لیکن تکبیر نہ لوٹائی جائے۔

۹؎ لہٰذا جو لوگ جمعہ کی نماز میں شریک نہ ہو سکیں مثلاً قیدی وغیرہ وہ اذان اور جماعت کے بغیر ظہر کی نماز ادا کریں۔

۱۰؎ لیلۃ التعریس کی صبح جب نماز قضا ہوگئی تو بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان و اقامت کا حکم فرمایا اور صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔

۱۱؎ غزوۂ احزاب کے موقع پر ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی نمازیں قضا ہو گئیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تمام نمازوں کے لیے اذان اور تکبیر کا حکم فرمایا، تاہم اگر ایک ہی جگہ تمام فوت شدہ نمازیں قضا کی جائیں تو اذان ایک بھی کافی ہوگی تکبیر ہر نماز کے لیے کہی جائے۔

۱۲؎ جب سنت طریقہ پر اذان ہو رہی ہو تو خاموش ہو جانا اور اذان کا جواب دینا ضروری ہے اگر کوئی شخص تلاوت کر رہا ہو تو اسے بھی چھوڑ دے۔ اگر متعدد اذانیں ہوں تو صرف پہلی اذان کا جواب دے، جنبی آدمی بھی اذان کا جواب دے گا۔ البتہ حیض اور نفاس والی عورتیں جواب نہ دیں کیونکہ وہ عملاً اس سے عاجز ہیں۔

اذان کے جواب میں وہی کلمات کہے جائیں البتہ "حی علی الصلوٰۃ" اور "حی علی الفلاح" میں وہی کلمات کہنا محض مذاق بن جاتا ہے۔ دوسرے کلمات تو دعا اور ثنا پر مشتمل ہیں لیکن ان کلمات میں تو پکار ہے لہٰذا ان کے جواب میں "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" کہیں۔ یعنی گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت ہمیں اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک اللہ تعالیٰ عطا نہ فرمائے۔

۵۱۳ "الصلوۃ خیر من النوم" (نماز نیند سے بہتر ہے)، اس کے جواب میں "صدقت و بررت یعنی تو نے سچ کہا کہنا چاہیے بعض علما فرماتے ہیں "قد قامت الصلوۃ" کے جواب میں "اقامہا اللہ وادامہا" اللہ تعالیٰ اس نماز کو قائم و دائم رکھے، کہنا چاہیے۔

اذان کے بعد درود شریف:

حدیث شریف میں اذان کا جواب دینے اور اس کے بعد درود شریف پڑھ کر وسیلہ کی دعا مانگنے کا حکم فرمایا گیا ہے لہٰذا اذان سننے کے بعد موذن اور سننے والے درود شریف پڑھیں اور پھر دعا مانگیں۔ موذن اگر اذان پڑھ کر معمولی وقفہ کرنے کے بعد بلند آواز سے درود شریف پڑھے گا تو دوسروں کو بھی یاد دہانی ہوگی لہٰذا اذان کے بعد "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" پڑھنے کا طریقہ سنت پر عمل اور ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جب تم موذن سے (اذان) سنو تو جیسے وہ کہتا ہے تم بھی کہو پھر مجھ پر درود شریف بھیجو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود شریف بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لیے وسیلہ کی دعا مانگو یہ جنت میں ایک مقام ہے جو کسی کے لیے مناسب نہیں مگر اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک مومن بندے کے لیے، اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں۔ پس جس نے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگی۔

اس بات کا خیال ضرور رکھا جائے کہ درود شریف اور اذان کے پڑھنے کا انداز مختلف ہو اور معمولی وقفہ بھی رکھا جائے علاوہ ازیں اذان کے جواب میں بھی درود شریف پڑھنے اور انگوٹھے چومنے کو فقہاء نے مستحب قرار دیا ہے۔ علامہ طحطاوی نے قہستانی کے حوالے سے کنز العباد سے نقل کیا ہے کہ جب پہلی بار "اشہد ان محمد رسول اللہ" سنے تو "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" پڑھے اور جب دوسری بار سنے تو انگوٹھوں کو آنکھوں پر لگاتے ہوئے کہے۔ "قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اسم گرامی کے ساتھ میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں یا اللہ! مجھے سننے اور دیکھنے کے ذریعے نفع عطا فرما۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے لیے قیامت کے دن قائد ہوں گے۔ امام دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں جو شخص موذن سے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سن کر شہادت کی انگلی کا پورا چوم کر آنکھوں پر لگائے اور یہ الفاظ کہے "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا"۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے

بَابُ شُرُوطِ الصَّلٰوۃِ وَاَرْکَانِہَا

لَا بُدَّ لِصِحَّۃِ الصَّلٰوۃِ مِنْ سَبعۃٍ وَعِشْرِیْنَ شَیْئًا اَلطَّھَارَۃُ مِنَ الْحَدَثِ وَطَھَارَۃُ الْجَسَدِ وَالثَّوبِ وَالْمَکَانِ مِنْ نَجَسٍ غَیْرِ مَعْفُوٍّ عَنْہُ حَتّٰی مَوْضِعِ الْقَدَمَیْنِ وَالْیَدَیْنِ وَالرُّکْبَتَیْنِ وَالْجَبْھَۃِ عَلَی الْاَصَحِّ وَسَتْرُ الْعَوْرَۃِ وَلَا یَضُرُّ نَظْرُھَا مِنْ جَیْبِہٖ وَاَسْفَلِ ذَیْلِہٖ وَاسْتِقْبَالُ الْقِبْلَۃِ فَلِلْمَکِّیِّ الْمُشَاھِدِ فَرْضُہٗ اِصَابَۃُ عَیْنِھَا وَلِغَیْرِ الْمُشَاھِدِ جِھَتُھَا وَلَوْ بِمَکَّۃَ عَلَی الصَّحِیْحِ وَالْوَقْتُ وَاعْتِقَادُ دُخُوْلِہٖ وَالنِّیَّۃُ وَالتَّحْرِیْمَۃُ بِلَا فَاصِلٍ وَالْاِتْیَانُ بِالتَّحْرِیْمَۃِ قَائِمًا قَبْلَ انْحِنَائِہٖ لِلرُّکُوْعِ

نماز کی شرائط وارکان

نماز کے صحیح ہونے کے لیے ستائیس چیزیں ضروری ہیں۔

۱۔ حدث سے پاک ہونا[۱]، جسم، کپڑے اور مکان کا غیر معاف نجاست سے پاک ہونا[۲] حتیٰ کہ قدموں، ہاتھوں، گھٹنوں اور پیشانی (رکھنے) کی جگہ (بھی پاک ہو)، زیادہ صحیح بات یہی ہے۔

۲۔ شرمگاہ کا ڈھانپا ہوا ہونا اور گریباں یا دامن کے نیچے سے (شرمگاہ کا) نظر آنا کچھ نقصان نہیں دیتا[۴]۔

۳۔ قبلہ رُخ ہونا، مکی مشاہدہ کرنے والے کی آنکھوں کا اس پر پڑنا اور نہ دیکھنے والے کا اس کی طرف رخ کرنا فرض ہے اگرچہ وہ مکہ مکرمہ میں ہو۔ صحیح مذہب کے مطابق[۵]۔

۴۔ وقت کا پایا جانا[۶]۔

۵۔ اس کے داخل ہونے کا اعتقاد رکھنا[۷]۔

۶۔ نیت کرنا۔ ۷۔ کسی وقفے کے بغیر تکبیر تحریمہ کہنا[۸]۔

۸۔ رکوع کے لیے جھکنے سے پہلے کھڑا ہونے کی حالت میں تکبیر کہنا[۹]۔

(حاشیہ سالقہ) اسلام کے دین اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوں۔ اس کے لیے میری شفاعت جائز ہو جاتی ہے۔ (طحطاوی علی المراقی)

نوٹ:۔ انگوٹھے چومنے کے بارے میں نفیس تحقیق امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ کے رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" میں ملاحظہ کیجیے۔

(حاشیہ صفحہ سالقہ) ۱ے شرائط، شرط کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ چیز ہے جس کے پائے جانے پر کسی دوسری چیز کا دارومدار ہو اور وہ اس چیز کی ماہیت سے خارج ہو جیسے نماز کے لیے جسم کا پاک ہونا۔ ارکان، رُکن کی جمع ہے۔ اصطلاحی طور پر رکن کسی چیز کے اجزائے ترکیبی میں سے ایک جز ہوتی ہے۔ جیسے نماز کے لیے سجدہ وغیرہ۔

۲ے حدث اصغر ہو یا حدث اکبر، حیض ہو یا نفاس۔

۳ے غیر معاف نجاست کی تفصیل نجاست غلیظہ و خفیفہ کے بیان میں ملاحظہ کیجیے۔

۴ے اعضائے ستر کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

۵ے یعنی وہ شخص جو مکہ مکرمہ کی مسجد حرام میں نماز پڑھ رہا ہے۔ اس کی نگاہ خانہ کعبہ کی عمارت پر ہونی چاہیے اور جو آدمی کعبۃ اللہ کو دیکھ نہیں رہا ہے وہ مکہ مکرمہ میں ہو یا کسی دوسری جگہ وہ ادھر کا رخ کرے۔

۶ے قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ بے شک نماز مومنوں پر اپنے اپنے وقت میں فرض کی گئی ہے۔ لہٰذا جب تک کسی نماز کا وقت نہ آئے فرض نہ ہوگی۔

۷ے اگر کسی آدمی نے ظہر کی نماز پڑھی اور اس کا خیال یہ ہے کہ ابھی ظہر کا وقت داخل نہیں ہوا۔ حالانکہ وقت داخل ہو چکا تھا پھر بھی اس کی نماز نہیں ہوگی۔ کیونکہ عبادت کے معاملے میں یقین ہونا ضروری ہے۔

۸ے نیت کرنے کے بعد فوراً تکبیر تحریمہ کہی جائے۔ درمیان میں کھانا پینا اور جماع وغیرہ جو چیزیں نماز کے لیے اجنبی کی حیثیت رکھتی ہیں نہ ہوں اگر وضو کیا یا مسجد کی طرف چلا تو کوئی حرج نہیں۔
یاد رہے نیت دل کے ارادے کا نام ہے۔

۹ے اگر کسی شخص نے امام کو رکوع میں پایا اور اپنی پیٹھ کو جھکا کر تکبیر کہی تو دیکھا جائے گا۔ اگر قیام کے زیادہ قریب تھا تو نماز صحیح طور پر شروع ہو جائے گی۔ اور اگر رکوع کے قریب تھا تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔

وعدمُ تاخيرِ النّيّةِ عَنِ التّحرِيمَةِ وَ النُّطقُ بالتحريمةِ بحيثُ يُسمِعُ نفسَهُ عَلَى الاَصَحِّ ونيةُ المتابعَةِ لِلمقتدى وتعيينُ الفَرْضِ وتعيينُ الواجِبِ وَلَا يُشتَرَطُ التعيينُ فى النّفل وَالقيامُ فى غيرِ النّفلِ وَالقراءةُ وَلَوْ اٰيةً فِى رَكعتى الفرضِ وكلِ النفلِ والوترِ ولم يَتَعَيّنْ شئٌ مِنَ القراٰن لِصحّةِ الصّلوٰة وَلَا يَقرَأُ الموتَمُّ بل يَسْتَمِعُ وَيُنصِتُ وان قرأَ كره تحريمًا وَالرُّكُوعُ والسّجود عَلٰى مَا يَجِدُ حَجْمَهُ وَ تَسْتَقِرُّ عليهِ جَبهَتُهُ ولوعلى كفه اوطرف ثوبه إنْ طَهُرَ مَحَلُّ وَضعِهٖ وَسَجَدَ وجوبًا بما صَلُبَ مِنْ انفه وَ بِجَبْهَتِهٖ وَلَا يَصِحُّ الِاقتِصَارُ عَلَى الاَنفِ الامِنْ عذرٍ بِالجَبهَةِ۔

---

(۹) تکبیر تحریمہ سے نیت کو مؤخر نہ کرنا۔ (۱۰) زبان سے اس طرح تحریمہ کہنا کہ اپنے آپ کو سنائے اصح مذہب یہی ہے[1]۔ (۱۱) مقتدی کا امام کی اتباع کی نیت کرنا۔ (۱۲) فرضوں کی تعیین کرنا (۱۳) واجب کو متعین کرنا اور نفل نماز میں تعیین شرط نہیں ہے[2]۔ (۱۴) نفل کے علاوہ نماز میں کھڑا ہونا (۱۵) فرضوں کی دو رکعتوں اور نوافل اور وتروں کی تمام رکعتوں میں قرات کرنا اگرچہ ایک آیت ہو۔ نماز کی صحت کے لیے قرآن پاک سے کوئی چیز مقرر نہیں۔ مقتدی قرات نہ کرے بلکہ اچھی طرح سنے اور خاموش رہے۔ اگر قرات کرے گا تو یہ بات مکروہ تحریمہ ہے[3]۔ (۱۶) رکوع کرنا۔ (۱۷) ایسی چیز پر سجدہ کرنا جس کا حجم ہو اور اس پر پیشانی ٹھہر سکے۔ اگرچہ ہاتھ کی ہتھیلی یا کپڑے کے کنارے پر ہو اگر سجدے کی جگہ پاک ہو۔ ناک کی سخت جگہ اور پیشانی کے ساتھ سجدہ کرنا واجب ہے اور جب تک پیشانی میں کوئی عذر نہ ہو۔ صرف ناک پر سجدہ کرنا صحیح نہیں ہے[4]۔

---

[1] جن باتوں کو زبان سے کہنا ضروری ہے ان میں کم از کم اپنے آپ کو سنانا شرط ہے، مثلاً تکبیر تحریمہ، سری قراءت، تشہد، اذکار، ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا، سجدہ تلاوت کا وجوب یعنی آیت سجدہ تلاوت کرنے والا اگر خود آیت سن لے تو سجدہ تلاوت لازم ہوگا ورنہ نہیں۔ غلام آزاد کرنا، طلاق دینا، کسی کو مستثنیٰ کرنا، قسم کھانا، نذر ماننا، اسلام لانا وغیرہ۔

[2] جب نماز شروع کرے تو دل میں واضح نیت ہو کہ میں فرض یا واجب پڑھ رہا ہوں۔ محض نماز یا نوافل کی نیت نہ ہو البتہ سنتیں اور نوافل محض نماز کی نیت سے ادا ہو سکتے ہیں تاہم ان میں بھی تعیین بہتر ہے۔ (بقیہ صفحہ آئندہ)

وَعَدَمُ ارْتِفَاعِ مَحَلِّ السُّجُوْدِ عَنْ مَوْضِعِ الْقَدَمَيْنِ بِاَكْثَرَ مِنْ نِصْفِ ذِرَاعٍ وَاِنْ زَادَ عَلٰى نِصْفِ ذِرَاعٍ لَمْ يَجُزِ السُّجُوْدُ اِلَّا لِزَحْمَةٍ سَجَدَ فِيْهَا عَلٰى ظَهْرِ مُصَلٍّ صَلٰوتَهٗ وَوَضْعُ الْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ فِى الصَّحِيْحِ وَوَضْعُ شَيْءٍ مِنْ اَصَابِعِ الرِّجْلَيْنِ حَالَةَ السُّجُوْدِ عَلَى الْاَرْضِ وَلَا يَكْفِيْ وَضْعُ ظَاهِرِ الْقَدَمِ وَتَقْدِيْمُ الرُّكُوْعِ عَلَى السُّجُوْدِ وَالرَّفْعُ اِلٰى قُرْبِ الْقُعُوْدِ عَلَى الْاَصَحِّ وَالْعَوْدُ اِلَى السُّجُوْدِ وَالْقُعُوْدُ الْاَخِيْرُ قَدْرَ التَّشَهُّدِ وَتَاخِيْرُهٗ عَنِ الْاَرْكَانِ وَاَدَاؤُهَا مُسْتَيْقِظًا وَمَعْرِفَةُ كَيْفِيَّةِ الصَّلٰوةِ وَمَا فِيْهَا مِنَ الْخِصَالِ الْمَفْرُوْضَةِ عَلٰى وَجْهٍ يُمَيِّزُهَا عَنِ الْخِصَالِ الْمَسْنُوْنَةِ اَوِ اعْتِقَادُ اَنَّهَا فَرْضٌ حَتّٰى لَا يَتَنَفَّلَ بِمَفْرُوْضٍ

---

(۱۸) سجدے کی جگہ قدموں کی جگہ سے نصف گز سے زیادہ بلند نہیں ہونی چاہیے[۱] اگر نصف گز سے زیادہ ہوگی تو سجدہ جائز نہ ہوگا البتہ بھیڑ کی صورت میں اس آدمی کی پیٹھ پر سجدہ کرنا جائز ہے جس کے ساتھ اس کی نماز شریک ہے[۲]

(۱۹) صحیح قول کے مطابق ہاتھوں اور گھٹنوں کو (زمین پر) رکھنا[۳]

(۲۰) سجدے کی حالت میں پاؤں کی انگلیوں میں سے کچھ چیز زمین پر رکھنا[۴] اور قدم کے ظاہر کا رکھنا کافی نہ ہوگا[۵]

(۲۱) رکوع کو سجدے پر مقدم کرنا

(۲۲) اصح قول کے مطابق سجدے سے بیٹھنے کے قریب تک اٹھنا[۶]

(۲۳) دوسرے سجدے کی طرف لوٹنا۔ (۲۴) تشہد کا اندازہ آخری قعدہ کرنا[۷]

(۲۵) آخری قعدہ، تمام ارکان کے بعد ادا کرنا۔

(۲۶) جاگتے ہوئے نماز ادا کرنا۔

(۲۷) نماز کی کیفیت کو پہچاننا، نماز میں جو باتیں فرض ہیں انہیں اس طرح جاننا کہ سنتوں سے تمیز کرسکے اور اعتقاد رکھنا کہ یہ نماز فرض ہے تاکہ فرض کے ساتھ نفل نہ پڑھے[۸]

(حاشیہ سابقہ) ۳؎ قرآن پاک میں حکم ہے جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو۔ اسی طرح حدیث شریف میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں امام کی قرات کافی ہے بلند آواز سے پڑھے یا آہستہ لہٰذا مقتدی کے لیے امام کی قرات کافی ہے۔

۴؎ نرم دبیزہ پر جن میں سر اندر کو دھنس جاتا ہے سجدہ جائز نہیں۔ روئی اور اس جیسی چیزوں کا حکم بھی یہی ہے۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ)

۱؎ کیونکہ اس صورت میں وہ ساجد نہیں کہلا سکتا۔

۲؎ مثلاً دونوں آج کی نماز ظہر ادا کر رہے ہوں اگر ایک فرض اور دوسرا نفل ادا کر رہا ہے تو اس کی پیٹھ پر سجدہ جائز نہ ہوگا۔

۳؎ کم از کم ایک ہاتھ اور ایک گھٹنے کا نیچے لگا ہونا ضروری ہے۔

۴؎ کم از کم ایک انگلی قبلہ رُخ کر کے زمین پر لگانا ضروری ہے۔

۵؎ قدم کا ظاہر حصہ ان سات چیزوں میں شامل نہیں جن پر سجدہ کرنے کا حدیث شریف میں ذکر آیا ہے وہ سات یہ ہیں۔

پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے، قدموں کے کنارے۔

۶؎ اگر اتنا اٹھے گا تو بیٹھا ہوا شمار ہوگا اور اب دوسرے سجدے کے لیے جائے گا تو سجدہ ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

۷؎ یعنی اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں التحیات ———— عبدہ ورسولہ تک پڑھ سکتا ہے۔

۸؎ یعنی محض فرض ہی کی نیت نہ ہو کہ فرض کی نیت سے نفل بھی ادا ہو جاتے ہیں بلکہ اسے یقین کامل ہو کہ میں جو نماز پڑھ رہا ہوں یہ فلاں وقت کی فرض نماز ہے۔

وَالْاَرْكَانُ مِنَ الْمَذْكُوْرَاتِ اَرْبَعَةٌ اَلْقِيَامُ وَالْقِرَاءَةُ وَالرُّكُوْعُ وَالسُّجُوْدُ وَقِيْلَ الْقُعُوْدُ الْاَخِيْرُ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ وَبَاقِيْهَا شَرَائِطُ بَعْضُهَا شَرْطٌ لِصِحَّةِ الشُّرُوْعِ فِى الصَّلٰوةِ وَهُوَ مَا كَانَ خَارِجَهَا وَغَيْرُهُ شَرْطٌ لِدَوَامِ صِحَّتِهَا

(فَصْلٌ) تَجُوْزُ الصَّلٰوةُ عَلٰى لِبْدٍ وَجْهُهُ الْاَعْلٰى طَاهِرٌ وَالْاَسْفَلُ نَجِسٌ وَعَلٰى ثَوْبٍ طَاهِرٍ وَبِطَانَتُهُ نَجِسَةٌ اِذَا كَانَ غَيْرَ مُضَرَّبٍ وَعَلٰى طَرْفٍ طَاهِرٍ وَاِنْ تَحَرَّكَ الطَّرْفُ النَّجِسُ بِحَرَكَتِهٖ عَلَى الصَّحِيْحِ

ارکان نماز :

ان مذکورہ بالا باتوں میں سے چار چیزیں نماز کے ارکان (فرض) ہیں[۱]۔

(۱) قیام (۲) قرأت (۳) رکوع (۴) سجدہ۔

کہا گیا ہے کہ تشہد کی مقدار آخری قعدہ بھی فرض (رکن) ہے اور باقی شرائط ہیں[۲]۔ ان میں سے بعض آغازِ نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں ہیں اور یہ وہ ہیں جو نماز سے باہر (پہلے) ہیں اور باقی باتیں نماز کے صحیح رہنے کے لیے شرط ہیں۔

کس چیز پر نماز جائز ہے :

ایسے نمدے پر نماز پڑھنا جائز ہے جس کا اوپر والا حصہ پاک اور نچلا حصہ ناپاک ہو[۳]۔ ایسے پاک کپڑے پر نماز پڑھنا بھی صحیح ہے جو اندر سے ناپاک ہو جبکہ سِلا ہوا نہ ہو[۴]۔ کپڑے کے پاک کنارے پر نماز پڑھنا جائز ہے اگرچہ اس کی حرکت سے ناپاک کنارہ حرکت کرے صحیح قول یہی ہے[۵]۔

---

[۱] باوضو ہونا، جسم، جگہ اور کپڑے کا پاک ہونا، شرمگاہ کا ڈھانپا ہوا ہونا، قبلہ رُخ ہونا، نیت کرنا اور تکبیر تحریمہ کہنا نماز کی شرائط ہیں۔

[۲] تکبیر تحریمہ کو نماز کی شرائط اور فرائض دونوں میں شمار کیا جاتا ہے اس طرح آخری قعدہ اور تکبیر تحریمہ ملا کر چھ فرض بنتے ہیں۔

[۳] چونکہ نمدہ موٹا اور سخت ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ دو کپڑوں کے قائم مقام ہوگا جن کو الگ الگ کیا جا سکتا ہے۔

[۴] یہ بھی دو کپڑوں کی طرح ہوگا البتہ سِلا ہونے کی صورت میں ایک ہی کپڑا شمار ہوگا اور اس پر نماز جائز نہ ہوگی۔ (بقیہ صفحہ آئندہ)

وَلَوْ تَنَجَّسَ اَحَدُ طَرَفَيْ عِمَامَتِهٖ فَاَلْقَاهُ وَاَبْقَى الطَّاهِرَ عَلٰى رَاسِهٖ وَلَمْ يَتَحَرَّكِ النَّجِسُ بِحَرَكَتِهٖ جَازَتْ صَلٰوتُهٗ وَاِنْ تَحَرَّكَ لَا تَجُوْزُ وَفَاقِدُ مَا يُزِيْلُ بِهِ النَّجَاسَةَ يُصَلِّيْ مَعَهَا وَلَا اِعَادَةَ عَلَيْهِ وَلَا عَلٰى فَاقِدِ مَا يَسْتُرُ عَوْرَتَهٗ وَلَوْ حَرِيْرًا اَوْ حَشِيْشًا اَوْ طِيْنًا فَاِنْ وَجَدَهٗ وَلَوْ بِالْاِبَاحَةِ وَرُبْعُهٗ طَاهِرٌ لَا تَصِحُّ صَلٰوتُهٗ عَارِيًا وَخُيِّرَ اِنْ طَهُرَ اَقَلُّ مِنْ رُبْعِهٖ

اگر پگڑی کا ایک کنارہ ناپاک ہو گیا اور اسے نیچے ڈال دیا جبکہ پاک حصے کو سر پر رکھا اور اس کی حرکت سے ناپاک حصہ حرکت نہیں کرتا تو نماز جائز ہے۔ اور اگر حرکت کرے تو جائز نہیں[1]

جس شخص کو نجاست دور کرنے کے لیے کوئی چیز نہ ملے تو اسی کے ساتھ نماز پڑھ لے۔ اور اس پر نماز کا لوٹانا (واجب) نہیں[2]

جس آدمی کو ستر ڈھانپنے کے لیے کچھ نہ ملے یہاں تک کہ ریشمی کپڑا یا گھاس یا کیچڑ بھی نہ ملے تو اس پر نماز کا لوٹانا واجب نہیں[3]

اگر اسے (کوئی کپڑا وغیرہ) مل جائے اگرچہ کسی کی طرف سے مباح کیا جائے[4] اور اس کا چوتھا حصہ پاک ہو تو ننگے ہو کر نماز پڑھنا صحیح نہیں۔ اگر چوتھے حصے سے کم پاک ہو تو اختیار[5] ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ۵ اس قسم کے بچھونے زمین کی طرح شمار ہوتے ہیں اور زمین کا وہ حصہ پاک ہونا ضروری ہے جس پر نماز پڑھی جا رہی ہے۔

(صفحہ ہذا) ۱ کیونکہ اس کی حرکت کا مطلب یہ ہو گا کہ یہ حصہ بھی نمازی نے اٹھایا ہوا ہے اور ناپاک کپڑا اٹھائے ہوئے نماز نہیں ہوتی۔

۲ چونکہ اسلامی شریعت میں انسان کو اتنی ہی تکلیف دی جاتی ہے جس کو برداشت کرنا اس کے بس میں ہو لہٰذا ایسی صورت میں نماز ہو جائے گی اور دوبارہ لوٹانا واجب نہ ہو گی۔

۳ ریشمی کپڑا اگرچہ مردوں کے لیے ناجائز ہے لیکن ننگے نماز پڑھنے سے بہتر ہے لہٰذا ریشمی کپڑے یا گھاس یا کیچڑ وغیرہ سے ستر ڈھانپ سکتا ہو تو ڈھانپ لے اور اگر ان میں سے بھی کوئی چیز نہ ملے تو ننگے ہونے کی حالت میں نماز پڑھ لے۔

۴ یعنی کسی کے پاس کپڑا تھا اس نے کہا تم اسے استعمال کر سکتے ہو۔

۵ لیکن افضل یہی ہے کہ ننگے پڑھنے کی بجائے اس ناپاک کپڑے کو پہن کر پڑھے تاکہ برہنہ نہ ہو۔

وَصَلٰوتُہٗ فِیْ ثَوْبٍ نَجِسٍ الْکُلِّ اَحَبُّ مِنْ صَلٰوتِہٖ عُرْیَانًا وَلَوْ وَجَدَ مَا یَسْتُرُ بَعْضَ الْعَوْرَۃِ وَجَبَ اِسْتِعْمَالُہٗ وَ یَسْتُرُ الْقُبُلَ وَالدُّبُرَ فَاِنْ لَّمْ یَسْتُرْ اِلَّا اَحَدَھُمَا قِیْلَ یَسْتُرُ الدُّبُرَ وَ قِیْلَ الْقُبُلَ وَ نُدِبَ صَلٰوۃُ الْعَارِیْ جَالِسًا بِالْاِیْمَآءِ مَادًّا رِجْلَیْہِ نَحْوَ الْقِبْلَۃِ فَاِنْ صَلّٰی قَآئِمًا بِالْاِیْمَآءِ اَوْ بِالرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ صَحَّ وَعَوْرَۃُ الرَّجُلِ مَا بَیْنَ السُّرَّۃِ وَمُنْتَھَی الرُّکْبَۃِ وَتَزِیْدُ عَلَیْہِ الْاَمَۃُ الْبَطْنَ وَالظَّھْرَ وَجَمِیْعُ بَدَنِ الْحُرَّۃِ عَوْرَۃٌ اِلَّا وَجْھَھَا وَکَفَّیْھَا وَقَدَمَیْھَا

پورے ناپاک کپڑے میں نماز پڑھنا برہنہ پڑھنے سے بہتر ہے۔ اگر وہ چیز (کپڑا وغیرہ) پائے جس سے بعض ستر کو ڈھانپ سکتا ہے تو اس کا استعمال واجب ہے اور اگلے پچھلے ستر کو ڈھانپ لے اگر صرف ایک ستر ڈھانپا جا سکتا ہو تو کہا گیا ہے کہ پچھلے حصے کو ڈھانپے[۱] اور ایک قول یہ ہے کہ اگلے حصے کو ڈھانپے[۲]
ننگے آدمی کا بیٹھ کر اشارے کے ساتھ اور پاؤں کو قبلہ رُخ پھیلا کر نماز پڑھنا مستحب ہے۔ اگر کھڑا ہو کر رکوع اور سجدے کے ساتھ پڑھے تو بھی جائز ہے۔

قابلِ ستر اعضاء:

مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں کی انتہاء (نیچے) تک ہے۔
لونڈی اس پر پیٹ اور پیٹھ کا اضافہ کرے[۳]
آزاد عورت کا تمام بدن ماسوائے چہرے، ہتھیلیوں اور قدموں کے، ستر ہے۔

---

[۱] پچھلے حصے کو ڈھانپنے کی وجہ یہ ہے کہ رکوع و سجود کی حالت میں یہ زیادہ دکھائی دیتا ہے۔
[۲] اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ قبلہ رُخ ہوتا ہے لہٰذا اس طرف سے ننگا ہونا مناسب نہیں۔
[۳] یعنی لونڈی کا ستر بھی وہی ہے جو مرد کا ہے البتہ اس کا پیٹ اور پیٹھ بھی ستر ہے۔

وكشفُ ربُعِ عُضوٍ مِّنْ اَعضَاۤءِ العَورَةِ يَمْنَعُ صِحَّةَ الصَّلٰوةِ وَلَوْ تَفَرَّقَ الِانْكِشَافُ عَلٰى اَعْضَاۤءٍ مِّنَ العَوْرَةِ وَكَانَ جُمْلَتُهَا مَاتَفَرَّقَ . يَبْلُغُ رُبُعَ اَصْغَرِ الْاَعْضَاۤءِ المنكشفَةِ منع و الا فَلَا ومن عَجَزَ عَنْ اسْتِقبَالِ الْقِبْلَةِ لِمَرَضٍ اَوْ عَجَزَ عَنِ النُّزُولِ عَنْ دَاۤبَّتِهٖ اَوْخَافَ عَدُوًّا فقِبْلَتُهٗ جِهَةُ قُدْرَتِهٖ وَاَمْنِهٖ وَمَنِ اشْتَبَهَتْ عَلَيْهِ الْقِبْلَةُ وَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ مُخْبِرٌ وَلَا مِحْرَابٌ تَحَرّٰى وَلَا اِعَادَةَ عَلَيْهِ لَوْ خَطأً وَاِنْ عَلِمَ بِخَطَئِهٖ فِيْ صَلٰوتِهٖ اسْتَدَارَ وَبَنٰى وَاِنْ شَرَعَ بِلَا تَحَرٍّ فَعَلِمَ بَعْدَ فَرَاغِهٖ اَنَّهٗ اَصَابَ صَحَّتْ وَاِنْ عَلِمَ بِاِصَابَتِهٖ فِيْهَا فَسَدَتْ كَمَا لَوْ لَمْ يَعْلَمْ اِصَابَتَهٗ اَصْلًا وَلَوْ تَحَرّٰى قَوْمٌ جِهَاتٍ وَجَهِلُوْا حَالَ اِمَامِهِمْ تُجْزِئُهُمْ

کچھ دیگر آداب نماز :

ستر کے اعضاء میں سے کسی عضو[1] کا چوتھا حصہ ننگا ہونا نماز کے صحیح ہونے کو روکتا ہے اور اگر ستر کے مختلف اعضاء میں سے متفرق جگہیں ننگی ہوں اور وہ تمام جگہیں کھلنے والے اعضاء میں سے سب سے چھوٹے عضو کے چوتھے حصے تک پہنچتی ہیں تو نماز کی صحت میں رکاوٹ ہوگی ورنہ نہیں۔

جو شخص کسی بیماری کی وجہ سے قبلہ رُخ ہونے سے عاجز ہو یا سواری سے اتر نہ سکتا ہو یا اسے دشمن کا خوف ہو تو اس کا قبلہ وہی ہے جس طرف وہ قادر ہو اور اسے امن حاصل ہو۔ جس شخص پر قبلہ مشتبہ ہو جائے اور اس کے پاس کوئی بتانے والا بھی نہ ہو اور نہ ہی محراب ہو تو وہ غور و فکر کرے اور اگر غلطی ہو جائے تو اس پر نماز کا لوٹانا واجب نہیں ہے[2]۔ اگر نماز کے اندر غلطی کا علم ہو جائے تو رُخ پھیر لے اور اسی پر بنا کرے۔ اگر سوچ و بچار کے بغیر نماز شروع کی پھر فارغ ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ اس نے صحیح رُخ اختیار کیا تو نماز صحیح ہو جائے گی اور اگر نماز کے اندر معلوم ہوا کہ یہ سمت صحیح ہے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ جیسے[3] صحیح رُخ پر ہونے کا علم نہ ہونے کی وجہ سے ٹوٹ جاتی ہے[4]۔ اور اگر ایک جماعت نے سوچ و بچار کیا لیکن امام کے حال سے لاعلم رہے۔ تو ان کے لیے یہی کافی ہے۔

---

[1] گھٹنہ اور ران مل کر ایک عضو ہیں۔ عورت کی پنڈلی اور ٹخنہ مل کر ایک عضو شمار ہوتے ہیں۔ عورت کے کان (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

(فَصْلٌ) فِيْ وَاجِبِ الصَّلٰوةِ وَهُوَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَيْئًا قِرَاءَةُ الْفَاتِحَةِ وَضَمُّ سُوْرَةٍ اَوْ ثَلَاثِ اٰيَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ غَيْرِ مُتَعَيَّنَتَيْنِ مِنَ الْفَرْضِ وَفِيْ جَمِيْعِ رَكَعَاتِ الْوِتْرِ وَالنَّفْلِ وَتَعْيِيْنُ الْقِرَاءَةِ فِي الْاُوْلَيَيْنِ وَتَقْدِيْمُ الْفَاتِحَةِ عَلَى السُّوْرَةِ وَضَمُّ الْاَنْفِ لِلْجَبْهَةِ فِي السُّجُوْدِ وَالْاِتْيَانُ بِالسَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ قَبْلَ الْاِنْتِقَالِ لِغَيْرِهَا وَالْاِطْمِئْنَانُ فِي الْاَرْكَانِ وَالْقُعُوْدُ الْاَوَّلُ وَقِرَاءَتُهُ التَّشَهُّدِ فِيْهِ فِي الصَّحِيْحِ وَقِرَاءَتُهُ فِي الْجُلُوْسِ الْاَخِيْرِ وَالْقِيَامُ اِلَى الثَّالِثَةِ مِنْ غَيْرِ تَرَاخٍ بَعْدَ التَّشَهُّدِ وَلَفْظُ السَّلَامِ دُوْنَ عَلَيْكُمْ وَقُنُوْتُ الْوِتْرِ وَتَكْبِيْرَاتُ الْعِيْدَيْنِ وَتَعْيِيْنُ التَّكْبِيْرِ لِاِفْتِتَاحِ كُلِّ صَلٰوةٍ لَا الْعِيْدَيْنِ خَاصَّةً وَّتَكْبِيْرَةُ الرُّكُوْعِ فِيْ ثَانِيَةِ الْعِيْدَيْنِ۔

واجباتِ نماز:

نماز میں اٹھارہ چیزیں واجب ہیں[1]۔

(۱) سورۂ فاتحہ کا پڑھنا[2]۔ (۲) فرض نماز کی دو غیر مقرر رکعتوں اور وتروں اور نفلوں کی تمام رکعتوں میں ایک (چھوٹی) سورت یا تین آیات ملانا۔ (۳) قرارت کے لیے پہلی دو رکعتوں کا تعین کرنا[3]۔ (۴) سورۂ فاتحہ کو، سورت سے مقدم کرنا[4]۔ (۵) سجدے میں ناک کو پیشانی کے ساتھ ملانا[5]۔ (۶) ہر رکعت میں کسی دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے سے پہلے دوسرا سجدہ کرنا[6]۔ (۷) ارکان کو اطمینان سے ادا کرنا (۸) پہلا قعدہ (۹) اس میں تشہد کا پڑھنا، صحیح قول کے مطابق یہی ہے۔ (۱۰) آخری قعدہ میں تشہد پڑھنا۔ (۱۱) تشہد کے بعد کسی تاخیر کے بغیر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہونا[7]۔ (۱۲) لفظ "السلام" نہ "علیکم" کہنا[8]۔ (۱۳) وتروں میں دعائے قنوت پڑھنا۔ (۱۴) عیدین کی تکبیریں (۱۵) ہر نماز کو شروع کرنے کے لیے لفظ تکبیر کا تعین صرف عیدین کی نماز کے لیے نہیں[9]۔ (۱۶) عیدین کی دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) الگ عضو ہیں۔ مرالگ عضو ہے۔ پستان لٹکے ہوئے ہوں تو الگ عضو ورنہ سینے کے تابع (بقیہ صفحہ آئندہ)

(بقیہ سابقہ) ہوں گے، مرد کا عضو مخصوص الگ اور خصیتین الگ الگ عضو ہیں۔ ناف سے شرمگاہ تک ایک عضو کامل ہے سرین کے دونوں کنارے الگ الگ اور خود سرین الگ عضو ہے۔

۲ھ یعنی جہاں تک پڑھ چکا ہے اس سے آگے شروع کرے۔

۳ھ کیونکہ قبلہ کا رُخ معلوم نہ ہونے کی صورت میں غور و فکر ہی اس کے لیے قبلہ شمار ہوتا ہے لہٰذا جس آدمی نے سوچ و بچار کے بعد کوئی رُخ اختیار کیا تو بعد میں غلطی ظاہر ہونے کے باوجود اس کی نماز ہو جائے گی کیونکہ اس کا قبلہ وہی تھا جو سوچ و بچار کے نتیجے میں واضح ہوا لیکن جس آدمی نے غور و فکر نہیں کیا تو اب غلطی واضح ہونے پر سرے سے نماز پڑھے کیونکہ پہلی حالت ضعیف تھی اور ضعیف پر قوی کی بنا صحیح نہیں۔

۴ھ چونکہ اس صورت میں نہ حقیقتاً قبلہ رُخ ہوا نہ حکماً لہٰذا نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ قبلہ رخ ہونا شرط ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

۱ھ وجوب کا لغوی معنیٰ لازم ہونا ہے اور اصطلاح شریعت میں اس لازم چیز کو کہتے ہیں جس کی دلیل میں کچھ شبہ ہو۔ واجب کا حکم یہ ہے کہ جان بوجھ کر چھوڑا جائے تو نماز نہ ہوگی اور بھول کر رہ جائے تو سجدہ سہو لازم ہوگا۔

۲ھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز (کمل) نہیں ہوتی۔

۳ھ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پہلی دو رکعتوں میں قرارت فرماتے تھے اور یہاں فرائض مراد ہیں۔ نوافل اور سنتوں نیز وتروں میں تو تمام رکعات میں قرارت فرض ہے۔

۴ھ اگر کسی نے سورت پہلے پڑھ لی پھر یاد آیا تو سورۂ فاتحہ پڑھ کر دوبارہ سورت پڑھے اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔

۵ھ جب کہ پیشانی میں کوئی تکلیف نہ ہو۔

۶ھ یعنی ہر رکعت کے دونوں سجدے ساتھ ساتھ ادا کرنا واجب ہے۔

۷ھ اگر درود شریف شروع کر دیا اور اتنا ہی کہا "اللھم صلی علی محمد" تو سجدہ سہو لازم ہو جائے گا۔

۸ھ کیونکہ لفظ السلام سے مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔

۹ھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز "اللہ اکبر" سے شروع فرماتے تھے۔

وَجَهْرُ الْإِمَامِ بِقِرَاءَةِ الْفَجْرِ وَأُولَيَيِ الْعِشَاءَيْنِ وَلَوْ قَضَاءً وَالْجُمُعَةِ وَالْعِيدَيْنِ وَالتَّرَاوِيحِ وَالْوِتْرِ فِي رَمَضَانَ وَالْإِسْرَارُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَفِيمَا بَعْدَ أُولَيَيِ الْعِشَاءَيْنِ وَنَفْلِ النَّهَارِ وَالْمُنْفَرِدُ مُخَيَّرٌ فِيمَا تُجْهَرُ كَمُتَنَفِّلٍ بِاللَّيْلِ وَلَوْ تَرَكَ السُّورَةَ فِي أُولَيَيِ الْعِشَاءِ قَرَأَهَا فِي الْأُخْرَيَيْنِ مَعَ الْفَاتِحَةِ جَهْرًا وَلَوْ تَرَكَ الْفَاتِحَةَ لَا يُكَرِّرُهَا فِي الْأُخْرَيَيْنِ -

---

(۱۷) فجر نیز مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اگرچہ قضاء ہوں، جمعہ، عیدین، تراویح اور رمضان میں وتر نماز میں امام کا بلند آواز سے قرارت کرنا[1]

(۱۸) ظہر اور عصر (کی تمام رکعتوں) میں نیز مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں کے بعد اور دن کے نفلوں میں آہستہ قرارت کرنا[2]

مسئلہ - جہری نمازوں میں تنہا پڑھنے والے کو اختیار ہے جس طرح رات کو نفل پڑھنے والا مختار ہے[3]

مسئلہ - اگر عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں قرارت چھوڑ دی تو دوسری رکعتوں میں فاتحہ سمیت بلند آواز سے پڑھے اور اگر سورۂ فاتحہ کو چھوڑ دیا تو دوسری دو رکعتوں میں اس کا تکرار نہ کرے[4]

---

[1] جہر سے مراد یہ ہے کہ نمازی کے علاوہ دوسرا بھی سنے۔

[2] آہستہ پڑھنا یہ ہے کہ کم از کم خود سنے اگر اپنے آپ کو بھی آواز نہ آئے تو قرارت نہیں پائی گئی۔

(نوٹ) سکون و آرام کے وقت پڑھی جانے والی نمازوں میں قرارت بلند آواز سے رکھی گئی اور شور و شغب کے وقت مثلاً ظہر و عصر کے اوقات میں آہستہ آواز سے قرارت کی جائے گی۔ جمعہ کی نماز اگرچہ دن کو ہوتی ہے لیکن اس وقت بازار بند ہوتے ہیں اور لوگ مسجد میں جمع ہوتے ہیں۔ عیدین کی نمازوں کا بھی یہی حال ہے۔ علاوہ ازیں شروع شروع میں کفار مسلمانوں کو نماز پڑھتا دیکھتے اور ان کی قرارت سن کر گالیاں دیتے تھے تو دن کی نمازوں میں آہستہ پڑھنے کا حکم ہوا۔ مغرب کے وقت وہ کھانے میں مشغول رہتے۔ عشاء کی نماز ویسے تاخیر سے ہوتی اور صبح کے وقت وہ سوئے ہوئے ہوتے نیز جمعہ اور عیدین کی نمازیں مدینہ شریف میں جا کر شروع کی گئیں، وہاں کفار کو قوت حاصل نہ تھی۔ لہٰذا جہری اور سری قرارت کی حکمت یہ ہے۔

[3] یعنی جس طرح رات کو نفل پڑھنے والا چاہے تو بلند آواز سے قرارت کرے اور چاہے تو آہستہ پڑھے (بقیہ صفحہ آئندہ)

(**فصل**) فِیْ سُنَنِهَا وَهِیَ إِحْدٰی وَخَمْسُوْنَ رَفْعُ الْیَدَیْنِ لِلتَّحْرِیْمَةِ حِذَاءَ الْاُذُنَیْنِ لِلرَّجُلِ وَالْاَمَةِ وَحِذَاءَ الْمَنْکِبَیْنِ لِلْحُرَّةِ وَنَشْرُ الْاَصَابِعِ وَمُقَارَنَةُ اِحْرَامِ الْمُقْتَدِیْ لِاِحْرَامِ اِمَامِهٖ وَوَضْعُ الرَّجُلِ یَدَهُ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی تَحْتَ سُرَّتِهٖ وَصِفَةُ الْوَضْعِ اَنْ یَّجْعَلَ بَاطِنَ کَفِّ الْیُمْنٰی عَلٰی ظَاهِرِ کَفِّ الْیُسْرٰی مُحَلِّقًا بِالْخِنْصَرِ وَالْاِبْهَامِ عَلَی الرُّسْغِ وَوَضْعُ الْمَرْاَةِ یَدَیْهَا عَلٰی صَدْرِهَا مِنْ غَیْرِ تَحْلِیْقٍ وَالثَّنَاءُ وَالتَّعَوُّذُ لِلْقِرَاءَةِ وَالتَّسْمِیَةُ اَوَّلَ کُلِّ رَکْعَةٍ وَالتَّامِیْنُ وَالتَّحْمِیْدُ وَالْاِسْرَارُ بِهَا وَالْاِعْتِدَالُ عِنْدَ التَّحْرِیْمَةِ مِنْ غَیْرِ طَاْطَاَةِ الرَّاْسِ وَجَهْرُ الْاِمَامِ بِالتَّکْبِیْرِ وَالتَّسْمِیْعِ وَتَفْرِیْجُ الْقَدَمَیْنِ فِی الْقِیَامِ قَدْرَ اَرْبَعِ اَصَابِعَ

نماز کی سنتیں:

نماز کی سنتیں اکاون ہیں۔

(۱) تکبیر تحریمہ کے لیے مرد اور لونڈی کا کانوں کے برابر اور آزاد عورت کا کاندھوں کے برابر ہاتھوں کو اٹھانا۔ (۲) انگلیوں کو کھلا رکھنا۔ (۳) مقتدی کا اپنی تکبیر تحریمہ کو امام کی تکبیر تحریمہ سے ملانا۔ (۴) مرد کا دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھنا۔ رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کا اندرونی حصہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر اس طرح رکھے کہ چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کے ساتھ کلائی پر گھیرا باندھے۔ (۵) عورت کا اپنے ہاتھ کو گھیرا باندھے بغیر سینے پر رکھنا۔ (۶) ثناء پڑھنا۔ (۷) قراءت کے لیے " اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم " پڑھنا۔ (۸) ہر رکعت کے شروع میں " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم " پڑھنا۔ (۹) آمین کہنا۔ (۱۰) ربنا لک الحمد کہنا۔ (۱۱) ان سب کو آہستہ کہنا۔ (۱۲) تکبیر تحریمہ کہتے وقت سر کو جھکائے بغیر سیدھا کھڑا ہونا۔ (۱۳) امام کا بلند آواز سے تکبیر کہنا۔ (۱۴) " سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ " کہنا۔ (۱۵) قیام کی حالت میں چار انگلیوں کا اندازہ قدموں کو کشادہ رکھنا۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) اسی طرح جہری نمازوں میں منفرد کو بھی اختیار ہے۔ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ سابقہ) ۴ؔ کیونکہ فرضوں کی دوسری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری نہیں لہٰذا جب ایک بار فاتحہ پڑھ لی تو پہلی دو رکعتوں کی جگہ فاتحہ کی ادائیگی ہو گئی اب دوبارہ پڑھنا نوافل میں تو جائز ہے فرائض میں نہیں۔ لہٰذا ایسی صورت میں سجدہ سہو لازم ہوگا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

۱ؔ چونکہ لونڈی کے بازو ستر نہیں لہٰذا ہاتھ اٹھانے میں مرد کی طرح کانوں تک اٹھائے جب کہ رکوع اور سجدہ لہٰذا عورت کی طرح کرے گی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو تکبیر فرماتے اور ہاتھ کانوں کے برابر اٹھاتے تھے۔ کاندھوں تک اٹھانا عذر کی وجہ سے تھا۔

۲ؔ مقتدی امام سے پہلے تکبیر نہ کہے۔

۳ؔ یہ طریقہ پردے کے زیادہ لائق ہے۔

۴ؔ ثناء یہ ہے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ

یا اللہ! تو پاک ہے اور میں تیری تعریف کرتا ہوں تیرا نام برکت والا ہے۔ تیری شان بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

۵ؔ چونکہ اعوذ باللہ قرأت کے لیے پڑھی جاتی ہے لہٰذا مقتدی نہ پڑھے۔

۶ؔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی مقتدی نہیں پڑھے گا۔

۷ؔ آمین، امام اور مقتدی نیز تنہا پڑھنے والا سب کے لیے سنت ہے۔ حدیث شریف میں ہے جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہو گئی اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ آمین کا معنیٰ ہے یا اللہ! ہماری دعا قبول فرما۔

۸ؔ مقتدی "ربنا لک الحمد" کہے اور اکیلا پڑھنے والا "سمع اللہ لمن حمدہ" اور "ربنا لک الحمد" دونوں کہے۔

۹ؔ احادیث مبارکہ کے مطابق ثناء، اعوذ باللہ، بسم اللہ، آمین اور ربنا لک الحمد آہستہ کہے جائیں۔

وَاَنْ تَكُوْنَ السُّوْرَةُ الْمَضْمُوْمَةُ لِلْفَاتِحَةِ مِنْ طِوَالِ الْمُفَصَّلِ فِي الْفَجْرِ وَالظُّهْرِ وَمِنْ اَوْسَاطِهٖ فِي الْعَصْرِ وَالْعِشَآءِ وَمِنْ قِصَارِهٖ فِي الْمَغْرِبِ لَوْ كَانَ مُقِيْمًا وَيَقْرَأُ اَيَّ سُوْرَةٍ شَآءَ لَوْ كَانَ مُسَافِرًا وَاِطَالَةُ الْاُوْلٰى فِي الْفَجْرِ فَقَطْ وَتَكْبِيْرَةُ الرُّكُوْعِ وَتَسْبِيْحُهٗ ثَلَاثًا وَاَخْذُ رُكْبَتَيْهِ بِيَدَيْهِ وَتَفْرِيْجُ اَصَابِعِهٖ وَالْمَرْاَةُ لَاتُفَرِّجُهَا وَنَصْبُ سَاقَيْهِ وَبَسْطُ ظَهْرِهٖ وَتَسْوِيَةُ رَاْسِهٖ بِعَجُزِهٖ وَالرَّفْعُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَالْقِيَامُ بَعْدَهٗ مُطْمَئِنًّا وَوَضْعُ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَدَيْهِ ثُمَّ وَجْهِهٖ لِلسُّجُوْدِ وَعَكْسُهٗ لِلنُّهُوْضِ وَتَكْبِيْرُ الرَّفْعِ مِنْهُ وَكَوْنُ السُّجُوْدِ بَيْنَ كَفَّيْهِ وَتَسْبِيْحُهٗ ثَلَاثًا وَمُجَافَاةُ الرَّجُلِ بَطْنَهٗ عَنْ فَخِذَيْهِ وَمِرْفَقَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَذِرَاعَيْهِ عَنِ الْاَرْضِ وَانْخِفَاضُ الْمَرْاَةِ وَلَزْقُهَا بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا وَالْقَوْمَةُ وَالْجَلْسَةُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

(۱۶) جو سورت ملائی جائے وہ فجر اور ظہر کی نماز میں طوال مفصل سے، عصر اور عشاء میں اوساط مفصل سے اور مغرب میں قصار مفصل سے[1] ہو اگر نمازی مقیم ہو۔ اگر مسافر ہو تو جو سورت چاہے پڑھے۔ (۱۷) صرف فجر کی نماز میں پہلی رکعت کو لمبا کرنا[2] (۱۸) رکوع کی تکبیر (۱۹) کم از کم، تین بار تسبیح کہنا[3] (۲۰) (حالت رکوع میں) گھٹنوں کو ہاتھوں سے پکڑنا[4] (۲۱) انگلیوں کو کشادہ رکھنا۔ عورت کشادہ نہ کرے[5]۔ (۲۲) پنڈلیوں کو کھڑا کرنا۔ (۲۳) پیٹھ کو بچھا دینا (۲۴) سر کو سرین کے برابر رکھنا۔ (۲۵) رکوع سے اٹھنا (۲۶) اس کے بعد مطمئن ہو کر کھڑا ہو جانا۔ (۲۷) سجدہ کرنے کیلئے پہلے گھٹنوں، پھر ہاتھوں اور پھر چہرے کو رکھنا۔ (۲۸) اور اٹھنے میں اس کا الٹ کرنا۔ (۲۹) سجدے سے اٹھنے کے لیے تکبیر کہنا۔ (۳۰) سجدہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان ہونا۔ (۳۱) سجدے میں کم از کم، تین بار تسبیح کہنا۔ (۳۲) مرد کا اپنے پیٹ کو رانوں سے، کہنیوں کو پہلوؤں سے اور بازوؤں کو زمین سے الگ رکھنا۔ (۳۳) عورت کا جھک جانا اور پیٹ کو رانوں سے ملا لینا[6]۔ (۳۴) قومہ کرنا (۳۵) دو سجدوں کے درمیان جلسہ کرنا[7]

---

[1] سورۂ حجرات سے سورہ البروج تک طوال مفصل، سورہ بروج سے (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

وَوَضْعُ الْيَدَيْنِ عَلَى الْفَخِذَيْنِ فِيْمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ كَحَالَةِ التَّشَهُّدِ وَ افْتِرَاشُ رِجْلِهِ الْيُسْرٰى وَنَصْبُ الْيُمْنٰى وَتَوَرُّكُ الْمَرْاَةِ وَالْاِشَارَةُ فِي الصَّحِيْحِ بِالْمُسَبِّحَةِ عِنْدَ الشَّهَادَةِ يَرْفَعُهَا عِنْدَ النَّفْيِ وَيَضَعُهَا عِنْدَ الْاِثْبَاتِ وَقِرَاءَةُ الْفَاتِحَةِ فِيْمَا بَعْدَ الْاُوْلَيَيْنِ وَالصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجُلُوْسِ الْاَخِيْرِ وَالدُّعَاءُ بِمَا يُشْبِهُ اَلْفَاظَ الْقُرْاٰنِ وَالسُّنَّةِ لَا كَلَامَ النَّاسِ وَالْاِلْتِفَاتُ يَمِيْنًا ثُمَّ يَسَارًا بِالتَّسْلِيْمَتَيْنِ ونيۃ الامام الرجال والحفظة وَصالح الجن بالتَّسْلِيمَتَيْنِ فِي الْاَصَحِّ وَنِيَّةُ الْمَاْمُوْمِ اِمَامَهٗ فِيْ جِهَتِهٖ وَاِنْ حَاذَاهُ نَوَاهُ فِي التَّسْلِيْمَتَيْنِ مَعَ الْقَوْمِ وَالْحَفَظَةِ وَصَالِحِ الْجِنِّ وَنِيَّةُ الْمُنْفَرِدِ الْمَلَائِكَةَ فَقَطْ وَخَفْضُ الثَّانِيَةِ عَنِ الْاُوْلٰى وَمُقَارَنَتُهٗ لِسَلَامِ الْاِمَامِ وَالْبِدَاءَةُ بِالْيَمِيْنِ وَانْتِظَارُ الْمَسْبُوْقِ فَرَاغَ الْاِمَامِ

---

(۳۶) دو سجدوں کے درمیان حالت تشہد کی طرح ہاتھوں کو رانوں پر رکھنا۔ (۳۷) بائیں پاؤں کو بچھانا اور دائیں پاؤں کو کھڑا کرنا۔ (۳۸) عورت کا تورک کرنا۔ (۳۹) صحیح قول کے مطابق شہادت کے وقت شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا نفی کے وقت اٹھائے اور اثبات کے وقت رکھ دے۔ (۴۰) پہلی دو رکعتوں کے بعد والی رکعات میں سورۂ فاتحہ پڑھنا۔ (۴۱) آخری قعدہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنا۔ (۴۲) قرآن وسنت کے الفاظ سے مشابہ کلمات کے ساتھ دعا مانگنا لوگوں کے کلام سے مشابہ کلمات سے نہ مانگے (۴۳) سلام پھیرتے ہوئے دائیں بائیں متوجہ ہونا۔ (۴۴) دونوں سلام پھیرتے وقت امام کا مردوں، محافظ فرشتوں اور نیک جنوں کی نیت کرنا یہ زیادہ صحیح بات ہے۔ (۴۵) مقتدی کا امام کی جہت میں اس کی نیت کرنا اگر اس کے بالکل پیچھے ہو تو دونوں سلاموں میں اس کی نیت کرے اور اس کے ساتھ ساتھ قوم، محافظ فرشتوں اور نیک جنوں کی نیت بھی کرنا۔ (۴۶) منفرد آدمی کا صرف فرشتوں کی نیت کرنا۔ (۴۷) پہلے سلام سے دوسرے کو پست رکھنا۔ (۴۸) (مقتدی کا اپنے) سلام کو امام کے سلام سے ملانا۔ (۴۹) دائیں طرف سے ابتدا کرنا۔ (۵۰) مسبوق کا امام کے فارغ ہونے کی انتظار کرنا۔

(بقیہ سابقہ) لم یکن الذین کفروا تک اوساط مفصل اور لم یکن الذین کفروا سے آخر تک قصار مفصل ہے۔

۲ چونکہ اس وقت لوگ سوئے ہوتے ہیں لہٰذا پہلی رکعت لمبی کی جائے تاکہ وہ جماعت میں شریک ہو سکیں

۳ یعنی سنت طریقہ یہ ہے کہ کم از کم تین بار تسبیح پڑھے۔ اور اگر مقتدی نے ابھی تین بار تسبیح نہیں پڑھی کہ امام نے سر اٹھا لیا تو امام کی اتباع کی جائے۔

۴ کیونکہ اس طرح پیٹھ کو سیدھا رکھنا ممکن ہو جاتا ہے۔

۵ کیونکہ عورت کے لیے ستر ضروری ہے۔

۶ عورت کو اپنا ستر برقرار رکھنے کے لیے اعضاء کو جدا جدا ظاہر کرنے کی بجائے جسم کو ملا کر سجدہ کرنا چاہیے چنانچہ وہ دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر سرین پر بیٹھے پاؤں پر نہ بیٹھے۔

۷ رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا تومہ کہلاتا ہے۔ اور دو سجدوں کے درمیان تشہد کی طرح بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ)

۱ تورک کا مطلب یہ ہے کہ سرین پر بیٹھ کر بائیں ٹانگ کو دائیں ران کے نیچے سے نکال کر دونوں پاؤں دائیں طرف کو نکال لے۔

۲ انگوٹھے اور دوسری تین انگلیوں سے گھیرا باندھتے ہوئے " اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ" کی "لا" پر شہادت کی انگلی کھڑی کرے اور "الا" پر چھوڑ دے۔

۳ فرض نماز مراد ہے۔ باقی نمازوں میں تو تمام رکعات میں قرأت ضروری ہے۔

۴ درود ابراہیمی پڑھا جائے۔ ص ۱۲۵ حاشیہ ۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔

۵ مثلاً یہ نہ کہے یا اللہ! میری شادی کرا دے۔ یا اللہ! مجھے سونا چاندی عطا فرما وغیرہ وغیرہ۔

۶ اگر امام کی دائیں جانب ہے تو بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے اور بائیں طرف ہے تو دائیں جانب سلام پھیرتے ہوئے اور بالکل پیچھے ہے تو دونوں طرف سلام پھیرتے ہوئے امام کی نیت کرے

۷ امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے تین طرح کے نمازی ہیں (۱) مقتدی، جو شروع سے آخر تک امام کے ساتھ شریک رہا ہو (۲) لاحق جس کا درمیان میں وضو ٹوٹ گیا اور وہ وضو کر کے امام کے ساتھ شریک ہو گیا (۳) مسبوق جس کی ایک یا کچھ رکعات رہ گئیں اور بعد میں آ کر جماعت میں شامل ہوا۔ مسبوق کو چاہیے کہ امام کے بائیں جانب سلام پھیرنے تک انتظار کرے کیونکہ ممکن ہے۔ اس نے سجدہ سہو کے لیے سلام پھیرا ہو۔

(فصلٌ) مِنْ اٰدَابِهَا اِخْرَاجُ الرَّجُلِ كَفَّيْهِ مِنْ كُمَّيْهِ عِنْدَ التَّكْبِيْرِ وَنَظْرُ الْمُصَلِّيْ اِلٰى مَوْضِعِ سُجُوْدِهٖ قَآئِمًا وَاِلٰى ظَاهِرِ الْقَدَمِ رَاكِعًا وَاِلٰى اَرْنَبَةِ اَنْفِهٖ سَاجِدًا اَوْ اِلٰى حِجْرِهٖ جَالِسًا وَاِلَى الْمَنْكِبَيْنِ مُسَلِّمًا وَدَفْعُ السُّعَالِ مَا اسْتَطَاعَ وَكَظْمُ فِيْهِ عِنْدَ التَّثَاؤُبِ وَالْقِيَامُ حِيْنَ قِيْلَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ وَشُرُوْعُ الْاِمَامِ مُذْ قِيْلَ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ

نماز کے مستحبات:

(۱) نماز کے مستحبات[۱] سے ہے کہ مرد تکبیر کہتے وقت ہاتھوں کو آستینوں سے باہر نکالے[۲]۔

(۲) نمازی قیام کی حالت میں سجدے کی جگہ پر، رکوع کی صورت میں قدم کی پشت پر، سجدے کی حالت میں ناک کے کنارے پر بیٹھنے کی حالت میں اپنی گود میں اور سلام پھیرتے وقت اپنے کندھوں پر نظر رکھے۔

(۳) جس قدر ممکن ہو کھانسی کو دور کرنا[۳]۔

(۴) جمائی کے وقت منہ کو بند رکھنا[۴]۔

(۵) "حی علی الفلاح" کے وقت کھڑا ہونا[۵] اور امام کا (اس وقت نماز) شروع کرنا، جب "قد قامت الصلوٰۃ" کہا جائے[۶]۔

---

[۱] آداب اور مستحبات ایک ہی چیز ہیں یعنی وہ فعل جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یا دو بار کیا ہو۔ آپ اس پر ہمیشہ عمل پیرا نہیں رہے۔ شریعت اسلامیہ نے اسے سنت کی تکمیل کے لیے رکھا ہے۔ اس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور چھوڑنے پر عذاب نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی نماز کی صحت میں فرق پڑتا ہے۔

[۲] اس میں تواضع پائی جاتی ہے البتہ سردی وغیرہ کی صورت میں باہر نکالنے میں کوئی حرج نہیں۔ عورت کو ہاتھ ننگا نہیں کرنا چاہیے تاکہ کہیں بازو ننگے نہ ہو جائیں۔ کیونکہ ان کو ڈھانپنا ضروری ہے۔

[۳] اگر دور کرنا ممکن نہ ہو تو بایاں ہاتھ منہ کے آگے رکھے نیز بلا ضرورت کھانسنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

[۴] جس قدر ممکن ہو منہ کو بند کر کے دور کرنے کی کوشش کرے ورنہ آگے ہاتھ رکھے تاکہ آواز نہ نکلے کیونکہ جمائی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔

[۵] اگر نمازی موجود ہوں تو مکبر کے "حی علی الفلاح" کہنے پر کھڑے ہوں تاکہ اس کے کہنے پر عمل ہو جائے (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

کیونکہ اذان کے وقت "حی علی الصلوٰۃ" اور "حی علی الفلاح" کہا جاتا ہے تو اس کی تعمیل کرتے ہوئے نمازی مسجد میں آجاتا ہے اب وہاں بیٹھا ہوگا اور مکبر "حی علی الفلاح" کہے گا تو اٹھ کر کھڑا ہوگا اس طرح یہ مکبر کے الفاظ کا عملاً جواب ہوگا، اسی طرح تکبیر کے وقت باہر سے آنے والا بھی بیٹھ جائے۔ (طحطاوی علی المراقی)

ے۶ یعنی اس وقت تکبیر تحریمہ شروع کر دے تاکہ "قد قامت الصلوٰۃ" کے الفاظ پر عمل ہو جائے۔

سوالات

(۱) فرضیتِ نماز کے لیے کتنی اور کون کونسی شرائط ہیں۔ نماز کے اسباب کیا ہیں۔ اور کون کون سے اوقات کی نماز فرض ہے۔

(۲) مندرجہ ذیل عبارت کا مطلب واضح کریں۔

"وتجب باول الوقت وجوبا موسعا"

(۳) نماز کے اوقات کی ابتداء اور انتہاء کے بارے میں تفصیلی نوٹ لکھیں۔

(۴) دو نمازوں کو جمع کرنے کے بارے میں حنفی مذہب کیا ہے؟

(۵) کتنے اور کون کونسے اوقات میں کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں۔

(۶) اذان اور اقامت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نیز اذان کہنے کے آداب کیا ہیں۔ اذان کے بعد درود شریف پڑھنا کیسا ہے؟ اور اذان کے بعد دعا مع ترجمہ لکھیں۔

(۷) نماز کی شرائط اور فرائض تحریر کریں۔

(۸) نماز کے واجبات اور سنتوں کی وضاحت کریں۔ نیز بتائیں کہ نماز کا کوئی فرض واجب یا سنت رہ جائے تو نماز کی تکمیل کیسے ہوگی۔

(۹) اگر کوئی شخص پہلا قعدہ بھول کر کھڑا ہو جائے تو اسے کیا کرنا چاہیے۔ آخری قعدہ بھول کر کھڑا ہو جائے تو کیا حکم ہے اور آخری قعدہ پڑھ کر کھڑا ہوا تو کیا کرنا ہوگا، تفصیلاً لکھیں۔

(۱۰) مندرجہ ذیل عبارت پر اعراب لگائیں اور اس کا مطلب واضح کریں نیز بتائیں کہ اگر کسی آدمی کے پاس ریشمی کپڑے کے علاوہ کپڑا نہ ہو تو وہ ریشمی کپڑے میں نماز پڑھ سکتا ہے۔

"وفاقد ما یزیل به النجاسة یصلی معها ولا اعادة علیه ولا علی ما یستر عورته ولو حریرا او حشیشا او طینا"

(فَصْلٌ) فِیْ کَیْفِیَّۃِ تَرْکِیْبِ الصَّلٰوۃِ اِذَا اَرَادَ الرَّجُلُ الدُّخُوْلَ فِی الصَّلٰوۃِ اَخْرَجَ کَفَّیْہِ مِنْ کُمَّیْہِ ثُمَّ رَفَعَھُمَا حِذَاءَ اُذُنَیْہِ ثُمَّ کَبَّرَ بِلَا مَدٍّ نَاوِیًا وَیَصِحُّ الشُّرُوْعُ بِکُلِّ ذِکْرٍ خَالِصٍ لِلّٰہِ تَعَالٰی کَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِالْفَارِسِیَّۃِ اِنْ عَجَزَ عَنِ الْعَرَبِیَّۃِ وَاِنْ قَدَرَ لَا یَصِحُّ شُرُوْعُہٗ بِالْفَارِسِیَّۃِ وَلَا قِرَاءَتُہٗ بِھَا فِی الْاَصَحِّ ثُمَّ وَضَعَ یَمِیْنَہٗ عَلٰی یَسَارِہٖ تَحْتَ سُرَّتِہٖ عَقِبَ التَّحْرِیْمَۃِ بِلَا مُھْلَۃٍ مُسْتَفْتِحًا وَھُوَ اَنْ یَّقُوْلَ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ وَیَسْتَفْتِحُ کُلُّ مُصَلٍّ ثُمَّ یَتَعَوَّذُ سِرًّا لِلْقِرَاءَۃِ فَیَاْتِیْ بِہِ الْمَسْبُوْقُ لَا الْمُقْتَدِیْ وَیُؤَخِّرُ عَنْ تَکْبِیْرَاتِ الْعِیْدَیْنِ ۔

نماز پڑھنے کا طریقہ :

جب کوئی مرد نماز شروع کرنے کا ارادہ کرے تو اپنی ہتھیلیوں کو آستینوں سے باہر نکالے پھر ان کو کانوں کے برابر اٹھائے۔ اس کے بعد نیت کرتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہے اور مد نہ کرے[۱]۔ ہر اس ذکر کے ساتھ نماز شروع کرنا صحیح ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔ مثلاً "سبحان اللہ" اگر عربی سے عاجز ہو تو فارسی میں بھی جائز ہے۔ اور اگر عربی پر قادر ہو تو فارسی میں شروع کرنا صحیح نہیں۔ اصح قول کے مطابق فارسی میں قراءت کرنا بھی صحیح نہیں۔

تکبیر تحریمہ کے فوراً بعد اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے اور ثناء پڑھے[۲]۔ یعنی یوں کہے۔ سبحانک اللھم آخر تک "یا اللہ! ہم تیری تعریف کرتے ہوئے تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں تیرا نام برکت والا اور تیری شان بلند ہے اور تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں"۔ ہر نمازی ثناء پڑھے پھر قراءت کے لیے "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" آہستہ آواز سے پڑھے۔ اسے مسبوق پڑھے۔ مقتدی نہ پڑھے "اعوذ باللہ" عیدین کی زائد تکبیروں کے بعد پڑھے[۳]۔

---

[۱] یعنی اللہ اکبر کے ہمزہ کو نہ کھینچے کیونکہ اس طرح ایک ہمزہ استفہام پیدا ہو کر معنیٰ بگڑ جاتا ہے۔ اسی طرح "اکبر" کی باء کو بھی نہ کھینچے۔

[۲] امام اور مقتدی دونوں ثناء پڑھیں گے۔

[۳] یعنی جس کی کچھ نماز رہ گئی ہے وہ باقی رکعات ادا کرتے وقت ثناء کے ساتھ اعوذ باللہ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

ثُمَّ يُسَمِّي سِرًّا وَيُسَمِّي فِي كُلِّ رَكْعَةٍ قَبْلَ الْفَاتِحَةِ فَقَطْ ثُمَّ قَرَأَ الْفَاتِحَةَ وَأَمَّنَ الْإِمَامُ وَالْمَأْمُومُ سِرًّا ثُمَّ قَرَأَ سُورَةً أَوْ ثَلَاثَ آيَاتٍ ثُمَّ كَبَّرَ رَاكِعًا مُطْمَئِنًّا مُسَوِّيًا رَأْسَهُ بِعَجُزِهِ آخِذًا رُكْبَتَيْهِ بِيَدَيْهِ مُفَرِّجًا أَصَابِعَهُ وَسَبَّحَ فِيهِ ثَلَاثًا وَذٰلِكَ أَدْنَاهُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَاطْمَأَنَّ قَائِلًا سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ لَوْ إِمَامًا أَوْ مُنْفَرِدًا وَالْمُقْتَدِي يَكْتَفِي بِالتَّحْمِيدِ ثُمَّ كَبَّرَ خَارًّا لِلسُّجُودِ ثُمَّ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَدَيْهِ ثُمَّ وَجْهَهُ بَيْنَ كَفَّيْهِ وَسَجَدَ بِأَنْفِهِ وَجَبْهَتِهِ مُطْمَئِنًّا مُسَبِّحًا ثَلَاثًا وَذٰلِكَ أَدْنَاهُ وَجَافَى بَطْنَهُ عَنْ فَخِذَيْهِ وَعَضُدَيْهِ عَنْ إِبْطَيْهِ فِي غَيْرِ زَحْمَةٍ مُوَجِّهًا أَصَابِعَ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ وَالْمَرْأَةُ تَخْفِضُ وَتُلْزِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا

پھر آہستہ آواز سے بسم اللہ پڑھے، ہر رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھے اس کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھے اور امام و مقتدی آہستہ آواز سے آمین کہیں۔ پھر کوئی سورت یا تین آیات پڑھے[1]۔ اس کے بعد تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور اطمینان سے رکوع کرے سر کو سرین کے برابر رکھے۔ گھٹنوں کو ہاتھوں سے پکڑے انگلیوں کو کشادہ رکھے اور تین بار تسبیح کہے اور یہ کم از کم (سنت تعداد) ہے۔ اس کے بعد سر اٹھائے اور "سمع اللہ لمن حمدہ" (اللہ تعالیٰ نے اس کی بات سنی جس نے اس کی تعریف کی)، کہتے ہوئے اطمینان سے کھڑا ہو جائے۔ اگر امام یا اکیلا ہے تو "ربنا لک الحمد" (اے ہمارے رب! تیرے ہی لیے تعریف ہے)، کہے مقتدی ہو تو صرف "ربنا لک الحمد" کہے[2]۔ پھر سجدے کے لیے جھکتے ہوئے تکبیر کہے۔ اس کے بعد اپنے ہاتھ رکھے پھر دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سر کو رکھے اور اطمینان سے ناک اور پیشانی کے ساتھ سجدہ کرے تین بار تسبیح کہے اور یہ کم از کم (سنت تعداد) ہے۔ اگر بھیڑ نہ ہو تو پیٹ کو رانوں سے اور بازوؤں کو بغلوں سے دور رکھے۔ ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ کرے۔ عورت جھک جائے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے ملا دے۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) بھی پڑھے گا کیونکہ اس نے قرارت کرنی ہے۔ [3] چونکہ عید کی نماز میں پہلی رکعت میں قرارت زائد تکبیروں کے بعد ہوتی ہے اور اعوذ باللہ قرارت کے لیے پڑھی جاتی ہے۔ لہٰذا تکبیروں کے بعد پڑھے۔

(صفحہ ہٰذا) [1] یا ایک بڑی آیت پڑھے جو تین چھوٹی آیات کے برابر ہو۔ [2] تنہا پڑھنے والا "سمع اللہ لمن حمدہ" اور "ربنا لک الحمد" دونوں پڑھے

وَجَلَسَ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ مُطْمَئِنًّا ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مُطْمَئِنًّا وَسَبَّحَ فِيْهِ ثَلَاثًا وَجَافٰى بَطْنَهٗ عَنْ فَخِذَيْهِ وَاَبْدٰى عَضُدَيْهِ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ مُكَبِّرًا لِلنُّهُوْضِ بِلَا اِعْتِمَادٍ عَلَى الْاَرْضِ بِيَدَيْهِ وَبِلَا قُعُوْدٍ وَالرَّكْعَةُ الثَّانِيَةُ كَالْاُوْلٰى اِلَّا اَنَّهٗ لَا يُثْنِيْ وَلَا يَتَعَوَّذُ وَلَا يُسَنُّ رَفْعُ الْيَدَيْنِ اِلَّا عِنْدَ اِفْتِتَاحِ كُلِّ صَلٰوةٍ وَعِنْدَ تَكْبِيْرِ الْقُنُوْتِ فِي الْوِتْرِ وَتَكْبِيْرَاتِ الزَّوَائِدِ فِي الْعِيْدَيْنِ وَحِيْنَ يَرَى الْكَعْبَةَ وَحِيْنَ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ الْاَسْوَدَ وَحِيْنَ يَقُوْمُ عَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَعِنْدَ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَةَ وَمُزْدَلِفَةَ وَبَعْدَ رَمْيِ الْجَمْرَةِ الْاُوْلٰى وَالْوُسْطٰى وَعِنْدَ دُعَائِهٖ بَعْدَ فَرَاغِهٖ مِنَ التَّسْبِيْحِ عَقِبَ الصَّلَوَاتِ وَاِذَا فَرَغَ الرَّجُلُ مِنْ سَجْدَتَيِ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ اِفْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَجَلَسَ عَلَيْهَا وَنَصَبَ يُمْنَاهُ وَوَجَّهَ اَصَابِعَهَا نَحْوَ الْقِبْلَةِ وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَبَسَطَ اَصَابِعَهٗ وَالْمَرْاَةُ تَتَوَرَّكُ

دونوں سجدوں کے درمیان ہاتھوں کو رانوں پر رکھتے ہوئے مطمئن ہو کر بیٹھے پھر تکبیر کہے اور مطمئن ہو کر سجدہ کرے تین بار تسبیح کہے، پیٹ کو رانوں سے دور رکھے اور بازوؤں کو ظاہر کرے۔ بعد ازاں اٹھنے کے لیے تکبیر کہتے ہوئے سر کو اٹھائے لیکن ہاتھوں کے ساتھ زمین پر سہارا نہ لے اور نہ ہی بیٹھے۔

دوسری رکعت پہلی کی طرح ہے البتہ اس میں نہ ثنا پڑھے اور نہ ہی اعوذ باللہ پڑھے۔

نماز شروع کرتے وقت، وتروں میں قنوت کی تکبیر کہتے وقت، عیدین کی زائد تکبیروں، کعبۃ اللہ کی زیارت کے وقت[1]، حجر اسود کو چومنے کے وقت[2]، جب صفا اور مروہ پر کھڑا ہو[3] عرفات[4] اور مزدلفہ[5] میں وقوف کے وقت جمرہ اولیٰ اور وسطیٰ کو کنکریاں مارنے کے بعد[6] اور تمام نمازوں کے بعد والی تسبیح سے فارغ ہونے کے بعد دعا مانگنے کے علاوہ ہاتھ اٹھانا سنت نہیں ہے۔

جب مرد دوسری رکعت کے دونوں سجدوں سے فارغ ہو جائے تو بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور دائیں پاؤں کو کھڑا کرے انگلیوں کو قبلہ رُخ کرے اور ہاتھوں کو رانوں پر رکھے۔ انگلیوں کو کشادہ کرے اور عورت تورک کرے۔

---

[1] کعبۃ اللہ وہ مبارک گھر ہے جو مکہ مکرمہ کی مسجد حرام کے اندر ہے حج اور عمرہ کرنے والے اس کا طواف کرتے ہیں (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

وَقَرَأَ تَشَهُّدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَشَارَ بِالْمُسَبِّحَةِ فِي الشَّهَادَةِ يَرْفَعُهَا عِنْدَ النَّفْيِ وَيَضَعُهَا عِنْدَ الْاِثْبَاتِ وَلَا يَزِيْدُ عَلَى التَّشَهُّدِ فِي الْقُعُوْدِ الْاَوَّلِ وَهُوَ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَقَرَأَ الْفَاتِحَةَ فِيْمَا بَعْدَ الْاُوْلَيَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ وَقَرَأَ التَّشَهُّدَ ثُمَّ صَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ دَعَا بِمَا يُشْبِهُ الْقُرْاٰنَ وَالسُّنَّةَ ثُمَّ يُسَلِّمُ يَمِيْنًا وَّيَسَارًا فَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ نَاوِيًا مَنْ مَّعَهٗ كَمَا تَقَدَّمَ

پھر تشہد ابن مسعود رضی اللہ عنہ پڑھے[1] اور شہادت کے وقت شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے نفی کے وقت اٹھائے اور اثبات کے وقت رکھ دے۔ پہلے قعدہ میں تشہد پر اضافہ نہ کرے[2] تشہد یہ ہے "التحیات اللہ" آخر تک۔ تمام قولی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلامتی، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر بھی سلامتی ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں[3] پہلی دو رکعتوں کے بعد والی رکعات میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھے پھر بیٹھ جائے اور تشہد پڑھے اس کے بعد بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیہ درود بھیجے[4] پھر ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگے جو قرآن و سنت سے مشابہ ہیں[5] اس کے بعد دائیں بائیں سلام پھیرے اور کہے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ" ان لوگوں کی نیت کرے جو اس کے ساتھ ہیں جس طرح پہلے گزر چکا ہے۔

(بقیہ سابقہ) ۲ے حجر اسود ایک پتھر ہے جو کعبۃ اللہ کے ایک کونے میں لگا ہوا ہے حاجی صاحبان اور عمرہ کرنے والے اسے چومتے ہیں۔

۳ے صفا اور مروہ دو پہاڑیاں جن کے درمیان حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے پانی تلاش کرتے ہوئے دوڑ لگائی تھی۔ اس یادگار کو باقی رکھا گیا۔

۴ے عرفات وہ مقام ہے جہاں نو ذوالحجہ کو حج ہوتا ہے وہاں ٹھہرنے کو وقوف کہتے ہیں (بقیہ برصفحہ آئندہ)

(بقیہ سابقہ) ۵۵ عرفات سے واپسی پر راستے میں مزدلفہ آتا ہے جہاں دس ذوالحجہ کی رات کو ٹھہرا جاتا ہے۔
۵۶ جمرہ اولیٰ، جمرہ وسطیٰ اور جمرہ عقبیٰ تین ستون ہیں۔ جن کو حجاج کرام کنکریاں مارتے ہیں۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے کہ جب آپ اپنے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حکم الٰہی سے قربان کرنے کے لیے لے گئے تو شیطان نے رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ اس وقت آپ نے کنکریاں ماری تھیں۔
۵۷ یعنی ان مقامات کے لیے علاوہ ہاتھ اٹھانا سنت نہیں بلکہ بعض جگہ تو منع کیا گیا نماز میں رکوع کے لیے جاتے ہوئے یا اٹھتے وقت ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے دیکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا سکون سے نماز ادا کرو۔
۵۸ وتر کی تفصیل پیچھے ص۱۱۸ حاشیہ پر گزر چکی ہے۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ)
۱ یعنی تشہد کے جو کلمات حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔
۲ اگر بھول کر اضافہ کیا تو سجدہ سہو لازم ہو جائے گا۔
۳ تشہد میں اس کے معانی کا اعتبار کرے اور جب "السلام علیک ایہا النبی" پڑھے تو یوں خیال کرے کہ میں بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں اور میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف فرما ہیں، میں آپ کی بارگاہ میں سلام پیش کر رہا ہوں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے حصن حصین مترجم مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور ص ۱۱۴)
۴ درود ابراہیمی پڑھے جس کے کلمات یہ ہیں۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔
یا اللہ! حضرت محمد مصطفیٰ اور آپ کی آل پر رحمت بھیج۔ جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم اور آپ کی اولاد پر رحمت نازل فرمائی
یا اللہ! حضرت محمد مصطفیٰ اور آپ کی آل کو برکت عطا فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد کو برکت عطا فرمائی۔
۵ مثلاً یہ دعا مانگے۔
رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ۔
اے میرے رب! مجھے ہمیشہ نماز پڑھنے والا بنا دے اور میری اولاد کو بھی،
اے ہمارے رب! میری دعا قبول فرما۔ اے ہمارے رب مجھے اور میری اولاد نیز تمام مومنوں کو بخش دے،
جس دن حساب قائم ہوگا۔

بَابُ الْإِمَامَةِ

هِيَ اَفْضَلُ مِنَ الْاَذَانِ وَالصَّلٰوةُ بِالْجَمَاعَةِ سُنَّةٌ لِلرِّجَالِ الْاَحْرَارِ بِلَاعُذْرٍ وَّشُرُوْطُ صِحَّةِ الْاِمَامَةِ لِلرِّجَالِ الْاَصِحَّاءِ سِتَّةُ اَشْيَاءَ الْاِسْلَامُ وَالْبُلُوْغُ وَالْعَقْلُ وَالذُّكُوْرَةُ وَالْقِرَاءَةُ وَالسَّلَامَةُ مِنَ الْاَعْذَارِ كَالرُّعَافِ وَالْفَأْفَاةِ وَالتَّمْتَمَةِ وَاللَّثْغِ وَفَقْدِ شَرْطٍ كَطَهَارَةٍ وَسَتْرِ عَوْرَةٍ۔

وَشُرُوْطُ صِحَّةِ الْاِقْتِدَاءِ اَرْبَعَةَ عَشَرَ شَيْئًا نِيَّةُ الْمُقْتَدِيْ الْمُتَابَعَةَ مُقَارِنَةً لِتَحْرِيْمَتِهٖ وَنِيَّةُ الرَّجُلِ الْاِمَامَةَ شَرْطٌ لِصِحَّةِ اِقْتِدَاءِ النِّسَاءِ بِهٖ وَتَقَدُّمُ الْاِمَامِ بِعَقِبِهٖ عَنِ الْمَامُوْمِ۔

امامت کا بیان

امامت، اذان سے افضل[۱] ہے اور آزاد مردوں کے[۲] لیے جماعت سنت[۳] ہے جبکہ کوئی عذر نہ ہو۔ غیر معذور[۴] مردوں کی امامت کے صحیح ہونے کے لیے چھ باتیں شرط ہیں۔

(۱) اسلام[۵] (۲) بلوغت[۶] (۳) عقل (۴) مرد ہونا[۷] (۵) قرأت[۸] (۶) عذروں سے سلامت ہونا مثلاً نکسیر، گفتگو میں فا، کلمے کا زیادہ نکلنا۔ بات کرتے ہوئے تا، کا زیادہ نکلنا، سین کی جگہ ثاء اور را، کی جگہ غین پڑھنا۔ کسی شرط کا نہ پایا جانا۔ مثلاً طہارت اور ستر عورت[۹]

صحتِ اقتدار کی شرائط:

اقتدار کے صحیح ہونے کے لیے چودہ شرطیں ہیں۔

۱۔ مقتدی کا متابعت کی نیت کرنا جو تحریمہ سے ملی ہو[۱۰]

۲۔ مرد (امام) کا امامت کی نیت کرنا اس کے پیچھے عورتوں کی اقتدار صحیح ہونے کے لیے شرط[۱۱] ہے۔

۳۔ امام کا اپنی ایڑیوں کے ساتھ مقتدی سے آگے ہونا۔

لے کیونکہ امامت نماز کے لیے ہوتی ہے اور نماز اذان سے افضل ہے۔

۲ے آزاد مردوں کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ غلام اپنے مالک کے حکم کا پابند ہوتا ہے لہٰذا وہ معذور کی طرح ہے۔

۳ے سنت مؤکدہ ہے جو واجب کے قریب ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تنہا نماز پڑھنے سے باجماعت نماز پچیس درجے افضل ہے۔

۴ے غیر معذور سے مراد وہ لوگ ہیں جن میں کوئی عذر نہ پایا جاتا ہو۔ معذور شخص اپنے جیسے لوگوں کی امامت کرا سکتا ہے۔

۵ے قیامت کے منکر، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے انکار کرنے والے یا آپ کی صحابیت کے منکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ یا گستاخوں کو اچھا سمجھنے والے صحابہ کرام یا اہل بیت رضی اللہ عنہم کی توہین کرنے والے کی امامت ناجائز ہے۔ اس بات کا خاص طور پر لحاظ رکھنا چاہیے۔ آج کے دور میں نماز جیسی اہم عبادت کو سیاسی مسئلہ بنا دیا گیا ہے۔ اور اس ضمن میں رواداری کی آڑ میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ نماز پڑھانے والا صحیح العقیدہ ہے یا نہیں یہ بات قطعاً غلط ہے۔

۶ے بچے کی نماز نفل ہوتی ہے۔ لہذا اس کے پیچھے فرض نماز بھی صحیح نہیں اور نفل بھی کیونکہ بالغ مرد جب نفل نماز شروع کرتا ہے تو وہ اس پر لازم ہو جاتی ہے۔ جب کہ بچے پر لازم نہیں ہوتی۔ لہٰذا تراویح نابالغ حافظ کے پیچھے جائز نہیں۔

۷ے عورت، مرد کی قیادت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ عورتوں کو پیچھے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا ان کی امامت صحیح نہیں۔
(نوٹ) اس کا یہ مطلب نہیں کہ عورتوں کو حقوق میں بھی پیچھے رکھا گیا بلکہ اسلام، مردوں کی طرح عورتوں کو بھی حقوق دیتا ہے۔ لہٰذا ہماری مسلمان بہنوں کو چند مغرب زدہ دانشوروں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اسلامی تعلیمات کے خلاف احتجاج نہیں کرنا چاہیے بلکہ غور کریں کہ چونکہ مردوں اور عورتوں کی جسمانی ساخت مختلف ہے۔ لہٰذا ان کا دائرہ کار بھی مختلف ہے ایسا نہیں کہ عورت کو دوسرے درجے کا شہری سمجھ لیا گیا ہے۔ عورت کا اسلام میں بہت بڑا مقام ہے۔

۸ے جو شخص قرآن پاک کے الفاظ صحیح طور پر ادا نہیں کر سکتا اسے صحیح کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس حالت میں اس کی اپنی نماز تو صحیح ہے لیکن امامت نہیں کرا سکتا۔

۹ے اس صورت میں خود اس کی اپنی نماز صحیح نہیں ہوتی۔ دوسروں کی کیسے صحیح ہو گی۔

۱۰ے یعنی تکبیر تحریمہ کہتے وقت اس کی نیت یہ ہونی چاہیے کہ میں امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں۔

۱۱ے اگر امام، عورت کی امامت کی نیت نہیں کرے گا تو وہ جماعت میں شامل نہیں سمجھی جائے گی (بقیہ صفحہ آئندہ)

وَاَنْ لَّا یَکُوْنَ اَدْنٰی حَالًا مِّنَ الْمَاْمُوْمِ وَاَنْ لَّا یَکُوْنَ الْاِمَامُ مُصَلِّیًا فَرْضًا غَیْرَ فَرْضِہٖ وَاَنْ لَّا یَکُوْنَ الْاِمَامُ مُقِیْمًا لِمُسَافِرٍ بَعْدَ الْوَقْتِ فِیْ رُبَاعِیَّۃٍ وَلَا مَسْبُوْقًا وَاَنْ لَّا یَفْصِلَ بَیْنَ الْاِمَامِ وَالْمَاْمُوْمِ صَفٌّ مِّنَ النِّسَآءِ وَاَنْ لَّا یَفْصِلَ نَھْرٌ یَمُرُّ فِیْہِ الزَّوْرَقُ وَلَا طَرِیْقٌ تَمُرُّ فِیْہِ الْعَجَلَۃُ وَلَا حَائِطٌ یَشْتَبِہُ مَعَہُ الْعِلْمُ بِانْتِقَالَاتِ الْاِمَامِ فَاِنْ لَّمْ یَشْتَبِہْ لِسَمَاعٍ اَوْ رُؤْیَۃٍ صَحَّ الْاِقْتِدَآءُ فِی الصَّحِیْحِ وَاَنْ لَّا یَکُوْنَ الْاِمَامُ رَاکِبًا وَالْمُقْتَدِیْ رَاجِلًا اَوْ رَاکِبًا غَیْرَ دَآبَّۃِ اِمَامِہٖ وَاَنْ لَّا یَکُوْنَ فِیْ سَفِیْنَۃٍ وَالْاِمَامُ فِیْ اُخْرٰی غَیْرِ مُقْتَرِنَۃٍ بِھَا

۴۔ امام کا مقتدی سے گھٹیا حالت میں نہ ہونا[۱]

۵۔ امام ایسی فرض نماز نہ پڑھ رہا ہو جو مقتدی کی فرض نماز کا غیر ہو[۲]

۶۔ چار رکعت والی نماز میں وقت کے بعد مقیم اور مسبوق، مسافر کا امام نہ ہو[۳]

۷۔ درمیان میں ایسی نہر نہ ہو جس میں کشتیاں چلتی ہوں۔

۸۔ اور نہ ایسا راستہ ہو جس میں گاڑیاں گزرتی ہیں[۵]

۹۔ امام اور مقتدی کے درمیان ایسی دیوار بھی نہ ہو جس سے امام کے (ارکان کی طرف) منتقل ہونے کا علم مشتبہ ہو جائے اگر سننے یا دیکھنے کی وجہ سے مشتبہ نہیں ہوتا تو صحیح قول کے مطابق اقتداء صحیح ہے۔

۱۰۔ امام سوار اور مقتدی پیدل نہ ہو۔

۱۱۔ امام سے الگ دوسری سواری پر سوار نہ ہو[۶]

۱۲۔ امام ایک کشتی میں اور مقتدی دوسری کشتی میں نہ ہو جو آپس میں بندھی ہوئی نہیں[۷]

(بقیہ سابقہ) لہٰذا اگر اس صورت میں وہ مرد کے ساتھ مل کر کھڑی ہو تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اور اگر امام نے اس کی نیت کر لی تو اب مل کر کھڑے ہونے کی صورت میں مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ ہیجڑے کا بھی یہی حکم ہے۔

صفحہ ہذا، [۱] مثلاً مقتدی فرض پڑھ رہا ہو اور امام نفل پڑھتا ہو۔

[۲] جیسے امام عصر کے فرض پڑھ رہا ہے اور مقتدی ظہر کے فرض ادا کر رہا ہے یا وہ بھی عصر کی (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

وَاِنْ لَا یَعْلَمِ الْمُقْتَدِیْ مِنْ حَالِ اِمَامِہٖ مُفْسِدًا فِیْ زَعْمِ الْمَامُوْمِ کَخُرُوْجِ دَمٍ اَوْ قَیْءٍ لَمْ یُعِدْ بَعْدَہٗ وُضُوْءَہٗ وَصَحَّ اقْتِدَاءُ مُتَوَضِّیٍٔ بِمُتَیَمِّمٍ وَغَاسِلٍ بِمَاسِحٍ وَقَائِمٍ بِقَاعِدٍ وَبِاَحْدَبَ وَمُؤْمٍ بِمِثْلِہٖ وَمُتَنَفِّلٍ بِمُفْتَرِضٍ وَاِنْ ظَهَرَ بُطْلَانُ صَلٰوۃِ اِمَامِہٖ اَعَادَ وَیَلْزَمُ الْاِمَامَ اِعْلَامُ الْقَوْمِ بِاِعَادَۃِ صَلٰوتِهِمْ بِالْقَدْرِ الْمُمْکِنِ فِی الْمُخْتَارِ

۱۴۔ مقتدی کو امام کے بارے میں کوئی خاص ایسی بات معلوم نہ ہو جو مقتدی کے خیال میں وضو کو توڑنے والی ہے مثلاً خون کا نکلنا یا قے کا آنا کہ اس کے بعد اس نے وضو نہیں لوٹایا[۱]۔

مسئلہ:۔ وضو کرنے والے کی تیمم کرنے والے کے پیچھے، پاؤں دھونے والے کی مسح کرنے والے کے پیچھے کھڑے ہوئے کی بیٹھے ہوئے اور کبڑے کے پیچھے، اشارہ کرنے والے کی اپنی مثل کے پیچھے اور نفل پڑھنے والے کی فرض پڑھنے والے کے پیچھے اقتدار صحیح ہے[۲]۔

مسئلہ:۔ اگر امام کی نماز کا باطل ہونا ظاہر ہو جائے تو وہ نماز کو لوٹائے اور اس پر لازم ہے کہ ممکن حد تک لوگوں کو مطلع کرے کہ وہ اپنی نمازیں لوٹائیں۔ یہ مختار مذہب ہے۔

(بقیہ سابقہ) نماز ہی پڑھتا ہے لیکن کسی دوسرے دن کی عصر ہے۔

۳ کیونکہ مسافر وقت پر مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے تو پوری پڑھے گا لیکن سفر کی نماز قضا ہو جائے تو دو رکعتیں پڑھنا ہوں گی۔ اب چونکہ امام چار رکعتیں پڑھ رہا ہے لہٰذا امام کا پہلا قعدہ متقدی کا آخری قعدہ ہوگا جو امام کے حق میں واجب ہے لیکن مسافر مقتدی پر فرض ہے۔ مسبوق یعنی جس کی کچھ رکعتیں رہ گئی ہوں اس کے قعدے کا بھی صحیح علم نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا مسافر کی نماز اس کے پیچھے جائز نہیں۔

۴ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس آدمی (مقتدی) اور امام کے درمیان نہر یا راستہ یا عورتوں کی صف ہو اس کی نماز صحیح نہیں ہوتی ہے۔

۵ مفتیٰ بہ قول کے مطابق امام اور مقتدیوں کی صف کے درمیان دو صفوں یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہو تو نماز جائز نہ ہوگی۔

۶ کیونکہ اس طرح مکان مختلف ہوگا البتہ ایک سواری پر دونوں سوار ہوں تو مکان کے اتحاد کی (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

فَصْلٌ ﴿يَسْقُطُ حُضُوْرُ الْجَمَاعَةِ بِوَاحِدٍ مِنْ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَيْئًا مَطَرٌ وَّبَرْدٌ وَخَوْفٌ وَظُلْمَةٌ وَّحَبْسٌ وَعَمًى وَفَلْجٌ وَقَطْعُ يَدٍ وَّرِجْلٍ وَسَقَامٌ وَاِقْعَادٌ وَوَحَلٌ وَزَمَانَةٌ وَشَيْخُوْخَةٌ وَتَكْرَارُ فِقْهٍ بِجَمَاعَةٍ تَفُوْتُهٗ وَحُضُوْرُ طَعَامٍ تَتُوْقُهٗ نَفْسُهٗ وَاِرَادَةُ سَفَرٍ وَقِيَامُهٗ بِمَرِيْضٍ وَّشِدَّةُ رِيْحٍ لَيْلًا لَا نَهَارًا وَاِذَا انْقَطَعَ عَنِ الْجَمَاعَةِ لِعُذْرٍ مِنْ اَعْذَارِهَا الْمُبِيْحَةِ لِلتَّخَلُّفِ يَحْصُلُ لَهٗ ثَوَابُهَا

جماعت کی معافی:

اٹھارہ چیزوں میں سے ایک کے ساتھ جماعت کی حاضری ساقط ہو جاتی ہے۔

(۱) بارش (۲) سردی[۱] (۳) خوف[۲] (۴) سخت اندھیرا (۵) قید (۶) اندھاپن (۷) فالج (۸) ہاتھ اور پاؤں کا کٹا ہونا (۹) بیماری (۱۰) چلنے پھرنے سے معذور ہونا (۱۱) سخت کیچڑ (۱۲) شل ہونا (۱۳) بڑھاپا[۳] (۱۴) ایسی جماعت کے ساتھ فقہ کا تکرار جس کے اٹھ جانے کا خطرہ ہو[۴] (۱۵) کھانے کا حاضر ہونا جب کہ اس کا دل چاہتا ہو[۵] (۱۶) سفر کا ارادہ کرنا[۶] (۱۷) کسی مریض کے پاس ٹھہرنا[۷] (۱۸) رات کے وقت سخت ہوا کا چلنا، دن کو نہیں[۸]۔

مسئلہ: اگر ان عذروں میں سے جن کی وجہ سے جماعت سے پیچھے رہنا جائز ہے۔ کسی عذر کے باعث جماعت میں شامل نہ ہو تو بھی جماعت کا ثواب پائے گا[۹]۔

(بقیہ سابقہ) وجہ سے اقتدا صحیح ہوگی۔

۷ے اگر دونوں کشتیاں ملی ہوئی نہ ہوں تو وہ دو مکانوں کی طرح ہوں گی۔ اگر ملی ہوئی ہوں تو وہ ایک مکان کی طرح ہوں گی اور نماز جائز ہوگی۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) ۱ے مثلاً مقتدی کو معلوم ہے کہ امام کو منہ بھر کرتے آئی ہے اور اس کا وضو ٹوٹ گیا لیکن اسے اس بات کا علم نہیں کہ امام نے دوبارہ وضو کیا ہے۔ اس صورت میں اگرچہ امام نے

(بقیہ سابقہ) وضو کر لیا ہو لیکن چونکہ مقتدی کے علم میں امام بے وضو ہے اور بے وضو کے پیچھے نماز جائز نہیں لہٰذا اس کی نماز ایسے امام کے پیچھے جائز نہ ہوگی۔

؎۲ قاعدہ یہ ہے کہ ادنیٰ حال والے کے پیچھے اعلیٰ حال والے کی نماز جائز نہیں اور ان مذکورہ بالا صورتوں میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔

؎۳ مثلاً اعلان وغیرہ کے ذریعے یا جن نمازیوں کو خط لکھ کر بتا سکتا ہے انہیں خبردار کر دے کہ وہ اپنی نماز لوٹائیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

؎۱ سخت بارش اور سردی مراد ہے۔

؎۲ دشمن کا خوف ہے کہ وہ راستے میں ایذا پہنچائے گا

؎۳ یعنی ہر ایسا عذر جس کے سبب جماعت میں شرکت ناممکن ہے، جماعت کو ساقط کر دیتا ہے۔

؎۴ اگر وہ ہمیشہ ساتھیوں کے ساتھ تکرار کرتا ہے اور اب ساتھیوں کے چلے جانے کا خطرہ ہے۔ فقہ میں یہاں تفسیر حدیث، عقائد وغیرہ شامل ہیں۔

؎۵ کیونکہ پہلے کھانا نہ کھانے کی صورت میں نمازی کا دل کھانے کی طرف رہے گا اور نماز خشوع و خضوع سے خالی ہوگی۔

؎۶ کیونکہ جماعت میں شمولیت کی وجہ سے سفر کی تیاری نہیں کر سکے گا یا گاڑی نکل جائے گی۔ اگر یہ خدشہ نہ ہو تو جماعت کے ساتھ پڑھے

؎۷ یعنی ایسا مریض جس کے پاس ٹھہرنا ضروری ہے۔

؎۸ دن کو سخت ہوا میں مسجد کی طرف جاتے ہیں کوئی حرج نہیں البتہ رات کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہوتا ہے۔

؎۹ کیونکہ وہ مجبوری کے تحت جماعت سے پیچھے رہا۔ سستی وغیرہ کی وجہ سے نہیں۔

(فصل) فِي الْاَحَقِّ بِالْاِمَامَةِ وَتَرْتِيْبِ الصُّفُوْفِ اِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْحَاضِرِيْنَ صَاحِبُ مَنْزِلٍ وَلَا وَظِيْفَةٍ وَلَا ذُوْ سُلْطَانٍ فَالْاَعْلَمُ اَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ ثُمَّ الْاَقْرَءُ ثُمَّ الْاَوْرَعُ ثُمَّ الْاَسَنُّ ثُمَّ الْاَحْسَنُ خُلُقًا ثُمَّ الْاَحْسَنُ وَجْهًا ثُمَّ الْاَشْرَفُ نَسَبًا ثُمَّ الْاَحْسَنُ صَوْتًا ثُمَّ الْاَنْظَفُ ثَوْبًا فَاِنِ اسْتَوَوْا يُقْرَعُ اَوِ الْخِيَارُ لِلْقَوْمِ فَاِنِ اخْتَلَفُوْا فَالْعِبْرَةُ بِمَا اخْتَارَهُ الْاَكْثَرُ وَاِنْ قَدَّمُوْا غَيْرَ الْاَوْلٰى فَقَدْ اَسَاءُوْا

امامت کا استحقاق اور صفوں کی ترتیب:

اگر حاضرین میں صاحب خانہ اور مقرر امام نہ ہو اور نہ ہی حکمران ہو[1]، تو امامت کا زیادہ حق دار سب سے بڑا عالم ہے[2] پھر سب سے بڑا قاری[3] پھر زیادہ پرہیزگار[4] پھر جس کی عمر زیادہ ہو۔ پھر جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو[5] اس کے بعد وہ جس کی صورت اچھی ہو[6]۔ پھر وہ جس کا نسب زیادہ معزز ہو[7]۔ اس کے بعد وہ جس کی آواز اچھی ہو[8] اور پھر وہ جس کے کپڑے زیادہ صاف ستھرے ہوں[10]۔

اگر تمام برابر ہوں تو قرعہ اندازی کی جائے یا قوم کو اختیار دیا جائے۔

اگر اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کا اعتبار کیا جائے جس کو زیادہ لوگ پسند کریں۔ اگر انہوں نے اس کو آگے کیا جو زیادہ حق نہیں رکھتا تو انہوں نے برا کیا۔[11]

لہ سب سے پہلا حق سلطان کا ہے پھر امیر اس کے بعد قاضی پھر گھر والا امامت کا حق رکھتا ہے۔
(بہار شریعت حصہ سوم ص ۸۷)

۲ے جو نماز کے مسائل اور قرأت میں سنت طریقہ جانتا ہے۔ اور ظاہری بے حیائیوں سے بچتا ہو۔

۳ے یعنی جو قرأت کے احکام زیادہ جانتا ہے محض حافظ قرآن نہ ہو۔

۴ے ورع، تقویٰ سے زیادہ درجہ رکھتا ہے۔ کیونکہ تقویٰ حرام سے بچنے کا نام ہے، جبکہ ورع شبہات سے بچنے کو کہتے ہیں۔

۵ے حضرت مالک بن حویرث اور ان کے چچا زاد بھائی رضی اللہ عنہما سفر پر جانے لگے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (بقیہ صفحہ آئندہ)

وَكُرِهَ إِمَامَةُ الْعَبْدِ وَالْأَعْمٰى وَالْأَعْرَابِيِّ وَوَلَدِ الزِّنَا الْجَاهِلِ وَالْفَاسِقِ وَالْمُبْتَدِعِ وَتَطْوِيلُ الصَّلٰوةِ وَجَمَاعَةُ الْعُرَاةِ وَالنِّسَاءِ فَإِنْ فَعَلْنَ يَقِفُ الْإِمَامُ وَسْطَهُنَّ كَالْعُرَاةِ وَيَقِفُ الْوَاحِدُ عَنْ يَمِيْنِ الْإِمَامِ وَالْأَكْثَرُ خَلْفَهٗ وَيَصُفُّ الرِّجَالُ ثُمَّ الصِّبْيَانُ ثُمَّ الْخَنَاثٰى ثُمَّ النِّسَاءُ

ان لوگوں کی امامت مکروہ ہے:

غلام[۱]، اندھے[۲]، دیہاتی[۳]، ولدِ زنا[۴]، جاہل، فاسق[۵] اور بدعتی[۶] کی امامت مکروہ ہے، نماز کو لمبا کرنا[۷] اور ننگوں نیز عورتوں کی جماعت بھی مکروہ ہے۔ اگر عورتیں ایسا کریں تو ان کی امام درمیان میں کھڑی ہو جیسے ننگوں کی جماعت میں ہوتا ہے۔

ایک آدمی ہو تو امام[۸] کی دائیں جانب اور زیادہ لوگ ہوں تو پیچھے کھڑے ہوں پہلے مرد صفیں باندھیں پھر بچے اس کے بعد ہجڑے اور پھر عورتیں[۹]۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) نے فرمایا "تم میں سے بڑے کو امامت کرانا چاہیے"۔

۶ لوگوں سے اچھا برتاؤ کرنے والا۔

۷ حسن صورت، اچھی سیرت پر دلالت کرتی ہے اور یہاں محض ظاہری حسن کو ترجیح نہیں دی گئی بلکہ وہ شخص مراد ہے جو حسن اخلاق کا بھی مالک ہو۔

۸ کیونکہ لوگ اچھے نسب والے کی تعظیم و احترام کرتے ہیں اس طرح یہ بات کثرت جماعت کا سبب ہوگی۔

۹ اچھی آواز کو لوگ زیادہ پسند کرتے ہیں۔

۱۰ عمدہ اور صاف ستھرے لباس والے امام کی زیادہ قدر و منزلت ہوتی ہے اور لوگوں کے دلوں میں اس کے لیے احترام ہوتا ہے۔

۱۱ یعنی انہوں نے اچھا کام نہیں کیا سب سے بہتر کو آگے کرنا چاہیے تھا

(صفحہ ہذا) ۱ چونکہ غلام عام طور پر اپنے آقا کی خدمت میں مصروف رہنے کی وجہ سے علم حاصل نہیں کر سکتے اس لیے ان میں جہالت زیادہ ہوتی ہے لیکن اگر کوئی غلام عالم اور متقی ہو تو اس کی امامت مکروہ نہ ہوگی۔

۲ چونکہ نابینا آدمی اپنے کپڑوں کی حفاظت نہیں کر سکتا اور ممکن ہے وہ قبلہ کی صحیح سمت (بقیہ صفحہ آئندہ)

(فصلٌ) فِيمَا يَفْعَلُهُ الْمُقْتَدِیْ بَعْدَ فَرَاغِ إِمَامِهِ مِنْ وَاجِبٍ وَغَيْرِهِ لَوْ سَلَّمَ الْإِمَامُ قَبْلَ فَرَاغِ الْمُقْتَدِیْ مِنَ التَّشَهُّدِ يُتِمُّهُ وَلَوْ رَفَعَ الْإِمَامُ رَأْسَهُ قَبْلَ تَسْبِيحِ الْمُقْتَدِیْ ثَلَاثًا فِی الرُّكُوعِ أَوِ السُّجُودِ يُتَابِعُهُ وَلَوْ زَادَ الْإِمَامُ سَجْدَةً أَوْ قَامَ بَعْدَ الْقُعُودِ الْأَخِيرِ سَاهِيًا لَا يَتْبَعُهُ الْمُؤْتَمُّ وَإِنْ قَيَّدَهَا سَلَّمَ وَحْدَهُ وَإِنْ قَامَ الْإِمَامُ قَبْلَ الْقُعُودِ الْأَخِيرِ سَاهِيًا انْتَظَرَهُ الْمَامُومُ فَإِنْ سَلَّمَ الْمُقْتَدِیْ قَبْلَ أَنْ يُقَيِّدَ إِمَامُهُ الزَّائِدَةَ بِسَجْدَةٍ فَسَدَ فَرْضُهُ وَكُرِهَ سَلَامُ الْمُقْتَدِیْ بَعْدَ تَشَهُّدِ الْإِمَامِ قَبْلَ سَلَامِهِ

امام فارغ ہوجائے تو مقتدی کیا کرے؟:

امام کے فارغ ہونے کے بعد مقتدی پر کیا کام کرنا واجب ہے اور کیا نہیں کرنا چاہیے۔ اگر امام نے مقتدی کے تشہد مکمل کرنے سے پہلے سلام پھیر دیا تو وہ اسے پورا کرے[۱]۔ اور اگر رکوع یا سجدے میں مقتدی کے تین بار تسبیح کہنے سے پہلے امام نے سر اٹھا لیا تو اس کی اتباع کرے[۲]۔

اگر امام نے زائد سجدہ کیا یا آخری قعدہ کے بعد بھول کر کھڑا ہوگیا تو مقتدی اس کی پیروی نہ کرے اور اگر امام نے زائد رکعت کا سجدہ بھی کر لیا تو مقتدی تنہا سلام پھیرے[۳]۔

اگر امام آخری قعدہ سے پہلے بھول کر کھڑا ہوگیا تو مقتدی اس کی انتظار کرے۔ اگر مقتدی نے امام کے زائد رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے سلام پھیر لیا تو اس کی فرض نماز فاسد ہو جائے گی[۴]۔

امام کے تشہد پڑھنے کے بعد اور سلام پھیرنے سے پہلے مقتدی کا سلام پھیرنا مکروہ (تحریمی) ہے[۵]۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) معلوم نہ کر سکے اس لیے اس کی امامت مکروہ ہے۔ لیکن اس سے افضل امام نہ ہو تو کوئی کراہت نہیں۔

۳؎ دیہاتی سے دیہات کا رہنے والا نہیں بلکہ جاہل مراد ہے۔ چاہے وہ شہری ہی کیوں نہ ہو۔

۴؎ یعنی جو اپنے باپ کا نہیں۔ اگر یہ شخص عالم متقی ہو تو اس کی امامت جائز ہوگی۔

۵؎ بداعمال شخص چاہے عالم ہے اس کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ دین کا خیال نہیں رکھتا لہٰذا اس کی

(بقیہ صفحہ آئندہ)

(بقیہ سابقہ) توہین واجب ہے جب کہ امام کی تعظیم کی جاتی ہے۔

۵۶ بدعت لغوی معنٰی کے اعتبار سے نئی چیز کو کہتے ہیں ۔ شریعت میں جس بدعت سے روکا گیا ہے اور اس کی مذمت کی گئی ہے یہ وہ عمل ہے جو سنت کے خلاف اور ترک سنت کا موجب بنتا ہے۔ اگر ایسا نیا کام جس کی اصل دین میں پائی جاتی ہو اور وہ دین کے استحکام کا باعث ہو تو وہ بدعت حسنہ کہلائے گا مثلاً میلاد شریف کی مجلس وغیرہ۔ بلکہ بعض نئے کام تو ایسے ہیں جو واجب ہیں۔ مثلاً قرآن پاک کو سمجھنے کے لیے صرف و نحو کی تعلیم، حالانکہ حضور علیہ السلام کے زمانے میں صرف اور نحو پڑھی نہیں جاتی تھی۔ لہٰذا ہر نئے کام کو بدعت مذمومہ قرار دینا غلط ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے۔ (اشعۃ اللمعات اردو حصہ اول ص ۴۲۲۔ مطبوعہ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور)

۵۷ نماز کو لمبا کرنے سے لوگ جماعت سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور تنہا پڑھنے کو ترجیح دیتے ہیں جس سے جماعت کو نقصان پہنچتا ہے۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو امامت کرائے وہ نماز مختصر پڑھائے۔

۵۸ اس طرح پردہ زیادہ ہوتا ہے۔

۵۹ صفوں کی یہ ترتیب احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ)

۱ چونکہ تشہد پڑھنا واجب ہے لہٰذا مقتدی کے لیے اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ یہاں امام کی متابعت نہ ہوگی۔

۲ تسبیحاتِ رکوع و سجود سنت ہیں۔ ان کے رہ جانے سے نماز ہو جاتی ہے جب کہ امام کی متابعت ضروری ہے۔ لہٰذا تسبیحات چھوڑ کر امام کی اتباع کرے۔

۳ چونکہ زائد سجدہ یا آخری قعدہ کے بعد رکعت کے لیے کھڑا ہونا نماز کا حصہ نہیں لہٰذا اس میں مقتدی امام کی اتباع نہیں کرے گا۔ البتہ اس کے ساتھ سلام پھیرنے کے لیے انتظار کرے۔ اگر وہ زائد رکعت کا سجدہ کرلے تو مقتدی تنہا سلام پھیرے۔

۴ کیونکہ اس نے امام کی اقتدا کرنے کے باوجود ایک رکن یعنی آخری قعدہ تنہا ادا کیا۔

۵ کیونکہ اس صورت میں اس نے امام کی متابعت ترک کر دی تاہم نماز باطل نہ ہوگی۔

فصل فِي الْأَذْكَارِ الْوَارِدَةِ بَعْدَ الْفَرْضِ الْقِيَامُ إِلَى السُّنَّةِ مُتَّصِلًا بِالْفَرْضِ مَسْنُوْنٌ وَعَنْ شَمْسِ الْأَئِمَّةِ الْحَلْوَانِي لَا بَأْسَ بِقِرَاءَةِ الْأَوْرَادِ بَيْنَ الْفَرِيْضَةِ وَالسُّنَّةِ وَيَسْتَحِبُّ لِلْإِمَامِ بَعْدَ سَلَامِهِ أَنْ يَتَحَوَّلَ إِلَى يَسَارِهِ لِتَطَوُّعٍ بَعْدَ الْفَرْضِ وَأَنْ يَسْتَقْبِلَ بَعْدَهُ النَّاسَ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ وَيَقْرَءُوْنَ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ وَالْمُعَوَّذَاتِ وَيُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَيَحْمَدُوْنَهُ كَذٰلِكَ وَيُكَبِّرُوْنَهُ كَذٰلِكَ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ثُمَّ يَدْعُوْنَ لِأَنْفُسِهِمْ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ رَافِعِيْ أَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَمْسَحُوْنَ بِهَا وُجُوْهَهُمْ فِيْ اٰخِرِهِ

فرض نماز کے بعد اذکار:

فرض نماز کے فوراً بعد سنتوں کے لیے کھڑا ہونا مسنون ہے۔[1]

حضرت شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں رفرضوں اور سنتوں کے درمیان وظائف پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔[2]

امام کے لیے مستحب ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد نوافل (سنتیں وغیرہ) پڑھنے کے لیے اپنی بائیں جانب ہوجائے۔[3] اور اس کے بعد (سنتوں اور نوافل کے بعد دعا کے لیے) لوگوں کی طرف متوجہ ہو۔[4]

نماز کے بعد استغفار کریں، آیت الکرسی اور معوذات پڑھیں۔[5]

تینتیس[۳۳] بار سبحان اللہ۔ اتنی بار "الحمد للہ" اور اتنی ہی بار "اللہ اکبر" کہیں۔ اس کے بعد پڑھیں۔[6]

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ	اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے
لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ	اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہی ہے
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔	اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر اپنے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا مانگیں اور پھر آخر میں ان کو اپنے چہروں پر ملیں۔

بَابُ مَا يُفْسِدُ الصَّلٰوةَ

وَهُوَ ثَمَانِيَةٌ وَّسِتُّوْنَ شَيْئًا اَلْكَلِمَةُ وَلَوْ سَهْوًا اَوْ خَطَأً وَّالدُّعَآءُ بِمَا يُشْبِهُ كَلَامَنَا وَالسَّلَامُ بِنِيَّةِ التَّحِيَّةِ وَلَوْ سَاهِيًا وَرَدُّ السَّلَامِ بِلِسَانِهٖ اَوْ بِالْمُصَافَحَةِ وَالْعَمَلُ الْكَثِيْرُ وَتَحْوِيْلُ الصَّدْرِ عَنِ الْقِبْلَةِ وَاَكْلُ شَيْءٍ مِّنْ خَارِجِ فَمِهٖ وَلَوْ قَلَّ وَاَكْلُ مَا بَيْنَ اَسْنَانِهٖ وَهُوَ قَدْرُ الْحِمَّصَةِ وَشُرْبُهٗ وَالتَّنَحْنُحُ بِلَا عُذْرٍ وَالتَّافِيْفُ وَالْاَنِيْنُ وَالتَّاَوُّهُ وَارْتِفَاعُ بُكَآئِهٖ مِنْ وَّجَعٍ اَوْ مُصِيْبَةٍ لَا مِنْ ذِكْرِ جَنَّةٍ اَوْ نَارٍ

جو چیزیں نماز کو توڑ دیتی ہیں:

یہ ۶۸ چیزیں ہیں۔

۱۔ گفتگو کرنا اگرچہ بھول کر یا غلطی سے ہو[1]۔

۲۔ ایسے کلمات کے ساتھ دعا مانگنا جو ہمارے (دنیوی) کلام سے مشابہ ہو[2]۔

۳۔ سلام کرنے کی نیت سے لفظ سلام کہنا اگرچہ بھول کر ہو[3]۔

۴۔ زبان یا (ہاتھ سے) مصافحہ کرتے ہوئے سلام کا جواب دینا[4]۔

۵۔ عمل کثیر[5]۔ (۶) قبلہ سے سینہ پھیرنا۔

۷۔ کوئی چیز منہ کے اندر باہر سے لے کر کھانا۔ اگرچہ کم ہو۔

۸۔ دانتوں کے درمیان جو کچھ (رکا ہوا) ہے اسے کھانا جب وہ (کم از کم) چنے کے برابر ہو[8]۔

۹۔ (کوئی مشروب) پینا۔ (۱۰) کسی عذر کے بغیر کھانسنا۔

۱۱۔ اُف اُف کرنا۔ (۱۲) آہ کرنا (۱۳) کراہنا

۱۴۔ درد یا مصیبت کی وجہ سے بلند آواز سے رونا جنت اور دوزخ کے ذکر سے نہیں[9]۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ سے سابقہ) لے حدیث شریف میں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کا سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا مانگتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ آخر تک۔ لہٰذا یہاں فوراً کھڑا ہونے سے مراد یہ ہے کہ فرض پڑھنے کے بعد یہ دعا مانگے اور مزید تاخیر کیے بغیر سنتیں شروع کردے۔

۲ے بہتر یہی ہے کہ اوراد و وظائف نماز مکمل کرنے کے بعد پڑھے۔

۳ے یعنی امام اپنی بائیں جانب جو قبلہ کی دائیں جانب ہوگی ہٹ کر سنتیں پڑھے۔

۴ے امام نمازیوں کی طرف بھی متوجہ ہو سکتا ہے۔ دائیں طرف اور بائیں طرف بھی پھر سکتا ہے۔ بہتر یہ کہ دائیں طرف پھرے یعنی قبلہ اس کی بائیں جانب ہو۔

۵ے معوذات سے مراد سورۂ الفلق، سورہ الناس اور سورہ اخلاص ہے۔ پہلی دو میں پناہ کا ذکر ہے۔ تیسری میں اگرچہ پناہ کا ذکر نہیں لیکن دو کی کثرت کا اعتبار کرکے تینوں کو معوذات کہا گیا ہے۔

۶ے حدیث شریف میں ہے جو شخص ہر نماز کے بعد سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر تینتیس تینتیس بار پڑھے یہ ننانوے بار ہو گیا پھر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھے اس کی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں (صحیح مسلم جلد اول ص ۲۱۹)

(حاشیہ صفحہ سابقہ)

لے یہ یاد نہ رہے کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے تو اُسے نسیان (بھولنا) کہتے ہیں۔ اور اگر نماز تو یاد ہے لیکن کچھ پڑھنے کی بجائے گفتگو کردی تو یہ خطا (غلطی) ہے۔

۲ے مثلاً یہ کہ یا اللہ مجھے کھانا دے وغیرہ

۳ے کیونکہ اس میں خطاب ہوتا ہے لہٰذا دنیوی کلام کی طرح ہوگا۔

۴ے یہ بھی سلام کی طرح ہے۔

(ہدایہ جلد اول ص ۱۴۰)

۵ے اگر دیکھنے والا سمجھے کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا تو ایسا عمل، عمل کثیر ہوگا ورنہ قلیل شمار ہوگا۔

۶ے کیونکہ قبلہ رُخ رہنا فرض ہے البتہ بے وضو ہو جائے تو وضو کرنے کے لیے جاتے ہوئے قبلہ رُخ نہیں رہے گا۔

۷ے، ۸ے ان دونوں صورتوں میں وہ ایسے عمل کا مرتکب ہوا ہے جس سے بچنا ممکن تھا اور وہ نماز کے افعال میں سے بھی نہیں۔

۹ے اگر جنت اور دوزخ کے ذکر سے رویا تو یہ خشوع کی علامت ہے لہٰذا اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

وَتَشْمِيْتُ عَاطِسٍ بِيَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَجَوَابُ مُسْتَفْهِمٍ عَنْ نِدٍّ بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَخَبَرِ سُوْءٍ بِالْاِسْتِرْجَاعِ وَسَارٍّ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَعَجَبٍ بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَوْسُبْحَانَ اللّٰهِ وَكُلُّ شَيْءٍ قُصِدَ بِهِ الْجَوَابُ كَيَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ وَرُؤْيَةُ مُتَيَمِّمٍ مَآءً وَتَمَامُ مُدَّةِ مَاسِحِ الْخُفِّ وَنَزْعُهُ وَتَعَلُّمُ الْاُمِّيِّ اٰيَةً وَوِجْدَانُ الْعَارِيْ سَاتِرًا وَقُدْرَةُ الْمُؤْمِيْ عَلَى الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَتَذَكُّرُ فَائِتَةٍ لِذِيْ تَرْتِيْبٍ وَاسْتِخْلَافُ مَنْ لَا يَصْلُحُ اِمَامًا وَطُلُوْعُ الشَّمْسِ فِي الْفَجْرِ وَزَوَالُهَا فِي الْعِيْدَيْنِ وَدُخُوْلُ وَقْتِ الْعَصْرِ فِي الْجُمُعَةِ وَسُقُوْطُ الْجَبِيْرَةِ عَنْ بُرْءٍ

(۱۵) چھینکنے والے کو "یرحمك الله" (اللہ تجھ پر رحم فرمائے) کے ساتھ جواب دینا۔ (۱۶) شریک باری تعالیٰ کے بارے میں پوچھنے والے کو "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کے ساتھ جواب دینا۔ بری خبر سن کر اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھنا، خوشخبری سن کر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا، تعجب خیز خبر سن کر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یا سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنا۔ (۱۷) ہر وہ کلام جس کے ساتھ جواب دینا مقصود ہو جیسے "یَا یَحْیٰی خُذِ الْکِتَابَ"[۱] (۱۸) تیمم والے کا پانی کو دیکھ لینا[۲] (۱۹) موزوں پر مسح کرنے والے کی مدت مسح کا ختم ہو جانا[۳] (۲۰) موزہ اتار لینا۔ (۲۱) اَن پڑھ کا کوئی آیت سیکھ لینا[۴]۔ (۲۲) ننگے کو کپڑا مل جانا جو ستر کو ڈھانپ سکے[۶] (۲۳) اشارے سے نماز پڑھنے والے کا رکوع اور سجدے پر قادر ہو جانا۔ (۲۴) صاحبِ ترتیب کو فوت شدہ نماز یاد آنا (۲۵) ایسے آدمی کو خلیفہ بنانا جو امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا[۵]۔ (۲۶) فجر کی نماز میں سورج کا طلوع ہو جانا (۲۷) عیدین کی نماز میں زوال کا وقت داخل ہو جانا (۲۸) جمعہ کی نماز میں وقت عصر کا داخل ہو جانا (۲۹) زخم ٹھیک ہونے پر پٹی کا گر جانا۔

---

[۱] ان تمام صورتوں میں جواب دینا مقصود ہوتا ہے لہٰذا یہ نماز کے منافی ہیں اس لیے نماز ٹوٹ جائے گی۔

[۲] چونکہ تیمم کی اجازت پانی پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے اب جب پانی نظر آگیا تو عذر باطل ہوگیا بشرطیکہ اتنا پانی ہو جس سے وضو کیا جا سکتا ہے۔

[۳] کیونکہ مدت ختم ہوتے ہی پاؤں میں حدث لوٹ آئے گا۔

[۴] یہاں بھی پہلے والی صورت ہے۔

(بقیہ صفحہ آئندہ)

وَزَوَالُ عُذْرِ الْمَعْذُوْرِ وَالْحَدَثُ عَمَدًا اَوْ بِصُنْعِ غَيْرِهٖ وَالْاِغْمَاءُ وَالْجُنُوْنُ وَالْجَنَابَةُ بِنَظَرٍ اَوِ احْتِلَامٍ ومحاذاة الْمُشْتَهَاةِ فِيْ صَلٰوةٍ مُطْلَقَةٍ مُشْتَرَكَةٍ تَحْرِيْمَةً فِيْ مَكَانٍ مُتَّحِدٍ بِلَا حَائِلٍ وَنَوٰى اِمَامَتَهَا وَظُهُوْرُ عَوْرَةِ مَنْ سَبَقَهُ الْحَدَثُ وَلَوِ اضْطَرَّ اِلَيْهِ كَكَشْفِ الْمَرْاَةِ ذِرَاعَهَا لِلْوُضُوْءِ وَقِرَاءَتُهُ ذَاهِبًا اَوْ عَائِدًا لِلْوُضُوْءِ وَمَكْثُهٗ قَدْرَ اَدَاءِ رُكْنٍ بَعْدَ سَبْقِ الْحَدَثِ مُسْتَيْقِظًا

---

(۳۰) معذور کے عذر کا زائل ہو جانا (۳۱) جان بوجھ کر یا دوسرے کے عمل سے بے وضو ہو جانا[۱] (۳۲) بیہوش ہو جانا (۳۳) پاگل ہو جانا (۳۴) دیکھنے سے جنبی ہو جانا یا احتلام سے (۳۵) مطلق نماز میں جس کی تحریمہ مشترک ہو ایک جگہ میں کسی رکاوٹ کے بغیر قابل شہوت عورت کے ساتھ کھڑا ہونا جب کہ امام اس عورت کی امامت کی نیت کرے[۲] (۳۶) جو آدمی بے وضو ہو گیا اس کے کسی ستر کا ننگا ہونا اگرچہ مجبوری سے ہو مثلاً عورت کا وضو کے لیے اپنے بازوؤں کو ننگا کرنا[۳] (۳۷) وضو کے لیے جاتے یا آتے ہوئے قرأت کرنا۔ (۳۸) بے وضو ہونے کے بعد بیداری کی حالت میں ایک رکن کی ادائیگی کے برابر ٹھہرے رہنا[۴]

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ۵، ۶، ۷ ان تینوں صورتوں میں نماز کے برقرار رہنے کا مطلب یہ ہے کہ ضعیف پر قوی کی بنا ہو رہی اور یہ جائز نہیں، لہٰذا نماز ٹوٹ جائے گی۔

۵ صاحب ترتیب وہ ہے جس کے ذمہ کوئی قضا نہ ہو۔ چاہے شروع سے کوئی نماز قضا ہی نہ ہوئی یا کچھ نمازیں قضا اس کے ذمہ تھیں۔ وہ پڑھ لیں تو یہ بھی صاحب ترتیب ہو گیا۔ اب اگر اس کی ایک نماز قضا ہو گئی اور اسے ادا کیے بغیر دوسری وقتی نماز پڑھ لی۔ اور نماز کے دوران یاد آگیا کہ میرے ذمہ فلاں وقت کی نماز ہے تو یہ وقتی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(صفحہ ہذا) ۱ مثلاً جان بوجھ کر ہوا خارج کی یا کسی نے پتھر مارا اور خون بہہ نکلا۔

۲ مطلق نماز سے عام رکوع و سجود والی نماز مراد ہے۔ نماز جنازہ اس سے خارج ہے۔ تحریمہ کے مشترک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ایک امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہوں چونکہ امام جب تک عورت کی نیت نہیں کرے گا وہ نماز میں مرد کے محاذی شمار نہ ہو گی۔ اس لیے نیت بھی شرط ہے۔ نیز وہ عورت مراد ہے جو قابل جماع ہو چاہے بیوی ہو یا کوئی دوسری عورت۔ اگر مرد اسے پیچھے ہٹنے کا اشارہ کرے اور وہ نہ ہٹے تو عورت کی نماز (بقیہ صفحہ آئندہ)

وَمُجَاوَزَتُهٗ مَآءً قَرِيْبًا لِغَيْرِهٖ وَخُرُوْجُهٗ مِنَ الْمَسْجِدِ بِظَنِّ الْحَدَثِ وَ مُجَاوَزَتُهُ الصُّفُوْفَ فِيْ غَيْرِهٖ بِظَنِّهٖ وَانْصِرَافُهٗ ظَانًّا اَنَّهٗ غَيْرُ مُتَوَضِّئٍ وَاَنَّ مُدَّةَ مَسْحِهٖ اِنْقَضَتْ اَوْ اَنَّ عَلَيْهِ فَائِتَةً اَوْ نَجَاسَةً وَاِنْ لَّمْ يَخْرُجْ مِنَ الْمَسْجِدِ وَفَتْحُهٗ عَلٰى غَيْرِ اِمَامِهٖ وَالتَّكْبِيْرُ بِنِيَّةِ الْاِنْتِقَالِ لِصَلٰوةٍ اُخْرٰى غَيْرِ صَلٰوتِهٖ اِذَا حَصَلَتْ هٰذِهِ الْمَذْكُوْرَاتُ قَبْلَ الْجُلُوْسِ الْاَخِيْرِ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ۔

---

(۳۹) قریب پڑے ہوئے پانی سے دوسرے کی طرف گزر جانا۔[۱] (۴۰) بے وضو ہونے کے خیال میں مسجد سے نکل جانا۔[۲] (۴۱) غیر مسجد میں بے وضو ہونے کے گمان میں صفوں سے نکل جانا۔ (۴۲) یہ خیال کرتے ہوئے نماز سے پھر جانا کہ وہ بے وضو ہے یا مسح کی مدت ختم ہوگئی ہے یا اس کے ذمہ کوئی فوت شدہ نماز ہے یا اس پر نجاست لگی ہوئی ہے، اگرچہ مسجد سے نہ نکلے[۳] (۴۳) غیر امام کو لقمہ دینا[۴] (۴۴) اس نماز سے کسی دوسری نماز کی طرف منتقل ہونے کے لیے تکبیر کہنا۔[۵] (اس وقت نماز فاسد ہوگی) جب یہ تمام باتیں تشہد کی مقدار آخری قعدہ بیٹھنے سے پہلے پائی جائیں۔[۶]

(بقیہ صفحہ سابقہ) فاسد ہو جائے گی۔ (طحطاوی علی المراقی)

[۳] نماز میں بے وضو ہونے والا وضو کر کے پہلی نماز پر بنا کر سکتا ہے لیکن اگر کوئی ستر ننگا ہو گیا تو اب بنا نہیں کر سکتا لہٰذا عورتیں اگر بازو ننگے کیے بغیر دھو سکیں تو بنا کر سکتی ہیں ورنہ وضو کر کے نئے سرے سے پڑھیں اور یہی بہتر ہے

[۴] چونکہ بے وضو ہونے کے بعد فوراً وضو کے لیے جانا چاہیے تھا تب بنا صحیح ہوتی لہٰذا اس صورت میں نئے سرے سے نماز پڑھنا ہوگی۔ پہلی نماز فاسد ہوگئی۔

(صفحہ ہذا) [۱] یعنی بے وضو ہوگیا اور پانی قریب تھا لیکن وہ کسی عذر کے بغیر آگے چلا گیا تو یہ چلنا بلا عذر ہے لہٰذا نماز فاسد ہوگئی۔ اس پر بنا نہیں ہو سکتی۔ دو صفوں کا اندازہ یا کم آگے بڑھا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

[۲] کیونکہ کسی عذر کے بغیر نماز کے منافی عمل پایا گیا البتہ اگر مسجد سے نہ نکلتا اور وضو کر کے واپس آجاتا تو بنا صحیح تھی۔

[۳] کیونکہ یہ پھرنا نماز کی اصلاح کے لیے نہیں بلکہ نماز کو توڑنے کی نیت سے ہے لہٰذا نماز فاسد ہوگئی اس پر بنا نہیں ہو سکتی۔

[۴] کیونکہ یہ حالت نماز میں دوسرے کو تعلیم دینا ہے البتہ اپنے امام کو لقمہ دے سکتا ہے چاہے (بقیہ صفحہ آئندہ)

وَيُفْسِدُهَا اَيْضًا مَدُّ الْهَمْزَةِ فِي التَّكْبِيْرِ وَقِرَاءَةُ مَا لَا يَحْفَظُهُ مِنْ مُصْحَفٍ وَاَدَاءُ رُكْنٍ اَوْ اِمْكَانُهُ مَعَ كَشْفِ الْعَوْرَةِ اَوْ مَعَ نَجَاسَةٍ مَانِعَةٍ وَمُسَابَقَةُ الْمُقْتَدِيْ بِرُكْنٍ لَمْ يُشَارِكْهُ فِيْهِ اِمَامُهُ وَمُتَابَعَةُ الْاِمَامِ فِيْ سُجُوْدِ السَّهْوِ لِلْمَسْبُوْقِ وَعَدَمُ اِعَادَةِ الْجُلُوْسِ الْاَخِيْرِ بَعْدَ اَدَاءِ سَجْدَةٍ صُلْبِيَّةٍ تَذَكَّرَهَا بَعْدَ الْجُلُوْسِ وَعَدَمُ اِعَادَةِ رُكْنٍ اَدَّاهُ نَائِمًا وَقَهْقَهَةُ اِمَامِ الْمَسْبُوْقِ وَحَدَثُهُ الْعَمَدَ بَعْدَ الْجُلُوْسِ الْاَخِيْرِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَاْسِ رَكْعَتَيْنِ فِيْ غَيْرِ الثُّنَائِيَّةِ ظَانًّا اَنَّهُ مُسَافِرٌ اَوْ اَنَّهَا الْجُمُعَةُ اَوْ اَنَّهَا التَّرَاوِيْحُ وَهِيَ الْعِشَاءُ اَوْ كَانَ قَرِيْبَ عَهْدٍ بِالْاِسْلَامِ فَظَنَّ الْفَرْضَ رَكْعَتَيْنِ

تکبیر میں ہمزے کو کھینچنا بھی نماز کو فاسد کر دیتا ہے[1]۔

جو کچھ یاد نہیں اسے قرآن پاک سے دیکھ کر پڑھنا[2]

ستر کے ننگا ہونے یا رکاوٹ بننے والی نجاست کے ساتھ ایک رکن ادا کرنا یا اتنی دیر ٹھہرنا[3]

مقتدی کا امام سے پہلے کوئی رکن ادا کرنا جس میں امام شریک نہیں ہوا[4]۔

مسبوق کا سجدہ سہو میں امام کی پیروی کرنا[5] قعدہ کرنے کے بعد اصلی سجدہ یاد آجائے تو اسے ادا کرنے کے بعد آخری قعدہ نہ لوٹانا[6]

سونے کی حالت میں ادا کیے گئے رکن کو نہ لوٹانا[7] مسبوق کے امام کا آخری قعدہ کے بعد زور زور سے ہنسنا اور جان بوجھ کر بے وضو ہو جانا[8] دو سے زائد رکعتوں والی نمازیں دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر لینا، یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ مسافر ہے، یا یہ نماز جمعہ ہے۔ یا تراویح ہیں۔ حالانکہ وہ عشار کی نماز تھی یا وہ قریب کے زمانہ میں مسلمان ہوا اور اس کے خیال میں فرض دو ہی رکعتیں ہیں[9]

(بقیہ سابقہ سے سابقہ) فرض نماز ہو یا نفل، کیونکہ یہ اپنی نماز کی اصلاح ہے۔

ے۵ کیونکہ دوسری نماز تکبیر کے ساتھ حاصل ہو گئی۔ اور پہلی ٹوٹ گئی جس طرح اکیلا پڑھنے والا تکبیر کہہ کر جماعت میں شامل ہو جائے تو پہلی نماز فاسد ہو جائے گی۔

ے۶ کیونکہ نماز کے فرائض ادا کر چکا ہے۔ تشہد کے بعد نماز کا کوئی فرض باقی نہیں رہتا اور نمازی کا اپنے کسی عمل کے ساتھ نماز سے باہر آنا واجب ہے لہٰذا مختار مذہب کے مطابق نماز صحیح ہو جائے گی۔

(مراقی الفلاح)

(حاشیہ صفحہ سابقہ)

ے۱ اللہ اکبر کے ہمزے میں مد کرنے سے ایک اور ہمزہ پیدا ہو جاتا ہے جو استفہام کا معنیٰ دیتا ہے لہٰذا اس صورت میں معنی بدل جانے کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

ے۲ کیونکہ اس صورت میں اپنے غیر سے سیکھنا اور حاصل کرنا پایا گیا جو نماز کے منافی ہے۔

ے۳ ستر عورت اور طہارت کا حصول فرض ہے اور اس صورت میں اس کو چھوڑا گیا۔

ے۴ مثلاً امام سے پہلے رکوع میں چلا گیا اور ابھی امام رکوع میں نہیں پہنچا تھا کہ کھڑا ہو گیا اور اگر امام کے رکوع میں جانے سے پہلے کھڑا نہیں ہوا تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔ اسی طرح دوبارہ رکوع میں چلا جائے اور امام کے ساتھ شریک ہو جائے تو بھی ٹھیک ہے۔

ے۵ جس آدمی کی کچھ نماز رہتی تھی وہ باقی نماز کے لیے کھڑا ہوا تو امام کو سجدہ سہو یاد آگیا۔ اور اس سے پہلے تشہد کا اندازہ قعدہ کر چکا تھا اب یہ نمازی واپس لوٹ کر سجدہ سہو میں شریک ہوا تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ کیونکہ اس نے انفرادیت اختیار کرنے کے بعد امام کی اقتداء کی ہے۔

ے۶ کیونکہ آخری قعدہ تمام ارکان کے بعد ہوتا ہے لہٰذا سجدے سے پہلے والا قعدہ معتبر نہیں ہوگا۔

ے۷ کیونکہ بیداری کی حالت میں نماز ادا کرنا ضروری ہے۔

ے۸ چونکہ امام اور مقتدیوں نے ارکان نماز ادا کر دیے ہیں لہٰذا ان کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔ گویا یہ قہقہہ ان کی نماز میں نہیں پایا گیا لیکن مسبوق کی کچھ نماز باقی ہونے کی وجہ سے قہقہہ اس کی نماز کے دوران پایا گیا ہے۔

ے۹ چونکہ وقت سے پہلے جان بوجھ کر سلام پھیر گیا لہٰذا نماز فاسد ہو گئی۔

باب زلّة القاری

قال المحشی لما رأیت مسائل زلة القاری من اهم ما یجب العلم بها والناس عنها غافلون ووجدت ما فی الطحطاوی علی المراقی اوفی ما فی هذا البحث الحقته بهذا الکتاب مراعاة لمن سلك طریق الهدی واجتنب سبل الهوی لیکون واقیالی من النیران ووسیلة الی الجنان ورجحانا فی میزانی عند خفة المیزان وعلیه التکلان (قال)

تکمیل۔ زلة القاری من اهم المسائل وهی مبنیة علی قواعد ناشئة من الاختلافات لاکما توهم انه لیس له قاعدة تبنی علیها فالاصل فیها عند الامام ومحمد رحمهما الله تعالی تغیر المعنی تغیرا فاحشا وعدمه للفساد وعدمه مطلقا سواء کان اللفظ موجودا فی القرآن اولم یکن وعند ابی یوسف رحمه الله ان کان اللفظ نظیره موجودا فی القرآن لاتفسد مطلقا تغیر المعنی تغیرا فاحشا ولا

قاری کی لغزش:

قاری کا غلطی کرنا نہایت اہم مسئلہ ہے اور یہ چند قواعد پر مبنی ہے جو اختلافات سے پیدا ہوتے ہیں ایسا نہیں جیسے وہم کیا گیا کہ اس سلسلے میں کوئی قاعدہ نہیں جس پر یہ مسئلہ مبنی ہو۔

پس اس میں امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اصل بات نماز کے فاسد ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں معنیٰ میں نمایاں تبدیلی کا واقع ہونا یا نہ ہونا ہے چاہے وہ لفظ قرآن میں موجود ہو یا نہ۔ اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اگر وہ لفظ (جو پڑھا گیا) قرآن میں ہے تو نماز مطلقاً نہیں ٹوٹے گی معنیٰ میں تبدیلی واقع ہو یا نہ۔

لے اگر لفظ کے بدلنے سے معنیٰ بدل جائے تو نماز ٹوٹ جائے گی ورنہ نہیں۔ قطع نظر اس سے کہ جو لفظ پڑھا گیا وہ قرآن میں کسی جگہ ہے یا نہیں۔

وان لم یکن موجودا فی القرآن تفسد مطلقا ولا یعتبر الاعراب اصلا ومحل الاختلاف فی الخطأ والنسیان اما فی العمد فتفسد به مطلقا بالاتفاق اذا کان مما یفسد الصلوٰۃ اما اذا کان ثناء فلا یفسد ولو تعمد ذٰلک افادہ ابن امیر حاج وفی ھٰذا الفصل مسائل

الاولٰی الخطأ فی الاعراب ویدخل فیه تخفیف المشدد وعکسه وقصر الممدود وعکسه وفك المدغم وعکسه فان لم یتغیر به المعنٰی لا تفسد به صلٰوته بالاجماع کما فی المضمرات واذا تغیر المعنی نحو ان یقرأ واذ ابتلی ابراھیم ربه برفع ابراھیم ونصب ربه فالصحیح عنهما الفساد وعلی قیاس قول ابی یوسف لا تفسد لانه لا یعتبر الاعراب وبه یفتٰی واجمع المتأخرون کمحمد بن مقاتل محمد بن سلام

اور اگر قرآن میں موجود نہیں تو نماز ٹوٹ جائے گی[1] امام ابو یوسف رحمہ اللہ اعراب کا بالکل اعتبار نہیں کرتے۔

نوٹ :۔ محل اختلاف، خطاء اور نسیان کی صورت میں ہے۔ قصداً غلط پڑھنے سے تمام کے نزدیک نماز ٹوٹ جائے گی۔ جب کہ وہ (الفاظ جو پڑھے گئے) ایسے ہوں جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔ اگرچہ ارادتاً ایسا کرے۔ علامہ ابن امیر حاج رحمہ اللہ نے یہ بات بتائی۔ اس فصل میں کچھ مسائل ہیں۔

پہلا مسئلہ :۔ اعراب میں غلطی اور اس میں مشدد کو مخفف پڑھنا اور اس کا عکس، ممدود کو مقصور پڑھنا اور اس کے خلاف کرنا، مدغم کو ادغام کے بغیر پڑھنا اور اس کے برعکس کرنا، داخل ہے۔

اگر اس کے ساتھ معنیٰ میں تبدیلی واقع نہ ہو تو بالاجماع نماز فاسد نہ ہوگی جس طرح مضمرات میں ہے اور اگر معنیٰ بدل جائے جس طرح "وَاِذِ ابْتَلٰی اِبْرَاھِیْمَ رَبُّهٗ" میں ابراہیم کو رفع کے ساتھ اور "ربه" کو نصب کے ساتھ پڑھنا[2] تو اس صورت میں طرفین کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قیاس پر نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ وہ اعراب کا اعتبار نہیں کرتے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ متاخرین مثلاً حضرت محمد بن مقاتل، محمد بن سلام

---

[1] اگر وہ لفظ قرآن میں کسی مقام پر پایا جاتا ہے تو نماز نہیں ٹوٹے گی ورنہ ٹوٹ جائیگی معنیٰ بدلنے یا نہ بدلنے کا اعتبار نہیں ہوگا۔

[2] آیت کا معنیٰ ہے "اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے رب نے آزمایا" اگر ابراہیم پر رفع اور ربه پر نصب پڑھیں تو معنیٰ اُلٹ ہو جائے گا۔

واسمٰعیل الزاھد وابی بکر سعید البلخی والھندوانی وابن الفضل والحلوانی علی ان الخطأ فی الاعراب لا یفسد مطلقا وان کان مما اعتقادہ کفر لان اکثر الناس لا یمیزون بین وجوہ الاعراب وفی اختیار الصواب فی الاعراب ایقاع الناس فی الحرج وھو مرفوع شرعًا وعلی ھٰذا مشی فی الخلاصۃ فقال وفی النوازل لا تفسد فی الکل وبہ یفتی

وینبغی ان یکون ھٰذا فی ما اذا کان خطأً او غلطًا وھو لا یعلم لو تعمد ذٰلک مع مالا یغیر المعنی کثیرًا کنصب الرحمن فی قولہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی اما لو تعمد مع ما یغیر المعنی کثیرا او یکون اعتقادہ کفرًا فالفساد حینئذ اقل الاحوال والمفتی بہ قول ابی یوسف واما تخفیف المشدد کما لو قرء ایاک نعبد ورب العٰلمین بالتخفیف فقال المتأخرون لا تفسد مطلقا من غیر

اسماعیل زاہد، ابوبکر سعید بلخی، ہندوانی، ابن الفضل اور حلوانی رحمہم اللہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ اعراب میں غلطی سے نماز مطلقاً نہیں ٹوٹتی۔ اگرچہ وہ ان باتوں میں سے ہو جن کا اعتقاد کفر ہے کیونکہ اکثر لوگ اعراب کے طریقوں میں تمیز نہیں کر سکتے اور اعراب کی صحت کا قول اختیار کرنے میں لوگوں کو حرج میں ڈالنا ہے حالانکہ وہ شرعًا اٹھا لیا گیا ہے۔ خلاصہ میں یہی طریقہ اختیار کرتے ہوئے (صاحب کتاب نے) فرمایا نوازل میں ہے کہ تمام صورتوں میں نماز نہیں ٹوٹتی اور اسی پر فتویٰ ہے۔

لیکن مناسب ہے کہ یہ بات اس صورت میں ہو جب خطا یا غلطی سے ایسا ہوا اور اسے اس کا علم نہ ہو یا اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا لیکن معنیٰ میں کوئی زیادہ تبدیلی واقع نہیں ہوتی جس طرح اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی "اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى" میں "الرحمٰن" کو منصوب پڑھنا۔

لیکن جان بوجھ کر ایسا کرنے میں معنیٰ میں زیادہ خرابی لازم آئے یا اس کا اعتقاد کفر ہو تو نماز کا ٹوٹنا ایک معمولی بات ہے۔

فتویٰ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر ہے۔

مشدد کو مخفف پڑھنا جیسے "اِیَّاکَ نَعْبُدُ"، "رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" تخفیف کے ساتھ پڑھے تو متاخرین نے فرمایا

استثناء على المختار لان ترك المد والتشديد بمنزلة الخطا فى الاعراب كما فى قاضى خان وهو الاصح كما فى المضمرات وكذا نُصّ فى الذخيرة على انه الاصح كما فى ابن اميرحاج وحكم تشديد المخفف كحكم عكسه فى الخلاف والتفصيل وكذا اظهار المدغم او عكسه فالكل نوع واحد كما فى الحلبى (المسئلة الثانية) فى الوقف والابتداء فى غير موضعهما فان لم يتغير به المعنى لا تفسد بالاجماع من المتقدمين والمتاخرين وان تغير به المعنى ففيه اختلاف والفتوى على عدم الفساد بكل حال وهو قول عامة علمائنا المتاخرين لان فى مراعاة الوقف والوصل ايقاع الناس فى الحرج لاسيما العوام والحرج مرفوع كما فى الذخيرة والسراجية والنصاب وفيه ايضا لو ترك الوقف فى جميع القران لا تفسد صلوته عندنا واما الحكم فى قطع بعض الكلمة كما لو اراد ان يقول الحمد لله فقال ال فوقف على اللام او على الحاء او على الميم او اراد ان يقرأ

مختار مذہب کے مطابق بلا استثنار نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ مد اور شد کو چھوڑنا اعرابی غلطی کی طرح ہے جس طرح فتاویٰ قاضی خان میں ہے یہی زیادہ صحیح ہے جس طرح مضمرات میں ہے ذخیرہ میں بھی اسی طرح بیان کیا گیا ہے کہ یہی زیادہ صحیح ہے جس طرح امیر ابن حاج میں ہے اور تفصیل و اختلاف میں مخفف کو مشدد پڑھنے کا حکم وہی ہے جو اس کے برعکس کا ہے۔ اسی طرح مدغم میں اظہار کرنا یا اس کے اُلٹ کرنا ہے پس تمام ایک ہی قسم ہیں جسطرح حلبی میں ہے۔

دوسرا مسئلہ:۔ غیر مناسب مقام پر وقف اور ابتدار کرنا اگر اس کے ساتھ معنیٰ نہ بدلے تو متقدمین اور متاخرین کا اجماع ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی اگر معنیٰ بدل جائے تو اس میں اختلاف ہے لیکن فتویٰ ہر حال میں نماز کے نہ ٹوٹنے پر ہے۔ ہمارے عام متاخرین علمار کا یہی قول ہے کیونکہ وقف اور وصل کی رعایت کرنے میں لوگوں بالخصوص عوام الناس کو حرج میں ڈالنا ہے اور حرج شرعاً مرفوع ہے جس طرح ذخیرہ، سراجیہ اور نصاب میں ہے نیز نصاب میں یہ بھی ہے کہ اگر تمام قرآن میں وقف ترک کردے تو ہمارے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی۔

کلمات کا توڑنا: لیکن بعض کلمات کو توڑنا جس طرح الحمد اللہ پڑھنا چاہتا ہو اور لام یا حاء یا میم پر وقف کردے یا

والغدیت فقال والعا فوقف علی العین لا نقطاع نفسہ او نسیان الباقی ثم تمم او انتقل الی اٰیۃ اخری فالذی علیہ عامۃ المشائخ عدم الفساد مطلقاً وان غیر المعنی للضرورۃ وعموم البلوی کما فی الذخیرۃ وھو الاصح کما ذکرہ ابو اللیث

(المسئلۃ الثالثۃ) وضع حرفٍ موضع حرف اخر فان کانت الکلمۃ لا تخرج عن لفظ القراٰن ولم یتغیر بہ المعنی المراد لا تفسد کما لو قرأ ان الظّٰلمون بواو الرفع او قال والارض وما دحٰھا مکان طحٰھا وان خرجت بہ عن لفظ القراٰن ولم یتغیر بہ المعنی لا تفسد عندھما خلافا لابی یوسف کما قرأ قیّامین بالقسط مکان قوّامین او دوّارًا مکان دیّارًا وان لم تخرج بہ عن

والعٰدیت پڑھنا چاہے اور سانس ٹوٹ جائے یا باقی بھول جانے کی وجہ سے عین پر وقف کردے پھر پورا کرکے دوسرے کلمہ کی طرف منتقل ہوجائے تو عام مشائخ کے نزدیک نماز مطلقاً نہیں ٹوٹتی اگرچہ معنیٰ بدل جائے۔ ایسا ضرورت اور عام ابتلاء کی وجہ سے ہے جیسا کہ ذخیرہ میں ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے جس طرح ابو اللیث نے ذکر کیا ہے

تیسرا مسئلہ: ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف رکھنا۔

اگر کلمہ لفظ قرآن سے نہیں نکلا اور اس کے ساتھ مرادی معنیٰ نہیں بدلا تو نماز فاسد نہیں ہوگی جس طرح کسی نے "اِنَّ الظّٰلِمُوْنَ" واو رفع کے ساتھ پڑھا یا "وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰھَا" کی جگہ وَمَا دَحٰھَا" پڑھا۔

اور اگر اس کے ساتھ کلمہ لفظ قرآن سے نکل جائے لیکن معنیٰ میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو تو طرفین کے نزدیک نماز نہیں ٹوٹے گی۔ البتہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے، جس طرح "قَوَّامِیْنَ" کی جگہ "قَیَّامِیْنَ بِالْقِسْطِ" پڑھا، یا دَیَّارًا کی جگہ دَوَّارًا" پڑھا۔

لے طَحٰھَا اور دَحٰھَا دونوں کا معنیٰ "پھیلایا" ہے اور دونوں لفظ قرآن میں پائے جاتے ہیں۔

ٹے لفظ قَیَّامِیْنَ، قرآن میں نہیں تاہم معنیٰ دونوں کا ایک ہے۔

سے دَوَّارٌ کا لفظ بھی قرآن میں نہیں لیکن "دیارًا" اور "دوارًا" دونوں کا معنیٰ ایک ہے۔

کے یعنی طرفین کے نزدیک نماز ٹوٹ جائے گی اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ کے نزدیک نہیں ٹوٹے گی۔

لفظ القرآن وتغير به المعنیٰ فالخلاف بالعکس کما لو قرأ وانتم خامدون مکان سامدون وللمتاخرین قواعد اخر غیر ما ذکرنا واقتصرنا علی ما سبق لاطرادها فی کل الفروع بخلاف قواعد المتاخرین

واعلم انه لا یقیس مسائل زلۃ القارئ بعضها علی بعض الا من له درایۃ باللغۃ العربیۃ والمعانی وغیر ذٰلک مما یحتاج الیه التفسیر کما فی منیۃ المصلی وفی النہر واحسن من لخص من کلامہم فی زلۃ القارئ الکمال فی زاد الفقیر فقال ان کان الخطأ فی الاعراب ولم یتغیر به المعنی ککسر قواما مکان فتحہا وفتح باء نعبد مکان ضمہا لا تفسد وان غیر کنصب ہمزۃ العلماء وضم ہاء الجلالۃ من قوله تعالیٰ انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰٓؤا تفسد علی قول المتقدمین واختلف المتاخرون فقال ابن الفضل وابن مقاتل وابو جعفر والحلوانی وابن سلام واسمٰعیل

اور اگر لفظ قرآن سے نہ نکلے اور معنیٰ بدل جائے تو اختلاف اس کے برعکس ہوگا۔ جس طرح "انتم سامدون" کی جگہ "انتم خامدون" پڑھا[1]

متاخرین کے نزدیک کچھ اور قواعد بھی ہیں لیکن ہم نے اسی پر اکتفار کیا کیونکہ یہ تمام فروع میں جاری ہوتے ہیں بخلاف متاخرین کے قواعد کے۔

تم جان لو قاری کی لغزش سے متعلق مسائل کو ایک دوسرے پر وہی قیاس کر سکتا ہے جو عربی لغت اور معانی وغیرہ جن کی تفسیر کے لیے ضرورت ہے کا علم رکھتا ہو جیسے منیۃ المصلی اور نہر میں[2] ہے۔

کمال نے زاد الفقیر میں ان کے کلام کی نہایت اچھی تلخیص کی ہے۔ انہوں نے فرمایا اگر غلطی اعراب میں ہو لیکن اس کے ساتھ معنیٰ نہیں بدلا جیسے قَوَّامًا کی جگہ قِوَامًا کسرہ کے ساتھ پڑھنا "نعبد" میں بار کے ضمہ کی جگہ فتح پڑھنا، یہ نماز کو فاسد نہیں کرتا۔

اور اگر معنیٰ بدل جائے جس طرح "اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا" میں "علما" کے ہمزہ پر فتح اور اسم جلالت کی "ہا" پر ضمہ پڑھنا تو متقدمین کے قول پر نماز فاسد ہو جائے گی۔ البتہ متاخرین میں اختلاف ہے۔ ابن فضل، مقاتل، ابو جعفر، حلوانی، ابن سلام اور اسماعیل

---

[1] سَمَدَ کا معنیٰ حیران ہونا، گانا وغیرہ آتے ہیں جبکہ "خَمَدَ" آگ کی لپٹ ختم ہونا اور بیہوشی طاری ہونا، مرنا وغیرہ ہے۔

[2] نہر سے کنز الدقائق کی شرح "نہر الفائق" مراد ہے۔

الزاهدی لا تفسد و قول هؤلاء اوسع وان کان بوضع حرف مکان حرف ولم یتغیر المعنی نحوا یاب مکان اواب لا تفسد وعن ابی سعید تفسد وکثیرا ما یقع فی قراءة القرویین والاتراك والسود ان ویاك نعبد بواو مکان الهمزة والصراط الذین بزیادة الالف واللام وصرحوا فی الصورتین بعدم الفساد وان غیر المعنیٰ و تمامه فیه فلیراجع والله سبحانه وتعالیٰ اعلم واستغفر الله العظیم۔

زاہدی رحمہم اللہ فرماتے ہیں۔

نماز فاسد نہیں ہوتی ان لوگوں کے قول میں وسعت ہے۔

اور اگر ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف رکھ دیا جائے لیکن معنیٰ نہ بدلے جیسے "اَوَّابْ"[1] کی جگہ "اَیَّاب" پڑھا۔ تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

ابوسعید فرماتے ہیں فاسد ہو جائے گی۔

بعض ترکوں اور سوڈانیوں کی قرأت میں اکثر ایسا واقع ہوتا ہے کہ وہ "اِیَّاكَ نَعْبُدُ" کی جگہ "وَیَّاكَ نَعْبُدُ" واو کے ساتھ اور "صراط الذین" کو الف لام بڑھا "الصِّرَاطَ الَّذِیْنَ" پڑھتے ہیں۔

فقہاء نے ان دونوں صورتوں میں نماز نہ ٹوٹنے کی وضاحت کی ہے۔ اگرچہ معنیٰ بدل جائے۔ مکمل بحث وہاں ہے۔ اسی کی طرف رجوع کیجیے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے میں اللہ تعالیٰ کی عظیم ذات سے بخشش چاہتا ہوں۔

---

[1] اَوَّابْ اور اَیَّابْ دونوں کا معنیٰ ایک ہے یعنی بہت توبہ کرنے والا۔

(**فصل**) لَوْ نَظَرَ الْمُصَلِّیْ اِلٰی مَکْتُوْبٍ وَفَهِمَهٗ ــــــ اَوْ اَکَلَ مَا بَیْنَ اَسْنَانِهٖ وَکَانَ دُوْنَ الْحِمَّصَةِ بِلَا عَمَلٍ کَثِیْرٍ اَوْ مَرَّ مَارٌّ فِیْ مَوْضِعِ سُجُوْدِهٖ لَا تَفْسُدُ وَاِنْ اَثِمَ الْمَارُّ وَلَا تَفْسُدُ بِنَظْرِهٖ اِلٰی فَرْجِ الْمُطَلَّقَةِ بِشَهْوَةٍ فِی الْمُخْتَارِ وَاِنْ ثَبَتَ بِهِ الرَّجْعَةُ

(**فصل**) یُکْرَهُ لِلْمُصَلِّیْ سَبْعَةٌ وَّسَبْعُوْنَ شَیْئًا تَرْکُ وَاجِبٍ اَوْ سُنَّةٍ عَمَدًا کَعَبَثِهٖ بِثَوْبِهٖ وَبَدَنِهٖ وَقَلْبُ الْحَصٰی اِلَّا لِلسُّجُوْدِ مَرَّةً وَفَرْقَعَةُ الْاَصَابِعِ وَتَشْبِیْکُهَا وَالتَّخَصُّرُ وَالْاِلْتِفَاتُ بِعُنُقِهٖ وَالْاِقْعَاءُ وَافْتِرَاشُ ذِرَاعَیْهِ وَتَشْمِیْرُ کُمَّیْهِ عَنْهُمَا وَصَلٰوتُهٗ فِی السَّرَاوِیْلِ مَعَ قُدْرَتِهٖ عَلٰی لُبْسِ الْقَمِیْصِ ۔

نماز فاسد نہیں ہوتی:

اگر نمازی نے لکھی ہوئی چیز کی طرف دیکھا اور اسے سمجھ بھی لیا یا عمل کثیر کے بغیر اس چیز کو کھایا جو دانتوں کے درمیان تھی اور چنے (کے دانے) سے کم تھی[1] یا کوئی گزرنے والا سجدے کی جگہ سے گزرا۔ اگرچہ گزرنے والا گنہگار ہوگا[2] نیز مطلقہ عورت کی شرمگاہ کی طرف شہوت کے ساتھ دیکھنے سے بھی مختار مذہب کے مطابق نماز فاسد نہیں ہوتی اگرچہ اس کے ساتھ رجوع ثابت ہو جائے[3]۔

مکروہات نماز:

نمازی کے لیے ستتر (۷۷) چیزیں مکروہ ہیں۔

جان بوجھ کر کسی واجب یا سنت کو چھوڑ دینا جیسے کپڑے اور بدن کے ساتھ کھیلنا۔ کنکریوں کو الٹ پلٹ کرنا البتہ سجدے کے لیے ایک بار کر سکتا ہے۔ انگلیوں کو چٹخانا اور انہیں ایک دوسرے میں داخل کرنا، کولھوں پر ہاتھ رکھنا، گردن گھما کر ادھر ادھر دیکھنا، سرین پر بیٹھ کر گھٹنوں کو کھڑا کرنا (اقعاء)، بازوؤں کو بچھا دینا۔ آستینیں چڑھا لینا۔ قمیص پہننے پر قادر ہونے کے باوجود صرف شلوار میں نماز پڑھنا۔

---

[1] کیونکہ یہ عمل قلیل ہے

(بقیہ صفحہ آئندہ)

وَرَدُّ السَّلَامِ بِالْإِشَارَةِ وَالتَّرَبُّعُ بِلَا عُذْرٍ وَعَقْصُ شَعْرِهِ وَالْاِعْتِجَارُ وَهُوَ شَدُّ الرَّاسِ بِالْمِنْدِيلِ وَتَرْكُ وَسَطِهَا مَكْشُوفًا وَكَفُّ ثَوْبِهِ وَسَدْلُهُ وَالْاِنْدِرَاجُ فِيْهِ بِحَيْثُ لَا يُخْرِجُ يَدَيْهِ وَجَعْلُ الثَّوْبِ تحت ابطِهِ الْاَيْمَنِ وَطرح جَانِبَيْهِ عَلٰى عَاتِقِهِ الايسر والقراءَةُ فِيْ غَيْرِ حَالَةِ الْقِيَامِ وَاِطَالَةُ الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى فِي التَّطَوُّعِ وَتَطْوِيْلُ الثَّانِيَةِ عَلَى الْاُوْلٰى فِيْ جَمِيْعِ الصَّلوات تكرار السُّوْرَةِ فِيْ رَكْعَةٍ وَاحِدَةٍ مِّنَ الْفَرْضِ وَقِرَاءَةُ سُوْرَةٍ فَوْقَ الَّتِي قرأها

اشارے کے ساتھ سلام کا جواب دینا، بلا عذر چوکڑی مار کر بیٹھنا، بالوں کو گوندھنا۔ اعتجار یعنی سر کو رومال سے باندھنا اور درمیان کا حصہ ننگا چھوڑ دینا۔ کپڑے کو لپیٹ لینا، کپڑا لٹکانا (سدل کرنا[۱]) کپڑے میں اس طرح داخل ہونا کہ ہاتھوں کو باہر نہ نکالے[۲]۔ کپڑے کو دائیں کاندھے کے نیچے سے لے جا کر اس کے دونوں کنارے بائیں کاندھے پر لٹکا دینا[۳]۔ غیر قیام کی حالت میں قراءت کرنا، نفل نماز میں پہلی رکعت کو لمبا کرنا اور باقی تمام نمازوں میں دوسری رکعت کو پہلی سے لمبا کرنا۔ فرض نماز کی ایک رکعت میں کسی سورت کو دوبار (یا زیادہ) پڑھنا، پڑھی گئی سورت سے پچھلی سورت پڑھنا[۴]۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) ۲ھ کیونکہ اس میں نمازی کا کوئی قصور نہیں۔ نمازی کے آگے سے گزرنے کی سخت ممانعت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو معلوم ہوتا کہ اس کا کتنا گناہ ہے تو وہ چالیس (سال یا مہینے یا دن) تک کھڑا رہتا۔

۵۳ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دیں تو اسے طلاق رجعی کہتے ہیں۔ عدت کے اندر اندر جدید نکاح کے بغیر اس سے رجوع کر کے دوبارہ رکھ سکتا ہے للذا نماز پڑھتے ہوئے کسی شخص نے اپنی مطلقہ بیوی کی شرمگاہ کو شہوت کے ساتھ دیکھا تو عمل قلیل کی وجہ سے نماز نہیں ٹوٹے گی لیکن رجوع ثابت ہو جائے گا یعنی وہ بیوی دوبارہ اس کے گھر بس سکتی ہے۔

۵۴ مکروہ، محبوب کی ضد ہے یعنی ناپسندیدہ کام، اگر کسی کام کے بارے میں نہی وارد ہوئی ہے لیکن وہ قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے تو مکروہ تحریمہ ہوگا جو حرام کے قریب ہے اور اگر نہی تو نہیں لیکن چھوڑنا مفید ہے تو یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ جو حلال یعنی جائز کے قریب ہے۔ اگر کوئی واجب چھوڑ دیا تو نماز کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ اور اگر سنت (بقیہ صفحہ آئندہ)

وَفَصْلُهُ بِسُوْرَةٍ بَيْنَ سُوْرَتَيْنِ قَرَأَهُمَا فِي رَكْعَتَيْنِ وَشَمُّ طِيبٍ وَتَرْوِيحُهُ بِثَوْبِهِ أَوْ مِرْوَحَةٍ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ وَتَحْوِيلُ أَصَابِعِ يَدَيْهِ أَوْ رِجْلَيْهِ عَنِ الْقِبْلَةِ فِي السُّجُوْدِ وَغَيْرِهٖ وَتَرْكُ وَضْعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الرُّكْبَتَيْنِ فِي الرُّكُوْعِ وَالتَّثَاؤُبُ وَتَغْمِيْضُ عَيْنَيْهِ وَرَفْعُهُمَا لِلسَّمَآءِ وَالتَّمَطِّيْ وَالْعَمَلُ الْقَلِيْلُ وَأَخْذُ قَمْلَةٍ وَقَتْلُهَا وَتَغْطِيَةُ أَنْفِهٖ وَفَمِهٖ وَوَضْعُ شَيْءٍ فِي فَمِهٖ يَمْنَعُ الْقِرَاءَةَ الْمَسْنُوْنَةَ وَالسُّجُوْدُ عَلٰى كَوْرِ عِمَامَتِهٖ وَعَلٰى صُوْرَةٍ ۔

دو رکعتوں میں پڑھی جانے والی دو (چھوٹی) سورتوں کے درمیان ایک سورت کے ساتھ فصل کرنا[1]۔ (قصدًا) خوشبو سونگھنا، ایک یا دو بار کپڑے یا پنکھے سے ہوا لینا[2]، سجدے وغیرہ میں ہاتھوں یا پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ سے پھیر دینا[3]۔ رکوع میں ہاتھوں کو گھٹنوں پر نہ رکھنا، جمائی لینا، آنکھوں کو بند رکھنا اور انہیں آسمان کی طرف اٹھانا۔ انگڑائی لینا، عمل قلیل[4]، جوں پکڑنا اور اسے مارنا، ناک اور منہ کو ڈھانپنا[5]، منہ میں کوئی چیز رکھنا جو مسنون قرارت میں رکاوٹ پیدا کرتی ہو، پگڑی کے کنارے اور تصویر پر سجدہ کرنا[6]۔

(بقیہ صفحہ سابقہ سے سابقہ) رہ گئی تو مستحب ہے کہ نماز دوبارہ پڑھے۔ (مراقی الفلاح)

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ۱ے شلاً مفلر یا رومال گلے میں ڈال کر دونوں طرفیں لٹکا دینا اسی طرح سر پر تولیہ وغیرہ رکھ دینا اور اسے نہ باندھنا سدل ہے۔

۲ے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس دو کپڑے ہوں تو ان میں نماز پڑھے اور اگر ایک ہی کپڑا ہو تو اسے تہبند کی جگہ استعمال کرے اور یہودیوں کی طرح کپڑے کو نہ لپیٹے۔ گویا ایک کپڑے کی صورت میں تہبند باندھ لے ستر ڈھانپ لیا جائے گا باقی جگہ ننگی رہ جائے تو بھی نماز ہو جائے گی۔

۳ے کیونکہ کاندھوں کو ڈھانپنا مستحب ہے۔

۴ے شلاً پہلی رکعت میں سورہ "الکافرون" پڑھی اور دوسری میں "الکوثر" پڑھتا ہے۔

(صفحہ ہذا) ۱ے شلاً پہلی رکعت میں "الم ترکیف" پڑھی اور دوسری میں "ارایت الذی یکذب بالدین" پڑھی اور درمیان والی سورت کو چھوڑ دیا۔

۲ے ہوا زیادہ لے گا تو عمل کثیر ہو جائے گا اور نماز ٹوٹ جائے گی۔

۳ے حضور علیہ السلام نے فرمایا "جس قدر ممکن ہو اعضاء کو قبلہ رخ کرے۔

۴ے عمل قلیل جو نماز کے منافی ہو شلاً بال اکھیڑنا ۵ے اگر گرمی یا سردی کی وجہ سے ہو تو کوئی حرج نہیں۔

۶ے اس میں تصویر کی عبادت کا شبہ پایا جاتا ہے۔

وَالْاِقْتِصَارُ عَلَى الْجَبْهَةِ بِلَا عُذْرٍ بِالْاَنْفِ وَالصَّلٰوةُ فِی الطَّرِيْقِ وَالْحَمَّامِ وَفِی الْمَخْرَجِ وَفِی الْمَقْبَرَةِ وَاَرْضِ الْغَيْرِ بِلَا رِضَاهُ وَقَرِيْبًا مِّنْ نَّجَاسَةٍ وَّمُدَافِعًا لِاَحَدِ الْاَخْبَثَيْنِ اَوِ الرِّيْحِ وَمَعَ نَجَاسَةٍ غَيْرِ مَانِعَةٍ اِلَّا اِذَا خَافَ فَوْتَ الْوَقْتِ اَوِ الْجَمَاعَةِ وَاِلَّا نُدِبَ قَطْعُهُمَا وَالصَّلٰوةُ فِیْ ثِيَابِ الْبِذْلَةِ وَمَكْشُوْفَ الرَّاْسِ لَا لِلتَّذَلُّلِ وَالتَّضَرُّعِ وَبِحَضْرَةِ طَعَامٍ يَّمِيْلُ اِلَيْهِ وَمَا يُشْغِلُ الْبَالَ وَيُخِلُّ بِالْخُشُوْعِ وَعَدُّ الْاٰیِ وَالتَّسْبِيْحِ بِالْيَدِ وَقِيَامُ الْاِمَامِ فِی الْمِحْرَابِ اَوْ عَلٰى مَكَانٍ اَوِ الْاَرْضِ وَحْدَهٗ

ناک میں کوئی عذر نہ ہونے کے باوجود صرف پیشانی پر سجدہ کرنا، راستے، حمام، گزرگاہ، قبرستان[1] اور دوسرے کی زمین میں اس کی مرضی کے بغیر نماز پڑھنا،[2] نجاست کے قریب نماز پڑھنا، پیشاب، پاخانے یا ہوا کی شدت کے وقت نماز پڑھنا، اتنی نجاست کے ساتھ نماز پڑھنا جو مانع نہیں ہے[3] مگر جب نماز کے وقت یا جماعت کے نکلنے کا خوف ہو ورنہ ان کو دور کرنا مستحب ہے۔ کام کاج کے کپڑوں میں نماز پڑھنا،[4] ننگے سر نماز پڑھنا جب کہ عاجزی کے طور پر ننگا نہ کیا ہو۔ کھانے کی موجودگی میں جب اس کی طرف طبیعت کا میلان ہو یا ایسے کام (کے وقت نماز پڑھنا) جو دل کو مشغول رکھتا ہو اور خشوع میں خلل ڈالتا ہو، آیات اور تسبیح کو ہاتھ سے شمار کرنا[5] امام کا محراب میں یا ایسی جگہ اور زمین پر کھڑا ہونا جہاں وہ تنہا ہو۔[6]

---

[1] البتہ قبرستان میں مسجد بنی ہو تو اس میں پڑھ سکتا ہے۔ (طحطاوی علی المراقی)

[2] اگر زمین میں فصل نہ ہو اور وہ مسلمان کی زمین ہو نیز وہاں نماز پڑھنا ضروری ہو گیا ہو یعنی نماز کا وقت ہے تو کوئی حرج نہیں۔

[3] اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے کہ اگر نجاست غلیظہ ہے تو ایک درہم تک معاف ہے اور نجاست خفیفہ کی صورت میں کپڑے یا بدن کا چوتھا حصہ معاف ہے۔

[4] کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری ہے۔ پاک صاف کپڑوں کے ساتھ ہونی چاہیے۔

[5] اگر زبان سے گنے گا تو نماز بالکل ٹوٹ جائے گی۔

[6] مطلب یہ ہے کہ امام کے ساتھ مقتدی ہونے چاہییں اگر امام ان سے علیحدہ یا محراب میں پوشیدہ ہوگا تو اس کا حال مخفی رہے گا۔

وَالْقِيَامُ خَلْفَ صَفٍّ فِيهِ فُرْجَةٌ وَلُبْسُ ثَوْبٍ فِيهِ تَصَاوِيرُ وَاَنْ يَّكُوْنَ فَوْقَ
رَأْسِهٖ اَوْ خَلْفِهٖ اَوْ بَيْنَ يَدَيْهِ اَوْ بِحِذَائِهٖ صُوْرَةٌ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ صَغِيْرَةً اَوْ
مَقْطُوْعَةَ الرَّاْسِ اَوْ لِغَيْرِ ذِيْ رُوْحٍ وَاَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ تَنُّوْرٌ اَوْ كَانُوْنٌ فِيْهِ
جَمْرٌ اَوْ قَوْمٌ نِيَامٌ وَمَسْحُ الْجَبْهَةِ مِنْ تُرَابٍ لَا يَضُرُّهٗ فِيْ خِلَالِ الصَّلٰوةِ وَتَعْيِيْنُ
سُوْرَةٍ لَا يَقْرَأُ غَيْرَهَا اِلَّا لِيُسْرٍ عَلَيْهِ اَوْ تَبَرُّكًا بِقِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَتَرْكُ اِتِّخَاذِ سُتْرَةٍ فِيْ مَحَلٍّ يَظُنُّ الْمُرُوْرَ فِيْهِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ

ایسی صف کے پیچھے کھڑا ہونا جس میں گنجائش ہو، تصویروں والے کپڑے پہننا، سر کے اوپر یا پیچھے یا سامنے اور پہلو میں تصویر ہو، البتہ چھوٹی ہو یا سر کٹا ہوا ہو یا غیر ذی روح کی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ نمازی کے سامنے تنور یا چولھا ہو جس میں چنگاریاں ہوں[1] یا سوئے ہوئے لوگ ہوں[2]۔ نماز کے دوران پیشانی سے مٹی پونچھنا جو نقصان نہیں دیتی۔ کسی سورت کو مقرر کر لینا کہ اس کے علاوہ نہیں پڑھے گا[3]۔ البتہ آسانی کے لیے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت سے تبرک حاصل کرنے کی خاطر ایسا کر سکتا ہے۔ ایسی جگہ میں سترہ نہ رکھنا جہاں نمازی کے آگے سے (لوگوں کے) گزرنے کا گمان ہو۔

---

[1] کیونکہ یہ آتش پرستوں کے ساتھ مشابہت ہے۔

[2] اس صورت میں ممکن ہے سوئے ہوئے سے کوئی ایسی حرکت ہو جائے جس سے اس کی ہنسی نکل جائے یا اس کا چہرہ اس کی طرف ہو جائے۔

[3] کیونکہ اس طرح باقی قرآن سے منہ پھیرنا اور اسے چھوڑنا لازم آتا ہے۔

سوالات

۱۔ نماز پڑھنے کا طریقہ لکھیں اور بتائیں کہ مرد اور عورت کی نماز میں کیا فرق ہے۔
۲۔ تیسری رکعت میں ثناء پڑھنے کا کیا حکم ہے نیز پہلے قعدہ میں کب درود شریف اور دعا پڑھی جائے گی۔
۳۔ امامت کی شرعی حیثیت کیا ہے اور امام میں کن کن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔
۴۔ مقتدی کی امام کے پیچھے نماز صحیح ہونے کے لیے کتنی شرائط ہیں کوئی آٹھ شرائط بیان کریں۔
۵۔ کون کون سے لوگ جماعت سے غیر حاضر رہ سکتے ہیں۔
۶۔ امامت کے استحقاق میں ترتیب کیا ہے۔
۷۔ کن لوگوں کی امامت مکروہ ہے نیز بتائیں کہ صفوں کی ترتیب کیا ہوگی۔
۸۔ مقتدی کہاں کہاں امام کی اتباع کرے اور کس عمل میں نہ کرے۔
۹۔ نماز کو توڑنے والی چیزیں ہیں آپ صرف بیس باتیں لکھیں۔
۱۰۔ نسیان اور غلطی میں کیا فرق ہے نیز بتائیں کہ نسیان کی صورت میں کلام کرنے سے نماز ٹوٹے گی یا نہیں۔
۱۱۔ نماز میں قرأت کی غلطی سے متعلق "زلۃ القاری" کا ماحصل لکھیں۔
۱۲۔ کن باتوں سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔
۱۳۔ مکروہاتِ نماز کتنے ہیں۔ تعداد لکھیں اور صرف پندرہ کی تفصیل بیان کریں۔
۱۴۔ مندرجہ ذیل صیغوں کی وضاحت کریں۔
اخرج، مستفتح، تیعوذ، لاُثنِی، لیشتبہ، تلزق۔
۱۵۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے معانی لکھیں۔
حذاء، عضد، الفافاۃ، التمتمۃ، اللثغ، فلج، مقام، زمانۃ۔

فَصْلٌ فِيْ اِتِّخَاذِ السُّتْرَةِ وَ دَفْعِ الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ اِذَا ظَنَّ مُرُوْرَهٗ
يُسْتَحَبُّ لَهٗ اَنْ يَّغْرِزَ سُتْرَةً تَكُوْنُ طُوْلَ ذِرَاعٍ فَصَاعِدًا فِيْ غِلَظِ الْاِصْبَعِ وَ
السُّنَّةُ اَنْ يَّقْرُبَ مِنْهَا وَ يَجْعَلَهَا عَلٰى اَحَدِ حَاجِبَيْهِ وَلَا يَصْمُدُ اِلَيْهَا صَمْدًا
وَاِنْ لَّمْ يَجِدْ مَا يَنْصُبُهٗ فَلْيَخُطَّ خَطًّا طُوْلًا وَقَالُوْا بِالْعَرْضِ مِثْلَ الْهِلَالِ.
وَالْمُسْتَحَبُّ تَرْكُ دَفْعِ الْمَارِّ وَرُخِّصَ دَفْعُهٗ بِالْاِشَارَةِ اَوْ بِالتَّسْبِيْحِ وَكُرِهَ الْجَمْعُ
بَيْنَهُمَا وَيَدْفَعُهٗ بِرَفْعِ الصَّوْتِ بِالْقِرَاءَةِ وَتَدْفَعُهٗ بِالْاِشَارَةِ اَوِ التَّصْفِيْقِ بِظَهْرِ
اَصَابِعِ الْيُمْنٰى عَلٰى صَفْحَةِ كَفِّ الْيُسْرٰى وَلَا تَرْفَعُ صَوْتَهَا لِاَنَّهٗ فِتْنَةٌ وَّ لَا
يُقَاتِلُ الْمَارَّ وَمَا وَرَدَ بِهٖ مُؤَوَّلٌ بِاَنَّهٗ كَانَ وَالْعَمَلُ مُبَاحٌ وَقَدْ نُسِخَ.

سترہ:

سترہ[1] اختیار کرنا اور نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو دُدر کرنا۔ جب (نمازی کو) کسی کے گزرنے کا گمان ہو تو مستحب ہے کہ سترہ گاڑے جس کی لمبائی ایک گز یا اس سے زیادہ ہو اور ایک انگلی کے برابر موٹا ہو۔ سنت یہ ہے کہ سترہ قریب ہو اور اسے کسی ایک ابرو کے برابر رکھے۔ بالکل اس کے مقابل نہ ہو۔ اگر نصب کرنے کے لیے کوئی چیز نہ ہو تو لمبائی میں ایک لکیر کھینچے[2]۔ بعض فقہاء نے فرمایا چاند کی طرح چوڑائی میں کھینچے۔ مستحب تو گزرنے والے کو دور کرنے کا ترک ہے[3]۔ اشارے اور تسبیح کے ساتھ ہٹانے کی اجازت دی گئی ہے۔ لیکن دونوں کو جمع کرنا مکروہ ہے۔ بلند آواز کے ساتھ قرارت کر کے بھی ہٹا سکتا ہے۔ عورت اشارے کے ساتھ یا دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو بائیں ہاتھ کی پیٹھ پر مارنے کے ذریعے ہٹائے۔ اپنی آواز بلند نہ کرے کیونکہ یہ فتنہ ہے[4]۔ نمازی گزرنے والے سے لڑائی بھی نہ کرے اور اس کے بارے میں جو روایت آئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کبھی ایسا تھا جب نماز میں حرکت جائز تھی اور تحقیق وہ منسوخ ہو گئی۔

---

[1] نمازی کے آگے سے کسی کے گزرنے کا خطرہ ہو تو کوئی لکڑی وغیرہ کھڑی کر دی جائے۔ یہ سترہ کہلاتا ہے۔
[2] لمبائی کا مطلب یہ ہے کہ نمازی سے سیدھے قبلہ رُخ ہو۔
[3] یعنی اصل بات تو یہ ہے کہ کوئی چیز رکھنے سے اسے خود نماز میں کسی حرکت کے ساتھ گزرنے والے کو ہٹانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

(**فَصْلٌ** فِيمَا لَا يُكْرَهُ لِلْمُصَلِّي) لَا يُكْرَهُ لَهُ شَدُّ الْوَسَطِ وَلَا تَقَلُّدُهُ بِسَيْفٍ وَنَحْوِهِ إِذَا لَمْ يَشْتَغِلْ بِحَرَكَتِهِ وَلَا عَدَمُ إِدْخَالِ يَدَيْهِ فِي فَرْجِيَّةٍ وَشَقِّهِ عَلَى الْمُخْتَارِ وَلَا التَّوَجُّهُ لِمُصْحَفٍ أَوْ سَيْفٍ مُعَلَّقٍ أَوْ ظَهْرِ قَاعِدٍ يَتَحَدَّثُ أَوْ شَمْعٍ أَوْ سِرَاجٍ عَلَى الصَّحِيحِ وَالسُّجُودُ عَلَى بِسَاطٍ فِيهِ تَصَاوِيرُ لَمْ يَسْجُدْ عَلَيْهَا وَقَتْلُ حَيَّةٍ وَعَقْرَبٍ خَافَ أَذَاهُمَا وَلَوْ بِضَرَبَاتٍ وَانْحِرَافٍ عَنِ الْقِبْلَةِ فِي الْأَظْهَرِ وَلَا بَأْسَ بِنَفْضِ ثَوْبِهِ كَيْلَا يَلْتَصِقَ بِجَسَدِهِ فِي الرُّكُوعِ وَلَا بِمَسْحِ جَبْهَتِهِ مِنَ التُّرَابِ وَالْحَشِيشِ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الصَّلٰوةِ وَلَا

غیر مکروہ امور:

نمازی کے لیے کمر باندھنا مکروہ نہیں اور نہ تلوار وغیرہ لٹکانا مکروہ ہے جب کہ اس کی حرکت سے دل ادھر متوجہ نہ ہو ہاتھوں کو فرجی اور شق میں[۱] داخل کرنا بھی مختار مذہب پر مکروہ نہیں۔ قرآن پاک، لٹکی ہوئی تلوار، بیٹھے ہوئے باتیں کرنے والے کی پیٹھ، موم بتی یا چراغ وغیرہ کی طرف دیکھنا صحیح قول میں مکروہ نہیں، ایسے بچھونے پر سجدہ کرنا جس میں تصویریں ہوں[۲] لیکن تصویروں پر سجدہ نہ کرے[۳]، سانپ اور بچھو کو مارنا جب ان کے نقصان پہنچانے کا ڈر ہو اگرچہ کئی ضربوں اور قبلہ سے پھر جانے کے ساتھ ہو، یہ اظہر قول کے مطابق ہے[۴]۔ کپڑے کو جھاڑنے میں، تاکہ وہ رکوع میں جسم کے ساتھ نہ مل جائے، کوئی حرج نہیں۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد یا فراغت

(بقیہ صفحہ سابقہ) ؎۴ اندازہ کیجیے نماز میں ضرورت کے وقت بھی آواز بلند کرنا منع ہے تو بازاروں اور گلی کوچوں میں، بسوں اور گاڑیوں میں ریڈیو اور ٹی وی پر عورت کا اپنی آواز کو بلند کرنا کس قدر حرام ہے۔

؎۵ یعنی شروع شروع میں نماز میں گفتگو جائز تھی لہٰذا گزرنے والے کو کہا جاتا تھا کہ آگے سے نہ گزرو اور اس ضمن میں باہم جھگڑا بھی ہو جاتا لیکن اب چونکہ نماز میں گفتگو جائز نہیں لہٰذا یہ صورت اب نہیں ہوگی۔

(صفحہ ہذا) ؎۱ یہ دونوں قبا کی طرح ہیں یعنی ایسا کوٹ وغیرہ جس کی آستینیں نہ ہوں ان کو کندھے پر رکھ دینا مکروہ نہیں۔

؎۲ کیونکہ تصویر پاؤں کے نیچے آئے گی اور اس طرح اس کی توہین ہوگی لہٰذا جائز ہے۔

؎۳ تصویر پر سجدہ کرنا اس کی تعظیم کے مترادف ہے۔

؎۴ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو سیاہوں (سانپ اور بچھو) کو مارو اگرچہ تم نماز میں ہو (ہدایہ اولین ص ۱۲۲)

قَبْلَ الْفَرَاغِ إِذَا ضَرَّهُ وَشَغَلَهُ عَنِ الصَّلٰوةِ وَلَا بِالنَّظَرِ بِمُوْقِ عَيْنَيْهِ مِنْ غَيْرِ تَحْوِيْلِ الْوَجْهِ وَلَا بَاسَ بِالصلٰوةِ عَلَى الْفُرُشِ وَالْبُسُطِ وَاللُّبُوْدِ وَالْاَفْضَلُ الصَّلٰوةُ عَلَى الْاَرْضِ اَوْعَلٰى مَا تُنْبِتُهُ وَلَا بَأْسَ بِتَكْرَارِ السُّوْرَةِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ النَّفْلِ

فصلٌ (فِيْمَا يُوْجِبُ قَطْعَ الصَّلٰوةِ وَمَا يُجِيْزُهُ وَغَيْرَ ذٰلِكَ) يَجِبُ قَطْعُ الصَّلٰوةِ بِاسْتِغَاثَةِ مَلْهُوْفٍ بِالْمُصَلِّيْ لَا بِنِدَآءِ اَحَدِ اَبَوَيْهِ وَيَجُوْزُ قَطْعُهَا بِسَرِقَةٍ يُسَاوِيْ دِرْهَمًا وَلَوْلِغَيْرِهٖ وَخَوْفِ ذِئْبٍ عَلٰى غَنَمٍ اَوْخَوْفِ تَرَدِّيْ اَعْمٰى فِيْ بِئْرٍ وَنَحْوِهٖ وَاِذَا خَافَتِ الْقَابِلَةُ مَوْتَ الْوَلَدِ وَاِلَّا فَلَا بَاْسَ بِتَاخِيْرِهَا الصَّلٰوةَ وَتُقْبِلُ عَلَى الْوَلَدِ وَكَذَا الْمُسَافِرُ اِذَا خَافَ مِنَ اللُّصُوْصِ اَوْقُطَّاعِ الطَّرِيْقِ جَازَ لَهٗ تَاخِيْرُ الْوَقْتِيَّةِ

سے پہلے پیشانی سے مٹی یا گھاس صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ اسے تکلیف دیتا ہو یا نماز سے غافل کرتا ہو۔ چہرہ پھیرے بغیر محض آنکھ کے کنارے سے دیکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ بچھونوں اور نمدوں پر نماز پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں زمین یا اس سے اُگنے والی چیز پر نماز پڑھنا افضل [1] ہے۔ نوافل کی دو رکعتوں میں ایک سورت کے تکرار میں کوئی حرج نہیں۔

نماز توڑنے کے اسباب:

یہ فصل ان چیزوں کے بارے میں ہے جن کی وجہ سے نماز کا توڑنا واجب یا جائز ہے یا اس کے علاوہ حکم ہے مظلوم نمازی سے یاد کرے تو نماز توڑنا واجب [2] ہے۔ ماں باپ میں سے کسی کے بلانے پر واجب نہیں [3]

ایک درہم کے برابر چوری پر نماز کا توڑنا جائز ہے۔ اگرچہ کسی دوسرے کا مال ہو [4] بکریوں پر بھیڑیے کے خوف اندھے کے کنوئیں وغیرہ میں گرنے کے خوف سے بھی نماز کا توڑنا جائز ہے۔

جب دایہ کو بچے کی موت کا ڈر ہو تو نماز کا توڑنا جائز ہے ورنہ نماز کو مؤخر کرنے میں کوئی حرج نہیں ورد بچے کی طرف متوجہ ہو [5]

اسی طرح جب مسافر کو چوروں یا ڈاکوؤں کا ڈر ہو تو وقتی نماز میں تاخیر کرنا جائز ہے۔

وَتَارِكُ الصَّلٰوةِ عَمَدًا كَسَلًا يُضْرَبُ ضَرْبًا شَدِيْدًا حَتّٰى يَسِيْلَ مِنْهُ الدَّمُ وَ يُحْبَسُ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا وَكَذَا تَارِكُ صَوْمِ رَمَضَانَ وَلَا يُقْتَلُ إِلَّا إِذَا جَحَدَ وَاسْتَخَفَّ بِأَحَدِهِمَا

بے نمازی کا حکم:

جان بوجھ کر سستی سے نماز چھوڑنے والے کو سخت مار، ماری جائے یہاں تک کہ اس سے خون بہنے لگے اور اسے قید کر دیا جائے حتیٰ کہ نماز پڑھنے لگے اسی طرح رمضان المبارک کے روزے چھوڑنے والے کا حکم ہے اور جب تک وہ ان (کی فرضیت) کا انکار نہ کرے یا ہلکا نہ جانے قتل نہ کیا جائے۔[1]

(حاشیہ صفحہ سابقہ)

[1] کیونکہ اس میں تواضع پائی جاتی ہے۔

[2] مثلاً کوئی شخص پانی میں گر گیا یا اس پر ظالم نے حملہ کیا اور اس نے اس نمازی سے یا کسی اور سے مدد طلب کی تو اگر یہ مدد کر سکتا ہے تو نماز کو توڑ کر اس کی مدد کرنا واجب ہے چاہے فرض نماز ہو۔ (مراقی الفلاح)

[3] کیونکہ بلا ضرورت نماز کو توڑنا جائز نہیں البتہ ماں باپ مدد طلب کریں تو توڑنا واجب ہے اور یہ فرض نماز کا مسئلہ ہے۔ اور نفل پڑھنے کی صورت میں اگر ان کو معلوم ہے کہ نماز پڑھ رہا ہے تو جواب نہ دینے میں بھی حرج نہیں لیکن معلوم نہ ہونے کی صورت میں جواب دینا واجب ہوگا۔

[4] کیونکہ یہ مال ہے اور اس کو بچانا ضروری ہے اگرچہ کسی دوسرے کا ہو۔

[5] اگر نماز پڑھ رہا ہو اور یہ ڈر ہو کہ بچے کو یا اس کی ماں کو کوئی نقصان پہنچے گا تو نماز توڑنا واجب ہے اور ابھی نماز شروع نہیں کی تو اس ڈر کے پیش نظر نماز کو مؤخر کرے کیونکہ یہ ایک عذر ہے اور عذر کی بنیاد پر نماز میں تاخیر جائز ہے۔

(صفحہ ہذا) [1] نماز کی فرضیت کا منکر کافر ہے اسی طرح نماز کو معمولی چیز سمجھنا اور اس کے بارے میں توہین آمیز کلمات کہنا بھی کفر ہے لہٰذا ایسے شخص کے ساتھ مرتد لوگوں جیسا سلوک کیا جائے اور اگر فرضیت کا منکر نہ ہو بلکہ سستی سے نہ پڑھتا ہو تو اس کی سزا یہی ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔

بَابُ الْوِتْرِ

الْوِتْرُ وَاجِبٌ وَهُوَ ثَلَاثُ رَكْعَاتٍ بِتَسْلِيمَةٍ وَيَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ مِنْهُ الْفَاتِحَةَ وَ سُورَةً وَيَجْلِسُ عَلَى رَأْسِ الْأُولَيَيْنِ مِنْهُ وَيَقْتَصِرُ عَلَى التَّشَهُّدِ وَلَا يَسْتَفْتِحُ عِنْدَ قِيَامِهِ لِلثَّالِثَةِ وَإِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ السُّورَةِ فِيهَا رَفَعَ يَدَيْهِ حِذَاءَ أُذُنَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ وَقَنَتَ قَائِمًا قَبْلَ الرُّكُوعِ فِي جَمِيعِ السَّنَةِ وَلَا يَقْنُتُ فِي غَيْرِ الْوِتْرِ وَ وَالْقُنُوتُ مَعْنَاهُ الدُّعَاءُ وَهُوَ أَنْ يَقُولَ

وتر:

وتر واجب ہیں اور وہ ایک سلام کے ساتھ تین رکعتیں ہیں۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت پڑھے۔ پہلی دو رکعتوں کے آخر میں بیٹھے اور صرف تشہد پڑھے اور تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو ثناء نہ پڑھے[1]

اور جب تیسری رکعت میں سورت پڑھ کر فارغ ہو تو ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھائے پھر تکبیر کہے اور رکوع میں جانے سے پہلے کھڑے ہونے کی حالت میں دعائے قنوت پڑھے اور سارا سال ایسے ہی کرے وتروں کے علاوہ قنوت نہ پڑھے[2]۔ قنوت کا معنیٰ دعا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں۔

---

[1] جس طرح فرضوں اور سنت مؤکدہ کی تیسری رکعت میں ثناء نہیں پڑھتے۔ اسی طرح یہاں بھی نہ پڑھے کیونکہ ان نمازوں میں ہر دو رکعتیں مستقل نماز نہیں ہیں البتہ سنت غیر مؤکدہ اور نوافل چونکہ دو دو رکعتیں مستقل نماز ہیں لہٰذا وہاں تیسری رکعت میں ثناء پڑھی جاتی ہے۔

[2] جیسے شافعی مسلک کے لوگ پڑھتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَ نَسْتَهْدِيْكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ اِلَيْكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَ نُثْنِيْ عَلَيْكَ .... الْخَيْرَ كُلَّهٗ نَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَ نَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَ نَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْجِدِّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ.

وَالْمُؤْتَمُّ يَقْرَأُ الْقُنُوْتَ كَالْاِمَامِ وَاِذَا شَرَعَ الْاِمَامُ فِى الدُّعَاءِ بَعْدَ مَا تَقَدَّمَ قَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يُتَابِعُوْنَهٗ وَيَقْرَؤُنَهٗ مَعَهٗ وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَا يُتَابِعُوْنَهٗ وَلٰكِنْ يُؤَمِّنُوْنَ وَالدُّعَاءُ هُوَ هٰذَا اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا بِفَضْلِكَ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنَا فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنَا فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ اِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ

اللھم انا نستعینک الخ۔ یا اللہ! ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں تجھ سے ہدایت چاہتے ہیں۔ تجھ سے بخشش کے طالب ہیں۔ تجھ پر ایمان لاتے ہیں، تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں، ہر بھلائی پر تیری حمد وثنا کرتے ہیں تیرا شکر ادا کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے تیری نافرمانی کرنے والے سے الگ ہوتے ہیں اور اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ یا اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں تیرے لیے ہی نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں، تیری طرف ہی چلتے اور دوڑتے ہیں، تیری رحمت کی امید رکھتے اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے۔ اور نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلام ہو۔

مقتدی بھی امام کی طرح دعائے قنوت پڑھے[1]۔ اور جب امام اس مذکورہ بالا دعا کے بعد دوسری دعا پڑھنے لگے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں مقتدی اس کی پیروی کریں اور اس کے ساتھ پڑھیں اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی اتباع نہ کریں البتہ آمین کہیں۔ وہ دعا یہ ہے۔ اللھم اھدنا الخ یا اللہ! ہمیں اپنے فضل سے ان لوگوں کے ساتھ ہدایت عطا فرما جن کو تو نے ہدایت بخشی اور جن کو تو نے عافیت عطا فرمائی۔ ان کے ساتھ ہمیں بھی عافیت عطا فرما۔ ان لوگوں میں میری نگہبانی فرما اور جو کچھ تو نے عطا فرمایا اس میں ہمیں برکت دے اور اپنے فیصلے کے شر سے ہمیں محفوظ فرما بے شک تو فیصلہ فرماتا ہے اور تیرے خلاف فیصلہ نہیں ہوتا۔ بلاشبہ جس کا تو والی ہو وہ ذلیل نہیں ہوتا اور تیرا دشمن عزت نہیں پاتا۔

---

[1] دعائے قنوت کا پڑھنا واجب ہے ... مقتدی کے لیے ... ضروری ہے۔

رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ وَمَنْ لَّمْ يُحْسِنِ الْقُنُوْتَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اَوْ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔

اَوْ يَا رَبِّ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَاِذَا اقْتَدٰى بِمَنْ يَّقْنُتُ فِي الْفَجْرِ قَامَ مَعَهٗ فِيْ قُنُوْتِهٖ سَاكِتًا فِي الْاَظْهَرِ وَيُرْسِلُ يَدَيْهِ فِيْ جَنْبَيْهِ وَاِذَا نَسِيَ الْقُنُوْتَ فِي الْوِتْرِ وَتَذَكَّرَهٗ فِي الرُّكُوْعِ اَوِ الرَّفْعِ مِنْهُ لَا يَقْنُتُ وَلَوْ قَنَتَ بَعْدَ رَفْعِ رَاْسِهٖ مِنَ الرُّكُوْعِ لَا يُعِيْدُ الرُّكُوْعَ وَيَسْجُدُ لِلسَّهْوِ لِزَوَالِ الْقُنُوْتِ عَنْ مَحَلِّهِ الْاَصْلِيِّ ۔

اے ہمارے رب تو برکت والا اور بلند ہے ۔ ہمارے سردار حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر رحمت وسلام ہو ۔ جو شخص اچھی طرح دعائے قنوت نہ پڑھ سکتا ہو وہ یہ دعا تین بار پڑھے ۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔	اے ہمارے رب ! ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بہتری عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا ۔

یا یوں کہے یارب ، یارب ، یارب (اے میرے رب ، اے میرے رب) ، اگر کسی ایسے امام کی اقتدا کرے جو فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھتا ہے تو اس کے ساتھ قنوت کے وقت خاموش کھڑا رہے یہ زیادہ ظاہر روایت میں ہے اور ہاتھوں کو پہلوؤں میں لٹکا دے [۱] ۔ جب وتر نماز میں دعائے قنوت بھول جائے اور رکوع میں یا اس سے اٹھتے ہوئے یاد آئے تو قنوت نہ پڑھے [۲] ۔ اور اگر رکوع سے سر اٹھانے کے بعد قنوت پڑھا تو رکوع نہ لوٹائے اور قنوت کے اپنی اصلی جگہ سے ہٹ جانے کی وجہ سے سجدہ سہو کرے ۔

---

[۱] مثلاً شافعی مسلک کے امام کی اقتدا میں نماز ادا کی جائے تو چونکہ وہ فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے ہیں لہٰذا حنفی اس کے پیچھے کھڑا رہے ۔ اور قنوت نہ پڑھے کیونکہ قیام میں امام کی اتباع ضروری ہے ۔ یہاں یہ بات سمجھنے کے قابل ہے ، کہ دوسرے مسلک کے امام کے پیچھے نماز اسی وقت صحیح ہوگی جب اختلافی مسائل میں امام احتیاط کرے مثلاً سر کے چوتھائی کا مسح کرے کیونکہ احناف کے نزدیک اس سے کم مسح کے ساتھ فرض ادا نہیں ہوتا جب کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک چند بالوں کے مسح سے فرض ادا ہو جاتا ہے لہٰذا ان مقامات پر وہ ایسا طریقہ اختیار کرے کہ حنفی مسلک سے مطابقت ہو جائے تو اقتدا صحیح ہوگی ورنہ نہیں ۔

[۲] قنوت واجب ہے لہٰذا بھول جانے کی صورت میں صرف سجدہ سہو کرے ۔

وَلَوْ رَكَعَ الْإِمَامُ قَبْلَ فَرَاغِ الْمُقْتَدِيْ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُنُوْتِ اَوْ قَبْلَ شُرُوْعِهٖ فِيْهِ وَ خَافَ فَوْتَ الرُّكُوْعِ تَابَعَ اِمَامَهٗ وَلَوْ تَرَكَ الْاِمَامُ الْقُنُوْتَ يَاْتِيْ بِهِ الْمُؤْتَمُّ اِنْ اَمْكَنَهٗ مُشَارَكَةُ الْاِمَامِ فِي الرُّكُوْعِ وَاِلَّا تَابَعَهٗ وَلَوْ اَدْرَكَ الْاِمَامَ فِيْ رُكُوْعِ الثَّالِثَةِ مِنَ الْوِتْرِ كَانَ مُدْرِكًا لِلْقُنُوْتِ فَلَا يَاْتِيْ بِهٖ فِيْمَا سُبِقَ بِهٖ ۔

وَيُوْتِرُ بِجَمَاعَةٍ فِيْ رَمَضَانَ فَقَطْ وَصَلٰوتُهٗ مَعَ الْجَمَاعَةِ فِيْ رَمَضَانَ اَفْضَلُ مِنْ اَدَائِهٖ مُنْفَرِدًا اٰخِرَ اللَّيْلِ فِيْ اِخْتِيَارِ قَاضِيْ خَانْ قَالَ هُوَ الصَّحِيْحُ وَصَحَّحَ غَيْرُهٗ خِلَافَهٗ

اگر امام، مقتدی کے قنوت پڑھنے سے فارغ ہونے سے پہلے یا اسے شروع کرنے سے پہلے فارغ ہوجائے اور رکوع نکل جانے کا ڈر ہو تو امام کی اتباع کرلے[1] اور اگر امام قنوت چھوڑ دے تو مقتدی اسے پڑھے۔ بشرطیکہ رکوع میں امام کے ساتھ شرکت ممکن ہو ورنہ اس کی اتباع کرلے[2]۔ اگر مقتدی نے امام کو وتروں کی تیسری رکعت کے رکوع میں پایا تو اس نے قنوت کو پالیا[3]۔ لہٰذا جو رکعات نکل چکی ہیں ان کو ادا کرتے وقت قنوت نہ پڑھے۔

وتر صرف رمضان المبارک میں باجماعت ادا کیے جائیں[4]۔ رمضان شریف میں جماعت کے ساتھ وتر پڑھنا رات کے آخری حصے میں تنہا پڑھنے سے افضل ہے۔ قاضی خان نے اسے پسند کیا اور فرمایا یہی صحیح ہے[5]۔ البتہ ان کے غیر فقہاء نے اس کے خلاف کو صحیح قرار دیا ہے۔

---

[1] کیونکہ قنوت واجب ہے اور رکوع فرض لہٰذا اسے ترجیح دیتے ہوئے رکوع میں اس کی اتباع کرے۔

[2] یعنی جلدی جلدی پڑھ کر رکوع میں شریک ہو سکتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ چھوڑ کر امام کی اتباع کرے۔

[3] یعنی جس طرح تیسری رکعت کو پالیا اسی طرح اس کے ضمن میں دعائے قنوت کو بھی پالیا۔

[4] چونکہ وتر ایک اعتبار سے نفل ہیں اور تراویح کے علاوہ نوافل کی جماعت مکروہ ہے لہٰذا رمضان کے علاوہ وتر جماعت کے ساتھ نہ پڑھے جائیں۔ نوافل کی جماعت کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اعلان کے ساتھ ہو تو مطلقاً مکروہ ہے اگر اعلان کے بغیر دو تین آدمی ایک امام کے پیچھے کھڑے ہوں تو مکروہ نہیں۔ چار میں اختلاف ہے۔ لیکن زیادہ صحیح یہی ہے کہ مکروہ ہے (فتاوی عالمگیری (اردو) جلد اول ص ۱۲۸)

[5] مراقی الفلاح میں الفتح اور البرہان سے نقل کیا ہے کہ قاضی خان کے قول کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ (بقیہ صفحہ آئندہ)

(فصلٌ فِی النَّوَافِلِ) سُنَّ سُنَّۃً مُؤَکَّدَۃً رَکْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ وَرَکْعَتَانِ بَعْدَ الظُّهْرِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ وَبَعْدَ الْعِشَآءِ وَاَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ وَقَبْلَ الْجُمُعَۃِ وَبَعْدَهَا بِتَسْلِیْمَۃٍ وَنُدِبَ اَرْبَعٌ قَبْلَ الْعَصْرِ وَالْعِشَآءِ وَّبَعْدَهٗ وَسِتٌّ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَیَقْتَصِرُ فِی الْجُلُوْسِ الْاَوَّلِ مِنَ الرُّبَاعِیَّۃِ الْمُؤَکَّدَۃِ عَلَی التَّشَهُّدِ وَلَا یَاْتِیْ فِی الثَّالِثَۃِ بِدُعَآءِ الْاِسْتِفْتَاحِ بِخِلَافِ الْمَنْدُوْبَۃِ وَاِذَا صَلّٰی نَافِلَۃً اَکْثَرَ مِنْ رَکْعَتَیْنِ وَلَمْ یَجْلِسْ اِلَّا فِیْ اٰخِرِهَا صَحَّ اسْتِحْسَانًا لِاَنَّهَا صَارَتْ صَلٰوۃً وَّاحِدَۃً وَفِیْهَا الْفَرْضُ الْجُلُوْسُ اٰخِرَهَا۔

نوافل کا بیان[1]:

فجر سے پہلے دو رکعتیں، ظہر کے بعد، مغرب کے بعد اور عشاء کے بعد دو دو رکعتیں، ظہر سے پہلے اور جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد چار چار رکعتیں۔ ایک سلام کے ساتھ سنت موکدہ ہیں[2]۔

عصر سے پہلے چار، عشاء سے پہلے چار اور بعد میں دو اور مغرب کے بعد چھ رکعتیں مستحب ہیں۔

چار موکدہ سنتوں میں پہلے قعدہ میں صرف تشہد پر اکتفاء کرے اور تیسری رکعت میں ثناء بھی نہ پڑھے بخلاف مستحب نماز (سنت غیر موکدہ اور نوافل) کے اگر دو رکعتوں سے زیادہ نفل (ایک سلام کے ساتھ) پڑھے اور صرف آخر میں قعدہ کرے تو استحساناً صحیح ہوگا[3]۔ کیونکہ یہ ایک ہی نماز ہوگی۔ اور اس میں آخری قعدہ فرض ہے۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے رمضان شریف میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھے ہیں۔ البتہ حضور علیہ السلام نے اس خوف سے جماعت ترک کردی کہ کہیں فرض نہ ہو جائے جس طرح تراویح کی جماعت کا مسئلہ ہے۔

[1] یہاں سنت موکدہ، غیر موکدہ اور نوافل کو ایک ہی عنوان یعنی نوافل کے تحت ذکر کیا ہے کیونکہ یہ لفظ عام ہے اور ہر سنت نفل ہے جب کہ ہر نفل سنت نہیں ہے۔

نفل کا لغوی معنی "فائدہ" ہے اور شریعت میں ہر وہ کام جس کا کرنا فرض یا واجب اور مسنون نہ ہو وہ نفل ہے۔ اگر نفل سے مراد فرض اور واجب کا مقابل ہو تو اس میں سنت بھی شامل ہوگی اور اگر وہ کام مراد ہو جو کسی حکم کے بغیر محض اپنی مرضی سے کیا جاتا ہے تو نفل سنت کے مقابلے میں بھی ہوگا۔

[2] امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جمعہ کے بعد چھ رکعتیں سنت ہیں۔

(بقیہ صفحہ آئندہ)

وَكُرِهَ الزِّيَادَةُ عَلٰى اَرْبَعٍ بِتَسْلِيْمَةٍ فِى النَّهَارِ وَعَلٰى ثَمَانٍ لَيْلًا وَالْاَفْضَلُ فِيْهِمَا رُبَاعٌ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَعِنْدَهُمَا الْاَفْضَلُ فِى اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى وَبِهٖ يُفْتٰى وَصَلٰوةُ اللَّيْلِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوةِ النَّهَارِ وَطُوْلُ الْقِيَامِ اَحَبُّ مِنْ كَثْرَةِ السُّجُوْدِ ۔

دن کے وقت ایک سلام کے ساتھ چار رکعتوں سے زیادہ اور رات کو آٹھ رکعتوں سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے[1]۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک (دن اور رات) دونوں میں (ایک سلام کے ساتھ) چار رکعتیں پڑھنا افضل ہے[2] جب کہ صاحبین کے نزدیک رات کے وقت دو دو رکعتیں پڑھنا زیادہ بہتر ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

رات کی (نفل) نماز، دن کی نماز سے اور زیادہ سجدوں کی بجائے لمبا قیام افضل ہے[3]۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

۳ؔ چونکہ نوافل کے ہر دو رکعتیں مستقل نماز ہے لہذا قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر دو رکعت کے بعد قعدہ فرض ہو اور اسے ادا نہ کرنے سے نماز فاسد ہو جائے لیکن اب یہ ایک ہی نماز قرار پانے کی وجہ سے صرف آخری قعدہ فرض ہوگا۔

(حاشیہ صفحہ ہذا)

۱ؔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سے زیادہ رکعات کا ایک سلام کے ساتھ پڑھنا مروی نہیں ہے اگر کراہت نہ ہوتی تو آپ تعلیم جواز کے لیے کبھی زیادہ پڑھتے۔

(طحطاوی علی المراقی)

۲ؔ کیونکہ اس میں مشقت زیادہ ہوتی ہے۔

۳ؔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ نماز افضل ہے جس میں قنوت (یعنی قیام) لمبا ہو۔

(فَصْلٌ فِیْ تَحِیَّةِ الْمَسْجِدِ وَصَلٰوةِ الضُّحٰی وَاِحْیَآءِ اللَّیَالِیْ) سُنَّ تَحِیَّةُ الْمَسْجِدِ بِرَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الْجُلُوْسِ وَاَدَآءُ الْفَرْضِ یَنُوْبُ عَنْهَا وَکُلُّ صَلٰوةٍ اَدَّاهَا عِنْدَ الدُّخُوْلِ بِلَا نِیَّةِ التَّحِیَّةِ وَنُدِبَ رَکْعَتَانِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ قَبْلَ جَفَافِهٖ وَاَرْبَعٌ فَصَاعِدًا فِی الضُّحٰی وَنُدِبَ صَلٰوةُ اللَّیْلِ وَصَلٰوةُ الْاِسْتِخَارَةِ وَصَلٰوةُ الْحَاجَةِ وَنُدِبَ اِحْیَآءُ لَیَالِی الْعَشْرِ الْاَخِیْرِ مِنْ رَمَضَانَ وَاِحْیَآءُ لَیْلَتَیِ الْعِیْدَیْنِ وَلَیَالِیْ عَشْرِ ذِی الْحِجَّةِ وَلَیْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَیُکْرَهُ الْاِجْتِمَاعُ عَلٰی اِحْیَآءِ لَیْلَةٍ مِّنْ هٰذِهِ اللَّیَالِیْ فِی الْمَسَاجِدِ

تحیۃ المسجد، چاشت کی نماز اور شب بیداری:

(مسجد میں) بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھنا سنت [۱] ہے اور فرض نماز کی ادائیگی نیز ہر وہ نماز جو تحیت کی نیت کیے بغیر مسجد میں داخل ہوتے وقت پڑھی جائے۔ ان دو رکعتوں کے قائم مقام ہو جاتی [۲] ہے۔ وضو کے بعد جسم خشک ہونے سے پہلے دو رکعتیں ادا کرنا مستحب [۳] ہے۔ چاشت کے وقت چار رکعتیں یا اس سے زیادہ پڑھنا مستحب ہے [۴]۔

رات کو نماز پڑھنا [۵]، نماز استخارہ [۶] اور نماز حاجت [۷] مستحب ہے۔ رمضان المبارک کی آخری دس راتیں، عیدین کی راتیں، ذوالحجہ کی (پہلی) دس راتیں اور شب برأت کو (عبادت کے ساتھ) زندہ رکھنا مستحب ہے۔ (البتہ ان راتوں کو زندہ رکھنے کے لیے مساجد میں اجتماع مکروہ ہے [۸]۔

۱؎ چونکہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اس لیے اس کی تعظیم کرتے ہوئے جب بھی مسجد میں داخل ہوں دو رکعتیں تحیۃ المسجد پڑھیں بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو اگر مکروہ وقت ہو تو تسبیح و تہلیل اور درود شریف پڑھنے میں مشغول ہو۔

۲؎ کیونکہ مقصد تو تعظیم ہے اور وہ کسی بھی نماز کے پڑھنے سے حاصل ہو گیا۔

۳؎ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان اچھی طرح وضو کرکے کھڑا ہو اور دو رکعات پڑھے دل کو حاضر رکھے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (صحیح مسلم جلد اول ص ۱۲۲)

۴؎ چاشت کی نماز کا وقت سورج کے بلند ہونے سے لے کر زوال سے پہلے تک ہے۔ اس کی رکعات

کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہیں لیکن بہتر یہی ہے کہ کم از کم چار رکعتیں پڑھی جائیں۔

۵ رات کو بالخصوص رات کے آخری حصے میں نوافل پڑھنا مستحب ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کو نماز اختیار کرو وہ تم سے پہلے گزرنے والے نیک لوگوں کا طریقہ قرب خداوندی کا ذریعہ، برائیوں کے لیے کفارہ اور گناہوں سے باز رکھنے والی ہے۔

۶ استخارہ کا معنیٰ طلب خیر ہے، یہ معلوم کرنے کے لیے کہ فلاں کام کرنا میرے لیے اچھا ہے۔ یا نہیں نماز استخارہ پڑھی جاتی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تمام کاموں کے لیے استخارہ (اسی طرح) سکھاتے تھے جس طرح آپ ہمیں قرآن پاک کی کوئی سورت سکھاتے۔ آپ نے فرمایا جب تمہیں کوئی معاملہ پیش ہو تو دو رکعتیں نفل پڑھ کر یہ دعا مانگو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْاَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِّنِيْ بِهٖ

یا اللہ میں تیرے علم کے ساتھ تجھ سے بھلائی چاہتا ہوں اور تیری قدرت [illegible] طاقت کا طلبگار ہوں۔ یا اللہ میں تجھ سے تیرے بہت بڑے فضل کا طالب ہوں بے شک تو قادر ہے اور مجھے طاقت نہیں ہے تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو ہی غیب کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ اگر تیرے علم میں یہ کام میرے دین، زندگی اور انجام کار کے لیے (یا کہا فوری اور بعد کے کاموں کے لیے بہتر ہے تو اسے میرے لیے مقدر فرما دے اور میرے لیے آسان کر دے۔ پھر مجھے اس میں برکت عطا فرما۔ اور اگر تیرے علم کے مطابق یہ کام میرے دین، دنیا اور انجام کار (یا کہے موجودہ اور آنے والے معاملہ میں برا ہے تو اسے مجھ سے اور مجھے اس سے دور رکھ اور میرے لیے بھلائی مقدر فرما دے جہاں بھی ہو پھر مجھے اس پر راضی رکھ۔

نوٹ: جن کاموں کی اچھائی یا برائی معروف ہے شلاً عبادات وغیرہ ان میں استخارہ کرنے کی ضرورت نہیں البتہ اچھے کاموں کے سلسلے میں وقت معلوم کرنے کے لیے ٹھیک ہے۔ استخارہ سات دن تک کیا جائے اگر اس سے پہلے حقیقت حال منکشف نہ ہو۔

(بقیہ برصفحہ آئندہ)

(فَصْلٌ فِي صَلٰوةِ النَّفْلِ جَالِسًا وَالصَّلٰوةِ عَلَى الدَّابَّةِ) يَجُوْزُ النَّفْلُ قَاعِدًا مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْقِيَامِ لٰكِنْ لَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَائِمِ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ، وَيَقْعُدُ كَالْمُتَشَهِّدِ فِي الْمُخْتَارِ، وَجَازَ اِتْمَامُهٗ قَاعِدًا بَعْدَ افْتِتَاحِهٖ قَائِمًا بِلَا كَرَاهَةٍ عَلَى الْاَصَحِّ وَيَتَنَفَّلُ رَاكِبًا خَارِجَ الْمِصْرِ مُوْمِيًا اِلٰى اَيِّ جِهَةٍ تَوَجَّهَتْ دَابَّتُهٗ وَبَنٰى بِنُزُوْلِهٖ لَا بِرُكُوْبِهٖ، وَلَوْ كَانَ بِالنَّوَافِلِ الرَّاتِبَةِ وَعَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَّهٗ يَنْزِلُ لِسُنَّةِ الْفَجْرِ لِاَنَّهَا اٰكَدُ مِنْ غَيْرِهَا وَجَازَ لِلْمُتَطَوِّعِ الْاِتِّكَاءُ عَلٰى شَيْءٍ اِنْ تَعِبَ بِلَا كَرَاهَةٍ وَاِنْ كَانَ بِغَيْرِ عُذْرٍ كُرِهَ فِي الْاَظْهَرِ لِاِسَاءَةِ الْاَدَبِ وَلَا يَمْنَعُ صِحَّةَ الصَّلٰوةِ عَلَى الدَّابَّةِ نَجَاسَةٌ عَلَيْهَا وَلَوْ كَانَتْ فِي السَّرْجِ وَالرِّكَابَيْنِ عَلَى الْاَصَحِّ وَلَا تَصِحُّ صَلٰوةُ الْمَاشِيْ بِالْاِجْمَاعِ

بیٹھ کر نوافل پڑھنے اور سواری پر نماز کا حکم:

کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت کے باوجود نوافل بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے لیکن ایسے شخص کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی نسبت آدھا ثواب ملتا ہے مگر عذر کی وجہ سے (ہو تو پورا ثواب ملتا ہے)، مختار مذہب کے مطابق تشہد پڑھنے والے کی طرح بیٹھے۔ اصح مذہب کے مطابق (نفل) کھڑے ہو کر شروع کرنے کے بعد بیٹھ کر مکمل کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

اور شہر سے باہر سواری پر اشارے کے ساتھ نفل پڑھ سکتا ہے۔ سواری جس طرف چاہے متوجہ ہو۔ اترنے کی صورت میں بنا کر سکتا ہے۔ سواری کی صورت میں نہیں اگرچہ سنت مؤکدہ ہوں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ فجر کی سنتوں کے لیے اترے کیونکہ دوسرے نوافل سے ان کی تاکید زیادہ ہے۔ نفل پڑھنے والا اگر تھک جائے تو بلا کراہت تکیہ لگانا جائز ہے اور اگر کسی عذر کے بغیر ہو تو اظہر قول کے مطابق مکروہ ہے کیونکہ یہ بے ادبی ہے۔ سواری پر نجاست کا لگا ہونا نماز کی صحت کو منع نہیں کرتا اگرچہ زین یا رکابوں میں ہو یہ اصح قول کے مطابق ہے۔ پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھنا صحیح نہیں۔ اس پر اجماع ہے۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) ؎ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا مانگے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ — یا اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے رحمت والے

(بقیہ برصفحہ آئندہ)

(**فَصْلٌ** فِیْ صَلٰوۃِ الْفَرْضِ وَ الْوَاجِبِ عَلَی الدَّابَّۃِ) لَا یَصِحُّ عَلَی الدَّابَّۃِ صَلٰوۃُ الْفَرَآئِضِ وَ الْوَاجِبَاتِ کَالْوِتْرِ وَ الْمَنْذُوْرِ وَ مَا شَرَعَ فِیْہِ نَفْلًا فَاَفْسَدَہٗ وَ لَا صَلٰوۃُ الْجَنَازَۃِ وَ سَجْدَۃٌ تُلِیَتْ اٰیَتُھَا عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا لِضَرُوْرَۃٍ کَخَوْفِ لِصٍّ عَلٰی نَفْسِہٖ اَوْ دَآبَّتِہٖ اَوْ ثِیَابِہٖ لَوْ نَزَلَ وَ خَوْفِ سَبُعٍ وَ طِیْنِ الْمَکَانِ وَ جُمُوْحِ الدَّابَّۃِ وَ عَدَمِ وِجْدَانِ مَنْ یُّرْکِبُہٗ لِعَجْزِہٖ و الصَّلٰوۃ فی المحمل علی الدَّآبَّۃِ کَالصَّلٰوۃِ عَلَیْھَا سَوَآءٌ کَانَتْ سَائِرَۃً اَوْ وَاقِفَۃً وَ لَوْ جعل تحت المحمل خَشَبَۃً حَتّٰی بَقِیَ قَرَارُہٗ اِلَی الْاَرْضِ کَانَ بِمَنْزِلَۃِ الْاَرْضِ فَتَصِحُّ الْفَرِیْضَۃُ فِیْہِ قَآئِمًا

سواری پر فرض اور واجب نماز پڑھنا:

فرض اور واجب نماز مثلاً وتر اور نذر مانی ہوئی نماز اور وہ نفل نماز جسے شروع کر کے توڑ دیا، نماز جنازہ اور اس آیت کا سجدہ جو زمین پر تلاوت کی گئی سواری پر ادا کرنا صحیح نہیں[1]۔ البتہ ضرورت کے تحت جائز ہے، مثلاً اترنے کی صورت میں اپنی ذات یا جانور یا کپڑوں کے بارے میں چور کا ڈر ہو۔ درندے کا خوف ہو، جگہ کیچڑ والی ہو، جانور سرکش ہو، سوار ہونے سے عاجز ہو اور سوار کرانے والا کوئی نہ ہو[2]۔ کجاوے میں نماز پڑھنا سواری پر نماز پڑھنے کی طرح ہے۔ سواری چل رہی ہو یا کھڑی ہو[3]۔ اور اگر کجاوے کے نیچے لکڑی رکھ دے حتیٰ کہ زمین پر قرار باقی رہے تو وہ زمین کے قائم مقام ہو جائے گی۔ پس اس میں کھڑے ہو کر فرض نماز پڑھنا صحیح ہو گا[4]۔

(بقیہ صفحہ سابقہ سے سابقہ) نَبِیِّکَ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِیْ تُشَفِّعُہٗ فِیَّ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ یا رسول اللہ! میں اس حاجت کے سلسلے میں آپ کے وسیلے آپ کے رب کی بارگاہ میں توجہ کرتا ہوں تاکہ وہ میرے لیے پوری ہو پس آپ میری شفاعت فرمائیں

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [1] یعنی کچھ نماز سواری پر پڑھی باقی اتر کر پڑھتا ہے تو صحیح ہے جب کہ کچھ نماز نیچے پڑھنے کے بعد باقی نماز سواری پر مکمل کرنا صحیح نہیں کیونکہ زمین پر شروع کرنے سے اس نے تمام شرائط کا التزام کیا تھا جنہیں سواری پر پورا کرنا ممکن نہیں۔

(صفحہ ہذا) [1] چونکہ نوافل کے علاوہ نمازوں میں قیام فرض ہے اور وہ سواری پر نا ممکن ہے لہٰذا ان تمام صورتوں میں سواری پر نماز جائز نہیں۔

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

(فَصْلٌ فِي الصَّلٰوةِ فِي السَّفِيْنَةِ) صَلٰوةُ الْفَرْضِ فِيْهَا وَهِيَ جَارِيَةٌ قَاعِدًا بِلَا عُذْرٍ صَحِيْحَةٌ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ بِالرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَقَالَا لَا تَصِحُّ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ وَهُوَ الْاَظْهَرُ وَالْعُذْرُ كَدَوَرَانِ الرَّاْسِ وَعَدَمِ الْقُدْرَةِ عَلَى الْخُرُوْجِ وَلَا تَجُوْزُ فِيْهَا بِالْاِيْمَاءِ اِتِّفَاقًا وَالْمَرْبُوْطَةُ فِيْ لُجَّةِ الْبَحْرِ وَتُحَرِّكُهَا الرِّيْحُ شَدِيْدًا كَالسَّائِرَةِ وَاِلَّا فَكَالْوَاقِفَةِ عَلَى الْاَصَحِّ وَاِنْ كَانَتْ مَرْبُوْطَةً بِالشَّطِّ لَا تَجُوْزُ صَلٰوتُهٗ قَاعِدًا بِالْاِجْمَاعِ فَاِنْ صَلّٰى قَائِمًا وَكَانَ شَيْءٌ مِنَ السَّفِيْنَةِ عَلٰى قَرَارِ الْاَرْضِ صَحَّتِ الصَّلٰوةُ وَاِلَّا فَلَا تَصِحُّ عَلَى الْمُخْتَارِ اِلَّا اِذَا لَمْ يُمْكِنْهُ الْخُرُوْجُ وَيَتَوَجَّهُ الْمُصَلِّيْ فِيْهَا اِلَى الْقِبْلَةِ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَكُلَّمَا اسْتَدَارَتْ عَنْهَا يَتَوَجَّهُ اِلَيْهَا فِيْ خِلَالِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى يُتِمَّهَا مُسْتَقْبِلًا

کشتی میں نماز پڑھنا:

چلتی ہوئی کشتی میں فرض نماز بیٹھ کر رکوع اور سجدہ کے ساتھ پڑھنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بلا عذر صحیح ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں کسی عذر کے بغیر (بیٹھ کر پڑھنا) صحیح نہیں۔ یہی بات زیادہ ظاہر ہے۔ عذر، سر کا چکرانا اور نکلنے پر قادر نہ ہونا ہے۔ کشتی میں اشارے کے ساتھ نماز پڑھنا سب کے نزدیک جائز نہیں۔ سمندر کے وسیع پانی میں باندھی ہوئی کشتی جس کو ہوا بہت زیادہ حرکت دیتی ہے چلتی ہوئی کشتی کی طرح ہے ورنہ کھڑی کشتی کی طرح ہوگی۔ اصح بات یہی ہے اور اگر کنارے پر باندھی ہوئی ہو تو سب کے نزدیک اس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں اور اگر وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور کشتی کا کچھ حصہ زمین کے اوپر ٹھہرا ہوا ہو تو نماز صحیح ہوگی ورنہ نہیں۔ مختار مذہب یہی ہے۔ البتہ جب نکلنا ممکن نہ ہو تو جائز ہے

(چلتی ہوئی کشتی میں)، نمازی، نماز شروع کرتے ہوئے اپنا رُخ قبلہ کی طرف کرے اور جب نماز کے دوران کشتی (قبلہ سے) پھر جائے تو یہ بھی اپنا رُخ پھیرلے یہاں تک کہ قبلہ رُخ ہونے کی صورت میں نماز مکمل کرے۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ؎ قرآن پاک میں ہے فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا۔ پس اگر تمہیں خوف ہو تو پیادہ یا سواری پر نماز پڑھ سکتے ہو۔) یعنی زمین پر یا سواری پر دونوں طرح جائز ہے چلتے ہوئے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ حدیث شریف (بقیہ صفحہ آئندہ)

(فَصْلٌ فِي التَّرَاوِيحِ) اَلتَّرَاوِيحُ سُنَّةٌ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَصَلٰوتُهَا بِالْجَمَاعَةِ سُنَّةٌ كِفَايَةً وَوَقْتُهَا بَعْدَ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ وَيَصِحُّ تَقْدِيْمُ الْوِتْرِ عَلَى التَّرَاوِيْحِ وَتَاخِيْرُهُ عَنْهَا وَيُسْتَحَبُّ تَاخِيْرُ التَّرَاوِيْحِ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَنِصْفِهٖ وَلَا يُكْرَهُ تَاخِيْرُهَا اِلٰى مَا بَعْدَهٗ عَلَى الصَّحِيْحِ وَهِيَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً بِعَشْرِ تَسْلِيْمَاتٍ وَيُسْتَحَبُّ الْجُلُوْسُ بَعْدَ كُلِّ اَرْبَعٍ بِقَدْرِهَا وَكَذَا بَيْنَ التَّرْوِيْحَةِ الْخَامِسَةِ وَالْوِتْرِ وَسُنَّ خَتْمُ الْقُرْاٰنِ فِيْهَا مَرَّةً فِي الشَّهْرِ عَلَى الصَّحِيْحِ وَاِنْ مَلَّ بِهِ الْقَوْمُ قَرَأَ بِقَدْرِ مَا لَا يُؤَدِّيْ اِلٰى تَنْفِيْرِهِمْ فِي الْمُخْتَارِ وَلَا يَتْرُكُ الصَّلٰوةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ كُلِّ تَشَهُّدٍ مِنْهَا وَلَوْ مَلَّ الْقَوْمُ عَلَى الْمُخْتَارِ وَلَا يَتْرُكُ الثَّنَآءَ وَتَسْبِيْحَ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَلَا يَاْتِيْ بِالدُّعَآءِ اِنْ مَلَّ الْقَوْمُ وَلَا تُقْضَى التَّرَاوِيْحُ بِفَوَاتِهَا مُنْفَرِدًا وَلَا بِجَمَاعَةٍ

تراویح:

تراویح مردوں اور عورتوں کے لیے سنت ہیں اور ان کی جماعت سنت کفایہ[1] ہے۔ تراویح کا وقت نماز عشاء کے بعد ہے، وتروں کو تراویح سے مقدم کرنا بھی صحیح ہے اور بعد میں پڑھنا بھی۔ تراویح کی نماز رات کے تہائی یا نصف تک موخر کرنا مستحب ہے۔ اس سے زیادہ دیر کرنا مکروہ نہیں ہے یہ صحیح مذہب کے مطابق ہے۔ تراویح بیس رکعات ہیں[2] اور ہر چار رکعتوں کے بعد اتنا ہی وقت بیٹھنا مستحب ہے۔ اسی طرح پانچویں ترویحہ اور وتروں کے درمیان بیٹھنا بھی مستحب ہے۔ صحیح قول کے مطابق مہینے میں ایک بار تراویح میں قرآن پاک ختم کرنا سنت ہے[3]۔

اور اگر قوم تھکاوٹ محسوس کرے تو مختار بات یہ ہے کہ اس قدر پڑھے جس سے وہ متنفر نہ ہوں۔ ہر تشہد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنا نہ چھوڑے اگرچہ قوم اکتا جائے یہ مختار مذہب کے مطابق ہے۔ ثناء اور رکوع و سجود کی تسبیح بھی نہ چھوڑے[4] اور اگر قوم اکتاہٹ محسوس کرے تو دعا نہ مانگے۔ اگر تراویح نہ پڑھ سکے تو ان کی قضا تنہا اور جماعت کے ساتھ (کسی صورت میں) نہ کی جائے[5]۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) میں "رجالا" کے ساتھ "قیاما علی اقدامہم" کے الفاظ ہیں جو کھڑے ہو کر پڑھنے کی طرف اشارہ ہے (مشکوٰۃ ص ۱۲۴) (بقیہ صفحہ آئندہ)

(بقیہ سابقہ سے سابقہ) ۳؎ کیونکہ کجاوہ زمین کی بجائے سواری پر ہوتا ہے۔
۴؎ اس صورت میں کجاوہ زمین پر ہی شمار ہوگا یہ ایسے ہی ہے جیسے ستون کھڑے کرکے ان پر عمارت بنائی جائے

(حاشیہ صفحہ سابقہ سے سابقہ)
۱؎ کشتی کو ایک طرح سے سواری کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ یہ بحری سواری ہے اور ایک اعتبار سے یہ زمین کی طرح ہے کہ اس پر اسی طرح قرار سے بیٹھا جاتا ہے جس طرح زمین پر بیٹھتے ہیں۔ لہٰذا سواری کا اعتبار کرتے ہوئے قیام کی فرضیت ساقط کردی اور زمین کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے رکوع اور سجدہ نیز قبلہ رُخ ہونا لازمی قرار دیا گیا اور نوافل کے علاوہ اس میں فرائض اور واجبات کی ادائیگی بھی صحیح قرار دی گئی ہے البتہ ممکن ہو تو کھڑے ہوکر پڑھنا یا باہر نکل کر پڑھنا افضل ہے تاکہ اختلاف ائمہ سے نکل جائے اور سکون قلب حاصل ہو۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ۱؎ سنت کفایہ اسے کہتے ہیں جو اہل محلہ میں کچھ افراد کے ادا کرنے سے تمام کی ذمہ داری پوری ہو جائے اور کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گنہگار اور سنت کے تارک ہوں گے۔
۲؎ تراویح، ترویحہ کی جمع ہے۔ اور جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تراویح کی تعداد بارہ سے کم نہیں لہٰذا آٹھ تراویح کا قول صحیح نہیں تفصیل کے لیے غزالی زماں علامہ سید احمد کاظمی رحمہ اللہ کی تصنیف، "کتاب التراویح" کا مطالعہ کیجیے۔
۳؎ تراویح میں قرآن سنانے والا حافظ نابالغ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس پر نماز فرض نہیں اور نفل پڑھنے والے کا جماعت کرانا صحیح نہیں۔
۴؎ یعنی چار چار رکعات کرکے پڑھے یا دو دو کی نیت سے پڑھے ہر قعدے میں درود شریف اور ہر پہلی اور تیسری رکعت میں ثنا پڑھے۔
۵؎ کیونکہ سنتوں کی قضا نہیں ہوتی۔

سوالات

۱۔ سُترہ کسے کہتے ہیں۔ اس کا شرعی حکم کیا ہے۔ نیز اس کی مقدار اور رکھنے کی کیفیت کیا ہوگی۔

۲۔ نمازی کے لیے کون کون سے کام مکروہ نہیں ہے۔

۳۔ نمازی کے لیے نماز توڑنا کب واجب ہے اور کس صورت میں جائز ہے؟

۴۔ نماز میں تاخیر کب جائز ہے نیز تارکِ صلوٰۃ کا حکم کیا ہے؟

۵۔ وتر کتنی رکعات ہیں ان کا وقت کیا ہے اور یہ جماعت کے ساتھ کب پڑھے جاتے ہیں۔

۶۔ دعائے قنوت مع ترجمہ لکھیں اور بتائیں کہ اس کا حکم کیا ہے؟ اور اگر کسی کو دعائے قنوت یاد نہ ہو تو وہ کیا پڑھے۔

۷۔ جو آدمی امام کے ساتھ تیسری رکعت کے رکوع میں ملا وہ دعائے قنوت پڑھے یا نہ؟

۸۔ سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ اوقات کے اعتبار سے تفصیلاً لکھیں۔

۹۔ تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضو، چاشت کی نماز اور استخارہ کی تعریف کریں۔

۱۰۔ سواری پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ تفصیلاً لکھیں۔

۱۱۔ کشتی پر نماز کیسے پڑھی جائے گی نیز دریا کے درمیان اور کنارے سے بندھی ہوئی کشتی میں نماز پڑھنے کے اعتبار سے کیا فرق ہے۔

۱۲۔ تراویح کی شرعی حیثیت اور تعداد لکھیں۔ تراویح میں ختم قرآن کا مسئلہ کیا ہے نیز بیس تراویح پر اہل سنت وجماعت کے کسی عالم نے کوئی کتاب لکھی ہے تو کتاب اور مصنف کا نام لکھیں۔

۱۳۔ مندرجہ ذیل عبارت پر اعراب لگائیں اور ترجمہ لکھیں نیز بتائیں کہ یہ عبارت کس عنوان کے تحت ہے۔

ولا یمسح جبھتہ من التراب او الحشیش بعد الفراغ من الصلوٰۃ لاقبل الفراغ اذا ضرہ او شغلہ عن الصلوٰۃ ولا بالنظر بموق عینیہ من غیر تحویل الوجہ

بَابُ الصَّلٰوۃِ فِی الْکَعْبَۃِ

صَحَّ فَرْضٌ وَّنَفْلٌ فِیْهَا وَکَذَا فَوْقَهَا وَاِنْ لَّمْ یَتَّخِذْ سُتْرَۃً لٰکِنَّہٗ مَکْرُوْہٌ لِاِسَاءَۃِ الادب باستعلائہ علیها ومن جَعَلَ ظَهْرَہٗ اِلٰی غَیْرِ وَجْهِ اِمَامِهٖ فِیْهَا اَوْ فَوْقَهَا صَحَّ وَاِنْ جَعَلَ ظَهْرَہٗ اِلٰی وَجْهِ اِمَامِهٖ لَا یَصِحُّ وَصَحَّ الْاِقْتِدَاءُ خَارِجَهَا بِاِمَامٍ فِیْهَا وَالْبَابُ مَفْتُوْحٌ وَاِنْ تَحَلَّقُوْا حَوْلَهَا وَالْاِمَامُ خَارِجَهَا صَحَّ اِلَّا لِمَنْ کَانَ اَقْرَبَ اِلَیْهَا فِیْ جِهَۃِ اِمَامِهٖ۔

کعبہ شریف میں نماز پڑھنا:

کعبہ[1] میں فرض اور نفل پڑھنا صحیح ہے۔ اسی طرح اس کے اوپر بھی اگرچہ سترہ نہ رکھے[2] لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ کعبۃ اللہ سے بلند ہونا بے ادبی ہے۔

کعبۃ اللہ میں یا اس کے اوپر، جس شخص کی پیٹھ امام کے چہرے کی طرف نہ ہو اس کی نماز صحیح ہے اور اگر وہ اپنی پیٹھ امام کے چہرے کی طرف کرے تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

(عمارتِ) کعبہ سے باہر ایسے امام کی اقتداء کرنا جو اس کے اندر ہے، صحیح ہے بشرطیکہ دروازہ کھلا ہو۔

اگر عمارتِ کعبہ کے گرد نماز پڑھیں اور امام بھی باہر ہو تو نماز صحیح ہوگی۔ سوائے اس کے جو امام کی جہت میں کعبۃ اللہ کے زیادہ قریب ہے[3]

---

[1] کعبہ شریف وہ عمارت ہے جو مسجد حرام کے صحن میں مربع شکل میں ہے اور حج و عمرہ کرنے والے اس کا طواف کرتے ہیں۔ اسے بیت اللہ الحرام بھی کہا جاتا ہے۔ مسلمان جہاں بھی ہوں اسی کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھتے ہیں۔

[2] کیونکہ آسمان تک تمام فضاء کعبۃ اللہ کی فضا ہے لہٰذا عمارت کے اوپر نماز جائز ہے۔ البتہ بے ادبی کے پیشِ نظر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

بَابُ صَلٰوةِ المُسَافِر

اَقَلُّ سَفَرٍ تَتَغَيَّرُ بِهِ الْاَحْكَامُ مَسِيْرَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِنْ اَقْصَرِ اَيَّامِ السَّنَةِ بِسَيْرٍ وَسَطٍ مَعَ الْاِسْتِرَاحَاتِ وَالْوَسَطُ سَيْرُ الْاِبِلِ وَمَشْيُ الْاَقْدَامِ فِى الْبَرِّ وَفِى الْجَبَلِ بِمَا يُنَاسِبُهُ وَفِى الْبَحْرِ اعْتِدَالُ الرِّيحِ فَيَقْصُرُ الْفَرْضَ الرُّبَاعِيَّ مَنْ نَوَى السَّفَرَ وَلَوْ كَانَ عَاصِيًا بِسَفَرِهِ اِذَا جَاوَزَ بُيُوْتَ مَقَامِهِ وَجَاوَزَ اَيْضًا مَا اتَّصَلَ بِهٖ مِنْ فِنَائِهٖ وَاِنِ انْفَصَلَ. اَلْفِنَاءُ بِمَزْرَعَةٍ اَوْ قَدْرِ غَلْوَةٍ لَا يُشْتَرَطُ مُجَاوَزَتُهُ وَالْفِنَاءُ الْمَكَانُ الْمُعَدُّ لِمَصَالِحِ الْبَلَدِ كَرَكْضِ الدَّوَابِّ وَدَفْنِ الْمَوْتٰى۔

مسافر کی نماز:

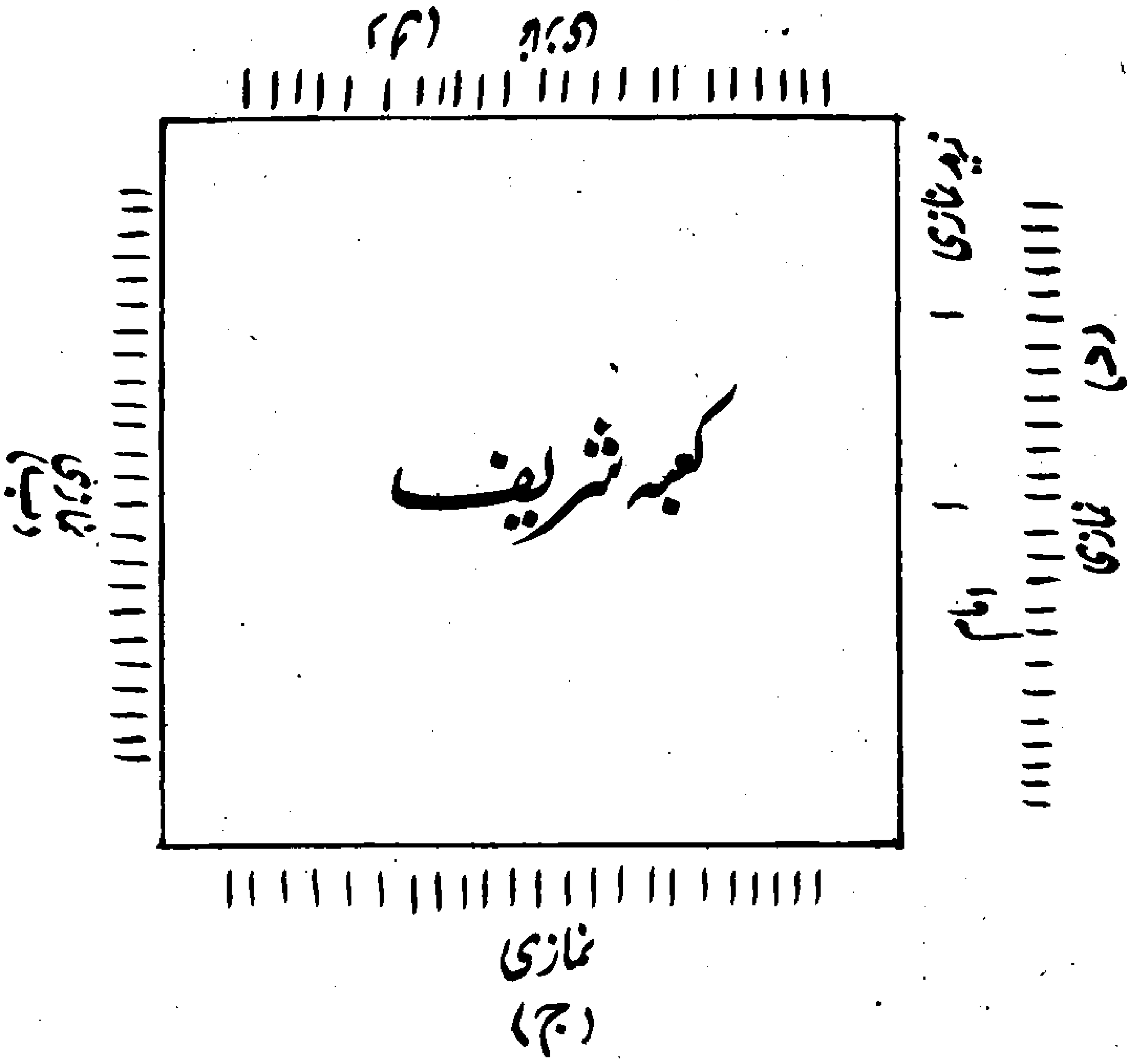
کم از کم سفر جس کے ساتھ احکام بدلتے ہیں سال کے چھوٹے دنوں میں اوسط چال کے ساتھ آرام کے اوقات سمیت تین دن کی مسافت ہے[۱]۔
درمیانی چال سے مراد اونٹ کی چال اور میدان میں پیدل چلنا ہے۔ پہاڑ میں اس کی مناسبت سے ہے اور دریا (سمندر) میں ہوا کا معتدل ہونا شرط ہے۔ پس جو شخص سفر کی نیت کرے اگرچہ اس سفر کے باعث گنہگار ہی ہو تو وہ چار رکعات فرض میں قصر کرے گا۔ جب اپنی جائے سکونت کی آبادی اور اس کے ساتھ جو فنا ملی ہوئی ہے، سے گزر جائے۔ اگر فنا ایک کھیتی یا تیر پھینکنے کی مقدار (بستی سے) جدا ہو تو اس سے گزرنا شرط نہیں۔ فنا وہ مکان ہے جو شہر (والوں) کی بہتری (اور ضرورتوں) کے لیے بنایا جاتا ہے مثلاً گھوڑے دوڑانا اور مُردوں کو دفن کرنا[۲]۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

[۳] چونکہ کعبہ شریف کے قریب یعنی مسجد حرام کے صحن میں نماز پڑھنے والے کی نگاہ عمارت کعبہ پر ہونی چاہیے۔ لہٰذا نمازی اس کے چاروں طرف کھڑے ہوں گے۔ اس صورت میں نمازیوں کا رُخ ایک دوسرے کی طرف ہوگا۔ یہاں شرط یہ ہے کہ جو لوگ اس طرف کھڑے ہوں جس جانب (بقیہ صفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ سابقہ سے سابقہ)

امام کھڑا ہے تو وہ کعبۃ اللہ کی دیوار سے امام کی نسبت سے دور ہوں تاکہ امام سے آگے بڑھنا لازم نہ آئے۔ اور ان کی پیٹھ امام کے چہرے کی طرف نہ ہو۔



اس نقشہ میں الف، ب اور ج اطراف کے نمازی امام کی نسبت کعبۃ اللہ کے قریب بھی ہوں تو کوئی حرج نہیں لیکن "د" والی طرف امام سے آگے ہونا ناجائز ہے کیونکہ امام اسی جانب ہے لہٰذا نقشہ میں دکھائے گئے زید کی نماز صحیح نہیں۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ؎۱ اگر کوئی شخص تین دن کی مسافت پر جو $\frac{3}{8}$ ۵۷ میل بنتے ہیں، جائے اور پندرہ دن سے کم مدت وہاں ٹھہرنا ہو تو وہ مسافر ہے اگر پندرہ دن یا زیادہ کی نیت ہے تو مسافر شمار نہ ہوگا۔

؎۲ قرآن و سنت میں مطلق مسافر کے لیے رخصت کا ذکر ہے نیک و بد کی قید نہیں لہٰذا جو شخص کسی جرم کی خاطر ہی سفر کیوں نہ کرتا ہو اس پر بھی مسافر کے احکام نافذ ہوں گے۔

؎۳ تین رکعات والی نماز پوری پڑھنا ہوگی۔ اسی طرح وتر اور سنتیں بھی مکمل پڑھے البتہ گاڑی وغیرہ کے نکلنے کا خوف ہو اور وقت بالکل تھوڑا ہو تو سنتیں اور نوافل چھوڑے جا سکتے ہیں۔

؎۴ شہریوں کی ضرورت کے لیے شہر سے باہر کھیلنے کا میدان، عید گاہ، قبرستان اور اسٹیشن وغیرہ بنائے جاتے ہیں چونکہ وہ شہر ہی کا ایک حصہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب ان مقامات سے نکل جائے گا تو مسافر شمار ہوگا۔ البتہ اگر یہ چیزیں شہر سے متصل نہ ہوں مثلاً تیر پھینکنے کی مقدار یا ایک بڑی کھیتی درمیان میں حائل ہے تو شہر سے نکلتے ہی مسافر ہو جائے گا۔

وَيُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ نِيَّةِ السَّفَرِ ثَلَاثَةُ اَشْيَاءَ الْاِسْتِقْلَالُ بِالْحُكْمِ وَالْبُلُوْغُ وَعَدَمُ نُقْصَانِ مُدَّةِ السَّفَرِ عَنْ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فَلَا يَقْصُرُ مَنْ لَمْ يُجَاوِزْ عُمْرَانَ مَقَامِهٖ اَوْ جَاوَزَ وَكَانَ صَبِيًّا اَوْ تَابِعًا لَمْ يَنْوِ مَتْبُوْعُهُ السَّفَرَ كَالْمَرْاَةِ مَعَ زَوْجِهَا وَالْعَبْدِ مَعَ مَوْلَاهُ وَالْجُنْدِيِّ مَعَ اَمِيْرِهٖ اَوْ نَاوِيًا دُوْنَ الثَّلَاثَةِ وَتُعْتَبَرُ نِيَّةُ الْاِقَامَةِ وَالسَّفَرِ مِنَ الْاَصْلِ دُوْنَ التَّبَعِ اِنْ عَلِمَ نِيَّةَ الْمَتْبُوْعِ فِي الْاَصَحِّ والقصر عزيمة عندنا فاذا اَتَمَّ الرُّبَاعِيَّةَ وَقَعَدَ الْقُعُوْدَ الْاَوَّلَ صَحَّتْ صَلٰوتُهٗ مَعَ الْكَرَاهَةِ وَاِلَّا فَلَا تَصِحُّ اِلَّا اِذَا نَوَى الْاِقَامَةَ لَمَّا قَامَ لِلثَّالِثَةِ

سفر کی نیت صحیح ہونے کے لیے تین شرطیں ہیں۔

(۱) فیصلہ کرنے میں مستقل (حیثیت کا مالک) ہونا (۲) بالغ ہونا (۳) سفر کی مدت (مسافت) تین دن سے کم نہ ہونا۔

پس وہ شخص جو اپنی جائے سکونت کی آبادی سے آگے نہ بڑھا، یا آگے چلا گیا لیکن بچہ تھا یا کسی کے تابع تھا اور اس کے متبوع نے سفر کی نیت نہیں کی۔ مثلاً عورت اپنے خاوند کے ساتھ، غلام اپنے آقا کے ساتھ یا سپاہی اپنے امیر کے ساتھ ہو۔ یا اس نے تین دن سے کم (مسافت) کی نیت کی وہ قصر نہ کرے۔ اقامت اور سفر کی نیت اصل سے معتبر ہوگی۔ تابع سے اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ اگر متبوع کی نیت کا علم ہو جائے۔ اصح قول یہی ہے[۱]

قصر ہمارے نزدیک عزیمت[۲] ہے۔ اگر کسی مسافر نے چار رکعتیں پوری کر دیں اور پہلا قعدہ بھی کیا تو اس کی نماز کراہت کے ساتھ صحیح ہو جائے گی۔ ورنہ صحیح نہ ہوگی[۳] البتہ تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوتے وقت اقامت کی نیت کرے تو ہو جائے گی[۴]

---

[۱] اگر مسافر کسی دوسرے کے تابع ہو تو وہ اپنی مرضی سے نیت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ممکن ہے اس کے متبوع نے پندرہ دن یا اس سے زائد کی نیت کی ہو اور یہ کم دنوں کی نیت کرے لہٰذا اصل کا اعتبار ہوگا۔

(بقیہ صفحہ آئندہ)

وَلَا يَزَالُ يَقْصُرُ حَتّٰى يَدْخُلَ مِصْرَهٗ اَوْ يَنْوِیَ اِقَامَتَهٗ نِصْفَ شَهْرٍ بِبَلَدٍ اَوْ قَرْيَةٍ وَقَصَرَ اِنْ نَوٰى اَقَلَّ مِنْهُ اَوْلَمْ يَنْوِ وَبَقِیَ سِنِيْنَ وَلَا تَصِحُّ نِيَّةُ الْاِقَامَةِ بِبَلْدَتَيْنِ لَمْ يُعَيِّنِ الْمَبِيْتَ بِاَحَدِهِمَا وَلَا فِیْ مَفَازَةٍ لِغَيْرِ اَهْلِ الْاَخْبِيَةِ وَلَا لِعَسْكَرِنَا بِدَارِ الْحَرْبِ وَلَا بِدَارِنَا فِیْ مُحَاصَرَةِ اَهْلِ الْبَغْیِ۔

اور اس وقت تک قصر کرتا رہے جب تک اپنے شہر میں داخل نہ ہو یا کسی شہر یا بستی میں نصف مہینہ ٹھہرنے کی نیت کرے۔ اگر اس سے کم (مدت ٹھہرنے) کی نیت کی یا بالکل نیت نہیں کی اور کئی سال وہاں رہا تو وہ قصر کرے۔ ایسے دو شہروں میں اقامت کی نیت صحیح نہ ہوگی جن میں سے کسی ایک میں رات گزارنے کا تعین نہیں کیا[1] خانہ بدوش لوگوں کے علاوہ کسی کے لیے جنگل (اور صحرا) میں، لشکر اسلام کے لیے دارالحرب میں اور باغیوں کا محاصرہ کرتے ہوئے اپنے ملک میں اقامت کی نیت صحیح نہیں[2]۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) [2] اصل میں یہ مجازاً رخصت ہے کیونکہ حقیقی رخصت یہ ہوتی ہے کہ دونوں طرح عمل کی اجازت ہوتی ہے لیکن مسافر کو دو اور چار میں اختیار نہیں ہے۔ اسے چار کی جگہ دو رکعتیں پڑھنا ہوں گی۔

[3] چونکہ مسافر کے لیے دو رکعتوں کے بعد والا قعدہ آخری قعدہ ہوتا ہے لہٰذا چار رکعتیں پڑھنے کی صورت میں اگر پہلا قعدہ کیا تو نماز ہو جائے گی اگرچہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس طرح ایک واجب یعنی سلام میں تاخیر ہو گئی لیکن پہلا قعدہ نہ کرنے کی صورت میں فرض قعدہ رہ گیا لہٰذا فرض نماز ادا نہیں ہوئی۔

[4] کیونکہ اب حالت بدلنے سے حکم بدل گیا اور اب اس کے ذمہ دو کی بجائے چار فرض ہیں۔

(صفحہ ہذا) [1] اگر کوئی مسافر یہ نیت کرے کہ میں فلاں دو شہروں میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ مقیم رہوں گا، لیکن اس بات کی وضاحت نہ کرے کہ رات کہاں گزارے گا تو وہ مقیم نہ ہوگا البتہ رات گزارنے کے لیے ایک شہر کا تعین کرے تو اس شہر میں داخل ہوتے ہی مقیم ہو جائے گا۔ کیونکہ اقامت کا تعلق اسی مقام سے ہوتا ہے جہاں آدمی رات گزارتا ہے۔

[2] چونکہ جنگل، جزیرہ اور سمندر وغیرہ وطن نہیں ہیں لہٰذا وہاں اقامت کی نیت صحیح نہیں البتہ جو لوگ خانہ بدوش ہیں ان کے اپنے گھر اور مکانات نہیں۔ وہ خیمے لگا کر بیابانوں اور جنگلوں میں رہتے ہیں لہٰذا وہ کسی بیابان میں اقامت کی نیت کریں تو صحیح ہوگی۔

چونکہ لشکر اسلام یا محاصرہ کرنے والوں کو معلوم نہیں ہوتا کہ کب واپسی ہوگی۔ ممکن ہے وہ (بقیہ برصفحہ آئندہ)

وَاِنِ اقْتَدٰی مُسَافِرٌ بِمُقِیْمٍ فِی الْوَقْتِ صَحَّ وَاَتَمَّهَا اَرْبَعًا وَبَعْدَهٗ لَا یَصِحُّ وَبِعَکْسِهٖ صَحَّ فِیْهِمَا وَنُدِبَ لِلْاِمَامِ اَنْ یَّقُوْلَ اَتِمُّوْا صَلٰوتَکُمْ فَاِنِّیْ مُسَافِرٌ وَیَنْبَغِیْ اَنْ یَّقُوْلَ ذٰلِكَ قَبْلَ شُرُوْعِهٖ فِی الصَّلٰوۃِ وَلَا یَقْرَأُ الْمُقِیْمُ فِیْمَا یُتِمُّهٗ بَعْدَ فَرَاغِ اِمَامِهِ الْمُسَافِرِ فِی الْاَصَحِّ وَفَائِتَۃُ السَّفَرِ وَالْحَضَرِ تُقْضٰی رَکْعَتَیْنِ وَاَرْبَعًا

اگر مسافر، وقتی نماز میں مقیم کی اقتدار کرے تو صحیح ہے اور وہ چار رکعتیں پوری کرے اور اس کے بعد اقتدار صحیح نہیں[1] اس کے برعکس دونوں صورتوں میں اقتدار صحیح ہے۔

امام کے لیے[2] مستحب ہے کہ کہے "اپنی نماز مکمل کر دبے شک میں مسافر ہوں"، اور یہ بات نماز شروع کرنے سے پہلے کہنا مناسب ہے۔

اصح قول کے مطابق مقیم مقتدی مسافر امام کے فارغ ہونے پر باقی نماز میں قراءت نہ کرے[3]۔ سفر اور حضر کی فوت شدہ نماز دو اور چار رکعتوں میں قضا کی جائے[4]۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) دوسرے دن واپس ہوں یا سال گزر جائے لہٰذا وہ قطعی طور پر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔

(صفحہ ہذا) [1] چونکہ وقت پر نماز پڑھنے سے مسافر امام کے پیچھے چار ہی پڑھے گا لیکن قضا ہونے کی صورت میں صرف دو رکعتیں پڑھنا ہوں گی لہٰذا چار پڑھنے والے امام کے پیچھے نہیں پڑھ سکتا۔

[2] یعنی امام مسافر ہو اور مقتدی مقیم تو وقتی نماز ہو یا قضا، دونوں طرح صحیح ہے۔

[3] کیونکہ وہ مقتدی ہے اور مقتدی کے لیے الگ قراءت پڑھنا جائز نہیں۔

[4] اگر حالتِ اقامت میں نماز قضا ہوئی تو چار رکعتیں پڑھے چاہے سفر میں قضا کرے لیکن سفر کی نماز قضا ہو تو دو رکعتیں پڑھے چاہے گھر آ کر ہی کیوں نہ پڑھے۔

وَالْمُعْتَبَرُ فِيْهِ اٰخِرُ الْوَقْتِ وَيَبْطُلُ الْوَطَنُ الْاَصْلِيُّ بِمِثْلِهٖ فَقَط وَيَبْطُلُ وَطَنُ الْاِقَامَةِ بِمِثْلِهٖ وَبِالسَّفَرِ وَبِالْاَصْلِيِّ وَالْوَطَنُ الْاَصْلِيُّ هُوَ الَّذِيْ وُلِدَ فِيْهِ اَوْ تَزَوَّجَ اَوْ لَمْ يَتَزَوَّجْ وَقَصَدَ التَّعَيُّشَ لَا الْاِرْتِحَالَ عَنْهُ وَوَطَنُ الْاِقَامَةِ مَوْضِعٌ نَوَى الْاِقَامَةَ فِيْهِ نِصْفَ شَهْرٍ فَمَا فَوْقَهٗ وَلَمْ يَعْتَبِرِ الْمُحَقِّقُوْنَ وَطَنَ السُّكْنٰى وَهُوَ مَا يَنْوِي الْاِقَامَةَ فِيْهِ دُوْنَ نِصْفِ شَهْرٍ۔

اس میں آخری وقت کا اعتبار ہوگا۔[1] وطن اصلی صرف اس کی مثل کے ساتھ باطل ہوتا ہے۔ اور وطن اقامت اپنی مثل کے ساتھ، سفر کے ساتھ اور وطن اصلی کے ساتھ باطل ہوتا ہے۔ وطن اصلی وہ ہے جہاں کوئی شخص پیدا ہوا یا اس نے شادی کی یا شادی نہیں کی لیکن وہاں سکونت پذیر ہونے کا ارادہ کیا وہاں سے جانے کا ارادہ نہیں کیا۔ اور وطن اقامت وہ ہے جہاں نصف مہینہ یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ کیا۔[2] محققین نے وطن سُکنیٰ کا اعتبار نہیں کیا اور یہ وہ جگہ ہے جہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ کیا۔

---

[1] مثلاً ظہر کی نماز قضاء ہوگئی تو دیکھیں گے کہ آخری وقت مسافر تھا، یا مقیم، اگر مسافر تھا تو دو رکعتوں کی قضا ہوگی ورنہ چار رکعات پڑھنا ہوں گی۔

[2] وطن اصلی سے سفر پر جائے یا کہیں ملازمت وغیرہ کے سلسلے میں جائے تو وطن اصلی باطل نہیں ہوتا اور گھر چاہے ایک دن کے لیے آئے پوری نماز پڑھے گا۔ البتہ کسی دوسری جگہ کو وطن اصلی بنا لیا یعنی پہلے وطن سے ہمیشہ کے لیے چلا گیا اور دوسری جگہ مستقل سکونت اختیار کرلی تو وطن اصلی باطل ہوجائے گا لیکن وطن اقامت اپنی مثل اور وطن اصلی نیز سفر کے ساتھ باطل ہوجاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کا گھر کراچی میں ہے وہ ملازمت کے لیے لاہور رہتا ہے تو لاہور وطن اقامت ہے۔ کراچی جائے یا کسی دوسری جگہ سفر پر جائے یا کہیں اور جاکر اقامت اختیار کرے وطن اقامت باطل ہوگیا یعنی اب لاہور واپس آکر پندرہ یا زیادہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو تو مقیم ہوگا ورنہ مسافر ہوگا البتہ اگر لاہور میں اس کے اہل وعیال بھی رہتے ہیں اور ساز وسامان ہے تو اب مکمل نماز پڑھے گا چاہے پندرہ دن کی نیت نہ ہو۔

بَاب صلوٰۃ المَرِیض

اِذَا تَعَذَّرَ عَلَی الْمَرِیْضِ کُلُّ الْقِیَامِ وَ تَعَسَّرَ بِوُجُوْدِ اَلَمٍ شَدِیْدٍ اَوْ خَافَ زِیَادَۃَ الْمَرَضِ او ابطاءَہٗ بِہٖ صَلّٰی قَاعِدًا بِرُکُوْعٍ وَ سُجُوْدٍ وَیَقْعُدُ کَیْفَ شَآءَ فِی الْاَصَحِّ وَاِلَّا قَامَ بِقَدْرِ مَا یُمْکِنُہٗ وَاِنْ تَعَذَّرَ الرُّکُوْعُ وَالسُّجُوْدُ صَلّٰی قَاعِدًا بِالْاِیْمَاءِ وَجَعَلَ اِیْمَآءَہٗ لِلسُّجُوْدِ اَخْفَضَ مِنْ اِیْمَائِہٖ لِلرُّکُوْعِ فَاِنْ لَمْ یَخْفِضْہُ عنہ لَا تصح وَلَا یُرْفَعُ لِوَجْھِہٖ شَیْءٌ یَسْجُدُ عَلَیْہِ فَاِنْ فَعَلَ وَ خَفَضَ رَاْسَہٗ صَحَّ والا لا وان تَعَسَّرَ الْقُعُوْدُ اَوْمَا مُسْتَلْقِیًا اَوْ عَلٰی جَنْبِہٖ وَالْاَوَّلُ اولٰی وَیَجْعَلُ تَحْتَ رَاْسِہٖ وِسَادَۃً لِیَصِیْرَ وَجْھُہٗ اِلَی الْقِبْلَۃِ وَاِنْ تَعَذَّرَ الْاِیْمَآءُ اُخِّرَتْ عَنْہُ مَادَامَ یَفْھَمُ الْخِطَابَ قَالَ فِی الْھِدَایَۃِ ھُوَالصَّحِیْحُ

بیمار کی نماز:

جب مریض کے لیے مکمل طور پر کھڑا ہونا ناممکن ہو یا سخت درد کی وجہ سے مشکل ہو یا بیماری کے بڑھ جانے اور لمبا ہو جانے کا ڈر ہو تو رکوع و سجود کے ساتھ بیٹھ کر پڑھے اور جیسے چاہے بیٹھے یہ اصح قول کے مطابق ہے ورنہ جس حد تک ممکن ہو کھڑا ہو۔ اور اگر رکوع و سجود ممکن نہ ہوں تو بیٹھ کر اشارے کے ساتھ پڑھے[1] اور سجدے کے اشارے کو رکوع کے اشارے سے پست رکھے۔ اگر پست نہ کیا تو صحیح نہ ہوگا۔ سجدہ کرنے کے لیے اسکے چہرے کی طرف کوئی چیز نہ اٹھائی جائے اگر ایسا کیا اور ساتھ ساتھ سر کو بھی جھکایا تو صحیح ہے ورنہ نہیں۔

اگر بیٹھنا بھی مشکل ہو جائے تو پیٹھ کے بل یا پہلو پر لیٹ کر اشارہ کرے۔ پہلی صورت زیادہ بہتر ہے۔ سر کے نیچے تکیہ رکھے تاکہ اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو آسمان کی طرف نہ ہو اگر طاقت ہو تو گھٹنوں کو کھڑا کرنا مناسب ہے تاکہ انہیں قبلہ کی طرف نہ بڑھائے۔ اگر اشارہ کرنا بھی مشکل ہو تو اس وقت تک نماز مؤخر ہو جائیگی جب تک خطاب کو سمجھتا ہے۔ ہدایہ میں اسے صحیح قرار دیا ہے[2]۔

[1] مثلاً ایک شخص کھڑا تو ہو سکتا ہے لیکن کمر میں درد کی وجہ سے جھک نہیں سکتا۔

وَجَزَمَ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ فِي التَّجْنِيْسِ وَالْمَزِيْدِ بِسُقُوْطِ الْقَضَاءِ إِذَا دَامَ عَجْزُهٗ عَنِ الْإِيْمَاءِ أَكْثَرَ مِنْ خَمْسِ صَلَوَاتٍ وَإِنْ كَانَ يَفْهَمُ الْخِطَابَ وَصَحَّحَهٗ قَاضِيْخَان وَمِثْلُهٗ فِي الْمُحِيْطِ وَاخْتَارَهٗ شَيْخُ الْإِسْلَامِ وَفَخْرُ الْإِسْلَامِ وَقَالَ فِي الظَّهِيْرِيَّةِ هُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى وَفِي الْخُلَاصَةِ هُوَ الْمُخْتَارُ وَصَحَّحَهٗ فِي الْيَنَابِيْعِ وَالْبَدَائِعِ وَجَزَمَ بِهِ الْوَلْوَالِجِيُّ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ

صاحب ہدایہ نے تجنیس اور مزید میں قطعی طور پر فرمایا ہے کہ اگر اشارے سے اس کا عاجز ہونا پانچ نمازوں سے بڑھ جائے تو قضاء ساقط ہو جائے گی۔ اگرچہ خطاب کو سمجھتا ہو۔ قاضی خاں نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اسی کی مثل محیط میں ہے۔ شیخ الاسلام اور فخر الاسلام کے نزدیک یہی مختار ہے۔ ظہیریہ میں کہا گیا ہے کہ یہ ظاہر روایت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ خلاصہ میں ہے کہ یہی مختار ہے۔ ینابیع اور بدائع میں اسے صحیح قرار دیا گیا ہے۔ ولوالجی نے بھی اسی کی قطعیت کا قول کیا ہے۔ (رحمہم اللہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ؎۲ اس کی صورت یہ ہے کہ چارپائی یوں بچھائی جائے کہ پاؤں والی طرف قبلہ کی جانب ہو سر کے پیچھے تکیہ وغیرہ رکھ کر اونچا کریں تاکہ چہرہ قبلہ رُخ ہو اور ٹانگوں کو کھڑا کیا جائے اور یوں اشارے سے نماز پڑھے۔

؎۳ یہاں چار صورتیں ہیں۔ اگر چھ یا اس سے زیادہ نمازیں پڑھنے سے عاجز رہا اور وہ بات کو سمجھ بھی نہیں سکتا تو سب ائمہ کا اجماع ہے کہ قضاء ساقط ہو گئی۔ اور اگر کم نمازیں ہیں اور اس کے ہوش وحواس بھی قائم ہیں تو ان نمازوں کی قضا کرنا ہوگی اور اگر چھ نمازیں پڑھنے سے اس حال میں عاجز ہے کہ بات سمجھتا ہے یا کم نمازیں ہیں لیکن بات نہیں سمجھتا تو اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں قضا لازم ہوگی اور بعض کے نزدیک نہیں۔

(طحطاوی علی المراقی)

وَلَمْ يُوْمِ بِعَيْنِهِ وَقَلْبِهِ وَحَاجِبِهِ وَ اِنْ قَدَرَ عَلَى الْقِيَامِ وَعَجَزَ عَنِ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ صَلّٰى قَاعِدًا بِالْاِيْمَاءِ وَاِنْ عَرَضَ لَهٗ مَرَضٌ يُتِمُّهَا بِمَا قَدَرَ وَلَوْ بِالْاِيْمَاءِ فِي الْمَشْهُوْرِ وَلَوْ صَلّٰى قَاعِدًا يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ فَصَحَّ بَنٰى وَلَوْ كَانَ مُوْمِيًا لَا وَمَنْ جُنَّ اَوْ اُغْمِيَ عَلَيْهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ قَضٰى وَلَوْ اَكْثَرَ لَا۔

آنکھ، دل اور ابروؤں کے ساتھ اشارہ نہ کرے[۱]۔ اور اگر کھڑا ہونے پر قادر ہو لیکن رکوع اور سجدہ سے عاجز ہو تو بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے۔ اگر (نماز کے دوران) بیماری لاحق ہو جائے تو جس طرح ہو سکے اسے پورا کرے۔ اگرچہ اشارے کے ساتھ ہو۔ یہ مشہور قول ہے۔ اگر بیٹھ کر رکوع اور سجدے کے ساتھ پڑھ رہا تھا کہ صحیح ہو گیا تو بنا کرے[۲]۔ اگر اشارے سے پڑھ رہا تھا تو نہ کرے[۳]۔ جو آدمی پانچ نمازوں میں پاگل یا بے ہوش رہا وہ قضا کرے اگر زیادہ ہوں تو نہ کرے[۴]۔

۱ے کیونکہ سجدے کا تعلق سر کے ساتھ ہے آنکھوں اور ابروؤں وغیرہ کے ساتھ نہیں۔

۲ے یعنی باقی نماز کھڑا ہو کر پڑھے۔

۳ے یعنی دوبارہ نئے سرے سے نماز پڑھے۔ کیونکہ پڑھی گئی نماز پر بنا کرنے سے قوی کی ضعیف پر بنا لازم آئے گی۔

۴ے عذر تین قسم کے ہیں۔

۱۔ بہت طویل ہو مثلاً بچہ ہونا۔

۲۔ بہت مختصر ہو۔ مثلاً نیند

۳۔ کبھی طویل اور کبھی مختصر مثلاً بے ہوشی۔

پہلے عذر کی وجہ سے عبادات ساقط ہوتی ہیں۔ دوسرے یعنی نیند کی وجہ سے عبادت معاف نہیں ہوتی۔ تیسرا عذر یعنی بیہوشی اگر زیادہ ہو مثلاً پانچ سے زیادہ نمازوں کا وقت اسی حالت میں گزر جائے تو قضا نہیں کرے گا کم ہوں تو قضا کرنا ہوگی۔

(فصلٌ فِی اِسْقَاطِ الصَّلٰوۃِ وَالصَّوْمِ) اِذَا مَاتَ الْمَرِیْضُ وَلَمْ یَقْدِرْ عَلَی الصَّلٰوۃِ بِالْاِیْمَاءِ لَا یَلْزَمُہُ الْاِیْصَاءُ بِھَا وَاِنْ قَلَّتْ وَکَذَا الصَّوْمُ اِنْ اَفْطَرَ فِیْہِ الْمُسَافِرُ وَالْمَرِیْضُ وَمَاتَا قَبْلَ الْاِقَامَۃِ وَالصِّحَّۃِ وَعَلَیْہِ الْوَصِیَّۃُ بِمَا قَدَرَ عَلَیْہِ وَبَقِیَ بِذِمَّتِہٖ فَیُخْرِجُ عَنْہُ وَلِیُّہٗ مِنْ ثُلُثِ مَا تَرَکَ لِصَوْمِ کُلِّ یَوْمٍ وَلِصَلٰوۃِ کُلِّ وَقْتٍ حَتَّی الْوِتْرِ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ اَوْ قِیْمَتَہٗ وَاِنْ لَمْ یُوْصِ وَتَبَرَّعَ عَنْہُ وَلِیُّہٗ جَازَ وَلَا یَصِحُّ اَنْ یَّصُوْمَ وَلَا اَنْ یُّصَلِّیَ عَنْہُ وَاِنْ لَمْ یَفِ مَا اَوْصٰی بِہٖ عَمَّا عَلَیْہِ یَدْفَعُ ذٰلِکَ الْمِقْدَارَ لِلْفَقِیْرِ فَیَسْقُطُ عَنِ الْمَیِّتِ بِقَدَرِہٖ ثُمَّ یَھَبُہُ الْفَقِیْرُ لِلْوَلِیِّ وَیَقْبِضُہٗ .... ثُمَّ یَدْفَعُہٗ لِلْفَقِیْرِ فَیَسْقُطُ بِقَدَرِہٖ ثُمَّ یَھَبُہُ الْفَقِیْرُ لِلْوَلِیِّ وَیَقْبِضُہٗ ثُمَّ یَدْفَعُہُ الْوَلِیُّ لِلْفَقِیْرِ

نماز اور روزے کا اسقاط:

جب مریض مر جائے اور وہ اشارے سے نماز پڑھنے پر بھی قادر نہ تھا تو اس پر وصیت کرنا لازم نہیں[۱] اگرچہ نمازیں کم ہوں[۲]۔ روزے کا بھی یہی حکم ہے اگر مسافر یا مریض نے روزہ نہ رکھا اور وہ مقیم یا صحت مند ہونے سے پہلے انتقال کر گیا۔ اور اگر وہ ادائیگی پر قادر تھا تو اس پر وصیت کرنا لازم ہے[۳]، اور یہ اسکے ذمہ باقی ہو گئیں اسکا ولی اسکے ترکے کے تہائی حصے میں سے ہر دن کے روزے اور ہر نماز حتیٰ کہ وتروں کا (بھی) فدیہ نصف صاع گندم یا اس کی قیمت ادا کرے اور اگر اس نے وصیت نہیں کی بلکہ ولی نے اپنی طرف سے ادا کر دیا تو بھی جائز ہے میت کی طرف سے روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا صحیح نہیں[۴] ہے۔

اگر وہ مال جس کی وصیت کی ہے اس عبادت کا پورا فدیہ نہ ہو سکے جو اس کے ذمہ ہے تو یہ مقدار کسی فقیر کو دے۔ پس میت سے اس کا اندازہ ساقط ہو جائے گا۔ پھر فقیر ولی کو ہبہ کرے وہ قبضہ کر کے پھر فقیر کو دے تو اتنا اندازہ مزید ساقط ہو جائے گا۔ فقیر پھر ولی کو دے وہ اس پر قبضہ کر کے دوبارہ فقیر

۱؎ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص طاقت نہ رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول کرنے کا زیادہ حق رکھتا ہے"۔

(بقیہ صفحہ آئندہ)

وَهٰكَذَا حَتّٰى يَسْقُطَ مَا كَانَ عَلَى الْمَيِّتِ مِنْ صَلٰوةٍ وَصِيَامٍ وَيَجُوْزُ إِعْطَاءُ فِدْيَةِ صَلَوَاتٍ لِوَاحِدٍ جُمْلَةً بِخِلَافِ كَفَّارَةِ الْيَمِيْنِ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ

کو دے اسی طرح کرتے رہیں۔ حتیٰ کہ جو کچھ نمازیں اور روزے میت کے ذمہ ہیں وہ ساقط ہو جائیں [۱]۔ چند نمازوں (اور روزوں) کا فدیہ کسی ایک فقیر کو بھی دے سکتا ہے جب کہ کفارۂ قسم کا حکم اس کے برعکس ہے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) ۲؎ یعنی ایک دن رات کی نمازوں سے کم ہوں۔

۳؎ یہاں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ حالت سفر اور مرض میں ہی انتقال ہو گیا تو چونکہ قضاء پر قادر ہی نہیں ہوا لہٰذا وصیت ضروری نہیں اور اگر قضاء کا وقت ملا تھا لیکن سستی وغیرہ کی وجہ سے قضاء نہیں کر سکا تو وصیت کرنا لازمی ہے۔

۴؎ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے روزہ نہ رکھے اور نہ ہی اس کی طرف سے نماز پڑھے بلکہ اس کی طرف سے (مساکین کو) کھانا دے۔

(صفحہ ہذا) ۱؎ اس کو حیلۂ اسقاط کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے۔

حیلۂ اسقاط

میت نے جو نمازیں نہیں پڑھیں یا جو روزے نہیں رکھے اگر ان کا پورا فدیہ دینا ممکن نہ ہو تو ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے فدیہ کی ادائیگی ہو سکے۔ اس کو حیلۂ اسقاط کہتے ہیں۔ درحقیقت بدنی عبادت کسی دوسرے شخص کی طرف سے ادا نہیں کی جا سکتی لہٰذا نماز اور روزہ رہ جانے کی صورت میں فدیہ دینا ہوگا۔ روزے کے فدیہ کا خود قرآن پاک میں ذکر ہے اور اسی کی مناسبت سے فقہاء کرام نے نماز کی طرف سے بھی فدیہ دینا جائز قرار دیا ہے۔ ایک روزے یا ایک فرض نماز کا فدیہ تقریباً سوا دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہے۔ اب اس کی ادائیگی کی دو صورتیں ہیں یا تو میت نے وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے وصیت پوری کر دی جائے۔ اور اگر اس نے وصیت نہیں کی تو ورثاء اگر چاہیں تو اپنے ذاتی مال سے فدیہ دے دیں اگر وہ تمام نمازوں اور روزوں کا فدیہ دے سکتے ہیں تو حیلے کی ضرورت نہیں ہوگی اور اگر فدیہ زیادہ بنتا ہو تو پھر حیلہ، اسقاط کیا جائے گا۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ میت کا ولی فدیہ میں جو کچھ دے رہا ہے وہ کسی فقیر کو میت کی طرف سے بطور فدیہ دے فقیر اس پر قبضہ کر کے واپس کر دے اور یہ پھر اس کو فدیہ کے طور (بقیہ صفحہ آئندہ)

بَابُ قَضَاءِ الْفَوَائِتِ

اَلتَّرْتِيْبُ بَيْنَ الْفَائِتَةِ وَالْوَقْتِيَّةِ وَبَيْنَ الْفَوَائِتِ مُسْتَحَقٌّ وَيَسْقُطُ بِاَحَدِ ثَلَاثَةِ اَشْيَاءَ ضِيْقُ الْوَقْتِ الْمُسْتَحَبِّ فِي الْاَصَحِّ وَالنِّسْيَانُ وَاِذَا صَارَتِ الْفَوَائِتُ سِتًّا غَيْرَ الْوِتْرِ فَاِنَّهٗ لَا يُعَدُّ مُسْقِطًا وَاِنْ لَزِمَ تَرْتِيْبُهٗ وَلَمْ يَعُدِ التَّرْتِيْبُ بِعَوْدِهَا اِلَى الْقِلَّةِ وَلَا بِفَوْتِ حَدِيْثَةٍ بَعْدَ سِتٍّ قَدِيْمَةٍ عَلَى الْاَصَحِّ فِيْهِمَا

فوت شدہ نمازوں کی قضاء:

فوت شدہ نمازوں اور وقتی نماز میں[1] نیز فوت شدہ نمازوں کے درمیان ترتیب ضروری[2] ہے۔ اور تین باتوں میں سے ایک کے ساتھ ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ اصح قول کے مطابق مستحب وقت کا تنگ ہو جانا، بھول جانا اور جب وتروں کے علاوہ فوت شدہ نمازیں چھ ہو جائیں کیونکہ وتر ترتیب کو ساقط کرنے والے امور میں شمار نہیں ہوتے اگرچہ ان کی ترتیب بھی لازمی[3] ہے۔

نمازوں کی تعداد کم ہونے سے ترتیب نہیں ٹوٹے گی[4] اور نہ ہی چھ قدیم نمازوں کے بعد کسی نئی نماز کے فوت ہونے سے ترتیب لازم ہو گی۔ ان دونوں (مسئلوں) میں زیادہ صحیح قول یہی ہے[5]

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) پر دے اس طرح کرتے رہیں یہاں تک کہ فدیہ مکمل ہو جائے۔

دوسرا طریقہ جو قدرے آسان ہے یہ ہے کہ چند نفر اکٹھے ہو جائیں میت کا ولی وہ رقم ایک فقیر کو دے اس طرح فدیہ کی مقدار کے مطابق نمازیں اور روزے ساقط ہو جائیں گے مثلاً چھتیس سیر گندم ہو تو سولہ نمازیں یا روزے ساقط ہو گئے اب وہ فقیر اس غلے یا رقم کا مالک ہے وہ اپنی مرضی سے دوسرے فقیر کو دے اور نیت یہ ہو کہ میت کی نمازوں یا روزوں کا فدیہ ہے اس طرح بتیس نمازیں ساقط ہو گئیں۔ دوسرا فقیر اسی طرح تیسرے فقیر کو دے، تیسرا چوتھے کو، یہاں تک کہ تمام نمازیں اور روزے ساقط ہو جائیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ جن لوگوں کو فدیہ دیا جائے وہ فقیر ہوں نیز وصیت نہ ہونے کی صورت میں ورثاء اپنے مال سے دیں۔ میت کے چھوڑے ہوئے مال سے جس میں چھوٹے بچے بھی وارث ہوں نہ دیا جائے اور اگر تمام ورثا بالغ ہیں اور باہم اتفاق سے دیتے ہیں تو کوئی حرج نہیں۔

نوٹ:۔ فدیہ میں قرآن پاک بھی رکھا جا سکتا ہے کیونکہ وہ بھی قیمتی مال ہے۔

فَلَوْصَلّٰی فَرْضًا ذَاکِرًا فَائِتَةً وَلَوْ وِتْرًا فَسَدَ فَرْضُهٗ فَسَادًا مَوْقُوْفًا فَاِنْ خَرَجَ وَقْتُ الْخَامِسَةِ مِمَّا صَلَّاهُ بَعْدَ الْمَتْرُوْکَةِ ذَاکِرًا لَهَا صَحَّتْ جَمِیْعُهَا فَلَا تَبْطُلُ بِقَضَاءِ الْمَتْرُوْکَةِ بَعْدَهٗ وَاِنْ قَضَی الْمَتْرُوْکَةَ قَبْلَ خُرُوْجِ وَقْتِ الْخَامِسَةِ بَطَلَ وَصْفُ مَا صَلَّاهُ مُتَذَکِّرًا قَبْلَهَا وَصَارَ نَفْلًا۔

اگر کسی شخص نے فوت شدہ نماز یاد ہوتے ہوئے فرض نماز پڑھی اگرچہ وتر ہی ہوں تو اس کی فرض نماز فاسد ہو گی لیکن یہ فساد موقوف ہوگا۔ فوت شدہ نماز کے یاد ہوتے ہوئے اس کے بعد پڑھی جانے والی نمازوں میں سے پانچویں نماز کا وقت نکل جائے تو تمام نمازیں صحیح ہو جائیں گے۔ اس کے بعد فوت شدہ نماز کو قضاء کرے تو یہ باطل نہ ہوں گی[1] اور اگر پانچویں نماز کا وقت نکلنے سے پہلے چھوڑی ہوئی نماز پڑھ لے تو ان پڑھی ہوئی نمازوں کا وصف باطل ہو جائے گا جو فوت شدہ نماز کے یاد ہوتے ہوئے اس سے پہلے پڑھی ہیں اور یہ نمازیں نفل بن جائیں گی۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ۱؎ یعنی پہلے فوت شدہ نماز پڑھے۔ اس کے بعد وقتی نماز ادا کرے۔

۲؎ جو نماز پہلے فوت ہوئی اس کی قضاء پہلے اور جو بعد میں فوت ہوئی اس کی قضاء بعد میں کی جائے۔ مثلاً فجر اور ظہر کی نمازیں قضاء ہو جائیں تو پہلے فجر اور پھر ظہر کی نماز قضاء کرے۔

۳؎ مثلاً آج کی عشاء اور کل کی تمام نمازیں قضاء ہو جائیں تو یہ چھ نمازیں ہیں اب ترتیب کے بغیر قضاء پڑھ سکتا ہے۔

۴؎ مثلاً سات نمازیں فوت ہوئیں تو ترتیب لازم نہ تھی اب ایک، دو نمازیں بطور قضاء پڑھنے سے اگرچہ نمازیں چھ سے کم ہو گئیں لیکن ترتیب پھر بھی ضروری نہیں کیونکہ یہ کمی قضاء کرنے کے دوران ہوئی ہے شروع میں نہ تھی۔

۵؎ یعنی کسی شخص کی چھ نمازیں رہ گئیں اور اب ان کو قضاء کرنا بھول گیا کچھ عرصہ بعد ایک اور نماز فوت ہو گئی تو ترتیب لازم نہیں ہو گی کیونکہ قضاء کے اعتبار سے پہلی چھ اور اس نئی نماز میں کوئی فرق نہیں۔ اور اگر تمام نمازوں کو وقتی نماز سے پہلے ادا کرنا ضروری قرار دیا جائے تو وقتی نماز رہ جائے گی لہٰذا ترتیب ساقط ہے۔

(صفحہ ہذا) ۱؎ مطلب یہ ہے کہ کسی آدمی نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی۔ عصر کے وقت یاد ہونے کے باوجود قضاء نہ کی تو اب دو صورتیں ہیں۔ اگر پانچ نمازیں پڑھ لیں اور ابھی تک فوت شدہ کو قضاء نہیں کیا تو یہ سب نمازیں صحیح ہو گئیں لیکن پانچ نمازیں پڑھنے سے پہلے فوت شدہ نماز پڑھ لی تو اس سے پہلے جتنی نمازیں پڑھی ہیں ان کی فرضیت باطل ہو جائے گی اور وہ نفل ہو جائیں گی۔

وَاِذَا كَثُرَتِ الْفَوَائِتُ يَحْتَاجُ لِتَعْيِيْنِ كُلِّ صَلٰوةٍ فَاِنْ اَرَادَ تَسْهِيْلَ الْاَمْرِ عَلَيْهِ نَوٰى اَوَّلَ ظُهْرٍ عَلَيْهِ اَوْ اٰخِرَهٗ وَكَذَا الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَيْنِ عَلٰى اَحَدِ تَصْحِيْحَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ وَيُعْذَرُ مَنْ اَسْلَمَ بِدَارِ الْحَرْبِ بِجَهْلِهِ الشَّرَائِعَ ۔

جب فوت شدہ نمازیں زیادہ ہوں تو ہر نماز کا تعین ضروری ہوگا[1] پس اگر آسانی چاہتا ہو تو اس طرح نیت کرے کہ پہلی ظہر یا آخری ظہر جو اس کے ذمہ ہے[2]۔

دو مختلف تصحیحوں میں سے ایک کے مطابق دو رمضانوں کے روزوں کا بھی یہی حکم ہے[3]۔

جو شخص دارالحرب میں مسلمان ہوا شرعی احکام سے لاعلمی کی بنیاد پر اسے معذور سمجھا جائے گا[4]۔

---

[1] یعنی یہ نیت کرنا ضروری ہے کہ فلاں وقت کی فوت شدہ نماز ادا کر رہا ہے۔

[2] اس طرح جب آج پچھلی کسی ظہر کی نماز پڑھ لی تو اس کے بعد والی نماز، ظہر کی پہلی نماز ہو جائے گی۔ اب نیت میں پھر یہی بات پیش نظر رکھنا ہوگی۔ پہلی کی بجائے آخری کے الفاظ بھی کہہ سکتا ہے کیونکہ یہ نماز ایک اعتبار سے پہلی ہے اور دوسرے اعتبار سے آخری۔

[3] دو قولوں میں سے کسی ایک کو صحیح قرار دینا تصحیح کہلاتا ہے تو ایک تصحیح کے مطابق مسئلہ یہی ہے کہ دو رمضانوں کے روزے رہ گئے تو قضا کرتے وقت یہی کہے کہ پچھلے یا پہلے رمضان کا روزہ رکھتا ہوں۔ امام زیلعی رحمہ اللہ کے نزدیک تعیین لازمی ہے لہٰذا یہ مسئلہ اسی کے مطابق ہے۔

[4] یعنی ایک شخص کفار کے ملک میں تھا وہاں مسلمان ہوا اور اس کو شرعی مسائل بتانے والا کوئی نہ تھا تو وہ معذور ہوگا لہٰذا جو روزے اس نے نہیں رکھے وہ معاف ہوں گے۔

بَابُ اِدْرَاكِ الْفَرِيْضَةِ

اِذَا شَرَعَ فِيْ فَرْضٍ مُنْفَرِدًا فَاُقِيْمَتِ الْجَمَاعَةُ قَطَعَ وَاقْتَدٰى اِنْ لَمْ يَسْجُدْ لِمَا شَرَعَ فِيْهِ اَوْ سَجَدَ فِيْ غَيْرِ رُبَاعِيَّةٍ وَاِنْ سَجَدَ فِيْ رُبَاعِيَةٍ ضَمَّ رَكْعَةً ثَانِيَةً وَسَلَّمَ لِتَصِيْرَ الرَّكْعَتَانِ لَهٗ نَافِلَةً ثُمَّ اقْتَدٰى مُفْتَرِضًا وَاِنْ صَلّٰى ثَلَاثًا اَتَمَّهَا ثُمَّ اقْتَدٰى مُتَنَفِّلًا اِلَّا فِي الْعَصْرِ وَاِنْ قَامَ لِثَالِثَةٍ فَاُقِيْمَتْ قَبْلَ سُجُوْدِهٖ قَطَعَ قَائِمًا بِتَسْلِيْمَةٍ فِي الْاَصَحِّ وَاِنْ كَانَ فِيْ سُنَّةِ الْجُمُعَةِ فَخَرَجَ الْخَطِيْبُ اَوْ فِيْ سُنَّةِ الظُّهْرِ فَاُقِيْمَتْ سَلَّمَ عَلٰى رَأْسِ رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ الْاَوْجَهُ ثُمَّ قَضَى السُّنَّةَ بَعْدَ الْفَرْضِ

فرض نماز کا پانا:

جب کسی شخص نے تنہا فرض نماز شروع کی پھر جماعت کھڑی ہوگئی تو وہ توڑ کر اقتداء کرے اگر اس نے اس نماز کا سجدہ نہ کیا ہو جس کو شروع کیا تھا یا سجدہ کر لیا لیکن وہ چار رکعت والی نماز نہ تھی اور اگر چار رکعت والی نماز میں سجدہ کیا تو دوسری رکعت بھی ملائے[1] تاکہ یہ دو رکعتیں نفل بن جائیں پھر فرض کی نیت سے اقتداء کرے۔
اگر تین رکعتیں پڑھ چکا ہو تو اس نماز کو پورا کر کے نفل کی نیت سے اقتداء کرے البتہ عصر کی نماز میں نہ کرے[2]۔
اگر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوا تھا اور سجدہ کرنے سے پہلے اقامت کہی گئی تو کھڑے کھڑے سلام پھیر کر اسے توڑ دے یہ اصح قول کے مطابق ہے۔
اگر جمعہ کی سنتیں پڑھ رہا ہو اور خطیب نکل آئے[3] یا ظہر کی سنتوں میں ہو اور اقامت ہو جائے تو دو رکعتوں پر سلام پھیر لے یہ زیادہ بہتر ہے۔ پھر فرض پڑھ کر سنتوں کی قضاء کرے[4]۔

---

[1] اگر یہ نماز دو رکعت والی ہو اور اس نے پہلی رکعت کا سجدہ کر لیا ہے تو اب دوسری رکعت بھی ساتھ ملائے یہ دونوں فرض ہی ہوں گے۔ چار رکعت والی نماز میں بھی دوسری رکعت ملائے گا لیکن یہ دو نفل ہوں گے فرض باجماعت ادا کرے۔

(بقیہ برصفحہ آئندہ)

وَمَنْ حَضَرَ وَالْإِمَامُ فِيْ صَلٰوةِ الْفَرْضِ اقْتَدٰى بِهٖ وَلَا يَشْتَغِلُ عَنْهُ بِالسُّنَّةِ اِلَّا
فِي الْفَجْرِ اِنْ اَمِنَ فَوْتَهٗ وَاِنْ لَمْ يَأْمَنْ تَرَكَهَا وَلَمْ تُقْضَ سُنَّةُ الْفَجْرِ اِلَّا
بِفَوْتِهَا مَعَ الْفَرْضِ وَقَضَى السُّنَّةَ الَّتِيْ قَبْلَ الظُّهْرِ فِيْ وَقْتِهٖ قَبْلَ شَفْعِهٖ
وَلَمْ يُصَلِّ الظُّهْرَ جَمَاعَةً بِاِدْرَاكِ رَكْعَةٍ بَلْ اَدْرَكَ فَضْلَهَا وَاخْتُلِفَ فِيْ
مُدْرِكِ الثَّلَاثِ وَيَتَطَوَّعُ قَبْلَ الْفَرْضِ اِنْ اَمِنَ فَوْتَ الْوَقْتِ وَاِلَّا فَلَا وَمَنْ
اَدْرَكَ اِمَامَهٗ رَاكِعًا فَكَبَّرَ وَوَقَفَ حَتّٰى رَفَعَ الْاِمَامُ رَاْسَهٗ لَمْ يُدْرِكِ الرَّكْعَةَ

جو آدمی آیا اور امام فرض نماز میں تھا تو وہ اس کی اقتداء کرے سنتوں میں مشغول نہ ہو البتہ فجر کی سنتیں پڑھ لے اگر جماعت کے نکلنے سے بے خوف[1] ہو اگر بے خوف نہ ہو تو (فجر کی سنتیں بھی) چھوڑ دے[2]۔ فجر کی سنتیں صرف اسی صورت میں قضاء کی جائیں جب فرضوں کے ساتھ رہ جائیں[3]، ظہر سے پہلے کی سنتیں اپنے وقت پر دو رکعتوں (سنتوں) سے پہلے پڑھے[4] جس نے ظہر کی ایک رکعت (یا دو رکعتیں) جماعت کے ساتھ پائی اس کی نماز با جماعت نہیں ہوئی البتہ اس نے جماعت کی فضیلت حاصل کی ہے[5]۔ تین رکعات پانے والے کے بارے میں اختلاف ہے۔

اگر وقت نکلنے کا خوف نہ ہو تو فرض نماز سے پہلے نفل پڑھے ورنہ نہیں۔ جس شخص نے امام کو رکوع میں پایا پس تکبیر کہہ کر کھڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ امام نے (رکوع سے) سر اٹھایا تو اس (مقتدی) نے یہ رکعت نہیں پائی[6]

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) [2] کیونکہ عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنا جائز نہیں۔

[3] اس سے مراد خطیب کا ممبر پر بیٹھنا ہے یعنی جمعہ کی دوسری اذان سے پہلے جب خطیب ممبر پر بیٹھ جائے تو اب دو رکعتوں پر سلام پھیر دے۔ چار سنتیں بعد میں پڑھے۔ اسی طرح ظہر کی سنتوں کا مسئلہ بھی ہے۔

[4] "وصوا الاوجہ" کے الفاظ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ چار رکعات مکمل کرنا چاہے تو ایسا بھی کر سکتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ توڑ کر بعد میں پڑھے۔

(صفحہ ہذا) [1] حدیث شریف میں فجر کی سنتوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے لہٰذا ان کی تاکید زیادہ ہے۔

[2] اگر سمجھتا ہو کہ جماعت کے ساتھ تشہد میں ہی شامل ہو جائے گا تو بھی فجر کی سنتیں پڑھ لے اور جماعت کے نکل جانے کا خوف ہو تو سنتیں چھوڑ کر جماعت میں شامل ہو۔

[3] اور یہ بھی اسی صورت میں ہے جب زوال سے پہلے قضاء کرے ورنہ صرف فرضوں کی قضاء کرے گا (بقیہ صفحہ آئندہ)

وَاِنْ رَكَعَ قَبْلَ اِمَامِهٖ بَعْدَ قِرَاءَةِ الْاِمَامِ مَا تَجُوْزُ بِهِ الصَّلٰوةُ فَاَدْرَكَهٗ اِمَامُهٗ فِيْهِ صَحَّ وَاِلَّا لَا وَكُرِهَ خُرُوْجُهٗ مِنْ مَسْجِدٍ اُذِّنَ فِيْهِ حَتّٰى يُصَلِّيَ اِلَّا اِذَا كَانَ مُقِيْمَ جَمَاعَةٍ اُخْرٰى وَاِنْ خَرَجَ بَعْدَ صَلٰوتِهٖ مُنْفَرِدًا لَا يُكْرَهُ اِلَّا اِذَا اُقِيْمَتِ الْجَمَاعَةُ قَبْلَ خُرُوْجِهٖ فِي الظُّهْرِ وَالْعِشَآءِ فَيَقْتَدِيْ فِيْهِمَا مُتَنَفِّلًا

وَلَا يُصَلِّيْ بَعْدَ صَلٰوةٍ مِثْلَهَا

اگر امام نے اس قدر قرأت کر لی جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے لیکن ابھی رکوع نہیں کیا کہ مقتدی رکوع میں چلا گیا اگر امام نے مقتدی کو رکوع میں پا لیا تو نماز صحیح ہوگی ورنہ نہیں۔[1] مسجد میں اذان ہو جائے تو نماز پڑھے بغیر وہاں سے نکلنا مکروہ ہے[2] البتہ یہ کہ اس نے دوسری مسجد میں جماعت کرانی ہو۔ اگر تنہا نماز پڑھ کر چلا جائے تو مکروہ نہیں لیکن ظہر اور عشاء میں اس کے نکلنے سے پہلے جماعت کھڑی ہو جائے تو ان دونوں میں نوافل کی نیت سے (امام کی) اقتداء کرے[3] البتہ جو نماز پڑھی ہے اس کی مثل نہ پڑھے[4]

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ۴ چونکہ چار رکعات، دو رکعتوں سے پہلے ہیں لہٰذا پہلے چار سنتیں پڑھے پھر دو، اگر اس کے برعکس کرے تو بھی جائز ہے۔

۵ جماعت پانے اور فضیلت جماعت حاصل کرنے کا فرق قسم کھانے کی صورت میں واضح ہوتا ہے مثلاً کسی شخص نے قسم کھائی کہ وہ ظہر کی نماز باجماعت نہیں پڑھے گا۔ اب ایک یا دو رکعتیں جماعت کے ساتھ پڑھیں تو قسم نہیں ٹوٹی کیونکہ اس نے نماز باجماعت نہیں پڑھی۔

۶ کیونکہ کسی رکعت میں شمولیت اسی وقت معتبر ہوگی جب امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو۔

(صفحہ ہذا) ۱ کیونکہ اس صورت میں مقتدی نے امام سے پہل کر لی ہے حالانکہ ارکان کی ادائیگی امام پہلے اور مقتدی بعد میں کرتا ہے

۲ اذان میں حی علی الصلوٰۃ کے ذریعے لوگوں کو نماز کے لیے مسجد میں بلایا جاتا ہے لہٰذا جب کوئی شخص اذان کے بعد بلا عذر نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکلتا ہے تو انکار کا شبہ ہوتا ہے لہٰذا ایسا کرنا مکروہ ہے۔

۳ عصر اور فجر کے بعد نوافل پڑھنا جائز نہیں اور مغرب کی تین رکعات ہیں جب کہ نوافل تین رکعات پڑھنا جائز نہیں۔

۴ فرض نماز دو بار نہیں پڑھی جا سکتی لہٰذا جماعت کے بغیر فرض پڑھ دیے ہوں تو اب جماعت میں فرض پڑھنے کی نیت سے شامل نہیں ہو سکتا۔

بَابُ سُجُوْدِ السَّهْوِ

يَجِبُ سَجْدَتَانِ بِتَشَهُّدٍ وَّتَسْلِيْمٍ لِتَرْكِ وَاجِبٍ سَهْوًا وَإِنْ تَكَرَّرَ وَ إِنْ كَانَ تَرْكُهُ عَمَدًا اثِمَ وَوَجَبَ إِعَادَةُ الصَّلٰوةِ لِجَبْرِ نَقْصِهَا وَلَا يَسْجُدُ فِي الْعَمَدِ لِلسَّهْوِ وَقِيْلَ إِلَّا فِيْ ثَلٰثٍ تَرْكُ الْقُعُوْدِ الْأَوَّلِ أَوْ تَاخِيْرُهُ سَجْدَةً مِنَ الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى إِلٰى اٰخِرِ الصَّلٰوةِ وَتَفَكُّرُهُ عَمَدًا حَتّٰى شَغَلَهُ عَنْ رُكْنٍ۔

سجدہ سہو:

بھول کر کسی واجب کو چھوڑنے پر تشہد اور سلام کے ساتھ دو سجدے واجب ہیں اگرچہ بار بار چھوڑے اگر جان بوجھ کر چھوڑا تو گناہ گار ہوگا اور نقصان کو پورا کرنے کے لیے نماز کو لوٹانا پڑے گا۔ جان بوجھ کر چھوڑنے (کی صورت) میں سجدہ سہو نہ کرے[۱]۔

ایک قول کے مطابق تین باتوں میں (قصداً چھوڑنے پر بھی) سجدہ سہو کرے۔ پہلا قعدہ چھوڑنا۔ پہلی رکعت کا ایک سجدہ نماز کے آخر تک موخر کرنا، جان بوجھ کر کچھ سوچنا حتیٰ کہ وہ ایک رکن کی مقدار اسے مشغول رکھے[۲]۔

---

[۱] بھول کر واجب کی تقدیم (تاخیر)، کمی، زیادتی اور ترک سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ فرض میں تقدیم و تاخیر ہو جائے تو بھی سجدہ سہو واجب ہوتا البتہ فرض چھوڑنے پر نماز دوبارہ پڑھنا ہوگی۔ سجدۂ سہو کافی نہ ہوگا۔ سنت کے رہ جانے سے کچھ بھی لازم نہیں آتا۔ اگر جان بوجھ کر واجب چھوڑا تو سجدۂ سہو سے کفایت نہ ہوگی۔

[۲] اس سلسلے میں فخر الاسلام امام بدیعی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ جان بوجھ کر ان باتوں کو چھوڑنے سے سجدۂ سہو کیسے کافی ہوگا تو انہوں نے فرمایا۔ یہ سجدۂ سہو نہیں سجدۂ عذر ہے۔ (مراقی الفلاح)

وَيُسَنُّ الْإِتْيَانُ بِسُجُوْدِ السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ وَيَكْتَفِيْ بِتَسْلِيْمَةٍ وَاحِدَةٍ عَنْ يَمِيْنِهٖ فِي الْأَصَحِّ فَإِنْ سَجَدَ قَبْلَ السَّلَامِ كُرِهَ تَنْزِيْهًا وَيَسْقُطُ سُجُوْدُ السَّهْوِ بِطُلُوْعِ الشَّمْسِ بَعْدَ السَّلَامِ فِي الْفَجْرِ وَاحْمِرَارِهَا فِي الْعَصْرِ وَبِوُجُوْدِ مَا يَمْنَعُ الْبِنَاءَ بَعْدَ السَّلَامِ وَيَلْزَمُ الْمَأْمُوْمَ بِسَهْوِ إِمَامِهٖ لَا بِسَهْوِهٖ وَيَسْجُدُ الْمَسْبُوْقُ مَعَ إِمَامِهٖ ثُمَّ يَقُوْمُ بِقَضَاءِ مَا سُبِقَ بِهٖ .

سلام کے بعد سجدۂ سہو کرنا سنت ہے اور صرف دائیں طرف سلام پھیرنا کافی ہے۔ یہ اصح قول کے مطابق ہے[1]۔ اگر سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ کیا تو مکروہ تنزیہی ہوگا اگر فجر کی نماز میں سلام کے بعد سورج طلوع ہو جائے اور عصر کی نماز میں اس کا رنگ سرخ ہو جائے یا سلام کے بعد ایسی چیز واقع ہو جائے جو بنا کرنے سے مانع ہے[2] تو سجدہ سہو ساقط ہو جائے گا[3]۔ امام کے بھولنے سے مقتدی پر بھی سجدہ لازم ہے۔ مقتدی کے بھولنے سے (کسی پر) نہیں[4]۔ مسبوق امام کے ساتھ سجدہ کرے پھر باقی ماندہ کو پورا کرنے کے لیے کھڑا ہو[5]۔

---

[1] دونوں طرف سلام پھیرنے سے مقتدیوں کو تکمیل نماز کا شبہ بھی ہو سکتا ہے لہٰذا صرف دائیں طرف سلام پھیرنا چاہیے۔

[2] مثلاً جان بوجھ کر بے وضو ہو گیا۔

[3] یعنی اب اسے سجدہ سہو کی ضرورت نہیں۔

[4] اگر مقتدی بھول جائے تو وہ خود نہیں کر سکتا کیونکہ وہ امام کے تابع ہے۔ اور مقتدی کی بھول سے امام نہیں کر سکتا کیونکہ وہ مقتدی کے تابع نہیں لہٰذا امام کی بھول سے دونوں پر سجدہ لازم ہے۔ مقتدی کی بھول سے کسی پر نہیں۔

[5] مسبوق وہ ہے جس کی کچھ رکعات جماعت سے رہ گئی ہوں۔

وَلَوْ سَهَا الْمَسْبُوْقُ فِيْمَا يَقْضِيْهِ سَجَدَ لَهٗ اَيْضًا لَا اللَّاحِقُ وَلَا يَاتِي الْاِمَامُ بِسُجُوْدِ السَّهْوِ فِي الْجُمُعَةِ وَالْعِيْدَيْنِ وَمَنْ سَهَا عَنِ الْقُعُوْدِ الْاَوَّلِ مِنَ الْفَرْضِ عَادَ اِلَيْهِ مَا لَمْ يَسْتَوِ قَائِمًا فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَهُوَ الْاَصَحُّ وَالْمُقْتَدِيْ كَالْمُتَنَفِّلِ يَعُوْدُ وَلَوِ اسْتَتَمَّ قَائِمًا فَاِنْ عَادَ وَهُوَ اِلَى الْقِيَامِ اَقْرَبُ سَجَدَ لِلسَّهْوِ وَاِنْ كَانَ اِلَى الْقُعُوْدِ اَقْرَبَ لَا سُجُوْدَ عَلَيْهِ فِي الْاَصَحِّ وَاِنْ عَادَ بَعْدَ مَا اسْتَتَمَّ قَائِمًا اِخْتَلَفَ التَّصْحِيْحُ فِيْ فَسَادِ صَلٰوتِهٖ وَاِنْ سَهَا عَنِ الْقُعُوْدِ الْاَخِيْرِ عَادَ مَا لَمْ يَسْجُدْ وَسَجَدَ لِتَاخِيْرِهٖ فَرْضَ الْقُعُوْدِ فَاِنْ سَجَدَ صَارَ فَرْضُهٗ نَفْلًا وَضَمَّ سَادِسَةً اِنْ شَآءَ وَلَوْ فِي الْعَصْرِ وَرَابِعَةً فِي الْفَجْرِ وَلَا كَرَاهَةَ فِي الضَّمِّ فِيْهِمَا عَلَى الصَّحِيْحِ

اگر چھوٹی ہوئی رکعات کو قضاء کرتے ہوئے مسبوق بھول جائے تو اس کے لیے بھی سجدہ سہو کرے[1] لاحق نہ کرے[2]

جمعہ اور عیدین (کی نمازوں) میں امام سجدہ سہو نہ کرے[3]

جو شخص فرض نماز میں پہلا قعدہ بھول جائے وہ جب تک سیدھا کھڑا نہ ہو لوٹ آئے۔ یہ ظاہر روایت میں ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ اور مقتدی نفل پڑھنے والے کی طرح ہے وہ لوٹ آئے اگرچہ پوری طرح کھڑا ہو گیا ہو[4] پھر اگر وہ اس حال میں لوٹا کہ قیام کے زیادہ قریب تھا تو سجدہ سہو کرے اور اگر بیٹھنے کے زیادہ قریب تھا تو اصح قول کے مطابق اس پر سجدہ سہو نہیں ہے۔

اگر سیدھا کھڑا ہونے کے بعد لوٹ آیا تو نماز کے فاسد ہونے کے بارے میں تصحیح مختلف[5] ہے۔ اور اگر آخری قعدہ سے بھول جائے تو جب تک (اگلی رکعت کا) سجدہ نہیں کیا واپس لوٹ آئے اور فرض قعدہ میں تاخیر کی وجہ سے سجدہ سہو کرے۔ اگر (پانچویں رکعت کا) سجدہ کر لیا تو یہ نماز نفل ہو جائے گی[6] اگر چاہے تو چھٹی رکعت ملائے۔ اگرچہ عصر (کی نماز) میں ہو۔ اور فجر کی نماز میں چوتھی رکعت ملائے۔ ان دونوں نمازوں میں (مزید رکعت) ملانے میں کراہت نہیں یہ صحیح قول کے مطابق ہے[7]

---

[1] یعنی مسبوق جب وہ رکعات پڑھ رہا ہو جو جماعت کے ساتھ نہیں پڑھ سکا اور ان میں بھول واقع ہو تو سجدہ سہو لازم ہوگا۔

[2] لاحق اسے کہتے ہیں جس نے امام کے ساتھ شروع میں شرکت کی پھر بے وضو ہونے کی وجہ سے وضو (بقیہ صفحہ آئندہ)

وَلَا يَسْجُدُ لِلسَّهْوِ فِي الْأَصَحِّ وَإِنْ قَعَدَ الْأَخِيرَ ثُمَّ قَامَ عَادَ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ إِعَادَةِ التَّشَهُّدِ فَإِنْ سَجَدَ لَمْ يَبْطُلْ فَرْضُهُ وَضَمَّ إِلَيْهَا أُخْرَى لِتَصِيرَ الزَّائِدَتَانِ لَهُ نَافِلَةً وَسَجَدَ لِلسَّهْوِ وَلَوْ سَجَدَ لِلسَّهْوِ فِي شَفْعِ التَّطَوُّعِ لَمْ يَبْنِ شَفْعًا آخَرَ عَلَيْهِ اِسْتِحْبَابًا فَإِنْ بَنَى أَعَادَ سُجُودَ السَّهْوِ فِي الْمُخْتَارِ وَلَوْ سَلَّمَ مَنْ عَلَيْهِ سَهْوٌ فَاقْتَدَى بِهٖ غَيْرُهٗ صَحَّ إِنْ سَجَدَ لِلسَّهْوِ وَإِلَّا فَلَا يَصِحُّ

اصح قول کے مطابق سجدہ سہو نہ کرے۔ اگر آخری قعدہ کرنے کے بعد کھڑا ہوا تو لوٹ آئے اور تشہد کے بغیر سلام پھیرے۔ اور اگر (زائد رکعت کا) سجدہ کر لیا تو فرض باطل نہ ہوں گے لیکن اس کے ساتھ ایک اور رکعت ملائے تاکہ دو زائد رکعتیں نفل بن جائیں اور آخر میں سجدہ سہو کرے[1]

اگر کسی نے دو رکعت نفل کے آخر میں سجدہ سہو کیا تو مستحب یہ ہے کہ اس پر مزید دو رکعتوں کی بنا نہ کرے اگر بنا کر لی تو مختار مذہب کے مطابق سجدہ سہو کا اعادہ کرے[2]

جس شخص پر سجدہ سہو تھا اس نے سلام پھیرا اور کسی نے اس کی اقتدار کر لی تو صحیح ہے بشرطیکہ (سلام پھیرنے والا) سجدہ سہو کرے ورنہ نہیں[3]

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) کرکے بنا کی اور درمیان میں کچھ نماز رہ گئی جو امام کے سلام پھیرنے پر ادا کرے گا چونکہ یہ شروع سے امام کے ساتھ شریک ہے لہٰذا اس کی یہ نماز امام کے تابع ہے۔

[3] کیونکہ بھیڑ ہوتی ہے۔ لہٰذا لوگ صحیح طور پر صورت حال سے آگاہ نہیں ہو سکیں گے۔

[4] اگر امام بیٹھ گیا اور مقتدی پوری طرح کھڑا ہو گیا تب بھی امام کی اتباع میں لوٹ آئے۔

[5] ترجیح اس بات کو حاصل ہے کہ اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہوگی۔

[6] اگر آخری قعدہ کرکے اٹھا تھا کہ اب چار رکعات فرض اور دو نفل ہو جائیں گے۔

[7] چھٹی رکعت ملانا بہتر ہے تاکہ ایک رکعت ضائع نہ ہو۔

[8] اگرچہ عصر اور فجر میں فرض نماز کے بعد نفل جائز نہیں لیکن یہاں پانچویں رکعت کو تنہا چھوڑنے کی بجائے چھٹی رکعت ملانا بہتر ہے۔

(صفحہ ہذا) [1] کیونکہ سلام پھیرنے میں تاخیر ہونے کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہو گیا۔

[2] اس لیے کہ سجدہ سہو نماز کے آخر میں ہوتا ہے اور پہلا سجدۂ سہو درمیان میں آنے کی وجہ سے باطل ہو گیا۔ (بقیہ صفحہ آئندہ)

وَيَسْجُدُ لِلسَّهْوِ وَ إِنْ سَلَّمَ عَامِدًا لِلْقَطْعِ مَا لَمْ يَتَحَوَّلْ عَنِ الْقِبْلَةِ أَوْ يَتَكَلَّمْ وَلَوْ تَوَهَّمَ مُصَلٍّ رُبَاعِيَّةً أَوْ ثُلَاثِيَّةً أَنَّهُ أَتَمَّهَا فَسَلَّمَ ثُمَّ عَلِمَ أَنَّهُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ أَتَمَّهَا وَسَجَدَ لِلسَّهْوِ وَإِنْ طَالَ تَفَكُّرُهُ وَلَمْ يُسَلِّمْ حَتَّى اسْتَيْقَنَ إِنْ كَانَ قَدْرَ أَدَاءِ رُكْنٍ وَجَبَ عَلَيْهِ سُجُودُ السَّهْوِ وَإِلَّا لَا

اور سجدہ سہو کرے اگرچہ نماز توڑنے کے لیے جان بوجھ کر سلام پھیرا جب تک قبلہ سے نہ پھرے یا کلام نہ کرے۔

اگر چار یا تین رکعتوں والی نماز میں نمازی نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس نے نماز مکمل کر لی ہے سلام پھیر دیا پھر معلوم ہوا کہ اس نے دو ہی رکعتیں پڑھی تھیں تو نماز کو مکمل کر کے آخر میں سجدہ سہو کرے[1]۔

اگر دیر تک سوچتا رہا اور سلام نہ پھیرا، یہاں تک کہ اسے رکعات چھوٹنے کا یقین ہو گیا تو اگر یہ تفکر ایک رکن ادا کرنے کی مقدار تھا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے ورنہ نہیں[2]۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

[۵۳] اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدۂ سہو کی وجہ سے مقتدی نے اس وقت اقتدار کی جب امام حالتِ نماز میں تھا بصورت دیگر سلام کے بعد وہ نماز سے خارج ہو گیا لہٰذا اقتدا صحیح نہیں۔

یہاں اگرچہ مقتدی کا سجدہ نماز کے درمیان میں آجاتا ہے لیکن امام کی وجہ سے یہ اس کی نماز کا آخر ہے۔

(صفحہ ہٰذا)

[1] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ظہر یا عصر کی نماز میں دو رکعتوں پر سلام پھیرنے کی صورت میں اسی طرح کیا تھا۔

[2] کیونکہ تیسری رکعت کے لیے اٹھنے میں تاخیر ہو گئی اور یہ قیام واجب ہے۔

(فصل فِي الشَّكِّ) تَبْطُلُ الصَّلٰوةُ بِالشَّكِّ فِيْ عَدَدِ رَكْعَاتِهَا اِذَا كَانَ قَبْلَ اِكْمَالِهَا وَهُوَ اَوَّلُ مَا عَرَضَ لَهٗ مِنَ الشَّكِّ اَوْ كَانَ الشَّكُّ غَيْرَ عَادَةٍ لَهٗ فَلَوْ شَكَّ بَعْدَ سَلَامِهٖ لَا يُعْتَبَرُ اِلَّا اَنْ تَيَقَّنَ بِالتَّرْكِ وَ اِنْ كَثُرَ الشَّكُّ عَمِلَ بِغَالِبِ ظَنِّهٖ فَاِنْ لَّمْ يَغْلِبْ لَهٗ ظَنٌّ اَخَذَ بِالْاَقَلِّ وَ قَعَدَ بَعْدَ كُلِّ رَكْعَةٍ ظَنَّهَا اٰخِرَ صَلٰوتِهٖ ۔

نماز میں شک :

رکعتوں میں شک ہو جانے سے نماز باطل ہو جاتی ہے جب کہ یہ شک نماز مکمل کرنے سے پہلے ہو اور اسے پہلی مرتبہ شک ہوا ہو[۱] یا شک اس کی عادت نہ ہو،

اگر سلام پھیرنے کے بعد شک ہو تو اس کا اعتبار نہ ہو گا البتہ یہ کہ اسے نماز چھوٹنے کا یقین ہو جائے[۲] اگر شک زیادہ ہو تو غالب گمان پر عمل کرے۔

اگر غالب گمان نہ ہو تو کم تعداد پر عمل کرے اور ہر اس رکعت کے بعد بیٹھے جس کو وہ نماز کی آخری رکعت تصور کرتا ہے[۳]

۱ے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو کہ اس نے کتنی رکعات پڑھی ہیں تو نئے سرے سے شروع کرے" فقہاء کرام نے اس سے وہ شک مراد لیا ہے جو پہلی بار پیش آیا ہو۔

۲ے اس صورت میں نماز کو مکمل کرے۔

۳ے مثلاً تیسری رکعت کو چوتھی رکعت سمجھتا ہے تو بھی قعدہ کرے کیونکہ یہ اس کے نزدیک آخری رکعت ہے جس کا قعدہ فرض ہے۔

بَابُ سُجُوْدِ التِّلَاوَةِ

سَبَبُهُ التِّلَاوَةُ عَلَى التَّالِي وَالسَّامِعِ فِي الصَّحِيْحِ وَهُوَ وَاجِبٌ عَلَى التَّرَاخِي إِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الصَّلٰوةِ وَكُرِهَ تَاخِيْرُهُ تَنْزِيْهًا وَيَجِبُ عَلٰى مَنْ تَلَا اٰيَةً وَلَوْ بِالْفَارِسِيَّةِ وَقِرَاءَةُ حَرْفِ السَّجْدَةِ مَعَ كَلِمَةٍ قَبْلَهُ اَوْ بَعْدَهُ مِنْ اٰيَتِهَا كَالْاٰيَةِ فِي الصَّحِيْحِ وَاٰيَاتُهَا اَرْبَعَ عَشَرَةَ اٰيَةً فِي الْاَعْرَافِ وَالرَّعْدِ وَالنَّحْلِ وَالْاِسْرَآءِ وَمَرْيَمَ وَاُوْلَى الْحَجِّ وَالْفُرْقَانِ وَالنَّمْلِ وَالسَّجْدَةِ وَصٓ وَالنَّجْمِ وَانْشَقَّتْ وَاقْرَأْ

سجدۂ تلاوت:

صحیح قول کے مطابق تلاوت کرنے والے اور سننے والے پر سجدہ تلاوت (کے لازم ہونے) کا سبب تلاوت ہے۔ اور یہ تاخیر کے ساتھ واجب [1] ہے۔ بشرطیکہ نماز میں نہ ہو [2]۔ البتہ تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

جو شخص ایک آیت بھی تلاوت کرے اگرچہ فارسی میں ہو اس پر سجدہ تلاوت واجب [3] ہے۔ پہلے اور بعد والے کلمہ سے ملا کر حرفِ سجدہ پڑھنا صحیح قول کے مطابق آیت (پڑھنے) کی طرح ہے۔ آیاتِ سجدہ چودہ ہیں۔

(۱) سورۂ اعراف (۲) سورۂ رعد (۳) سورۂ نحل (۴) سورۂ اسراء (۵) سورۂ مریم (۶) سورہ حج میں پہلی آیت سجدہ (۷) سورۂ فرقان (۸) سورۂ نمل (۹) سورۂ سجدہ (۱۰) سورۂ ص (۱۱) سورۂ حم السجدہ (۱۲) سورۂ نجم (۱۳) سورہ وانشقت (۱۴) اور سورۂ اقراء ہیں۔

---

[1] یعنی اسی وقت جب آیت تلاوت کی یا سنی تو سجدہ ادا کرنا واجب نہیں بعد میں بھی کر سکتا ہے۔

[2] چونکہ نماز کا سجدۂ تلاوت باہر نہیں ہو سکتا لہٰذا نماز کے اندر کیا جائے۔

[3] فارسی سے عربی کے علاوہ کوئی دوسری زبان مراد ہے اگر آیت سجدہ کا ترجمہ کیا گیا تو اس کا مفہوم سمجھے یا نہ سجدۂ تلاوت واجب ہوگا۔ سننے والے پر عربی میں پڑھے جانے کی صورت میں بالاتفاق سجدہ واجب ہے جب کہ فارسی وغیرہ میں ہو تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سجدہ تلاوت واجب ہے۔ صاحبین کے نزدیک واجب نہیں۔

وَيَجِبُ السُّجُوْدُ عَلٰى مَنْ سَمِعَ وَاِنْ لَمْ يَقْصِدِ السَّمَاعَ اِلَّا الْحَائِضَ وَالنُّفَسَاءَ وَالْاِمَامَ وَالْمُقْتَدِيَ بِهٖ وَلَوْ سَمِعُوْهَا مِنْ غَيْرِهٖ سَجَدُوْا بَعْدَ الصَّلٰوةِ وَلَوْ سَجَدُوْا فِيْهَا لَمْ تُجْزِهِمْ وَلَمْ تَفْسُدْ صَلٰوتُهُمْ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَتَجِبُ بِسَمَاعِ الْفَارِسِيَّةِ اِنْ فَهِمَهَا عَلَى الْمُعْتَمَدِ وَاخْتَلَفَ التَّصْحِيْحُ فِيْ وُجُوْبِهَا بِالسَّمَاعِ مِنْ نَائِمٍ اَوْ مَجْنُوْنٍ وَلَا تَجِبُ بِسَمَاعِهَا مِنَ الطَّيْرِ وَالصَّدٰى

جو شخص (آیت سجدہ) سنے اس پر بھی سجدہ واجب ہے اگرچہ قصدًا نہ سنے البتہ حیض اور نفاس والی عورتیں، امام اور مقتدی مستثنیٰ ہیں[1]۔

اگر امام اور مقتدی کسی اور سے (جو نماز میں نہیں) سنیں تو نماز کے بعد سجدہ کریں اگر نماز کے اندر سجدہ کریں گے تو کفایت نہیں کرے گا۔ لیکن نماز بھی فاسد نہ ہوگی یہ ظاہر روایت میں ہے[2]۔

فارسی میں آیت سننے سے بھی سجدہ تلاوت لازم ہوتا ہے اگر اسے سمجھتا ہو اس قول پر اعتماد ہے سوئے ہوئے اور مجنون سے سننے والے پر لازم ہونے کے بارے میں تصحیح میں اختلاف ہے[3]۔ پرندے اور بازگشت سے سُنے تو سجدہ لازم نہیں ہوگا[4]۔

---

[1] کیونکہ حیض و نفاس والی عورتوں پر نماز معاف ہے اور سجدہ بھی نماز کا ایک حصہ ہے۔ امام اور مقتدی چونکہ نماز میں ہیں اس لیے باہر کی تلاوت سے ان پر سجدہ تلاوت واجب تو ہوگا لیکن نماز کے اندر نہ کریں کیونکہ یہ نماز کے لیے اجنبی کی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا نماز سے فارغ ہو کر کریں۔

[2] چونکہ یہ جنس نماز سے ہے لہٰذا نماز فاسد نہ ہوگی۔

[3] بعض فقہاء کرام کے نزدیک واجب ہے اور بعض کے نزدیک نہیں۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ سجدہ کیا جائے۔

[4] بازگشت وہ آواز ہے جو پہاڑ یا گنبد وغیرہ سے ٹکرا کر واپس آئے۔ پرندے اور بازگشت سے سننے والے پر سجدہ واجب ہونے کے سلسلے میں بھی اختلاف ہے۔ بعض ائمہ فرماتے ہیں چونکہ اس نے کلام خداوندی سنا ہے لہٰذا سجدہ کرے بہتر یہ ہے کہ سجدہ کیا جائے۔

وَتُؤَدّٰی بِرُکُوْعٍ اَوْ سُجُوْدٍ فِی الصَّلٰوۃِ غَیْرِ رُکُوْعِ الصَّلٰوۃِ وَسُجُوْدِهَا وَیُجْزِئُ عَنْهَا رُکُوْعُ الصَّلٰوۃِ اِنْ نَوَاهَا وَ سُجُوْدُهَا وَ اِنْ لَّمْ یَنْوِهَا اِذَا لَمْ یَنْقَطِعْ فَوْرُ التِّلَاوَۃِ بِاَکْثَرَ مِنْ اٰیَتَیْنِ وَلَوْ سَمِعَ مِنْ اِمَامٍ فَلَمْ یَأْتَمَّ بِهٖ اَوِ ائْتَمَّ فِیْ رَکْعَۃٍ اُخْرٰی سَجَدَ خَارِجَ الصَّلٰوۃِ فِی الْاَظْهَرِ وَاِنِ ائْتَمَّ قَبْلَ سُجُوْدِ اِمَامِهٖ لَهَا سَجَدَ مَعَهٗ فَاِنِ اقْتَدٰی بِهٖ بَعْدَ سُجُوْدِهَا فِیْ رَکْعَتِهَا صَارَ مُدْرِکًا لَهَا حُکْمًا فَلَا یَسْجُدُهَا اَصْلًا. وَلَمْ تُقْضَ الصَّلٰوتِیَّۃُ خَارِجَهَا وَلَوْ تَلَا خَارِجَ الصَّلٰوۃِ فَسَجَدَ ثُمَّ اَعَادَ فِیْهَا سَجَدَ اُخْرٰی وَاِنْ لَّمْ یَسْجُدْ اَوَّلًا کَفَتْهُ وَاحِدَۃٌ فِیْ ظَاهِرِ الرِّوَایَۃِ کَمَنْ کَرَّرَهَا فِیْ مَجْلِسٍ وَّاحِدٍ لَا مَجْلِسَیْنِ وَ یَتَبَدَّلُ الْمَجْلِسُ بِالْاِنْتِقَالِ مِنْهُ وَلَوْ مُسَدِّیًا اِلٰی غُصْنٍ وَ بِالْاِنْتِقَالِ مِنْ غُصْنٍ اِلٰی غُصْنٍ وَعَوْمٍ فِیْ نَهْرٍ اَوْ حَوْضٍ کَبِیْرٍ فِی الْاَصَحِّ

سجدۂ تلاوت نماز میں نماز کے رکوع اور سجدہ کے علاوہ رکوع اور سجدہ کے ذریعے ادا ہو جاتا ہے۔ اگر نیت کرے تو نماز کا رکوع بھی اس کی جگہ کافی ہے اور نماز کے سجدے سے بھی ادا ہو جاتا ہے[۱]۔ اگرچہ اس کی نیت نہ کرے اگر دو آیتوں سے زائد کے ذریعے جوشِ تلاوت منقطع نہ ہو جائے[۲]۔ اگر کسی شخص نے امام سے آیت سجدہ سنی لیکن اس کی اقتداء نہیں کی یا دوسری رکعت میں اقتداء کی تو ظاہر روایت کے مطابق نماز سے باہر سجدہ کرے اور اگر امام کے سجدہ کرنے سے پہلے اقتداء کر لی تو اس کے ساتھ سجدہ کرے اور اگر (امام کے) سجدہ کرنے کے بعد اسی رکعت میں اقتداء کی تو حکماً سجدہ پالیا اب بالکل نہ کرے۔

نماز کا سجدۂ تلاوت باہر قضاء نہ کیا جائے[۳]۔ اگر کسی نے نماز سے باہر تلاوت کی اور سجدہ بھی کر لیا پھر نماز میں اس آیت کو دہرایا تو دوبارہ سجدہ کرے[۴]۔ اگر پہلے سجدہ نہیں کیا تو ظاہر روایت کے مطابق ایک ہی سجدہ کافی ہو گا[۵] جس طرح کوئی شخص ایک ہی مجلس میں بار بار (ایک آیت سجدہ) پڑھے دو مجلسوں میں نہیں[۶]۔ مجلس سے منتقل ہونے کے ساتھ مجلس بدل جاتی ہے اگرچہ تانا تنتے ہوئے ہو نیز ایک ٹہنی سے دوسری ٹہنی کی طرف منتقل ہونے اور نہر یا بڑے حوض میں غوطہ لگانے سے بھی مجلس بدل جاتی ہے۔ یہ اصح قول کے مطابق ہے۔

---

[۱] بہتر یہی ہے کہ سجدۂ تلاوت، رکوع کی بجائے سجدے کے ذریعے ادا کیا جائے کیونکہ اس طرح حقیقی اور معنوی دونوں طرح ادائیگی ہو جاتی ہے۔

(بقیہ صفحہ آئندہ)

وَلَا يَتَبَدَّلُ بِزَوَايَا الْبَيْتِ وَالْمَسْجِدِ وَلَوْ كَبِيْرًا وَّلَا بِسَيْرِ سَفِيْنَةٍ وَلَا بِرَكْعَةٍ وَبِرَكْعَتَيْنِ وَشُرْبَةٍ وَاَكْلِ لُقْمَتَيْنِ وَمَشْيِ خُطْوَتَيْنِ وَلَا بِاتِّكَاءٍ وَّقُعُوْدٍ وَقِيَامٍ وَرُكُوْبٍ وَّنُزُوْلٍ فِيْ مَحَلِّ تِلَاوَتِهٖ وَلَا بِسَيْرِ دَآبَّتِهٖ مُصَلِّيًا وَّيَتَكَرَّرُ الْوُجُوْبُ عَلَى السَّامِعِ بِتَبْدِيْلِ مَجْلِسِهٖ وَقَدِ اتَّحَدَ مَجْلِسُ التَّالِيْ لَا بِعَكْسِهٖ عَلَى الْاَصَحِّ

گھر[1] اور مسجد کے کونے بدلنے سے مجلس نہیں بدلتی اگرچہ (مسجد) بڑی ہو[2] کشتی کے چلنے کے ساتھ، ایک یا دو رکعتوں کے ساتھ[3] پانی پینے، دو لقمے کھانے، دو قدم چلنے، تکیہ لگانے، بیٹھ جانے، کھڑا ہو جانے، سوار ہونے، تلاوت کی جگہ پر اتر جانے اور نماز کی حالت میں سواری کے چلنے کے ساتھ مجلس نہیں بدلتی۔ سامع کی مجلس بدلنے سے صرف اسی پر سجدے کا تکرار ہوگا جب کہ پڑھنے والے کی مجلس ایک ہو، اس کے برعکس نہیں یہ اصح قول کے مطابق ہے[4]

(صفحہ سابقہ سے سابقہ) [2] یعنی آیت سجدہ تلاوت کرنے کے بعد دو سے زائد آیات پڑھ لے تو پھر نماز کے رکوع و سجود کے ذریعے سجدہ تلاوت ادا نہ ہوگا الگ سجدہ کرے۔

[3] نماز میں تلاوت کی گئی آیت سجدہ سے لازم آنے والا سجدہ نماز سے باہر ناقص ہوتا ہے لہٰذا نماز کے اندر ادا کیا جائے اور نہیں کیا تو چھوڑ دے اور توبہ کرے نماز سے باہر ادا نہ کرے۔

[4] نماز کے اندر ادا کیے جانے والے سجدے کو ایک طرح کی قوت حاصل ہے لہٰذا وہ دونوں تلاوتوں کیلئے کفایت کرے گا۔

[5] یعنی دو مجلسوں میں ایک آیت پڑھی تو ہر ایک کیلئے سجدہ الگ ہوگا۔

[6] یعنی کپڑا وغیرہ بننے والا تانا تنتے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ گیا تو مجلس بدل گئی۔

(صفحہ هذا) [1] اگر مکان بڑا ہو جس میں کئی کمرے ہوں تو ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں جانے سے مجلس بدل جاتی ہے یہاں چھوٹا مکان مراد ہے۔

[2] مسجد بڑی ہو پھر بھی ایک امام کے پیچھے سب کی اقتداء ہو جاتی ہے لہٰذا اس کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں جانے سے مجلس نہیں بدلتی۔

[3] یعنی ایک رکعت میں بار بار آیت سجدہ تلاوت کی گئی یا دو رکعتوں میں وہی آیت پڑھی گئی تو یہ ایک ہی مجلس شمار ہوگی۔

[4] یعنی سننے والے کی مجلس ایک ہی ہو اور پڑھنے والے کی مجلس بدل جائے تو سننے والے پر ایک بار اور پڑھنے والے پر مجلسوں کی تعداد کے مطابق سجدہ تلاوت واجب ہوگا۔

وَكُرِهَ اَنْ يَقْرَأَ سُوْرَةً وَّيَدَعَ اٰيَةَ السَّجْدَةِ لَا عَكْسُهُ وَنُدِبَ ضَمُّ اٰيَةٍ اَوْ اَكْثَرَ اِلَيْهَا وَنُدِبَ اِخْفَاؤُهَا مِنْ غَيْرِ مُتَاَهِّبٍ لَّهَا وَنُدِبَ الْقِيَامُ ثُمَّ السُّجُوْدُ لَهَا وَلَا يَرْفَعُ السَّامِعُ رَأْسَهٗ مِنْهَا قَبْلَ تَالِيْهَا وَلَا يُؤْمَرُ التَّالِيْ بِالتَّقَدُّمِ وَلَا السَّامِعُوْنَ بِالْاِصْطِفَافِ فَيَسْجُدُوْنَ كَيْفَ كَانُوْا وَشُرِطَ لِصِحَّتِهَا شَرَائِطُ الصَّلٰوةِ اِلَّا التَّحْرِيْمَةَ وَكَيْفِيَّتُهَا اَنْ يَّسْجُدَ سَجْدَةً وَّاحِدَةً بَيْنَ تَكْبِيْرَتَيْنِ هُمَا سُنَّتَانِ بِلَا رَفْعِ يَدٍ وَّلَا تَشَهُّدَ وَلَا تَسْلِيْمَ

کوئی سورت پڑھنا اور آیتِ سجدہ چھوڑ دینا مکروہ ہے اس کے برعکس کرنا مکروہ نہیں[1]۔ (آیت سجدہ کے ساتھ) ایک آیت یا زیادہ کا ملانا مستحب ہے، کسی خاص اہتمام کے بغیر آیت سجدہ کو آہستہ پڑھنا مستحب[2] ہے۔

(سجدے کا) مستحب طریقہ یہ ہے کہ کھڑا ہو پھر سجدہ کرے سامع، تلاوت کرنے والے سے پہلے اپنے سر کو سجدے سے نہ اٹھائے[3]۔ تلاوت کرنے والے کو آگے ہونے اور سننے والوں کو صفیں باندھنے کا حکم نہ دیا جائے بلکہ جس طرح موجود ہوں سجدہ کریں۔

اس سجدے کے صحیح ہونے کی شرائط وہی ہیں جو نماز کی ہیں البتہ تحریمہ شرط نہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو تکبیروں کے درمیان ایک سجدہ کرے یہ تکبیریں ہاتھ اٹھائے بغیر سنت ہیں نیز اس میں تشہد اور سلام بھی نہیں ہیں[4]

---

[1] آیت سجدہ چھوڑنا گویا کہ سجدے سے بھاگنا ہے لہٰذا ایسا کرنا مکروہ ہے جب کہ صرف آیت سجدہ پڑھنا بارگاہِ الٰہی میں سربسجود ہونے سے محبت اور دلچسپی کی علامت ہے۔

[2] اس کی وجہ یہ ہے کہ سننے والا بعض اوقات متوجہ نہیں ہوتا اور یوں اس پر سجدہ واجب ہوتا ہے لیکن وہ ادا نہیں کرتا لہٰذا بہتر ہے کہ آہستہ پڑھے۔

[3] کیونکہ یہ مقتدی کے حکم میں ہے لہٰذا تلاوت کرنے والے کے تابع رہے۔ اگرچہ حقیقتاً اس کا مقتدی نہیں ہے۔

[4] اگر پڑھنے یا سننے والے کے لیے اسی وقت سجدہ ممکن نہ ہو تو اس وقت یہ کلمات پڑھیں اور بعد میں سجدہ کریں۔

(بقیہ صفحہ آئندہ)

(فَصْلٌ) سَجْدَۃُ الشُّکْرِ مَکْرُوْهَةٌ عِنْدَ الْاِمَامِ لَا یُثَابُ عَلَیْهَا وَقَالَا هِیَ قُرْبَۃٌ یُثَابُ عَلَیْهَا وَهَیْئَتُهَا مِثْلُ سَجْدَۃِ التِّلَاوَۃِ

سجدہ شکر:

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سجدہ شکر مکروہ ہے[1]۔ اس پر ثواب نہیں ملتا جب کہ صاحبین فرماتے ہیں یہ بھی عبادت ہے اور اس پر ثواب ملتا ہے اور اس کی صورت وہی ہے جو سجدہ تلاوت کی ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ۔

ہم نے تیرا حکم سنا اور مانا اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور تیری طرف ہی لوٹنا ہے۔

(صفحہ ہذا) [1] امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں شرعی طور پر ایک رکعت سے کم عبادت نہیں البتہ جہاں شریعت کی طرف سے حکم ہو وہ صحیح ہے جیسے سجدۂ تلاوت ہے، لہٰذا سجدہ شکر مکروہ تنزیہی ہے علاوہ ازیں آپ اس لیے بھی اسی مکروہ قرار دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعتیں ہیں کس کس پر سجدہ شکر بجالایا جائے گا۔

سوالات

۱۔ کعبۃ اللہ کے اندر اور چھت پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے، نیز کعبۃ اللہ کے گرد نماز پڑھنے والوں میں سے کس کی نماز نہیں ہوتی اور کیوں؟

۲۔ مسافر کسے کہتے ہیں۔ سفر کی شرعی حد کتنی ہے اور مسافر کی نماز روزے کا حکم کیا ہے۔

۳۔ مسافر نماز قصر کب شروع کرے گا اور اگر کوئی مسافر چار رکعت ادا کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

۴۔ بیمار نماز کس طرح پڑھے اگر کوئی شخص قیام پر قادر ہو لیکن رکوع سجدہ نہ کر سکتا ہو وہ نماز کیسے پڑھے گا؟

۵۔ مرنے والے کے ذمے جو نمازیں اور روزے ہیں ان کے اسقاط کا کیا طریقہ ہے نیز حیلۂ اسقاط کسے کہتے ہیں اور اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

۶۔ فوت شدہ نمازوں کو کیسے پڑھا جاتا ہے۔ صاحب ترتیب کون ہے اور ترتیب کن صورتوں میں ساقط ہو جاتی ہے۔

۷۔ اگر کسی شخص نے تنہا فرض پڑھنا شروع کیے پھر جماعت کھڑی ہو گئی تو کیا کرے اسی طرح سنتیں پڑھنے والا نماز کھڑی ہونے یا جمعہ کے خطبہ کے لیے خطیب کے نکلنے کی صورت میں کیا کرے گا تفصیل سے لکھیں۔

۸۔ فجر کی سنتوں کا مسئلہ کیا ہے اور کن نمازوں میں جماعت کے ساتھ نفل نماز کی نیت سے شریک ہو سکتا ہے جب کہ فرض پہلے پڑھ چکا ہو۔

۹۔ سجدہ سہو کن صورتوں میں ہوتا ہے اور اس کا طریقہ کیا ہے۔

۱۰۔ نماز میں شک پیدا ہو جانے کی صورت میں کیا کیا جائے؟

۱۱۔ سجدۂ تلاوت کب واجب ہوتا ہے، آیاتِ سجدہ کتنی ہیں۔ صرف چھ کے مقامات لکھیں۔ نیز بتائیں کہ ایک مجلس میں بار بار تلاوت کرنے سے ایک ہی سجدہ ہو گا یا زیادہ نیز مجلس کب بدلتی ہے۔

۱۲۔ مندرجہ ذیل عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ لکھیں۔

و یتبدل المجلس بالانتقال منه ولو مسدیا و بالانتقال من غصن الی غصن و عوم فی نهر او حوض کبیر فی الاصح ولا یتبدل بزوایا البیت والمسجد ولو کبیرا ولا بسیر سفینه۔

فَائِدَۃٌ مُھِمَّۃٌ لِدَفْعِ کُلِّ مُھِمَّۃٍ

قَالَ الْاِمَامُ النَّسَفِی فِی الْکَافِی مَنْ قَرَأَ اٰیَ السَّجْدَۃِ کُلَّھَا فِیْ مَجْلِسٍ وَّاحِدٍ وَسَجَدَ لِکُلٍّ مِّنْھَا کَفَاہُ اللّٰہُ مَا اَھَمَّہٗ

بَابُ الْجُمُعَۃِ

صَلٰوۃُ الْجُمُعَۃِ فَرْضُ عَیْنٍ عَلٰی مَنِ اجْتَمَعَ فِیْہِ سَبْعَۃُ شَرَائِطَ الذُّکُوْرَۃُ وَالْحُرِّیَّۃُ وَالْاِقَامَۃُ فِیْ مِصْرٍ اَوْ فِیْمَا ھُوَ دَاخِلٌ فِیْ حَدِّ الْاِقَامَۃِ فِیْھَا فِی الْاَصَحِّ وَالصِّحَّۃُ وَالْاَمْنُ مِنْ ظَالِمٍ وَسَلَامَۃُ الْعَیْنَیْنِ وَسَلَامَۃُ الرِّجْلَیْنِ۔

ہر مشکل کو دور کرنے کا اہم نسخہ:

امام نسفی رحمہ اللہ[1] نے کافی میں فرمایا جو شخص تمام آیاتِ سجدہ ایک مجلس میں پڑھے اور ہر ایک کے لیے سجدہ کرے اللہ تعالیٰ اسے مشکلات میں کفایت فرمائے گا۔

جمعہ کا بیان:

جمعہ[2] کی نماز ہر اس شخص پر فرض عین ہے جس میں سات شرائط پائی جائیں۔

(۱) مرد ہونا (۲) آزاد ہونا (۳) شہر میں یا جو جگہ شہر کی حد میں داخل ہے اس میں مقیم ہونا یہ اصح قول ہے (۴) صحت مند ہونا (۵) ظالم سے پُر امن ہونا (۶) آنکھوں کا سلامت ہونا (۷) پاؤں کا سلامت ہونا۔

---

[1] امام نسفی سے مراد حضرت الشیخ الامام حافظ الحق والملۃ والدین عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی رحمہ اللہ ہیں۔

[2] یوم جمعہ سید الایام اور مسلمانوں کی عید کا دن ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تمام دنوں سے افضل قرار دیا اور فرمایا کہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اسی دن آپ زمین پر اتارے گئے اسی دن آپ کی توبہ قبول ہوئی۔ اسی دن آپ کا وصال ہوا اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کی جائے اور بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کثرت سے درود شریف پڑھا جائے جب (بقیہ صفحہ آئندہ)

وَيُشْتَرَطُ لِصِحَّتِهَا سِتَّةُ اَشْيَاءَ اَلْمِصْرُ اَوْ فِنَاؤُهُ وَالسُّلْطَانُ اَوْ نَائِبُهُ
وَوَقْتُ الظُّهْرِ فَلَا تَصِحُّ قَبْلَهُ وَتَبْطُلُ بِخُرُوْجِهِ وَالْخُطْبَةُ قَبْلَهَا بِقَصْدِهَا فِيْ وَقْتِهَا
وَحُضُوْرُ اَحَدٍ لِسَمَاعِهَا مِمَّنْ تَنْعَقِدُ بِهِمُ الْجُمُعَةُ وَلَوْ وَاحِدًا فِي الصَّحِيْحِ وَالْاِذْنُ الْعَامُّ وَالْجَمَاعَةُ
وَهُمْ ثَلَاثَةُ رِجَالٍ غَيْرَ الْاِمَامِ وَلَوْ كَانُوْا عَبِيْدًا اَوْ مُسَافِرِيْنَ اَوْ مَرْضٰى
وَشُرِطَ بَقَاؤُهُمْ مَعَ الْاِمَامِ حَتّٰى يَسْجُدَ فَاِنْ نَفَرُوْا بَعْدَ سُجُوْدِهٖ اَتَمَّهَا وَحْدَهُ
جُمُعَةً وَاِنْ نَفَرُوْا قَبْلَ سُجُوْدِهٖ بَطَلَتْ وَلَا تَصِحُّ بِامْرَاَةٍ اَوْ صَبِيٍّ مَعَ رَجُلَيْنِ
وَجَازَ لِلْعَبْدِ وَالْمَرِيْضِ اَنْ يَؤُمَّ فِيْهَا وَالْمِصْرُ كُلُّ مَوْضِعٍ لَهُ مُفْتٍ وَاَمِيْرٌ
وَقَاضٍ يُنَفِّذُ الْاَحْكَامَ وَيُقِيْمُ الْحُدُوْدَ وَبَلَغَتْ اَبْنِيَتُهُ مِنٰى فِيْ ظَاهِرِ
الرِّوَايَةِ وَاِذَا كَانَ الْقَاضِيْ اَوِ الْاَمِيْرُ مُفْتِيًا اَغْنٰى عَنِ التَّعْدَادِ وَجَازَتِ
الْجُمُعَةُ بِمِنٰى فِي الْمَوْسِمِ لِلْخَلِيْفَةِ وَاَمِيْرِ الْحِجَازِ وَصَحَّ الْاِقْتِصَارُ فِي
الْخُطْبَةِ عَلٰى نَحْوِ تَسْبِيْحَةٍ اَوْ تَحْمِيْدَةٍ مَعَ الْكَرَاهَةِ.

نماز جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے چھ چیزیں شرط ہیں۔

(۱) شہر یا اس کا مضافات (۲) بادشاہ یا اس کا نائب[1] (۳) ظہر کا وقت، اس سے پہلے صحیح نہ ہوگا اور اس وقت کے نکلنے سے نماز جمعہ باطل ہو جائے گی (۴) جمعہ کی نماز سے پہلے اس کے وقت میں خطبہ پڑھنا اور ان لوگوں میں سے جن کے ساتھ جمعہ منعقد ہو جاتا ہے کسی کا سننے کے لیے حاضر ہونا۔ اگرچہ ایک ہی ہو۔ یہ صحیح قول ہے (۵) عام اجازت (۶) جماعت اور یہ امام کے علاوہ (کم ازکم) تین افراد ہیں۔ اگرچہ غلام یا مسافر یا بیمار ہوں۔

شرط یہ ہے کہ سجدہ کرنے تک امام کے ساتھ رہیں اگر سجدہ کرنے کے بعد چلے جائیں تو وہ تنہا جمعہ کی نماز پوری کرے اور اگر سجدہ سے پہلے چلے گئے تو جمعہ باطل ہو جائے گا[2]۔ دو مرد اور ایک عورت یا ایک بچہ ہوں تو جمعہ صحیح نہیں ہوگا[3]۔ غلام اور بیمار کے لیے جائز ہے کہ جمعہ کی امامت کرائیں[4]۔ ہر وہ جگہ جہاں مفتی، امیر اور قاضی ہو جو احکام نافذ کرتا اور حدود قائم کرتا ہو[5] اور اس کے مکانات منیٰ[6] (کی بستی) جتنے ہوں وہ شہر ہے یہ ظاہر روایت میں ہے۔ اگر قاضی یا امیر خود مفتی ہوں تو تعداد پوری کرنے کی ضرورت نہیں۔ خلیفہ یا امیر حجاز کے لیے حج کے دنوں میں منیٰ میں جمعہ پڑھانا جائز ہے[7]۔ جمعہ کے خطبہ میں صرف سبحان اللہ یا الحمد للہ پر اکتفا کرنا جائز ہے۔ لیکن مکروہ ہے[8]۔

(صفحہ سابقہ) جمعہ کی پہلی اذان ہو جائے تو کاروبار وغیرہ بند کر کے نماز جمعہ کے لیے مسجد کا رخ کرنا ضروری ہے۔

وَسُنَنُ الْخُطْبَةِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَيْئًا اَلطَّهَارَةُ وَسَتْرُ الْعَوْرَةِ وَالْجُلُوْسُ عَلَى الْمِنْبَرِ قَبْلَ الشُّرُوْعِ فِي الْخُطْبَةِ وَالْاَذَانُ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالْاِقَامَةِ ثُمَّ قِيَامُهُ وَالسَّيْفُ بِيَسَارِهٖ مُتَّكِئًا عَلَيْهِ فِيْ كُلِّ بَلْدَةٍ فُتِحَتْ عَنْوَةً وَبِدُوْنِهٖ فِيْ بَلْدَةٍ فُتِحَتْ صُلْحًا وَاِسْتِقْبَالُ الْقَوْمِ بِوَجْهِهٖ وَبِدَاءَتُهٗ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَالشَّهَادَتَانِ

سُنن خطبہ :

خطبہ کی سنتیں اٹھارہ چیزیں ہیں[1]۔

(۱) طہارت (۲) شرمگاہ کا ستر (۳) خطبہ شروع کرنے سے پہلے منبر پر بیٹھنا (۴) اقامت کی طرح اذان کا امام کے سامنے ہونا (۵) پھر کھڑا ہونا (۶) تلوار بائیں ہاتھ میں ہو اور اس نے اس کا سہارا لے رکھا ہو لیکن یہ اس شہر میں ہو گا جب غلبے کے ساتھ فتح کیا گیا اور جو علاقہ صلح کے ساتھ فتح ہوا وہاں تلوار کے بغیر ہو[2]۔ (۷) امام کا چہرہ لوگوں کی طرف ہو (۸) خطبہ الحمد للہ کے ساتھ[3] شروع کرنا (۹) اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنا جیسے اس کے شایانِ شان ہے (۱۰) کلمہ شہادت کہنا۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [1] آج کے دور میں بالخصوص ہمارے ملک میں اس کی ضرورت نہیں کیونکہ یہاں حکمران اسلامی احکام سے عموماً ناواقف ہوتے ہیں لیکن یہاں یہ بات واضح ہے کہ مسلمان قوم کو چاہیے کہ وہ ایسے لوگوں کو منتخب کرے جو ملکی سیاست کے ساتھ شرعی احکام بھی جانتے ہوں اور ان کا نفاذ بھی کر سکتے ہوں کیونکہ اسلام میں دین اور سیاست جدا جدا نہیں بلکہ ایک ہی چیز ہے۔

[2] کیونکہ نماز جمعہ کے لیے جماعت شرط ہے اور سجدہ سے پہلے ایک رکعت بھی مکمل نہیں ہوئی۔ لہٰذا جماعت قائم نہ ہوئی۔

[3] جماعت میں عورتوں اور بچوں کا اعتبار نہیں ہوتا۔ جماعت کے لیے کم از کم تین مردوں کا ہونا ضروری ہے۔ امام ان کے علاوہ ہو۔

[4] چونکہ حکمران کا بیمار یا غلام ہونا اہلیت کے منافی نہیں لہٰذا وہ جماعت کرا سکتے ہیں۔ ان کے لیے آسانی پیدا کرنے کی خاطر جمعہ فرض قرار نہیں دیا گیا لہٰذا اگر وہ پڑھائیں یا پڑھیں تو جائز ہے

(بقیہ صفحہ آئندہ)

وَالصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْعِظَۃُ وَالتَّذْکِیْرُ وَقِرَاءَۃُ اٰیَۃٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ وَخُطْبَتَانِ وَالْجُلُوْسُ بَیْنَ الْخُطْبَتَیْنِ وَاِعَادَۃُ الْحَمْدِ وَالثَّنَآءِ وَالصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اِبْتِدَآءِ الْخُطْبَۃِ الثَّانِیَۃِ وَالدُّعَاءِ فِیْہَا لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِالْاِسْتِغْفَارِ لَھُمْ وَاَنْ یَّسْمَعَ الْقَوْمُ الْخُطْبَۃَ وَتَخْفِیْفُ الْخُطْبَتَیْنِ بِقَدْرِ سُوْرَۃٍ مِّنْ طِوَالِ الْمُفَصَّلِ۔

---

(۱۱) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں درود شریف پیش کرنا، وعظ و نصیحت کرنا، اور قرآن پاک کی کوئی آیت پڑھنا (۱۲) خطبے دو ہوں (۱۳) دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا[۱] (۱۴) الحمد للہ کا اعادہ کرنا (۱۵) دوسرے خطبہ کے شروع میں ثناء اور درود شریف پڑھنا (۱۶) اس (دوسرے خطبہ) میں تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بخشش کی دعا کرنا (۱۷) قوم کو خطبہ سنائی دے (۱۸) طوال مفصل کی کسی صورت کے مطابق مختصر خطبہ پڑھنا[۲]

(بقیہ صفحہ سابقہ) ۵؎ مقصد یہ ہے کہ وہ احکام و حدود کا نفاذ کر سکتا ہو اگرچہ عملاً ایسا نہ ہوتا ہو جیسے آج کل حدود و قصاص کا نفاذ نہیں لیکن ہمارے حکمران اس پر قادر ہیں۔

۶؎ منیٰ مکہ مکرمہ کے قریب واقع ہے جہاں حاجی صاحبان دس ذوالحجہ کو قربانی کرتے ہیں۔

۷؎ حج کے دنوں میں اسے شہر کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے آگے پیچھے یہ صورت نہیں ہوتی۔

۸؎ کیونکہ یہ سنت طریقہ کے خلاف ہے لہٰذا ترکِ سنت کی وجہ سے مکروہ ہے۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ۱؎ بعض سنتوں کا تعلق خطیب کی ذات سے ہے مثلاً طہارت وغیرہ اور بعض خطبہ سے متعلق ہیں مثلاً الحمد للہ کا پڑھنا وغیرہ۔

۲؎ گویا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص اسلام سے پھرے گا اور معاذ اللہ مرتد ہو جائے گا تو وہ جان لے کہ تلوار ہمارے ہاتھ میں ہے وہ قتل کے لائق ہے۔ یاد رہے کہ اسلام تلوار کے ذریعے نہیں پھیلا اور نہ ہی اسلام کو پھیلانے کے لیے تلوار استعمال کی جائے گی بلکہ اسلام لانے پر کسی کو مجبور بھی نہیں کیا جا سکتا چنانچہ دورِ رسالت میں اسلام کا پھیلاؤ محض اخلاق کی بنیاد پر ہوا ہاں جو لوگ اسلام کے مقابل آتے ہیں ان کے لیے تلوار اٹھائی جاتی ہے۔

۳؎ الحمد للہ سے پہلے دل میں اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھے۔

(صفحہ ہذا) ۱؎ دونوں خطبوں کے درمیان تین آیات پڑھنے کا اندازہ بیٹھنا چاہیے۔

۲؎ حالات کے مطابق خطبہ مختصر پڑھا جائے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں طویل نماز اور

(بقیہ صفحہ آئندہ)

وَيُكْرَهُ التَّطْوِيلُ وَتَرْكُ شَيْءٍ مِّنَ السُّنَنِ وَيَجِبُ السَّعْيُ لِلْجُمُعَةِ وَتَرْكُ الْبَيْعِ بِالْأَذَانِ الْأَوَّلِ فِي الْأَصَحِّ وَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ فَلَا صَلٰوةَ وَلَا كَلَامَ وَلَا يَرُدُّ سَلَامًا وَلَا يُشَمِّتُ عَاطِسًا حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ وَكُرِهَ لِحَاضِرِ الْخُطْبَةِ الْأَكْلُ وَالشُّرْبُ وَالْعَبَثُ وَالْإِلْتِفَاتُ وَلَا يُسَلِّمُ الْخَطِيْبُ عَلَى الْقَوْمِ إِذَا اسْتَوٰى عَلَى الْمِنْبَرِ وَكُرِهَ الْخُرُوْجُ مِنَ الْمِصْرِ بَعْدَ النِّدَآءِ مَالَمْ يُصَلِّ وَمَنْ لَّا جُمُعَةَ عَلَيْهِ إِنْ اَدَّاهَا جَازَ عَنْ فَرْضِ الْوَقْتِ وَمَنْ لَّا عُذْرَ لَهٗ لَوْ صَلَّى الظُّهْرَ قَبْلَهَا حَرُمَ فَإِنْ سَعٰى إِلَيْهَا وَالْإِمَامُ فِيْهَا بَطَلَ ظُهْرُهٗ وَإِنْ لَّمْ يُدْرِكْهَا وَكُرِهَ لِلْمَعْذُوْرِ وَالْمَسْجُوْنِ اَدَاءُ الظُّهْرِ بِجَمَاعَةٍ فِي الْمِصْرِ يَوْمَهَا وَمَنْ اَدْرَكَهَا فِي التَّشَهُّدِ اَوْ سُجُوْدِ السَّهْوِ اَتَمَّ جُمُعَةً وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

خطبہ لمبا کرنا اور کسی سنت کو چھوڑنا مکروہ ہے۔

جمعہ کے لیے پہلی اذان ہوتے ہی سعی کرنا اور خرید و فروخت چھوڑ دینا واجب ہے۔ یہ اصح قول ہے[1] جب امام (خطبہ کے لیے) نکل آئے تو نماز پڑھی جائے نہ گفتگو کی جائے، نہ سلام کا جواب دیا جائے اور نہ چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کے ساتھ جواب دیا جائے۔ یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جائے۔ خطبہ میں موجود لوگوں کے لیے کھانا پینا، کھیلنا اور ادھر اُدھر دیکھنا مکروہ ہے[2] خطیب جب منبر پر بیٹھ جائے تو قوم کو سلام نہ کہے[3]۔

جمعہ کی اذان کے بعد جب تک نماز نہ پڑھے شہر سے باہر جانا مکروہ ہے[4] جس آدمی پر جمعہ فرض نہیں اگر وہ پڑھ لے تو وقتی نماز کی طرف سے ادا ہو جائے گا جو شخص بغیر عذر کے جمعہ سے پہلے ظہر کی نماز پڑھے وہ حرام کام کا مرتکب ہوا[5] پھر اگر جمعہ کے لیے جائے اور امام جمعہ پڑھا رہا ہو تو ظہر کی نماز باطل ہو جائے گی اگرچہ وہ (جمعہ کو) نہ پائے معذور اور قیدی کے لیے جمعہ کے دن شہر میں ظہر کی نماز باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے[6] جو شخص امام کو تشہد یا سجدہ سہو میں پائے وہ جمعہ کی نماز مکمل کرے[7]۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) مختصر خطبہ آدمی کی سمجھدار ہونے کی علامت ہے، درحقیقت جس عبادت کا تعلق دوسروں سے ہو وہ مختصر ہو جس طرح حضور علیہ السلام نے نماز مختصر پڑھانے کا حکم فرمایا اور جس عبادت میں آدمی تنہا ہو وہ طویل ہو۔

(صفحہ ہذا) [1] اگر دوسری اذان کی انتظار کی جائے تو اس سے سنتوں بلکہ بعض اوقات جگہ دور ہونے کی وجہ سے (بقیہ صفحہ آئندہ)

بَابُ الْعِيدَيْنِ

صَلٰوةُ الْعِيدَيْنِ وَاجِبَةٌ فِي الْاَصَحِّ عَلٰى مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ بِشَرَائِطِهَا سِوَى الْخُطْبَةِ فَتَصِحُّ بِدُوْنِهَا مَعَ الْاِسَاءَةِ كَمَا لَوْ قُدِّمَتِ الْخُطْبَةُ عَلٰى صَلٰوةِ الْعِيدِ وَنُدِبَ فِي الْفِطْرِ ثَلَاثَةَ عَشَرَ شَيْئًا اَنْ يَّاْكُلَ وَاَنْ يَكُوْنَ الْمَاْكُوْلُ تَمْرًا وِتْرًا وَيَغْتَسِلُ وَيَسْتَاكُ وَيَتَطَيَّبُ وَيَلْبَسُ اَحْسَنَ ثِيَابِهِ وَيُؤَدِّيْ صَدَقَةَ الْفِطْرِ اِنْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ وَيُظْهِرُ الْفَرَحَ وَالْبَشَاشَةَ وَكَثْرَةَ الصَّدَقَةِ حَسَبَ طَاقَتِهِ وَالتَّبْكِيْرُ وَهُوَ سُرْعَةُ الْاِنْتِبَاهِ وَالْاِبْتِكَارُ وَهُوَ الْمُسَارَعَةُ اِلَى الْمُصَلّٰى

عیدین کی نماز:

اصح قول کے مطابق عیدین[1] کی نماز ان لوگوں پر واجب ہے جن پر نماز جمعہ واجب ہے خطبہ کے سوا اس کی تمام شرائط وہی ہیں جو جمعہ کے لیے ہیں[2]۔ عید کی نماز خطبہ کے بغیر بھی صحیح ہو جاتی ہے لیکن گناہ ہوگا جیسے اس کو نماز سے پہلے پڑھنا گناہ ہے۔

عید الفطر میں تیرہ باتیں مستحب ہیں۔

کچھ کھانا[3] اور یہ طاق عدد کھجوریں ہوں، غسل کرنا، مسواک کرنا، خوشبو لگانا، عمدہ کپڑے پہننا، اگر صدقہ فطر واجب ہو تو ادا کرنا، خوشی اور سرور کا اظہار کرنا، طاقت کے مطابق کثرت سے صدقہ دینا، سویرے سویرے جاگنا عیدگاہ کی طرف جلدی جانا۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) جمعہ کی نماز رہ جانے کا خطرہ ہوتا ہے لہٰذا پہلی اذان پر کام کاج چھوڑ کر جانے کی تیاری کرے۔

[2] یعنی خطبہ سننے کے لیے مکمل طور پر متوجہ ہو جائے اور تمام باتیں چھوڑ دے۔

[3] چونکہ سلام کرنا دراصل کلام ہے جس سے سامعین کو روکا گیا ہے لہٰذا امام کو بھی اجتناب کرنا چاہیے۔

[4] زوال سے پہلے اور جمعہ پڑھنے کے بعد جا سکتا ہے۔

(بقیہ صفحہ آئندہ)

وَصَلٰوةُ الصُّبْحِ فِي مَسْجِدِ حَيِّهٖ ثُمَّ يَتَوَجَّهُ اِلَى الْمُصَلّٰى مَاشِيًا مُكَبِّرًا سِرًّا وَ يَقْطَعُهٗ اِذَا انْتَهٰى اِلَى الْمُصَلّٰى وَ فِي رِوَايَةٍ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَيَرْجِعُ مِنْ طَرِيْقٍ اٰخَرَ وَيُكْرَهُ التَّنَفُّلُ قَبْلَ صَلٰوةِ الْعِيْدِ فِي الْمُصَلّٰى وَالْبَيْتِ وَ بَعْدَهَا فِي الْمُصَلّٰى فَقَطْ عَلٰى اِخْتِيَارِ الْجُمْهُوْرِ وَوَقْتُ صِحَّةِ صَلٰوةِ الْعِيْدِ مِنِ ارْتِفَاعِ الشَّمْسِ قَدْرَ رُمْحٍ اَوْ رُمْحَيْنِ اِلٰى زَوَالِهَا

صبح کی نماز محلے کی مسجد میں پڑھنا پھر آہستہ آہستہ تکبیر کہتے ہوئے پیدل چل کر عیدگاہ کی طرف جانا، ایک روایت کے مطابق عیدگاہ میں پہنچے تو تکبیر ختم کر دے اور دوسری روایت کے مطابق جب نماز شروع کرے تو بند کر دے، دوسرے راستے سے واپس لوٹنا۔ عید کے دن نماز عید سے پہلے عیدگاہ اور گھر دونوں میں یا در نماز کے بعد عیدگاہ میں نوافل پڑھنا مکروہ ہے جمہور کے نزدیک مختار بات یہی ہے[۱]۔ عید کی نماز صحیح ہونے کا وقت ایک یا دو نیزے سورج بلند ہونے سے لے کر زوال تک ہے۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ سے سابقہ) ۵ یعنی اگر ظہر پڑھ کر جمعہ پڑھنے کی نیت سے جائے تو اگرچہ امام کے ساتھ شریک نہ ہوا ظہر کے فرض، نفل بن جائیں گے۔ اب دوبارہ ظہر پڑھے۔

۶ بلکہ جمعہ کی نماز سے پہلے ظہر کی نماز بھی نہ پڑھے جمعہ کی نماز ادا ہو جائے تو اس کے بعد تنہا ظہر کی نماز پڑھے۔

۷ یعنی اسے جمعہ کی نماز حاصل ہو گئی وہ امام کے سلام پھیرنے پر جمعہ کی نماز مکمل کرے۔

(صفحہ سابقہ) لفظ عیدین، عید کا تثنیہ ہے یعنی دو عیدیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ لفظ عید، عَوْدٌ سے بنا ہے جس کا معنیٰ لوٹنا ہے چونکہ کسرہ کے بعد واو واقع ہوئی لہٰذا اسے یاء سے بدل دیا۔ ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں انسانوں کی طرف لوٹتی ہیں یا یہ دن بار بار خوشی کے ساتھ آتے ہیں اس لیے ان دونوں کو عید کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ سال میں دو دن خوشی مناتے اور کھیلے کودتے ہیں آپ نے فرمایا یہ دن کیا ہیں؟ لوگوں نے بتایا ہم دور جاہلیت میں ان دنوں میں کھیلتے کودتے تھے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان دونوں کو بہتر دنوں سے بدل دیا ہے وہ فطر اور قربانی کا دن ہے۔ عید کی نماز ہجرت کے پہلے سال جاری ہوئی۔ (طحطاوی علی المراقی)

۲ جمعہ کے لیے خطبہ شرط ہے اور عیدین کے لیے شرط نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسے بعد میں رکھا گیا کیونکہ شرط ہمیشہ مشروط سے مقدم ہوتی ہے۔

۳ یعنی فجر کے بعد عید کی نماز سے پہلے کھانا مستحب ہے اور یہ عید الفطر میں ہے عید الاضحیٰ میں نہیں۔

(صفحہ ہذا) ۱ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز سے پہلے نماز نہیں پڑھتے تھے جب گھر تشریف لاتے تو دو رکعتیں پڑھتے۔

وَكَيْفِيَّةُ صَلٰوتِهِمَا اَنْ يَّنْوِىَ صَلٰوةَ الْعِيْدِ ثُمَّ يُكَبِّرُ لِلتَّحْرِيْمَةِ ثُمَّ يَقْرَأُ الثَّنَاءَ ثُمَّ يُكَبِّرُ تَكْبِيْرَاتِ الزَّوَائِدِ ثَلَاثًا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِىْ كُلٍّ مِّنْهَا ثُمَّ يَتَعَوَّذُ ثُمَّ يُسَمِّىْ سِرًّا ثُمَّ يَقْرَأُ الْفَاتِحَةَ ثُمَّ سُوْرَةً وَنُدِبَ اَنْ تَكُوْنَ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ثُمَّ يَرْكَعُ فَاِذَا قَامَ لِلثَّانِيَةِ اِبْتَدَأَ بِالْبَسْمَلَةِ ثُمَّ بِالْفَاتِحَةِ ثُمَّ بِالسُّوْرَةِ وَنُدِبَ اَنْ تَكُوْنَ سُوْرَةَ الْغَاشِيَةِ ثُمَّ يُكَبِّرُ تَكْبِيْرَاتِ الزَّوَائِدِ ثَلَاثًا وَّيَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْهَا كَمَا فِى الْاُوْلٰى وَهٰذَا اَوْلٰى مِنْ تَقْدِيْمِ تَكْبِيْرَاتِ الزَّوَائِدِ فِى الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ عَلَى الْقِرَاءَةِ فَاِنْ قَدَّمَ التَّكْبِيْرَاتِ عَلَى الْقِرَاءَةِ فِيْهَا جَازَ ثُمَّ يَخْطُبُ الْاِمَامُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ خُطْبَتَيْنِ يُعَلِّمُ فِيْهِمَا اَحْكَامَ صَدَقَةِ الْفِطْرِ وَمَنْ فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مَعَ الْاِمَامِ لَا يَقْضِيْهَا وَتُؤَخَّرُ بِعُذْرٍ اِلَى الْغَدِ فَقَطْ

نمازِ عید کا طریقہ :

عیدین کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ نماز عید کی نیت کرے پھر تکبیر تحریمہ کہے۔ اس کے بعد ثنا پڑھے اور تین زائد تکبیریں کہے ان میں سے ہر ایک کے لیے ہاتھ اٹھائے پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ آہستہ پڑھے۔ اس کے بعد سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے۔ مستحب یہ ہے کہ وہ "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى" ہو پھر رکوع کرے[1]۔

جب دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو پہلے بسم اللہ پڑھے پھر سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھے مستحب یہ ہے کہ وہ سورۂ غاشیہ ہو[2]۔ اس کے بعد تین زائد تکبیریں کہے پہلی رکعت کی طرح یہاں بھی ہاتھ اٹھائے دوسری رکعت میں تکبیروں کو قراءت میں مقدم کرنے سے یہ بہتر[3] ہے تاہم اگر مقدم کر لیا تو بھی جائز[4] ہے۔

نماز کے بعد امام دو خطبے دے اور ان میں صدقۂ فطر کی تعلیم دے اور جو شخص امام کے ساتھ عید کی نماز نہ پڑھ سکے وہ قضا نہ کرے[5]۔ عذر کی وجہ سے یہ نماز صرف دوسرے دن تک مؤخر کی جا سکتی ہے[6]۔

---

[1] سبح اسم ربك الاعلى الذى خلق الاية (سورہ نمبر ۸۷)

[2] هل اتاك حديث الغاشية الاية (سورہ نمبر ۸۸) (بقیہ صفحہ آئندہ)

وَاَحْكَامُ الْاَضْحٰى كَالْفِطْرِ لٰكِنَّهٗ فِى الْاَضْحٰى يُؤَخِّرُ الْاَكْلَ عَنِ الصَّلٰوةِ وَيُكَبِّرُ فِى الطَّرِيْقِ جَهْرًا وَيُعَلِّمُ الْاُضْحِيَّةَ وَتَكْبِيْرَ التَّشْرِيْقِ فِى الْخُطْبَةِ وَتُؤَخَّرُ بِعُذْرٍ اِلٰى ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ وَالتَّعْرِيْفُ لَيْسَ بِشَىْءٍ وَيَجِبُ تَكْبِيْرُ التَّشْرِيْقِ مِنْ بَعْدِ فَجْرِ عَرَفَةَ اِلٰى عَصْرِ الْعِيْدِ مَرَّةً فَوْرَ كُلِّ فَرْضٍ اُدِّىَ بِجَمَاعَةٍ مُسْتَحَبَّةٍ عَلٰى اِمَامٍ مُقِيْمٍ بِمِصْرٍ وَعَلٰى مَنِ اقْتَدٰى بِهٖ وَلَوْ كَانَ مُسَافِرًا اَوْ رَقِيْقًا اَوْ اُنْثٰى عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ

عیدالاضحیٰ کے احکام عیدالفطر کی طرح ہیں البتہ اس میں نماز پڑھنے تک کھانے میں تاخیر کرے[1] راستے میں بلند آواز سے تکبیر کہے، (امام) خطبہ میں قربانی (کے مسائل) اور تشریق کی تکبیر سکھائے۔ عیدالاضحیٰ کی نماز عذر کی وجہ سے تین دن تک موخر کی جا سکتی ہے[2]۔ عرفات میں وقوف کرنے والوں سے تشبیہ اختیار کرنے کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے[3]۔

نویں ذوالحجہ کی فجر سے عید کی عصر تک ہر فرض نماز جو مستحب جماعت کے ساتھ ادا کی گئی کے فوراً بعد ایک بار تکبیر تشریق کہنا شہر میں مقیم امام اور مقتدیوں پر واجب ہے چاہے مقتدی مسافر، غلام یا عورت ہی کیوں نہ ہو[4] یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ۵۳ پہلی رکعت میں زائد تکبیرات شروع میں اور دوسری کے آخر میں پڑھنے سے قرات میں ان تکبیرات کے ذریعے جدائی لازم نہیں آتی۔

۵۴ کیونکہ موخر کرنا بہتر ہے۔ اگرچہ قرات پر مقدم کرنا بھی جائز ہے۔

۵۵ کیونکہ عید کی نماز امام کے بغیر جائز نہیں۔ البتہ چاہے تو چار رکعت نفل پڑھ لے۔ یہ چاشت کی نماز ہو جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں جس سے عید کی نماز رہ جائے وہ چار رکعتیں پڑھے۔

۵۶ مثلاً بادلوں وغیرہ کی وجہ سے چاند نظر نہ آیا اور دن کو زوال کے بعد اطلاع ملی تو چونکہ نماز عید کا وقت نکل چکا ہے لہٰذا دوسرے دن پڑھیں۔

(حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ)

وَقَالَا يَجِبُ فَوْرَ كُلِّ فَرْضٍ عَلٰى مَنْ صَلَّاهُ وَلَوْ مُنْفَرِدًا اَوْ مُسَافِرًا اَوْ قَرَوِيًّا اِلٰى عَصْرِ الْخَامِسِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَبِهٖ يُعْمَلُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى وَلَا بَاْسَ بِالتَّكْبِيْرِ عَقْبَ صَلٰوةِ الْعِيْدَيْنِ وَالتَّكْبِيْرُ اَنْ يَّقُوْلَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ۔

صاحبین فرماتے ہیں تمام فرض نمازوں کے بعد ہر نمازی پر واجب ہے چاہے وہ اکیلا ہو، مسافر ہو یا دیہاتی ہو۔ نویں ذوالحجہ کے پانچویں دن (یعنی تیرہویں ذوالحجہ) کی عصر تک کہے[1]۔ اسی پر عمل ہے اور اسی پر فتویٰ ہے[2]۔ عیدین کی نمازوں کے بعد تکبیر کہنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ تکبیر یہ ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ؎۱ یہاں اصل بات یہ ہے کہ عید کی نماز کے بعد قربانی کی جاتی ہے۔ لہٰذا قربانی کے گوشت سے کھانے کا آغاز کرے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض حضرات کے نزدیک وہی شخص کھانے میں تاخیر کرے جس نے قربانی کرنا ہو تاہم حضور علیہ السلام کے طریقۂ مبارکہ پر عمل کرنے کے لیے تمام مسلمانوں کو ایسا کرنا چاہیے قربانی کرنا ہو یا نہ۔

؎۲ کیونکہ یہ عید، قربانی کی عید ہے اور قربانی تین دن تک ہو سکتی ہے لہٰذا نماز بھی تین دن تک مؤخر ہو سکتی ہے۔

؎۳ وقوف عرفات ایک ایسی عبادت ہے جو مخصوص مقام یعنی میدانِ عرفات سے تعلق رکھتی ہے لہٰذا دوسرے مقام پر جائز نہیں جیسے طواف صرف خانہ کعبہ کا ہوتا ہے۔

؎۴ امام کا مقیم ہونا شرط ہے۔ مقتدی چونکہ امام کے تابع ہوتا ہے لہٰذا مقتدی کے مسافر، غلام یا دیہاتی ہونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

(صفحہ ہٰذا) ؎۱ کیونکہ یہ ایام تشریق میں سے آخری دن ہے۔

؎۲ صاحبین کے قول پر عمل اور فتویٰ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تکبیرات نہ پڑھنے کی بجائے پڑھنے میں احتیاط ہے۔

بَابُ صَلٰوۃِ الْکُسُوْفِ وَالْخُسُوْفِ وَالْاِفْزَاعِ

سُنَّ رَکْعَتَانِ کَھَیْئَۃِ النَّفْلِ لِلْکُسُوْفِ بِاِمَامِ الْجُمُعَۃِ اَوْمَامُوْرِ السُّلْطَانِ بِلَا اَذَانٍ وَلَا اِقَامَۃٍ وَّلَا جَھْرٍ وَّلَا خُطْبَۃٍ بَلْ یُنَادٰی اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ وَسُنَّ تَطْوِیْلُھُمَا وَتَطْوِیْلُ رُکُوْعِھِمَا وَسُجُوْدِھِمَا ثُمَّ یَدْعُوا الْاِمَامُ جَالِسًا مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَۃِ اِنْ شَآءَ اَوْقَائِمًا مُسْتَقْبِلَ النَّاسِ وَھُوَ اَحْسَنُ وَیُؤَمِّنُوْنَ عَلٰی دُعَائِہٖ حَتّٰی یَکْمُلَ اِنْجِلَاءُ الشَّمْسِ وَاِنْ لَّمْ یَحْضُرِ الْاِمَامُ صَلَّوْا فُرَادٰی کَالْخُسُوْفِ وَالظُّلْمَۃِ الْھَائِلَۃِ نَھَارًا وَالرِّیْحِ الشَّدِیْدَۃِ وَالْفَزَعِ۔

سورج گرہن، چاند گرہن اور خوف کی نماز:

سورج گرہن[1] کے لیے نوافل کی طرح دو رکعتیں[2]۔ امام جمعہ یا بادشاہ کے مقرر کردہ امام کے پیچھے اذان، اقامت جہر اور خطبہ کے بغیر پڑھنا سنت ہے۔ (اذان کی جگہ) ندا دی جائے کہ نماز کھڑی ہونے والی ہے۔ ان رکعتوں (کے قیام)، رکوع اور سجدہ کو طویل کرنا سنت ہے، اس کے بعد امام چاہے تو بیٹھ کر قبلہ رُخ ہوتے ہوئے دعا مانگے یا لوگوں کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو کر دعا مانگے یہ زیادہ بہتر ہے مقتدی اس کی دعا پر آمین کہیں یہاں تک کہ سورج کی روشنی مکمل ہو جائے۔ اگر امام موجود نہ ہو تو اکیلے اکیلے پڑھیں جس طرح چاند گرہن[3] دن کے وقت خوفناک اندھیری، سخت ہوا اور خوف کی نماز پڑھی جاتی ہے۔

---

[1] عید کی نماز کے بعد سورج گرہن وغیرہ کی نماز کا ذکر اس مناسبت سے ہے کہ عید کی طرح یہ بھی دن کی نماز ہے اور اس میں اذان اور اقامت وغیرہ نہیں ہے البتہ یہ فرق ہے کہ عید کی نماز واجب ہے اور گرہن کی نماز جمہور کے نزدیک سنت ہے۔ کسوف اور خسوف دونوں کا معنی روشنی کا چلا جانا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ سورج گرہن یا چاند گرہن کسی بڑی شخصیت کی وفات کی وجہ سے ہوتا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا رد فرمایا اور بتایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ بندوں پر اپنی قدرت کو ظاہر فرماتا ہے اور بتاتا ہے کہ سورج اور چاند بھی میرے قبضے میں ہیں۔

(بقیہ صفحہ آئندہ)

بَابُ الِاسْتِسْقَاءِ

لَهُ صَلٰوةٌ مِّنْ غَيْرِ جَمَاعَةٍ وَّ لَهُ اِسْتِغْفَارٌ وَيَسْتَحِبُّ الْخُرُوْجُ لَهُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مُشَاةً فِيْ ثِيَابٍ خَلَقَةٍ غَسِيْلَةٍ اَوْ مُرَقَّعَةٍ مُتَذَلِّلِيْنَ مُتَوَاضِعِيْنَ خَاشِعِيْنَ لِلّٰهِ تَعَالٰى نَاكِسِيْنَ رُءُوْسَهُمْ مُقَدِّمِيْنَ الصَّدَقَةَ كُلَّ يَوْمٍ قَبْلَ خُرُوْجِهِمْ وَيَسْتَحِبُّ اِخْرَاجُ الدَّوَابِّ وَالشُّيُوْخِ الْكِبَارِ وَالْاَطْفَالِ

طلب بارش کے لیے نماز:

طلب بارش کے لیے جماعت کے بغیر نماز [۱] ہے اور بخشش مانگنا [۲] ہے اس کے لیے تین دن اس طرح نکلنا مستحب ہے کہ پیدل چلیں، کپڑے پرانے دھلے ہوئے یا پیوند لگے ہوئے ہوں، اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی وانکساری کا اظہار کریں سروں کو جھکائے ہوئے ہوں اور ہر دن باہر نکلنے سے پہلے صدقہ دیں [۳] جانوروں، بوڑھے، بزرگوں اور بچوں کو بھی (ساتھ) نکالنا مستحب [۴] ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ۲ سنن ابوداؤد شریف کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کے موقعہ پر دو رکعتیں پڑھیں۔ اور انہیں لمبا کیا۔ یہاں تک کہ سورج روشن ہوگیا پھر فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے جب تم اسے دیکھو تو اس نماز کی طرح نماز پڑھو جو فرض نماز قریب ہی پڑھی گئی فقہاء کرام فرماتے ہیں وہ صبح کی نماز تھی گویا بتایا گیا کہ دو رکعتیں پڑھی جائیں۔

۳ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں چاند گرہن کئی بار ہوا لیکن آپ سے منقول نہیں ہے کہ لوگوں کو جمع کیا ہو کیونکہ رات کے اجتماع سے فتنے کا خوف ہوتا ہے۔

(صفحہ ہذا) ۱ استسقاء کا معنی پانی مانگنا ہے۔ قرآن پاک میں ہے واذ استسقیٰ موسیٰ لقومہ اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا، اصطلاح شرع میں طلب بارش کے لیے نماز پڑھنا یا دعا کرنا ہے۔ نماز استسقاء جائز ہے سنت نہیں۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین سے اس سلسلے میں نماز پڑھنا منقول نہیں۔ (طحطاوی علی المراقی) البتہ دعا اور استغفار ہے۔

۲ قرآن پاک میں ہے۔ فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا (بقیہ صفحہ آئندہ)

وَفِيْ مَكَّةَ وَبَيْتِ الْمَقْدَسِ فَفِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى يَجْتَمِعُوْنَ وَيَنْبَغِيْ ذٰلِكَ أَيْضًا لِأَهْلِ مَدِيْنَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُوْمُ الْإِمَامُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَدَيْهِ وَالنَّاسُ قُعُوْدٌ مُسْتَقْبِلِيْنَ الْقِبْلَةِ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى دُعَائِهٖ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا هَنِيْئًا مَرِيْئًا مُرِيْعًا غَدَقًا مُجَلِّلًا سَحًّا طَبَقًا دَائِمًا وَمَا أَشْبَهَهٗ سِرًّا أَوْ جَهْرًا وَلَيْسَ فِيْهِ قَلْبُ رِدَاءٍ وَلَا يَحْضُرُهٗ ذِمِّيٌّ۔

مکہ مکرمہ والے مسجد حرام میں اور بیت المقدس والے مسجد اقصیٰ میں جمع ہوں۔ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رہنے والوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے۔

امام قبلہ رخ ہو کر ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے کھڑا ہو اور لوگ قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھیں اس کی دعا پر آمین کہیں۔ وہ یہ دعا مانگے۔

(یا اللہ ہم پر ایسی بارش نازل فرما جو فریاد کا مداوا ہو، خوشگوار ہو شاداب کرنے والی ہو، موسلا دھار ہو، زمین کو ڈھانپنے والی اور چھا جانے والی ہو نیز متواتر ہو۔

یا اس کے مشابہ دعا بلند آواز سے مانگے اس میں چادر کو پلٹنا نہیں[۱] ہے۔ اور نہ اس میں ذمی لوگ حاضر ہوں[۲]۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) [۳] اس سے پہلے بندوں کے حقوق ادا کریں اور کسی پر ظلم زیادتی کی ہے تو معافی مانگیں۔

[۴] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے کمزور لوگوں کی وجہ سے تمہیں رزق دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے لہٰذا بچوں اور بوڑھوں وغیرہ کو ساتھ لے جانے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول یقینی ہو جاتا ہے۔

(صفحہ ہذا) [۱] یعنی چادر کے اوپر والے حصے کو نیچے اور نیچے والے کو اوپر کرنا یا دائیں بائیں الٹنا جو نیک فالی کے طور پر کیا جاتا ہے کوئی شرعی مسئلہ نہیں۔

[۲] اس سے کمزور عقیدہ رکھنے والے مسلمانوں کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ ممکن ہے وہ سوچیں کہ اگر یہ ساتھ نہ ہوتے تو بارش نہ ہوتی۔

(طحطاوی علی المراقی)

بَابُ صَلٰوةِ الْخَوْفِ

هِيَ جَائِزَةٌ بِحُضُوْرِ عَدُوٍّ وَ بِخَوْفِ غَرَقٍ اَوْ حَرْقٍ وَاِذَا تَنَازَعَ الْقَوْمُ فِي الصَّلٰوةِ خَلْفَ اِمَامٍ وَاحِدٍ فَيَجْعَلُهُمْ طَائِفَتَيْنِ وَاحِدَةٌ بِإِزَاءِ الْعَدُوِّ وَيُصَلِّيْ بِالْاُخْرٰى رَكْعَةً مِنْ ثُنَائِيَّةٍ وَرَكْعَتَيْنِ مِنَ الرُّبَاعِيَّةِ اَوِ الْمَغْرِبِ وَتَمْضِيْ هٰذِهٖ اِلَى الْعَدُوِّ مُشَاةً وَجَاءَتْ تِلْكَ فَصَلّٰى بِهِمْ مَا بَقِيَ وَسَلَّمَ وَحْدَهٗ فَذَهَبُوْا اِلَى الْعَدُوِّ ثُمَّ جَاءَتِ الْاُوْلٰى وَاَتَمُّوْا بِلَا قِرَاءَةٍ وَسَلَّمُوْا وَمَضَوْا ثُمَّ جَاءَتِ الْاُخْرٰى اِنْ شَاءُوْا صَلَّوْا مَا بَقِيَ بِقِرَاءَةٍ وَاِنِ اشْتَدَّ الْخَوْفُ صَلَّوْا رُكْبَانًا فُرَادٰى بِالْاِيْمَاءِ اِلٰى اَيِّ جِهَةٍ قَدَرُوْا وَلَمْ تَجُزْ بِلَا حُضُوْرِ عَدُوٍّ وَيُسْتَحَبُّ حَمْلُ السِّلَاحِ فِي الصَّلٰوةِ عِنْدَ الْخَوْفِ وَاِنْ لَّمْ يَتَنَازَعُوْا فِي الصَّلٰوةِ خَلْفَ اِمَامٍ وَّاحِدٍ فَالْاَفْضَلُ صَلٰوةُ كُلِّ طَائِفَةٍ بِاِمَامٍ مِثْلَ حَالَةِ الْاَمْنِ

نمازِ خوف:

یہ نماز دشمن کے آنے اور ڈوبنے یا جلنے کے خوف سے جائز ہے[1]۔ اگر قوم ایک امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں جھگڑا کرے تو وہ انہیں دو گروہوں میں تقسیم کر دے۔ ایک دشمن کے مقابلے میں ہو اور دوسرے کو دو رکعتوں والی میں سے ایک رکعت اور چار والی نیز مغرب کی نماز سے دو رکعتیں پڑھائے پھر یہ گروہ پیدل چلتے ہوئے دشمن کے مقابل چلا جائے اور وہ دوسرا آجائے امام ان کو باقی نماز پڑھا کر تنہا سلام پھیر دے۔ پھر یہ گروہ دشمن کی طرف چلا جائے اور پہلا گروہ آکر قراءت کے بغیر اپنی نماز مکمل کرے[2] اور سلام پھیر کر چلا جائے۔ اس کے بعد دوسرا گروہ آجائے اور اگر وہ چاہیں تو وہاں ہی باقی نماز قراءت کے ساتھ پڑھیں[3]۔

اور اگر خوف سخت ہو جائے تو اکیلے اکیلے اپنی اپنی سواریوں پر اشارے کے ساتھ پڑھیں جس جہت کی طرف ممکن ہو۔ جب تک دشمن کا سامنا نہ ہو نماز خوف جائز نہیں۔ خوف کے وقت نماز میں ہتھیار اٹھائے رکھنا مستحب ہے اور اگر ایک امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں جھگڑا (امرار) نہ کریں تو افضل ہے کہ ہر گروہ ایک امام کے پیچھے اسی طرح پڑھے جس طرح حالتِ امن میں پڑھتے ہیں۔

(حاشیہ صفحہ آئندہ)

بَابُ اَحْکَامِ الْجَنَائِز

یُسَنُّ تَوْجِیْهُ الْمُحْتَضَرِ لِلْقِبْلَةِ عَلٰی یَمِیْنِهٖ وَ جَازَ الْاِسْتِلْقَاءُ وَیُرْفَعُ رَاْسُهٗ قَلِیْلًا وَیُلَقَّنُ بِذِکْرِ الشَّهَادَتَیْنِ عِنْدَهٗ مِنْ غَیْرِ اِلْحَاحٍ وَلَا یُؤْمَرُ بِهِمَا وَ تَلْقِیْنُهٗ فِی الْقَبْرِ مَشْرُوْعٌ وَ قِیْلَ لَا یُلَقَّنُ وَقِیْلَ لَا یُؤْمَرُ بِهٖ وَلَا یُنْهٰی عَنْهُ۔

احکام جنازہ[1]:

جو شخص قریب مرگ ہو اسے دائیں پہلو پر لٹا کر قبلہ رُخ کیا جائے پیٹھ کے بل لٹانا بھی جائز[2] ہے البتہ اس کا سر تھوڑا سا اٹھایا جائے۔ کسی قسم کی آہ وزاری کے بغیر اس کے پاس کلمہ شہادت کی تلقین[3] کی جائے لیکن اسے پڑھنے کے لیے نہ کہا جائے اور نہ روکا جائے[4] قبر میں رکھنے کے بعد بھی تلقین جائز ہے بعض نے کہا کہ تلقین نہ کی جائے اور بعض کا قول ہے کہ نہ اسکا حکم دیا جائے اور نہ روکا جائے[5]

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [1] اگر دشمن کا مقابلہ ہو یا کسی درندے، اژدہا، سیلاب، آگ وغیرہ کا خطرہ ہو اور تمام نمازیوں کا ایک وقت نماز پڑھنا مناسب ہو بلکہ لوگوں کا دشمن کے مقابلے میں رہنا ضروری ہو تو نماز پڑھنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ نمازیوں کے دو حصے کر لیے جائیں اور دونوں گروہوں کا امام الگ الگ ہو۔ ایک گروہ اپنے امام کے ساتھ نماز پڑھ چکے تو دوسرا گروہ اپنے امام کے ساتھ نماز پڑھے۔ یہ طریقہ بہتر ہے لیکن اگر تمام نمازی ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر اصرار کریں تو اس کا طریقہ وہ ہے جو یہاں بیان کیا گیا ہے۔ درحقیقت یہ کوئی الگ نماز نہیں ہے۔ وقتی فرض نماز کا ذکر ہے یعنی نماز فرض ہے لیکن اس کا یہ طریقہ جائز ہے۔

[2] چونکہ یہ حکمی طور پر امام کے پیچھے ہیں لہٰذا قرارت نہیں کریں گے جیسے لاحق باقی نماز میں قرارت نہیں کرتا۔

[3] کیونکہ امام تو فارغ ہو چکا ہے لہٰذا اسی جگہ بھی پڑھ سکتے ہیں واپس جماعت والی جگہ میں آنا ضروری نہیں البتہ وہ باقی رکعتوں میں قرارت کریں گے کیونکہ یہ مسبوق ہیں۔

(صفحہ ہٰذا) [1] جنائز جنازہ کی جمع ہے۔ لفظ جنازہ جیم کے فتح اور کسرہ کے ساتھ میت اور چارپائی دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

[2] پیٹھ کے بل لٹانے سے آنکھیں بند کرنے اور جبڑے باندھنے میں آسانی ہوتی ہے۔

[3] یعنی میت کے پاس کلمہ شہادت پڑھا جائے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اپنے مرنے والوں کو "لا الٰہ الا اللّٰہ" کی تلقین کرو کیونکہ جو مومن مرتے وقت کلمہ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے نجات عطا فرماتا ہے۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

وَيُسْتَحَبُّ لِاَقْرِبَاءِ الْمُحْتَضَرِ وَجِيْرَانِهِ الدُّخُوْلُ عَلَيْهِ وَيَتْلُوْنَ عِنْدَهٗ سُوْرَةَ يٰسٓ وَاسْتُحْسِنَ سُوْرَةُ الرَّعْدِ وَاخْتَلَفُوْا فِيْ اِخْرَاجِ الْحَائِضِ وَالنُّفَسَاءِ مِنْ عِنْدِهٖ فَاِذَا مَاتَ شُدَّ لَحْيَاهُ وَغُمِّضَ عَيْنَاهُ وَيَقُوْلُ مُغَمِّضُهٗ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ وَسَهِّلْ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهٗ وَاَسْعِدْهُ بِلِقَائِكَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ اِلَيْهِ خَيْرًا مِّمَّا خَرَجَ عَنْهُ۔

مرنے والے شخص کے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے لیے مستحب ہے کہ وہ اس کے پاس جائیں اور سورۂ یٰسین کی تلاوت کریں۔ سورۂ رعد کا پڑھنا (بھی) نہایت اچھا[1] ہے۔ قریب المرگ کے پاس سے حیض اور نفاس والی عورت کو نکالنے کے بارے میں اختلاف ہے[2]۔ جب وہ مر جائے تو اس کے جبڑے باندھے جائیں[3] اور آنکھیں بند کی جائیں۔ آنکھیں بند کرنے والا کہے۔ (ترجمہ) اللہ کے نام سے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر، یا اللہ! اس پر اس کا معاملہ آسان کر دے اور بعد کے معاملات بھی آسان فرما دے اسے اپنی ملاقات کا شرف عطا فرما اور جس کی طرف یہ جا رہا ہے اس کیلیے اس سے بہتر بنا جس کو چھوڑ کر جا رہا ہے

(بقیہ صفحہ سابقہ) میت کے پاس جب کلمہ شہادت پڑھا جائے گا تو وہ بھی پڑھے گا لیکن اسے پڑھنے کے لیے نہ کہا جائے ہو سکتا ہے وہ انکار کر دے۔ کافر کو بھی تلقین کی جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ایک یہودی لڑکا حضور علیہ السلام کی خدمت کرتا تھا وہ بیمار ہوا تو آپ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے اس کے سرہانے بیٹھتے ہوئے فرمایا اسلام قبول کرو اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ اس نے کہا ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا حضور باہر تشریف لائے تو فرمایا اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے اس کو آگ سے بچا لیا۔

[4] اس کا طریقہ یہ ہے کہ کہا جائے اے فلاں بن فلاں اس دین کو یاد کر جس پر تو دنیا میں قائم رہا وہ توحید رسالت کی گواہی ہے

[5] تلقین نہ کرنے کا قول معتزلہ کا ہے۔ (مراقی الفلاح)

(صفحہ ہذا) [1] حدیث شریف کے مطابق ان سورتوں کے پڑھنے سے روح کے نکلنے میں آسانی ہوتی ہے۔

[2] بعض کے نزدیک ان کو نکالا جائے کیونکہ ان کی موجودگی میں فرشتے نہیں آتے اور بعض علماء فرماتے ہیں (بقیہ صفحہ آئندہ)

وَيُوضَعُ عَلٰى بَطْنِهٖ حَدِيدَةٌ لِئَلَّا يَنْتَفِخَ وَتُوضَعُ يَدَاهُ بِجَنْبَيْهِ وَلَا يَجُوزُ وَضْعُهُمَا عَلٰى صَدْرِهٖ وَتُكْرَهُ قِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ عِنْدَهٗ حَتّٰى يُغَسَّلَ وَلَا بَأْسَ بِإِعْلَامِ النَّاسِ بِمَوْتِهٖ وَيُعَجَّلُ بِتَجْهِيزِهٖ فَيُوضَعُ كَمَا مَاتَ عَلٰى سَرِيْرٍ مُجَمَّرٍ وِتْرًا وَيُوضَعُ كَيْفَ اتَّفَقَ عَلَى الْاَصَحِّ وَيُسْتَرُ عَوْرَتُهٗ ثُمَّ جُرِّدَ عَنْ ثِيَابِهٖ وَوُضِّئَ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ صَغِيْرًا لَا يَعْقِلُ الصَّلٰوةَ بِلَا مَضْمَضَةٍ وَّاسْتِنْشَاقٍ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ جُنُبًا وَصُبَّ عَلَيْهِ مَاءٌ مُغْلًى بِسِدْرٍ اَوْ حُرْضٍ وَاِلَّا فَالْقَرَاحُ وَهُوَ الْمَاءُ الْخَالِصُ وَيُغْسَلُ رَاْسُهٗ وَلِحْيَتُهٗ بِالْخِطْمِيِّ.

میت کے پیٹ پر لوہار کھا جائے تاکہ وہ پھول نہ جائے اور اس کے ہاتھ پہلوؤں میں رکھے جائیں جب تک غسل نہ دیا جائے اس کے پاس قرآن پاک پڑھنا مکروہ [1] ہے، لوگوں میں اس کی موت کا اعلان کرنے میں کوئی حرج نہیں [2] اور اس کی تجہیز میں جلدی کی جائے۔ جونہی اس کی موت واقع ہو اسے تختے پر لٹایا جائے جسے طاق مرتبہ دھونی دی گئی ہو [3] اور جیسے بھی اتفاق ہو اسے رکھا جائے اس کی شرمگاہ کو ڈھانپا جائے اور پھر کپڑے اتارے جائیں [4] اور وضو کرایا جائے البتہ اتنا چھوٹا ہو کہ نماز کی سمجھ نہ رکھتا ہو تو وضو نہ کرایا جائے اور وضو میں کلی بھی نہ کرائی جائے اور ناک میں بھی پانی نہ ڈالا جائے۔ البتہ جنبی ہو تو ایسا کیا جائے پھر میت پر بیری کے پتوں یا اشنان [5] سے جوش دیا ہوا پانی بہایا جائے ورنہ خالص پانی ڈالا جائے۔ اس کا سر اور داڑھی خطمی [6] سے دھوئے جائیں۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) شفقت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو باہر نہ نکالا جائے تاہم نکالنا ضروری نہیں۔

[۳] پٹی کو ٹھوڑی کے نیچے سے لا کر سر کے اوپر باندھا جائے۔

(صفحہ ہذا) [۱] قرآن پاک کی عزت و احترام کا یہی تقاضا ہے۔

[۲] بلکہ اعلان مستحب ہے تاکہ جنازہ پڑھنے والوں کی کثرت ہو اگر کوئی عالم دین یا زاہد و متقی شخصیت ہو تو بازاروں اور مختلف مساجد وغیرہ میں اعلان کیا جائے آج کل اس مقصد کے لیے اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ سے بھی کام لیا جا سکتا ہے۔

[۳] اگر بتیاں وغیرہ سلگا کر خوشبو پیدا کی جا سکتی ہے۔

[۴] غسل کروانے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹے اور میت کی شرمگاہ کو دھوئے اگر بچہ ہو تو تیمم کرایا جائے یا کپڑوں میں ہی غسل دیا جائے۔

ثُمَّ يُضْجَعُ عَلٰى يَسَارِهٖ فَيُغْسَلُ حَتّٰى يَصِلَ الْمَآءُ إِلٰى مَا يَلِي التَّخْتَ مِنْهُ ثُمَّ عَلٰى يَمِيْنِهٖ كَذٰلِكَ ثُمَّ أُجْلِسَ مُسْنَدًا وَمَسَحَ بَطْنَهٗ رَقِيْقًا وَمَا خَرَجَ مِنْهُ غَسَلَهٗ وَلَمْ يُعِدْ غُسْلَهٗ ثُمَّ يُنَشَّفُ بِثَوْبٍ وَّيُجْعَلُ الْحَنُوْطُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ وَرَأْسِهٖ وَالْكَافُوْرُ عَلٰى مَسَاجِدِهٖ وَلَيْسَ فِي الْغُسْلِ اِسْتِعْمَالُ الْقُطْنِ فِي الرِّوَايَاتِ الظَّاهِرَةِ وَلَا يُقَصُّ ظُفْرُهٗ وَشَعْرُهٗ وَلَا يُسَرَّحُ شَعْرُهٗ وَلِحْيَتُهٗ۔

پھر اسے بائیں پہلو پر لٹا کر غسل دیا جائے یہاں تک کہ پانی اس کی نچلی طرف پہنچ جائے پھر دائیں پہلو پر اسی طرح لٹایا جائے پھر اسے سہارا دیتے ہوئے بٹھایا جائے اور (غسل دینے والا) اس کے پیٹ پر آہستہ آہستہ ہاتھ پھیرے۔ اگر کچھ نکلے تو اس (جگہ) کو دھو ڈالے دوبارہ غسل نہ دے۔ پھر کسی کپڑے کے ساتھ خشک کیا جائے اور اس کی داڑھی اور سر پر حنوط (خوشبو) لگائی جائے اور سجدے والے اعضاء پر کافور رکھی جائے۔

روایات ظاہرہ کے مطابق غسل میں روئی استعمال نہ کی جائے[1]۔ نہ ناخن اور بال کاٹے جائیں[2] اور نہ اس کے بالوں اور داڑھی میں کنگھی کی جائے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ۵؎ اشنان ایک قسم کی گھاس ہے جو ہاتھ دھونے کے کام آتی ہے۔

۶؎ عراق میں ایک بوٹی پائی جاتی ہے جو خوشبودار ہوتی ہے اور صابن کا کام دیتی ہے۔ آج کل صابن کی وجہ سے اس کی ضرورت نہیں۔

(صفحہ ہٰذا)

۱؎ روئی کا استعمال بلا ضرورت ہے۔ لہٰذا محض ضائع کرنا ہے۔

۲؎ اگر ناخن ٹوٹا ہوا ہو تو الگ کر دیا جائے ورنہ کاٹنے کی ضرورت نہیں۔ بالوں اور داڑھی کا کاٹنا بھی زینت کے لیے ہوتا ہے اور میت کو اس کی اب ضرورت نہیں۔

وَالْمَرْأَةُ تُغَسِّلُ زَوْجَهَا بِخِلَافِهِ كَأُمِّ الْوَلَدِ لَا تُغَسِّلُ سَيِّدَهَا وَلَوْ مَاتَتِ امْرَأَةٌ مَعَ الرِّجَالِ يَمَّمُوْهَا كَعَكْسِهِ بِخِرْقَةٍ وَإِنْ وُجِدَ ذُوْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ يَمَّمَ بِلَا خِرْقَةٍ وَكَذَا الْخُنْثَى الْمُشْكِلُ يُيَمَّمُ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَيَجُوْزُ لِلرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ تَغْسِيْلُ صَبِيٍّ وَصَبِيَّةٍ لَمْ يَشْتَهِيَا وَلَا بَأْسَ بِتَقْبِيْلِ الْمَيِّتِ وَعَلَى الرَّجُلِ تَجْهِيْزُ امْرَأَتِهٖ وَلَوْ مُعْسِرًا فِي الْأَصَحِّ وَمَنْ لَّا مَالَ لَهٗ فَكَفَنُهٗ عَلٰى مَنْ تَلْزَمُهٗ نَفَقَتُهٗ وَإِنْ لَّمْ يُوْجَدْ مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ نَفَقَتُهٗ فَفِيْ بَيْتِ الْمَالِ فَإِنْ لَّمْ يُعْطِ عَجْزًا أَوْ ظُلْمًا فَعَلَى النَّاسِ فَيَسْأَلُ لَهُ التَّجْهِيْزَ مَنْ لَّا يَقْدِرُ عَلَيْهِ غَيْرَهٗ

بیوی اپنے خاوند کو غسل دے سکتی ہے[1] بخلاف خاوند کے کہ وہ ام ولد کی طرح ہے وہ بھی اپنے مالک کو غسل نہیں دے سکتی[2]۔ اگر مردوں کے ساتھ عورت ہو تو وہ کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائیں جس طرح اس کے برعکس صورت میں ہوتا ہے، اگر عورت کا کوئی محرم ہو تو کپڑے کے بغیر تیمم کرائے۔ ظاہر روایت کے مطابق خنثیٰ مشکل کو بھی تیمم کرایا جائے[3]۔

مرد اور عورت (دونوں) کے لیے بچے اور بچی کو غسل دینا جائز ہے جب تک وہ قابل شہوت نہ ہوں، میت کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں[4]۔

اصح قول کے مطابق عورت کی تجہیز و تکفین خاوند کے ذمہ ہے۔ اگرچہ تنگ دست ہو، جس کے پاس مال نہ ہو تو اس کا کفن اس شخص کے ذمہ ہے جو اس کے نفقہ کا کفیل ہے۔ اگر وہ شخص بھی نہ ہو جس کے ذمہ اس کا نفقہ ہے تو بیت المال سے خرچ کیا جائے اگر بیت المال دینے سے عاجز ہو یا از روئے ظلم نہ دے تو لوگوں کے ذمہ ہے۔ جو آدمی تجہیز و تکفین پر قادر نہ ہو تو وہ دوسروں سے مانگ سکتا ہے۔

---

[1] کیونکہ وہ عدت گزرنے تک حکماً اس کی بیوی شمار ہوتی ہے اسی طرح اگر وہ طلاق رجعی کی عدت گزار رہی ہے تب بھی غسل دے سکتی ہے جب کہ عورت کے مر جانے سے مرد کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے لہٰذا وہ غسل نہ دے۔

[2] ام ولد وہ لونڈی ہے جس سے مالک کی اولاد پیدا ہو وہ مالک کے مرتے ہی آزاد ہو جاتی ہے لہٰذا وہ اپنے مالک کو غسل نہیں دے سکتی۔

[3] وہ ہیجڑہ جس کی علامات واضح نہ ہوں یعنی اس کا عضو مخصوص مردوں یا عورتوں میں سے کسی ایک کی طرح نہ ہو وہ خنثیٰ مشکل ہے۔

[4] محبت یا تبرک کے طور پر میت کو بوسہ دینے میں حرج نہیں۔

وَكَفَنُ الرَّجُلِ سُنَّةً قَمِيصٌ وَإِزَارٌ وَلِفَافَةٌ مِمَّا يَلْبَسُهُ فِي حَيٰوتِهِ وَكِفَايَةً إِزَارٌ وَلِفَافَةٌ وَفُضِّلَ الْبَيَاضُ مِنَ الْقُطْنِ وَكُلٌّ مِنَ الْإِزَارِ وَاللِّفَافَةِ مِنَ الْقَرْنِ إِلَى الْقَدَمِ وَلَا يُجْعَلُ لِقَمِيصِهٖ كُمٌّ وَلَا دِخْرِيصٌ وَلَا جَيْبٌ وَلَا تُكَفُّ أَطْرَافُهُ وَتُكْرَهُ الْعِمَامَةُ فِي الْأَصَحِّ وَلُفَّ مِنْ يَسَارِهٖ ثُمَّ يَمِيْنِهٖ وَعُقِدَ إِنْ خِيفَ انْتِشَارُهُ وَتُزَادُ الْمَرْأَةُ فِي السُّنَّةِ خِمَارًا لِوَجْهِهَا وَخِرْقَةً لِرَبْطِ ثَدْيَيْهَا وَفِي الْكِفَايَةِ خِمَارًا وَيُجْعَلُ شَعْرُهَا ضَفِيْرَتَيْنِ عَلٰى صَدْرِهَا فَوْقَ الْقَمِيصِ ثُمَّ الْخِمَارُ فَوْقَهُ تَحْتَ اللِّفَافَةِ ثُمَّ الْخِرْقَةُ فَوْقَهَا وَتُجَمَّرُ الْأَكْفَانُ وِتْرًا قَبْلَ أَنْ يُدْرَجَ فِيْهَا وَكَفَنُ الضَّرُوْرَةِ مَا يُوْجَدُ

مرد کا سنت کفن قمیص، ازار اور لفافہ[1] ہے اور یہ اس طرح کے کپڑے ہوں جنہیں وہ زندگی میں پہنتا تھا[2]۔ کفن کفایہ ازار اور لفافہ ہے، سفید سوتی کفن افضل ہے۔ ازار اور لفافہ دونوں سر سے قدموں تک ہوں قمیص میں آستین، گریبان اور جیب نہ رکھی جائے اور نہ ہی اس کے کناروں کو لپیٹا جائے۔

اصح قول کے مطابق پگڑی باندھنا مکروہ ہے، کفن کو پہلے بائیں اور پھر دائیں طرف سے لپیٹا جائے اور اگر کھلنے کا ڈر ہو تو گرہ لگائی جائے۔

عورت کے سنت کفن میں چہرے کے لیے ایک دوپٹے اور پستان باندھنے کے لیے ایک کپڑے کا اضافہ کیا جائے اور کفن کفایہ میں ایک دوپٹہ زیادہ کیا جائے اور اس کے بالوں کی دو مینڈھیاں بنا کر قمیص کے اوپر سینے پر ڈالی جائیں اور اس کے اوپر دوپٹہ ہو جو لفافہ کے نیچے ہونا چاہیے۔ پستان باندھنے والا کپڑا سب سے اوپر ہو۔ میت کو کفن میں داخل کرنے سے پہلے کفن کو طاق بار (خوشبو کی) دھونی دی جائے۔ کفن ضرورت وہ ہے جو مل جائے۔

---

[1] قمیص گردن سے قدم تک ہو اس میں گریبان اور آستین نہ ہوں۔ ازار سر سے قدموں تک ہو۔ لفافہ اتنا لمبا ہو کہ سر اور قدموں سے باہر نکل جائے کیونکہ اس میں میت کو لپٹینا ہوتا ہے۔

[2] کفن ایسے کپڑے سے ہو جس کو وہ عیدوں، جمعہ اور دوسری تقریبات میں پہنتا تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا مرنے والوں کو اچھے کفن پہناؤ کیونکہ وہ ایک دوسرے کی زیارت کرتے اور اپنے اچھے کفنوں پر (بقیہ صفحہ آئندہ)

فَصْلٌ اَلصَّلٰوۃُ عَلَیْہِ فَرْضُ کِفَایَۃٍ وَاَرْکَانُہَا التَّکْبِیْرَاتُ وَالْقِیَامُ وَشَرَائِطُہَا سِتَّۃٌ اِسْلَامُ الْمَیِّتِ وَطَہَارَتُہٗ وَتَقَدُّمُہٗ وَحُضُوْرُہٗ اَوْحُضُوْرُ اَکْثَرِ بَدَنِہٖ اَوْنِصْفِہٖ مَعَ رَاْسِہٖ وَکَوْنُ الْمُصَلِّیْ عَلَیْہَا غَیْرَ رَاکِبٍ بِلَا عُذْرٍ وَکَوْنُ الْمَیِّتِ عَلَی الْاَرْضِ فَاِنْ کَانَ عَلٰی دَآبَّۃٍ اَوْعَلٰی اَیْدِی النَّاسِ لَمْ تَجُزِ الصَّلٰوۃُ عَلَی الْمُخْتَارِ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ وَسُنَنُہَا اَرْبَعٌ قِیَامُ الْاِمَامِ بِحِذَاءِ صَدْرِ الْمَیِّتِ ذَکَرًا کَانَ اَوْاُنْثٰی وَالثَّنَاءُ بَعْدَ التَّکْبِیْرَۃِ الْاُوْلٰی وَالصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الثَّانِیَۃِ وَالدُّعَاءُ لِلْمَیِّتِ بَعْدَ الثَّالِثَۃِ وَلَا یَتَعَیَّنُ لَہٗ شَیْءٌ وَاِنْ دَعَا بِالْمَاْثُوْرِ فَہُوَ اَحْسَنُ وَاَبْلَغُ ۔

نمازِ جنازہ:

میت پر نماز (جنازہ) پڑھنا فرضِ کفایہ ہے۔ اس کے ارکان تکبیریں اور قیام ہے اور اس کی شرائط چھ ہیں۔ (۱) میت کا مسلمان ہونا (۲) اس کا پاک ہونا (۳) آگے ہونا[۵] (۴) مکمل میت یا سر سمیت بدن کا نصف یا اکثر حصہ موجود ہونا[۱] (۵) نماز پڑھنے والے کا بلا عذر سوار نہ ہونا (۶) میت (کی چارپائی) کا زمین پر ہونا۔ اگر میت بلا عذر چارپائے یا لوگوں کے ہاتھوں پر ہو تو مختار مذہب کے مطابق جائز نہیں[۲]۔

نمازِ جنازہ کی سنتیں چار ہیں۔ امام کا میت کے سینے کے سامنے کھڑا ہونا میت مرد ہو یا عورت، پہلی تکبیر کے بعد ثنا پڑھنا[۳]۔ دوسری تکبیر کے بعد درود شریف اور تیسری تکبیر کے بعد دعا مانگنا اور اس کے لیے کوئی خاص دعا مقرر نہیں اگر حدیث سے ثابت شدہ دعا مانگے تو نہایت اچھی بات ہے اور وہ زیادہ پہنچنے والی ہے[۴]۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) فخر کرتے ہیں۔ البتہ بہت مہنگا نہ ہو۔

۳؎ حضور علیہ السلام کا کفن مبارک تین سفید کپڑوں میں تھا۔ لہٰذا یہی افضل ہے۔

۴؎ متاخرین علماء نے علماء و مشائخ کے لیے پگڑی کو اچھا قرار دیا جن فقہاء نے مکروہ قرار دیا وہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے سرِ انور پر بھی پگڑی نہیں باندھی گئی نیز اسی طرح کفن کے کپڑے طاق نہیں رہیں گے۔

(صفحہ ہٰذا) ۱؎ چونکہ میت کا آگے ہونا شرط ہے لہٰذا غائبانہ نمازِ جنازہ جائز نہیں۔ اس مسئلے کی زیادہ تفصیل کے لیے امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ رضویہ کی جلد ۴ ص ۵۸ تا ۷۷ بحوالہ الہادی الحاجب عن جنازۃ الغائب ملاحظہ کیجیے (بقیہ صفحہ آئندہ)

وَمِنْهُ مَا حَفِظَ عَوْفٌ مِنْ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَيُسَلِّمُ بَعْدَ الرَّابِعَةِ مِنْ غَيْرِ دُعَاءٍ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ غَيْرِ التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى وَلَوْ كَبَّرَ الْاِمَامُ خَمْسًا لَمْ يُتْبَعْ وَلٰكِنْ يُنْتَظَرُ سَلَامُهُ فِي الْمُخْتَارِ وَلَا يُسْتَغْفَرُ لِمَجْنُوْنٍ وَصَبِيٍّ وَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا۔

اسی سے ایک دعا وہ ہے جو حضرت عوف ابن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد کی وہ یہ ہے اللھم اغفرلہ الخ۔ (ترجمہ) یا اللہ! اسے بخش دے اس پر رحم فرما اور اسے معاف کر دے اسے باعزت منزل عطا فرما اس کی قبر کو کشادہ فرما اور اسے پانی، برف اور اولوں سے دھو دے[۱]۔ اسے گناہوں سے اس طرح پاک کر دے جس طرح سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے اسے اس کے گھر سے بہتر گھر اور بہترین اہل عطا فرما۔ دنیوی بیوی سے اچھی بیوی عطا فرما جنت میں داخل فرما، عذاب قبر اور جہنم کے عذاب سے بچا۔

چوتھی تکبیر کے بعد دعا مانگے بغیر سلام پھیر دے یہ ظاہر روایت کے مطابق ہے۔ پہلی تکبیر کے علاوہ ہاتھ نہ اٹھائے[۲] اگر امام پانچویں تکبیر کہے تو اس کی اتباع نہ کی جائے۔ یہ مختار مذہب ہے۔ پاگل اور بچے کے لیے دعا نہ مانگی جائے بکہ یوں کہے۔ اللھم اجعلہ الخ (ترجمہ) یا اللہ! اسے ہمارے لیے پیشگی اجر بنا اس کو ہمارے لیے اجر اور ذخیرہ بنا اور اسے ہمارے لیے ایسا شافع بنا جس کی سفارش قبول ہو۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) ۲؎ کیونکہ نصف سے کم، نہ ہونے کے برابر ہے۔

۳؎ بارش، کیچڑ وغیرہ عذر کی وجہ سے پیچھے نہ رکھ سکتے ہوں تو جائز ہے۔

۴؎ ثنا میں وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ سے پہلے وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ پڑھیں۔

۵؎ ایک دعا وہ ہے جو ہمارے ہاں پڑھی جاتی ہے۔ یہ بھی حدیث سے ثابت ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اسے اپنی مسند امام اعظم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا وہ یہ ہے۔ اللھم اغفر لحینا الخ۔

(**فَصْلٌ**) اَلسُّلْطَانُ اَحَقُّ بِصَلٰوتِهٖ ثُمَّ نَائِبُهٗ ثُمَّ الْقَاضِیْ ثُمَّ اِمَامُ الْحَیِّ ثُمَّ الْوَلِیُّ وَلِمَنْ لَهٗ حَقُّ التَّقَدُّمِ اَنْ یَّاْذَنَ لِغَیْرِہٖ فَاِنْ صَلّٰی غَیْرُہٗ اَعَادَھَا اِنْ شَآءَ وَلَا یُعِیْدُ مَعَهٗ مَنْ صَلّٰی مَعَ غَیْرِہٖ وَمَنْ لَهٗ وِلَایَۃُ التَّقَدُّمِ فِیْھَا اَحَقُّ مِمَّنْ اَوْصٰی لَهُ الْمَیِّتُ بِالصَّلٰوۃِ عَلَیْهِ عَلَی الْمُفْتٰی بِهٖ وَاِنْ

نمازِ جنازہ کون پڑھائے :

نمازِ جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق بادشاہ کو ہے پھر اس کا نائب پھر قاضی[1]۔ اس کے بعد محلے کا امام[2] اور پھر ولی زیادہ حق رکھتا ہے[3]۔ اور جس شخص کو آگے ہونے کا حق ہے وہ دوسرے کو اجازت دے سکتا ہے اور اگر اس کے غیر نے (اجازت کے بغیر) پڑھائی تو اسے لوٹانے کا حق ہے۔ اگر چاہے۔ البتہ جن لوگوں نے اس کے غیر کے پیچھے پڑھی ہے وہ نہ لوٹائیں[4] اور جس شخص کو آگے ہونے کا حق ہے وہ اس سے زیادہ حق رکھتا ہے جس کے بارے میں میت نے وصیت کی ہے کہ وہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھائے۔ اسی قول پر فتویٰ ہے۔ اگر نمازِ جنازہ

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ۱؎ یہ پاک کرنے سے کنایہ ہے یعنی اسے خوب پاک فرما دے۔

۲؎ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کی نمازِ جنازہ پڑھتے تو پہلی تکبیر میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اور چونکہ ہر تکبیر رکعت کے قائم مقام ہے اور صرف پہلی رکعت میں تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں لہٰذا یہاں بھی یہی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔

(صفحہ ہٰذا) ۱؎ دراصل نماز کا حق میت کے ورثاء کو حاصل ہے لیکن امام اور بادشاہ وغیرہ کی امامتِ عظمیٰ کے پیشِ نظر ان کو مقدم کیا گیا۔

۲؎ اگر محلے کا امام ولی سے افضل ہو تو ولی پر مقدم ہے ورنہ ولی کو زیادہ حق ہوگا۔ (طحطاوی علی المراقی)۔

۳؎ علامہ نورالدین علی مقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میت کا باپ اور بیٹا ہوں تو باپ کو آگے کیا جائے کیونکہ جنازہ سے مقصود دعا ہے اور بیٹے کے حق میں باپ کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین دعائیں (جلدی) قبول ہوتی ہیں، مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور بیٹے کے حق میں باپ کی دعا۔

۴؎ کیونکہ ان کی طرف سے فرضیت ادا ہو گئی اور جنازہ بطور نفل نہیں پڑھا جاتا۔

دُفِنَ بِلَا صَلٰوۃٍ صُلِّیَ عَلٰی قَبْرِہٖ وَاِنْ لَّمْ یُغَسَّلْ مَالَمْ یَتَفَسَّخْ وَاِذَا اجْتَمَعَتِ الْجَنَائِزُ فَالْاِفْرَادُ بِالصَّلٰوۃِ لِکُلٍّ مِّنْهَا اَوْلٰی وَیُقَدَّمُ الْاَفْضَلُ فَالْاَفْضَلُ وَاِنِ اجْتَمَعْنَ وَصُلِّیَ عَلَیْهَا مَرَّۃً جَعَلَهَا صَفًّا طَوِیْلًا مِّمَّا یَلِی الْقِبْلَۃَ بِحَیْثُ یَکُوْنُ صَدْرُ کُلٍّ قُدَّامَ الْاِمَامِ وَرَاعَی التَّرْتِیْبَ فَیَجْعَلُ الرِّجَالَ مِمَّا یَلِی الْاِمَامَ ثُمَّ الصِّبْیَانَ بَعْدَهُمْ ثُمَّ الْخُنَاثٰی ثُمَّ النِّسَآءَ وَلَوْ دُفِنُوْا فِیْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ وَضَعُوْا عَلٰی عَکْسِ هٰذَا وَلَا یَقْتَدِیْ بِالْاِمَامِ مَنْ وَّجَدَهٗ بَیْنَ تَکْبِیْرَتَیْنِ بَلْ یَنْتَظِرُ تَکْبِیْرَ الْاِمَامِ فَیَدْخُلُ مَعَهٗ وَیُوَافِقُهٗ فِیْ دُعَائِهٖ ثُمَّ یَقْضِیْ مَافَاتَهٗ قَبْلَ رَفْعِ الْجَنَازَۃِ

کے بغیر دفن کیا جاتے تو جب تک جسم پھٹ نہ جائے اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے۔ اگرچہ غسل نہ دیا گیا ہو۔[1] اگر کئی جنازے جمع ہوں تو ہر ایک کے لیے الگ نماز پڑھنا بہتر ہے۔ افضل کو مقدم کیا جاتے پھر (دوسرے درجے پر) افضل کو۔ اگر کئی جنازے اکٹھے ہوں اور ان پر ایک ہی مرتبہ نماز جنازہ پڑھی جائے تو قبلہ کی جانب ایک طویل صف بنائیں اور وہ اس طرح کہ ہر ایک کا سینہ امام کے سامنے ہو اور ترتیب کا خیال رکھا جائے۔ امام کی طرف پہلے مردوں کو رکھیں پھر بچوں۔ ان کے بعد ہیجڑوں اور پھر عورتوں کو۔[2]

اگر سب کو ایک ہی قبر میں دفن کریں تو اس کے برعکس رکھیں۔[3] جو شخص امام کو دو تکبیروں کے درمیان پائے وہ اقتدا نہ کرے بلکہ امام کے تکبیر کہنے کی انتظار کرے اور اس کے ساتھ (نماز میں) داخل ہو کر دعا میں موافقت کرے پھر جنازے کے اٹھانے سے پہلے فوت شدہ کو پورا کرے۔[4]

---

[1] چونکہ جنازہ بدن پر پڑھا جاتا ہے اور وہ اعضاء کے متفرق کی وجہ سے باقی نہیں رہا ہے لہٰذا اب قبر پر بھی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ جسم کے پھٹنے کے لیے دنوں کا تعین نہیں کیونکہ موسم، جگہ اور خود مرنے والے کے جسم کا اعتبار ہوتا ہے لہٰذا جب غالب رائے ہو جائے تو اس پر عمل کیا جائے گا۔

[2] اگر سب مرد ہوں تو ان میں جو شخص علم اور عمر کے اعتبار سے افضل ہو وہ امام کے قریب رکھا جائے۔

[3] قبلہ کی طرف افضل کو رکھا جائے۔ شہداءِ احد کے سلسلے میں اسی طرح کیا گیا۔

[4] امام کے سلام پھیرنے کے بعد جو کچھ رہ گیا ہے اسے پورا کرے اگر صرف تکبیر کہہ سکتا ہے تو اسی پر اکتفاء کرلے۔

وَلَا يَنْتَظِرُ تَكْبِيْرَ الْإِمَامِ مَنْ حَضَرَ تَحْرِيْمَتَهٗ وَمَنْ حَضَرَ بَعْدَ التَّكْبِيْرَةِ الرَّابِعَةِ قَبْلَ السَّلَامِ فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ فِي الصَّحِيْحِ وَتُكْرَهُ الصَّلٰوةُ عَلَيْهِ فِيْ مَسْجِدِ الْجَمَاعَةِ وَهُوَ فِيْهِ اَوْخَارِجَهٗ وَبَعْضُ النَّاسِ فِي الْمَسْجِدِ عَلَى الْمُخْتَارِ وَمَنِ اسْتَهَلَّ سُمِّيَ وَغُسِلَ وَصُلِّيَ عَلَيْهِ وَاِنْ لَّمْ يَسْتَهِلَّ غُسِلَ فِي الْمُخْتَارِ وَاُدْرِجَ فِيْ خِرْقَةٍ وَّدُفِنَ وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ كَصَبِيٍّ سُبِيَ مَعَ اَحَدِ اَبَوَيْهِ اِلَّا اَنْ يُّسْلِمَ اَحَدُهُمَا اَوْ هُوَ اَوْلَمْ يُسْبَ اَحَدُهُمَا مَعَهٗ وَاِنْ كَانَ لِكَافِرٍ قَرِيْبٌ مُسْلِمٌ غَسَلَهٗ كَغَسْلِ خِرْقَةٍ نَجِسَةٍ وَكَفَنَهٗ فِيْ خِرْقَةٍ وَاَلْقَاهُ فِيْ حُفْرَةٍ اَوْدَفَعَهٗ اِلٰى اَهْلِ مِلَّتِهٖ

اور جو شخص تکبیر تحریمہ کے بعد حاضر ہوا وہ دوسری تکبیر کی انتظار نہ کرے[1]۔ اور جو آدمی چوتھی تکبیر میں سلام سے پہلے حاضر ہوا صحیح قول کے مطابق اس سے نماز جنازہ رہ گئی[2]۔

جس مسجد میں جماعت ہوتی ہو وہاں جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔ جب کہ میت مسجد میں ہو یا وہ تو باہر ہو لیکن بعض لوگ مسجد میں ہوں۔ یہ مختار مذہب کے مطابق[3] ہے۔

جس بچے نے پیدا ہونے کے بعد آواز نکالی اس کا نام رکھا جائے غسل دیا جائے اور نماز جنازہ پڑھی جائے[4]۔ اور اگر آواز نہیں نکالی تو مختار مذہب یہ ہے کہ اسے غسل دے کر ایک کپڑے میں لپیٹا جائے اور دفن کر دیا جائے اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ جیسے اس بچے کا حکم ہے جو اپنے ماں باپ میں سے کسی ایک کے ساتھ قیدی ہو کر آیا[5]۔ البتہ اگر ان میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے یا وہ خود مسلمان ہوا یا ماں باپ میں سے کوئی ایک بھی اس کے ساتھ قیدی نہیں ہوا (تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی[6])

اگر کافر میت کا کوئی مسلمان رشتہ دار ہو تو وہ اسے اس طرح غسل دے جس طرح ناپاک کپڑے کو دھویا جاتا ہے پھر اسے ایک کپڑے میں کفن دے کر کسی گڑھے میں پھینک دے[7] یا اس کے ہم مذہب لوگوں کے حوالے کر دے[8]۔

---

[1] بلکہ تکبیر کہہ کر شامل ہو جائے۔

(بقیہ صفحہ آئندہ)

وَلَا يُصَلّٰى عَلٰى بَاغٍ وَقَاطِعِ طَرِيْقٍ قُتِلَ فِيْ حَالَةِ الْمُحَارَبَةِ وَقَاتِلٍ بِالْخَنَقِ غِيْلَةً وَمُكَابِرٍ فِي الْمِصْرِ لَيْلًا بِالسِّلَاحِ وَمَقْتُوْلٍ عَصَبِيَّةً وَاِنْ غُسِلُوْا وَقَاتِلُ نَفْسِهٖ يُغْسَلُ وَيُصَلّٰى عَلَيْهِ لَا عَلٰى قَاتِلِ اَحَدِ اَبَوَيْهِ عَمَدًا۔

باغی[1] اور ڈاکو جو لڑائی کی حالت میں مر جائے، وہ شخص جو لوگوں کو دھوکے سے گلا گھونٹ کر مارتا ہے، جو شخص رات کو شہر میں ہتھیار لے کر ڈاکہ ڈالتا ہے نیز وہ شخص جو عصبیت میں (لڑتے ہوئے) قتل کیا گیا ان سب کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے[2] اگرچہ ان کو غسل دیا جائے گا۔[3] خودکشی کرنے والے کو غسل دیا جائے، اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے[4] لیکن ماں باپ میں سے ایک کو جان بوجھ کر قتل کرنے والے کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے[5]۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) ؎۲ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک یہ شخص تکبیر کہہ کر ساتھ مل جائے پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد اور میت کو اٹھانے سے پہلے تین تکبیریں کہے اسی پر فتویٰ ہے۔ (مراقی الفلاح)

؎۳ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے کوئی اجر نہیں۔

؎۴ اگرچہ اس بچے کی خلقت مکمل نہیں ہوئی تاہم کسی نہ کسی صورت میں وہ ایک جان ہے لہٰذا اس کو غسل دے کر دفن کیا جائے۔

؎۵ چونکہ یہ بچہ دنیوی احکام میں اپنے ماں باپ کے تابع ہے لہٰذا اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

؎۶ کیونکہ اسے مسلمان ماں یا باپ کے تابع سمجھا جائے گا خود مسلمان ہونے کی صورت میں اس کے اسلام کا اعتبار کیا جائے اللہ تنہا قیدی ہونے کی صورت میں چونکہ وہ کافر ماں باپ کے تابع نہیں اور ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے لہٰذا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔ خود مسلمان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اتنی عمر کا ہو کہ اسلام کو سمجھتا ہو۔ اب وہ ماں باپ کے تابع نہیں سمجھا جائے گا۔

؎۷ یعنی اس کے کفن، غسل اور قبر میں سنت طریقہ اختیار نہ کیا جائے اور نہ ہی اس کی قبر میں اترے کیونکہ اس وقت اس پر لعنت اترتی ہے اور مسلمان تو رحمت کا محتاج ہوتا ہے۔

؎۸ یہ سب کچھ حق قرابت کی بنیاد پر کیا جائے گا۔

(صفحہ ہذا) ؎۱ باغی وہ شخص ہے جو مسلمان حکمران کے خلاف بغاوت کرتا ہے۔

؎۲ اگر یہ لوگ پکڑے جانے کے بعد قتل کیے جائیں تو غسل بھی دیا جاتا اور نماز جنازہ بھی پڑھی جاتی۔

؎۳ ان تمام افراد کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں فساد پھیلاتے ہیں۔

(فَصْلٌ فِیْ حَمْلِهَا وَدَفْنِهَا) يُسَنُّ لِحَمْلِهَا اَرْبَعَةُ رِجَالٍ وَيَنْبَغِيْ حَمْلُهَا اَرْبَعِيْنَ خُطْوَةً يَبْدَأُ بِمُقَدَّمِهَا الْاَيْمَنِ عَلٰى يَمِيْنِهٖ وَيَمِيْنُهَا مَاكَانَ جِهَةَ يَسَارِ الْحَامِلِ ثُمَّ مُؤَخَّرِهَا الْاَيْمَنِ عَلَيْهِ ثُمَّ مُقَدَّمِهَا الْاَيْسَرِ عَلٰى يَسَارِهٖ ثُمَّ يَخْتِمُ الْاَيْسَرَ عَلَيْهِ وَيُسْتَحَبُّ الْاِسْرَاعُ بِهَا بِلَا خَبَبٍ وَهُوَ مَا يُؤَدِّيْ اِلَى اضْطِرَابِ الْمَيِّتِ وَالْمَشْيُ خَلْفَهَا اَفْضَلُ مِنَ الْمَشْيِ اَمَامَهَا كَفَضْلِ صَلٰوةِ الْفَرْضِ عَلَى النَّفْلِ وَيُكْرَهُ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ وَالْجُلُوْسُ قَبْلَ وَضْعِهَا

میت کو اٹھانا اور دفن کرنا:

اسے (میت کو) اٹھانے کے لیے چار مردوں کا ہونا سنت [۱] ہے اور اسے چالیس قدم اٹھانا چاہیئے [۲] پہلے اس کی اگلی دائیں جانب کو اپنے دائیں کاندھے پر اٹھائے اور اس کی دائیں جانب وہ ہے جو اٹھانے والے کی بائیں جانب ہے۔ پھر پچھلی دائیں جانب کو دائیں کاندھے پر اٹھاتے پھر اگلی بائیں جانب کو اپنے بائیں کاندھے پر اٹھائے۔ اس کے بعد پچھلی بائیں جانب کو بائیں کاندھے پر اٹھاتے ہوئے ختم کرے۔

میت کو تیز لے جانا مستحب ہے لیکن اتنا تیز نہ چلے کہ میت کا جسم حرکت کرنے لگے [۳]۔ میت کے پیچھے چلنا آگے چلنے سے افضل ہے جیسے فرض نماز کو نفل نماز پر فضیلت حاصل [۴] ہے۔ بلند آواز سے ذکر کرنا [۵] اور اسے (میت کو) رکھنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ [۶] ہے۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) [۴] خودکشی کرنے والا اگرچہ گنہگار ہوتا ہے لیکن اس کا عمل اس کی ذات تک محدود ہوتا ہے لہٰذا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

[۵] ماں باپ کی عزت و احترام اولاد پر لازم ہے لہٰذا جو شخص ظلم کے طور پر ماں باپ کو قتل کرتا ہے وہ اس لائق نہیں کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے

(اس متن کا حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(حاشیہ صفحہ سابقہ)

۱؎ اس طرح اٹھانے میں میت کی عزت و تکریم بھی ہے اور اٹھانے والوں کے لیے آسانی بھی، نیز اس بے سامان اٹھانے کے ساتھ مشابہت بھی پیدا نہیں ہوتی۔ اگر بچہ ہو تو اس کو ایک آدمی ہاتھوں پر اٹھائے نیز میت کو بلا ضرورت پیٹھ پر یا جانور پر لے جانا مکروہ ہے۔

(مراقی الفلاح)

۲؎ یعنی اٹھانے والوں میں سے ہر ایک چالیس قدم اٹھا کر چلے۔ ہر پائے کے ساتھ دس قدم چلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے چالیس قدم جنازہ اٹھایا اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۳؎ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جنازہ جلدی لے جاؤ لیکن تیز نہ دوڑو۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا" اگر وہ نیک ہے تو اس کو بھلائی (ثواب) کی طرف لے جا رہے ہو اور اگر ایسا نہیں تو وہ بُرا ہے اسے اپنی گردنوں سے (جلدی) اتارو۔ تجہیز و تکفین میں بھی جلدی کرنا مناسب ہے۔

۴؎ حضور علیہ السلام اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے جنازے سے پیچھے چلے تھے۔ نیز تمام لوگوں کا جنازے سے آگے نکل جانا مکروہ ہے۔ سواری پر بھی جا سکتا ہے لیکن سوار جنازے کے پیچھے جائے آگے نہیں۔

۵؎ آہستہ آواز سے ذکر کرنے اور غور و فکر میں مشغول رہنے میں کوئی حرج نہیں لیکن دنیوی گفتگو سے پرہیز کیا جائے۔

۶؎ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو آدمی جنازے کے ساتھ جائے وہ جنازے رکھنے سے پہلے نہ بیٹھے"

وَيُحْفَرُ الْقَبْرُ نِصْفَ قَامَةٍ اَوْ اِلَى الصَّدْرِ وَاِنْ زِيْدَ كَانَ حَسَنًا وَيُلْحَدُ وَلَا يُشَقُّ اِلَّا فِىْ اَرْضٍ رِخْوَةٍ وَيُدْخَلُ الْمَيِّتُ مِنْ جِهَةِ الْقِبْلَةِ وَيَقُوْلُ وَاضِعُهٗ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُوَجَّهُ اِلَى الْقِبْلَةِ عَلٰى جَنْبِهِ الْاَيْمَنِ وَتُحَلُّ الْعُقَدُ وَيُسَوَّى اللَّبِنُ عَلَيْهِ وَالْقَصَبُ وَكُرِهَ الْاٰجُرُّ وَالْخَشَبُ وَاَنْ يُّسَجّٰى قَبْرُهَا لَا قَبْرُهٗ وَيُهَالُ التُّرَابُ وَيُسَنَّمُ الْقَبْرُ وَلَا يُرَبَّعُ وَيَحْرُمُ الْبِنَاءُ عَلَيْهِ لِلزِّيْنَةِ وَيُكْرَهُ لِلْاِحْكَامِ بَعْدَ الدَّفْنِ وَلَا بَاْسَ بِالْكِتَابَةِ عَلَيْهِ لِئَلَّا يَذْهَبَ الْاَثَرُ وَلَا يُمْتَهَنَ وَيُكْرَهُ الدَّفْنُ فِى الْبُيُوْتِ لِاخْتِصَاصِهٖ بِالْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

قبر نصف قد یا سینے تک کھودی جائے اگر اس سے زیادہ ہو تو اچھا ہے۔ قبر کو لحد کی صورت میں بنایا جاتے۔ شق صرف نرم زمین میں بنائی جاتے[1] میت کو قبلہ کی طرف سے داخل کیا جاتے[2] اور اسے رکھنے والا کہے بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے نام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر اسے رکھتا ہوں)
اسے دائیں پہلو پر رکھتے ہوئے قبلہ رخ کر دیا جائے گرہیں کھول دی جائیں[4] اور قبر پر کچی اینٹیں اور بانس وغیرہ برابر کر دیے جائیں۔ پکی اینٹیں اور لکڑی رکھنا مکروہ ہے[5]۔ عورت کی قبر کو ڈھانپا جائے۔ مرد کی قبر کو نہیں۔ قبر پر مٹی ڈالی جائے اور اسے کوہان نما بنایا جائے۔ مربع صورت میں نہ بنایا جائے[6]۔ قبر پر زینت کے لیے عمارت تعمیر نہ کی جائے، دفن کے بعد مضبوطی کے لیے عمارت بنانا بھی مکروہ ہے[7]۔ قبر پر لکھنے میں کوئی حرج نہیں تاکہ اس کی نشانی زائل نہ ہو[8] اور گھروں میں دفن کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ بات انبیاء کرام علیہم السلام سے مخصوص ہے۔

---

[1] اس طرح میت درندوں وغیرہ سے محفوظ رہتی ہے۔ اور اگر بدبو وغیرہ ہو تو ظاہر نہیں ہوتی۔
[2] حضور علیہ السلام نے فرمایا لحد ہمارے لیے ہے اور شق دوسروں کے لیے۔ لحد ایسی قبر کو کہتے ہیں جسے سیدھا کھود کر قبلہ کی طرف بغل میں قبر بنائی جائے اور شق بالکل سیدھے گڑھے کو کہا جاتا ہے۔ نرم زمین میں لحد بنانا مشکل ہے لہٰذا شق کھودی جاتے۔
[3] یعنی میت کو قبر کے اس کنارے پر رکھیں جو قبلہ کی جانب ہے پھر اٹھا کر قبر میں رکھیں۔ (بقیہ صفحہ آئندہ)

وَيُكْرَهُ الدَّفْنُ فِي الْفَسَاقِيْ وَلَا بَأْسَ بِدَفْنِ أَكْثَرَ مِنْ وَاحِدٍ فِيْ قَبْرٍ لِلضَّرُوْرَةِ وَيُحْجَزُ بَيْنَ كُلِّ اثْنَيْنِ بِالتُّرَابِ وَمَنْ مَاتَ فِيْ سَفِيْنَةٍ وَكَانَ الْبَرُّ بَعِيْدًا اَوْخِيْفَ الضَّرَرُ غُسِلَ وَكُفِّنَ وَصُلِّيَ عَلَيْهِ وَ اُلْقِيَ فِي الْبَحْرِ وَيُسْتَحَبُّ الدَّفْنُ

فساقی میں دفن کرنا مکروہ ہے[۱]۔ ضرورت کے تحت ایک قبر میں ایک سے زائد کو دفن کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن ہر دو میتوں کے درمیان مٹی کے ذریعے رکاوٹ بنائی جائے[۲]۔ جو شخص کشتی میں مر جائے اور خشکی دور ہو یا خراب ہونے کا ڈر ہو تو غسل دیا جائے، کفن پہنایا جائے، نماز جنازہ پڑھی جائے اور سمندر میں ڈال دیا جائے۔ میت کو اُس مقام پر دفن کرنا مستحب ہے،

(بقیہ صفحہ سابقہ) ۵۴ گرہ کھولتے والا یہ الفاظ کہے۔ "اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنّا بعدہ" یا اللہ! ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر اور اس کے بعد ہمیں فتنے میں مبتلا نہ کرنا۔

۵۵ اگر کچی اینٹیں نہ ہوں تو پکی اینٹیں اور لکڑیاں بھی رکھی جا سکتی ہیں یعنی جو کچھ میسر ہو مثلاً پتھر کی سلیں ہوں تو وہ رکھ دیں بعض مشائخ نے فرمایا کہ پکی اینٹیں زینت کی بنیاد پر مکروہ ہیں اگر یہ مقصد نہ ہو تو حرج نہیں۔ (مراقی الفلاح)

۵۶ حضور علیہ السلام نے قبر کو مربع صورت میں بنانے سے منع فرمایا۔ (مراقی الفلاح)

۵۷ اس سے مراد عام مسلمانوں کی قبریں ہیں یا تکلفات اور فخر و زینت کے لیے ایسا کرنا مراد ہے یا یہ کہ اندر سے قبر پختہ کرنا منع ہے۔ باہر سے پختہ کر سکتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پختہ پتھر سے بنوائی تھی۔ (جاء الحق ص ۲۹۰)

(صفحہ ہذا) ۱ فساقی سے مراد یہ ہے کہ ایک جگہ کو چاروں طرف سے دیواریں بنا کر گھیر لیا جائے اور اس میں کئی آدمی کھڑے ہو سکتے ہوں۔ یہاں دفن کرنا اس لیے منع ہے کہ یہ زمین میں قبر نہیں کھودی گئی بلکہ اس کے اوپر ہی دفن کر دیا گیا دوسری بات یہ ہے کہ بلا ضرورت کئی آدمی ایک قبر میں دفن کیے گئے۔ تیسری خرابی یہ کہ کسی پردے اور رکاوٹ کے بغیر مردوں اور عورتوں کو اکٹھا کیا جاتا ہے۔ وغیرہ۔ (بحر الرائق جلد ۲ ص ۱۹۵)

۲ اگر تمام مرد ہوں تو ان میں سے افضل کو قبلہ کی جانب کیا جائے۔ اگر مرد عورتیں اور بچے ہوں تو قبلہ کی طرف مرد پھر بچہ پھر مخنث اور پھر عورت کو رکھا جائے۔ بعض غزوات میں ضرورت کے تحت کئی کئی شہداء کرام کو ایک ایک قبر میں دفن کیا گیا۔

فِی مَحَلٍّ مَاتَ بِہٖ اَوْ قُتِلَ فَاِنْ نُقِلَ قَبْلَ الدَّفْنِ قَدْرَ مِیْلٍ اَوْ مِیْلَیْنِ لَا بَاْسَ بِہٖ وَکُرِہَ نَقْلُہٗ لِاَکْثَرَ مِنْہُ وَلَا یَجُوْزُ نَقْلُہٗ بَعْدَ دَفْنِہٖ بِالْاِجْمَاعِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ الْاَرْضُ مَغْصُوْبَۃً اَوْ اُخِذَتْ بِالشُّفْعَۃِ وَاِنْ دُفِنَ فِیْ قَبْرٍ حُفِرَ لِغَیْرِہٖ ضَمِنَ قِیْمَۃَ الْحَفْرِ وَلَا یُخْرَجُ مِنْہُ وَیُنْبَشُ لِمَتَاعٍ سَقَطَ فِیْہِ وَلِکَفَنٍ مَغْصُوْبٍ وَمَالٍ مَعَ الْمَیِّتِ وَلَا یُنْبَشُ بِوَضْعِہٖ لِغَیْرِ الْقِبْلَۃِ اَوْ عَلٰی یَسَارِہٖ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

جہاں وہ فوت یا قتل ہوا[1]۔ اگر دفن کرنے سے پہلے ایک یا دو میل کے فاصلے پر لے جایا جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن زیادہ فاصلے پر لے جانا مکروہ ہے۔ دفن کرنے کے بعد اسے (دوسری جگہ) لے جانا بالاتفاق جائز نہیں[2]۔ البتہ یہ کہ زمین غصب شدہ ہو یا شفعہ کے ذریعے حاصل کی گئی ہو[3]۔ اگر ایسی قبر میں دفن کیا جائے جو کسی دوسرے کے لیے کھودی گئی تھی تو کھودنے کی قیمت (مزدوری) دینا ہوگی لیکن میت کو وہاں سے نہ نکالا جائے۔ قبر میں گرنے والے سامان، غصب شدہ کفن اور میت کے ساتھ دفن ہونے والے مال کے لیے قبر کھودی جائے[4]۔ قبلہ رُخ نہ رکھنے یا بائیں پہلو پر لٹائے جانے کی وجہ سے قبر نہ کھولی جائے۔

---

[1] حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کا شام میں انتقال ہوا اور وہاں سے آپ کی میت کو لایا گیا۔ جب ام المومنین رضی اللہ عنہا نے زیارت کی تو فرمایا اگر معاملہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں آپ کو منتقل نہ کرتی اور جہاں آپ کا وصال ہوا وہیں دفن کر دیتی۔

[2] یہ اس وقت ہے جب قبر پر مٹی وغیرہ ڈال دی جائے اس سے پہلے نکالا جا سکتا ہے۔

[3] کسی نے زمین خریدی اور میت کو وہاں دفن کر دیا پھر شفیع نے شفعہ کے ذریعے زمین حاصل کر لی تو اب نکال سکتے ہیں۔

[4] اگر کفن کا مالک کفن چھوڑنے پر راضی ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ کھودی جائے اسی طرح سامان اور مال کو ضائع ہونے سے بچانے اور کام میں لانے کے لیے قبر کھودی جا سکتی ہے۔

(فَصْلٌ فِیْ زِیَارَةِ الْقُبُوْرِ) نُدِبَ زِیَارَتُهَا لِلرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ عَلَی الْاَصَحِّ وَیُسْتَحَبُّ قِرَاءَةُ یٰسٓ لِمَا وَرَدَ اَنَّهٗ مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ وَ قَرَاَ یٰسٓ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْهُمْ یَوْمَئِذٍ وَ کَانَ لَهٗ بِعَدَدِ مَا فِیْهَا حَسَنَاتٌ وَّلَا یُکْرَهُ الْجُلُوْسُ لِلْقِرَاءَةِ عَلَی الْقَبْرِ فِی الْمُخْتَارِ وَکُرِهَ الْقُعُوْدُ عَلَی الْقُبُوْرِ لِغَیْرِ قِرَاءَةٍ وَوَطْؤُهَا وَالنَّوْمُ وَ قَضَاءُ الْحَاجَةِ عَلَیْهَا وَ قَلْعُ الْحَشِیْشِ وَالشَّجَرِ مِنَ الْمَقْبَرَةِ وَلَا بَاْسَ بِقَلْعِ الْیَابِسِ مِنْهُمَا

زیارتِ قبور:

اصح قول کے مطابق مردوں اور عورتوں کے لیے زیارتِ قبور مستحب[1] ہے اور سورۂ یٰسین پڑھنا بھی مستحب ہے، کیونکہ (حدیث شریف میں) وارد ہوا ہے کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہو کر سورۂ یٰسین پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس دن ان پر آسانی فرماتا ہے اور پڑھنے والے کو اہلِ قبور کی تعداد کے مطابق نیکیاں ملتی ہیں[2] مختار مذہب کے مطابق تلاوتِ قرآن کے لیے قبر پر بیٹھنا مکروہ نہیں۔ تلاوتِ قرآن کے بغیر قبروں پر بیٹھنا، پاؤں سے روندنا، اس پر سونا اور قضائے حاجت کرنا مکروہ ہے۔ قبرستان سے گھاس اور درخت کاٹنا بھی مکروہ ہے۔ البتہ خشک ہوں تو کوئی حرج نہیں۔

---

[1] قبرستان میں یا کسی خاص مزار پر جانے کا ایک دینی مقصد ہوتا ہے۔ اگر اس دینی مقصد کو ہمیشہ نظر رکھا جائے تو مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے جائز ہے۔ اگر وہ مقصد پیش نظر نہ ہو تو ناجائز ہے۔

وہ مقصد یہ ہے کہ قبرستان میں جانے سے موت یاد آتی ہے۔ اہلِ قبور کے لیے فاتحہ خوانی کر کے ایصالِ ثواب کیا جائے اور ان کے لیے بخشش کی دعا مانگی جائے نیز اولیاء کرام کے مزارات مقدسہ پر حاضری سے کر ان کے روحانی فیض سے استفادہ کیا جائے۔ اور ان کے وسیلے سے بارگاہِ خداوندی میں دست سوال دراز کیا جائے۔

حدیث شریف میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبروں کی زیارت کرو۔ یہ تمہیں موت یاد دلانے والی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے آپ نے فرمایا "میں تمہیں زیارت قبور سے منع کیا کرتا تھا اب زیارت کرو اور ان لوگوں کے رحمت اور مغفرت کی دعا کرو"۔ حضرت محمد بن نعمان رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

بَابُ اَحْكَامِ الشَّهِيْدِ

اَلشَّهِيْدُ الْمَقْتُوْلُ مَيِّتٌ بِاَجَلِهٖ عِنْدَنَا اَهْلِ السُّنَّةِ وَالشَّهِيْدُ مَنْ قَتَلَهٗ اَهْلُ الْحَرْبِ اَوْ اَهْلُ الْبَغْيِ اَوْ قُطَّاعُ الطَّرِيْقِ وَاللُّصُوْصُ فِيْ مَنْزِلِهٖ لَيْلًا وَلَوْ بِمُثَقَّلٍ اَوْ وُجِدَ فِي الْمَعْرَكَةِ وَبِهٖ اَثَرٌ اَوْ قَتَلَهٗ مُسْلِمٌ ظُلْمًا عَمَدًا بِمُحَدَّدٍ

احکامِ شہید[1]:

ہم اہل سنت وجماعت کے نزدیک شہید مقتول، اپنی اجل سے فوت ہوتا ہے[2]، شہید وہ ہے جس کو جنگ لڑنے والوں، باغیوں، ڈاکوؤں یا چوروں نے رات کو (یا دن کو) گھر میں قتل کر دیا ہو[3] اگرچہ کسی وزنی (بے دھار) چیز سے مارا ہو۔ یا وہ میدان جنگ میں پایا گیا اور اس پر (زخم کا) نشان ہو یا اسے کسی مسلمان نے جان بوجھ کر تیز دھار آلہ کے ساتھ قتل کیا ہو[4]

(بقیہ صفحہ سابقہ) جس نے جمعہ کے دن اپنے ماں باپ (دونوں) یا کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اس کو بخش دیا جاتا اور نیکوکار لکھا جاتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود جنت البقیع میں تشریف لے جاتے اور فرماتے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اَسْاَلُ اللّٰهَ لِيْ وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ

اے مومن قوم کی بستی میں بسنے والو! بے شک ہم بھی اللہ نے چاہا تو تم سے آملیں گے۔ میں اپنے اور تمہارے لیے عافیت کا سوال کرتا ہوں —— ہمیں بھی چاہیے کہ قبرستان میں داخل ہوتے وقت یہی کلمات پڑھیں۔ زیارت قبور کے سلسلے میں یہ بات یاد رہے کہ قبر کو سجدہ حرام ہے، وہاں گپ شپ لگانا یا مسرت کا اظہار کرنا، مردوں اور عورتوں کا اختلاط اور غفلت کا مظاہرہ ناجائز ہے۔ آج کل کے حالات کے پیش نظر امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ نے عورتوں کو قبروں پر جانے سے منع فرمایا ہے۔

۲ے قرآن پاک کی کوئی سورت یا آیات پڑھ کر یا صدقہ دے کر میت کو ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے اور اس سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے، بارگاہ نبوی میں عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، ہم اپنے مرنے والوں کی طرف سے صدقہ دیتے یا حج کرتے ہیں اور ان کے لیے دعا مانگتے ہیں کیا ان کو ثواب پہنچتا ہے۔ آپ نے فرمایا "ہاں پہنچتا ہے اور وہ اس پر اس طرح خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کوئی دستر خوان پر خوش ہوتا ہے"۔ الحمد للہ! اہل سنت وجماعت اسی عقیدے کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ جمعرات کو کھانے پر فاتحہ پڑھ کر فوت شدہ اقرباء کو ایصال ثواب کرنا اور دیگر مجالس ایصالِ ثواب تیجہ، چالیسواں وغیرہ اچھا عمل ہے لیکن ان مواقع پر دعوتوں کا اہتمام جائز نہیں بلکہ اہل محلہ کا فرض ہے کہ اہلِ میت کے مہمانوں کو کھانا کھلائیں۔ (اس متن کا حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وَكَانَ مُسْلِمًا بَالِغًا خَالِيًا عَنْ حَيْضٍ وَنِفَاسٍ وَجَنَابَةٍ وَلَمْ يُرْتَثَّ بَعْدَ انْقِضَاءِ الْحَرْبِ فَيُكَفَّنُ بِدَمِهٖ وَثِيَابِهٖ وَيُصَلّٰى عَلَيْهِ بِلَا غُسْلٍ وَيُنْزَعُ عَنْهُ مَا لَيْسَ صَالِحًا لِلْكَفَنِ كَالْفَرْوِ وَالْحَشْوِ وَالسِّلَاحِ وَالدِّرْعِ وَيُزَادُ وَيُنْقَصُ فِيْ ثِيَابِهٖ وَكُرِهَ نَزْعُ جَمِيْعِهَا وَيُغَسَّلُ اِنْ قُتِلَ صَبِيًّا اَوْ مَجْنُوْنًا

اور وہ (مقتول) مسلمان اور بالغ ہو جو حیض، نفاس اور جنابت سے پاک ہو اور لڑائی ختم ہونے کے بعد پرانا نہ پڑا ہو[1] اسے اس کے خون اور کپڑوں میں دفن کیا جائے[2] اور غسل دیے بغیر اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے نیز وہ کپڑے جو کفن کی صلاحیت نہیں رکھتے مثلاً پوستین اور روئی بھرے کپڑے (اس طرح زرہ والا لباس) اتار دیے جائیں اور (حسب ضرورت) اس کے کپڑوں میں کمی زیادتی کی جائے تمام کپڑوں کا اتارنا مکروہ ہے۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ متن) ۱ لفظ شہید، صفت مشبہ ہے اور اس کا مادہ اشتقاق لفظ شہادت ہے جس کا معنیٰ گواہی دینا اور حاضر ہونا ہے۔ یہاں لفظ شہید اسم فاعل کے معنیٰ میں بھی ہو سکتا ہے اور اسم مفعول کے معنیٰ میں بھی تو مطلب یہ ہوگا کہ شہید وہ ہے جو اپنے رب کے ہاں حاضر ہو کر رزق پاتا ہے اور اس کی روح دارالسلام میں حاضر ہو جاتی ہے، نیز اس کا خون اور زخم اس کے ایمان کی گواہی دیتے ہیں یا اس نے جان کا نذرانہ پیش کر کے حق کی گواہی دی۔ یہ اسم مفعول کے معنیٰ میں ہو تو شہید کی وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ اس کی شہادت اس کے لیے جنت کی گواہی دیتی ہے یا فرشتے اس کے اعزاز کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔

۲ یعنی اسے موت اسی وقت آتی ہے جو اس کے لیے مقرر ہے۔

۳ رات کی قید اتفاقی ہے۔ یہی حکم اس شخص کا بھی ہے جس کو چوروں نے دن کو قتل کیا ہو چونکہ عام طور پر چور رات کو آتے ہیں اس لیے رات کا ذکر کیا گیا۔

۴ اگر کسی شخص کو غلطی سے یا شبہ میں قتل کیا جائے تو دیت واجب ہوتی ہے اور اس طرح ظلم کے اثرات کے کم ہو جانے کی وجہ سے اس پر شہید کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔

(صفحہ ہذا) ۱ ارتثات، رثّ سے بنا ہے جس کا معنیٰ پرانا ہو جانا ہے۔ شرعی اصطلاح میں ارتثات یہ ہے کہ مقتول نے زخمی ہونے کے بعد دنیوی فوائد حاصل کیے یا ایک نماز کا وقت گزرنے تک اس کی روح نے پرواز نہ کی۔ ارتثات کی صورت میں وہ شرعی شہید نہیں کہلائے گا بلکہ حکماً شہید ہوگا۔ حقیقی شہید وہ ہوگا جسے زخمی ہونے کے بعد کسی قسم کی گفتگو یا کھانے پینے کا موقعہ نہ ملا۔

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

اَوْ حَائِضًا اَوْ نُفَسَاءَ اَوْ جُنُبًا اَوْ ارْتُثَّ بَعْدَ انْقِضَاءِ الْحَرْبِ بِاَنْ اَكَلَ اَوْ شَرِبَ اَوْ نَامَ اَوْ تَدَاوٰى اَوْ مَضٰى وَقْتُ الصَّلٰوةِ وَهُوَ يَعْقِلُ اَوْ نُقِلَ مِنَ الْمَعْرَكَةِ لَا لِخَوْفِ وَطْءِ الْخَيْلِ اَوْ اَوْصٰى اَوْ بَاعَ اَوِ اشْتَرٰى اَوْ تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ كَثِيْرٍ وَاِنْ وُجِدَ مَا ذُكِرَ قَبْلَ انْقِضَاءِ الْحَرْبِ لَا يَكُوْنُ مُرْتَثًّا وَيُغَسَّلُ مَنْ قُتِلَ فِي الْمِصْرِ وَلَمْ يُعْلَمْ اَنَّهٗ قُتِلَ بِمُحَدَّدٍ ظُلْمًا اَوْ قُتِلَ بِحَدٍّ اَوْ قَوَدٍ يُصَلّٰى عَلَيْهِ

اگر بچہ، پاگل، حیض و نفاس والی عورت یا جنبی قتل ہو جائیں یا لڑائی ختم ہونے کے بعد کچھ دیر زندہ رہا (مرتث ہوا) مثلاً کچھ کھایا پیا، سویا، دوائی استعمال کی یا ایک نماز کا وقت گزر گیا اور اس کے ہوش و حواس قائم تھے یا میدان سے منتقل کیا گیا لیکن گھوڑوں کے روندنے کے ڈر سے نہیں، یا اس نے وصیت کی، خرید و فروخت کی یا زیادہ کلام کیا تو غسل دیا جائے گا۔[1]

اور اگر یہ تمام باتیں لڑائی ختم ہونے سے پہلے پائی جائیں تو وہ پرانا ہونے والا شمار نہیں ہوگا۔[2] اور جو شخص شہر میں مقتول پایا گیا اور معلوم نہ ہو سکا کہ اسے ظلماً قتل کیا گیا یا کسی سزا یا قصاص میں قتل کیا گیا اسے غسل دیا جائے اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) ۶ شہداء اُحد کو اسی طرح دفن کیا گیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا انہیں زخموں اور خون سمیت کفن پہناؤ۔ (صفحہ ہٰذا) ۱ چونکہ تاخیر (ارتثاث) کی وجہ سے ظلم کا اثر کم ہو گیا لہٰذا وہ شہداء اُحد کے حکم میں نہیں رہا (ہدایہ)

۲ اور اس صورت میں اسے غسل نہیں دیا جائے گا اور انہی کپڑوں میں دفن کیا جائے گا۔

سوالات

۱۔ نماز جمعہ کن لوگوں پر فرض ہے۔ اور کن شرائط کے ساتھ صحیح ہوتی ہے۔

۲۔ خطبہ جمعہ کی شرعی حیثیت کیا ہے اور اس کی سنتیں کیا کیا ہیں۔

۳۔ جمعہ کی نماز کل کتنی رکعات ہیں اور ان کی تفصیل کیا ہے۔

۴۔ عیدین کی نماز فرض ہے یا واجب، پڑھنے کا طریقہ کیا ہے اور کتنے دن تک پڑھی جا سکتی ہے۔

۵۔ عید کے دن نماز اشراق کا کیا حکم ہے۔ نیز ایام تشریق کتنے اور کون کون سے ہیں۔

۶۔ کسوف، خسوف اور استسقاء کی تعریف کریں اور ان کی نمازوں کے بارے میں وضاحت کریں۔

۷۔ بارش کے لیے دعا مع ترجمہ زبانی یاد کریں۔

۸۔ خوف کے وقت نماز پڑھنے کا طریقہ کیا ہے۔

۹۔ جب کوئی شخص قریبِ مرگ ہو تو کیا کیا جائے۔ نیز میت کو غسل دینے کا طریقہ کیا ہے۔

۱۰۔ میت کا کفن مرد اور عورت کے اعتبار سے تفصیلاً لکھیں نیز میت کی تکفین کا کیا طریقہ ہے۔

۱۱۔ نماز جنازہ کا شرعی حکم کیا ہے اور اس کے پڑھنے کا کیا طریقہ ہے۔

۱۲۔ نماز جنازہ پڑھانے کا حق دار کون ہے، اگر کئی میت اکٹھے ہوں تو نماز جنازہ کیسے پڑھی جائے گی۔ نیز غائبانہ جنازہ کا کیا حکم ہے۔

۱۳۔ مسلمان کے رشتہ دار کافر، باغی اور ڈاکو نیز ماں باپ کے قاتل کا جنازہ پڑھا جائے گا یا نہیں۔

۱۴۔ میت کی چارپائی اٹھانے اس کے ساتھ چلنے اور قبر میں داخل کرنے کا کیا طریقہ ہے۔

۱۵۔ ایک قبر میں متعدد میت دفن کرنا ہوں تو کیا طریقہ ہے اور ایسا کب کیا جا سکتا ہے۔

۱۶۔ زیارتِ قبور کا شرعی حکم کیا ہے۔ کیا عورتیں بھی زیارت قبور کے لیے جا سکتی ہیں۔

۱۷۔ شہید شرعی کون ہے۔ اس کے غسل کفن اور نماز جنازہ کا کیا حکم ہے۔

كِتَابُ الصَّوْمِ

هُوَ اِلْاِمْسَاكُ نَهَارًا عَنْ اِدْخَالِ شَيْءٍ عَمَدًا اَوْ خَطَأً بَطْنًا اَوْ مَالَهُ حُكْمُ الْبَاطِنِ وَعَنْ شَهْوَةِ الْفَرْجِ بِنِيَّةٍ مِّنْ اَهْلِهِ وَسَبَبُ وُجُوْبِ رَمَضَانَ شُهُوْدُ جُزْءٍ مِنْهُ وَكُلُّ يَوْمٍ مِّنْهُ سَبَبٌ لِوُجُوْبِ اَدَائِهِ وَهُوَ فَرْضٌ اَدَآءً وَقَضَآءً عَلٰى مَنِ اجْتَمَعَ فِيْهِ اَرْبَعَةُ اَشْيَآءَ اَلْاِسْلَامُ وَالْعَقْلُ

روزے کا بیان[1]:

دن کے وقت جان بوجھ کر یا غلطی سے پیٹ میں یا اس جگہ میں جس کو باطن کا حکم حاصل ہے کوئی چیز داخل کرنے اور شرمگاہ کی خواہش کرنے سے نیت کے ساتھ ایسے آدمی کا رکنا جو اس (نیت) کا اہل ہے، روزہ کہلاتا ہے۔

روزۂ رمضان کے واجب ہونے کا سبب اس کی ایک جزء کا پایا جانا ہے اور اس کا ہر دن وجوبِ ادا کا سبب[2] ہے۔ یہ روزہ ادا ہو یا قضا، اس آدمی پر فرض ہے جس میں چار باتیں جمع ہوں (۱) اسلام (۲) عقل

---

[1] صوم کا لغوی امساک یعنی رک جانا ہے اور شریعت کی اصطلاح میں عاقل، بالغ مسلمان کا روزے کی نیت سے صبح صادق کے طلوع سے غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے رکنا روزہ کہلاتا ہے۔

ماہِ رمضان کا روزہ فرض ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

فمن شهد منكم الشهر فليصمه

پس تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے وہ اس کا روزہ رکھے

روزہ رکھنے کا مقصد محض بھوک، پیاس برداشت کرنا نہیں بلکہ تقویٰ حاصل کرنا ہے۔ قرآن پاک میں روزے کا فلسفہ " لعلكم تتقون" "تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ" کے الفاظ سے بیان کیا گیا لہٰذا روزے کی حالت میں جھوٹ، غیبت چغلی، گالی گلوچ اور دیگر برائیوں سے اجتناب لازمی ہے، ورنہ روزہ بے مقصد ہوگا۔

[2] یعنی رمضان المبارک کا چاند نظر آتے ہی اس مہینے کے روزے واجب ہو گئے لیکن ہر دن کی ادائیگی اس وقت واجب ہوگی جب وہ دن آئے گا مثلاً ایک شخص پہلا روزہ رکھ کر فوت ہو گیا تو چونکہ اس نے باقی دنوں کو نہیں پایا لہٰذا ان دنوں کے روزے ادا کرنا اس پر واجب نہیں۔

وَالْبُلُوْغُ وَالْعِلْمُ بِالْوُجُوْبِ لِمَنْ اَسْلَمَ بِدَارِ الْحَرْبِ اَوِ الْكَوْنُ بِدَارِ الْاِسْلَامِ وَيُشْتَرَطُ لِوُجُوْبِ اَدَائِهِ الصِّحَّةُ مِنْ مَرَضٍ وَحَيْضٍ وَنِفَاسٍ وَالْاِقَامَةُ وَيُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ اَدَائِهِ ثَلَاثَةٌ اَلنِّيَّةُ وَالْخُلُوُّ عَمَّا يُنَافِيْهِ مِنْ حَيْضٍ وَنِفَاسٍ وَعَمَّا يُفْسِدُهٗ وَلَا يُشْتَرَطُ الْخُلُوُّ عَنِ الْجَنَابَةِ وَرُكْنُهُ الْكَفُّ عَنْ قَضَاءِ شَهْوَتَيِ الْبَطْنِ وَالْفَرْجِ وَمَا اُلْحِقَ بِهِمَا وَحُكْمُهُ سُقُوْطُ الْوَاجِبِ عَنِ الذِّمَّةِ وَالثَّوَابُ فِي الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

---

(۳) بلوغ (۴) اور جو آدمی دارالحرب[۱] میں مسلمان ہوا اس کو روزے کا علم ہونا یا دارالاسلام میں ہونا[۲] وجوب ادا کے صحیح ہونے کے لیے بیماری، حیض اور نفاس سے صحت یاب ہونا اور مقیم ہونا شرط ہے۔ اور ادائیگی کے صحیح ہونے کے لیے تین چیزیں شرط ہیں نیت، اس چیز سے خالی ہونا جو روزے کے منافی ہے مثلاً حیض و نفاس[۳] اور اس چیز کا نہ پایا جانا جو اس کو فاسد کر دیتی[۴] ہے۔

جنابت سے خالی ہونا شرط نہیں[۵]۔ روزے کا رکن پیٹ اور شرمگاہ کی خواہش اور جو کچھ ان دونوں سے متعلق ہے سے رکنا ہے اور اس کا حکم اس واجب کا ساقط ہونا ہے جو (مسلمان کے) ذمہ ہے اور آخرت میں ثواب حاصل کرنا ہے۔

---

[۱] دارالحرب کے لفظی معنیٰ لڑائی کی جگہ یا سرزمین جنگ ہے۔ فقہاء اسلام کی علمی اصطلاح میں دارالحرب سے مراد دشمنانِ اسلام کا وہ علاقہ یا ملک ہے جس کے باشندے دعوت اسلام مسترد کر کے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سرکشی کا اظہار کریں۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۹ ص ۱۱۰)

[۲] دارالاسلام میں سکونت رکھنے والے کی جہالت معتبر نہ ہوگی کیونکہ وہ مسلمانوں میں نشوونما پانے کی وجہ سے اسلامی تعلیمات سے آگاہ ہو سکتا ہے۔

[۳] مسافر اور بیمار پر روزہ فرض نہیں وہ دوسرے دنوں میں اس کی قضا کر سکتے ہیں جب کہ حیض و نفاس والی عورتیں اس کی اہل نہیں وہ بھی قضا کریں گی۔

[۴] مثلاً روزہ رکھا تھا پھر غلطی سے کھایا تو روزہ فاسد ہوگیا۔

[۵] جنابت روزے کے خلاف نہیں کیونکہ اس کا ازالہ ممکن ہے جب کہ حیض و نفاس کو دور کرنا انسان کے بس میں نہیں۔

(فَصْلٌ) يَنْقَسِمُ الصَّوْمُ إِلَى سِتَّةِ أَقْسَامٍ فَرْضٌ وَّوَاجِبٌ وَّمَسْنُوْنٌ وَّمَنْدُوْبٌ وَّنَفْلٌ وَّمَكْرُوْهٌ أَمَّا الْفَرْضُ فَهُوَ صَوْمُ رَمَضَانَ أَدَاءً وَّقَضَاءً وَّصَوْمُ الْكَفَّارَاتِ وَالْمَنْذُوْرِ فِي الْأَظْهَرِ وَأَمَّا الْوَاجِبُ فَهُوَ قَضَاءُ مَا أَفْسَدَهُ مِنْ صَوْمِ نَفْلٍ وَأَمَّا الْمَسْنُوْنُ فَهُوَ صَوْمُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ مَعَ التَّاسِعِ وَأَمَّا الْمَنْدُوْبُ فَهُوَ صَوْمُ ثَلَاثَةٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَّيُنْدَبُ كَوْنُهَا الْأَيَّامَ الْبِيْضَ وَهِيَ الثَّالِثَ عَشَرَ وَالرَّابِعَ عَشَرَ وَالْخَامِسَ عَشَرَ وَصَوْمُ يَوْمِ الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ وَصَوْمُ سِتٍّ مِّنْ شَوَّالٍ ثُمَّ قِيْلَ الْأَفْضَلُ وَصْلُهَا وَقِيْلَ تَفْرِيْقُهَا وَكُلُّ صَوْمٍ ثَبَتَ طَلَبُهٗ وَالْوَعْدُ عَلَيْهِ بِالسُّنَّةِ كَصَوْمِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا وَّهُوَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ وَأَحَبُّهٗ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى۔

روزے کی اقسام:

روزے کی چھ قسمیں ہیں۔ (۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) مستحب (۵) نفل (۶) مکروہ۔ فرض روزہ رمضان کا روزہ چاہے ادا ہو یا قضاء، کفاروں کے روزے[۱] اور نذر مانے ہوئے روزے ہیں[۲] یہ اظہر روایت کے مطابق ہے، واجب روزہ یہ ہے کہ نفل روزہ توڑ کر قضاء کیا جائے[۳]۔ یوم عاشورہ کا روزہ نویں تاریخ کے ساتھ رکھنا سنت ہے[۴] مستحب روزے ہر مہینے سے تین روزے رکھنا ہے اور مستحب ہے کہ وہ ایام بیض، یعنی تیرہویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کے دن ہوں[۵]، سوموار اور جمعرات[۶] کا روزہ نیز شوال کے چھ روزے ہیں۔ پھر کہا گیا ہے کہ ان کو ملا کر رکھنا افضل ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ الگ الگ رکھنا افضل ہے۔ ہر وہ روزہ جس کی طلب اور اس پر (ثواب کا) وعدہ سنت سے ثابت ہو (وہ بھی مستحب ہے) مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ کہ آپ ایک دن کا روزہ رکھتے اور ایک دن افطار فرماتے۔ یہ تمام روزوں سے افضل اور اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ پسندیدہ[۷] ہے۔

---

[۱] ظہار، قتل خطا، قسم، احرام کی حالت میں شکار وغیرہ کے کفارے میں روزہ رکھنا مراد ہے۔
[۲] مثلاً یہ کہنا کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو فلاں دن کا روزہ رکھوں گا، نذر ہے۔
[۳] یعنی نفلی روزہ کسی وجہ سے توڑنا پڑ جائے تو اب اس کا رکھنا واجب ہے۔
[۴] یوم عاشورہ، دسویں محرم کو کہتے ہیں، حضور علیہ السلام نے اس کے ساتھ نویں تاریخ کا روزہ (بقیہ صفحہ آئندہ)

وَاَمَّا النَّفْلُ فَھُوَ مَا سِوٰی ذٰلِكَ مِمَّا لَمْ یَثْبُتْ كَرَاھِیَتُهٗ وَاَمَّا الْمَكْرُوْهُ فَھُوَ قِسْمَانِ مَكْرُوْهٌ تَنْزِیْھًا وَمَكْرُوْهٌ تَحْرِیْمًا اَلْاَوَّلُ كَصَوْمِ عَاشُوْرَاءَ مُنْفَرِدًا عَنِ التَّاسِعِ وَالثَّانِیْ صَوْمُ الْعِیْدَیْنِ وَاَیَّامِ التَّشْرِیْقِ وَكُرِهَ اِفْرَادُ یَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاِفْرَادُ یَوْمِ السَّبْتِ وَیَوْمِ النَّیْرُوْزِ وَالْمِھْرَجَانِ اِلَّا اَنْ

اس کے علاوہ وہ تمام روزے جن کا مکروہ ہونا ثابت نہ ہو نفل ہیں۔ مکروہ کی دو قسمیں ہیں (۱) مکروہ تنزیہی (۲) مکروہ تحریمی پہلی قسم نویں محرم کے بغیر عاشوراء کا روزہ رکھنا، دوسری قسم دونوں عیدوں[۱] اور ایام تشریق کے روزے رکھنا ہے صرف جمعہ[۲] ہفتہ[۳]، نیروز اور مہرجان[۴] کا روزہ رکھنا مکروہ ہے البتہ یہ کہ

(بقیہ صفحہ سابقہ) رکھنے کی تعلیم فرمائی ہے تاکہ یہودیوں کی مخالفت ہو وہ صرف دسویں تاریخ کا روزہ رکھتے ہیں۔

۵؎ ان دنوں کو ایام بیض اس لیے کہتے ہیں کہ ان دنوں میں چاند کی روشنی مکمل ہوتی حضور علیہ السلام نے ان تین دنوں کے روزوں کو عمر بھر کے روزے قرار دیا ہے۔

۶؎ سوموار کے دن ہمارے آقا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی یعنی یہ یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے نیز آپ نے فرمایا سوموار اور جمعرات کو اعمال پیش ہوتے ہیں لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ جب میرا اعمال پیش کیے جائیں اس وقت میں روزے سے ہوں۔

۷؎ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ پسندیدہ روزے نماز حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے اور نماز ہے۔ آپ نصف رات آرام فرماتے پھر تہائی رات قیام فرماتے۔ اس کے بعد رات کا چھٹا حصہ آرام فرماتے اور ایک دن روزہ رکھتے ایک دن افطار فرماتے۔

(صفحہ ہٰذا) ۱؎ عیدین اور ایام تشریق مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہمانی کے دن ہیں اس لیے ان دنوں میں روزہ رکھنا ناجائز ہے۔

۲؎ چونکہ تمام دنوں میں روزہ رکھنے کا ثواب برابر ہے لہٰذا محض جمعہ کی تخصیص نہیں ہونی چاہیے لہٰذا ایک دن پہلے یا بعد کو ملا کر رکھے۔

۳؎ حضور علیہ السلام نے صرف ہفتے کے دن کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دن یہودیوں کے نزدیک قابل تعظیم ہے اس لیے ان سے مشابہت پیدا ہوتی ہے۔

۴؎ نوروز اور مہرگان کا تعلق موسم ربیع اور موسم خریف سے ہے اور حضور علیہ السلام نے ہمیں ان دنوں کی تعظیم سے منع فرمایا ہے۔

يُوَافِقَ عَادَتَهُ وَكُرِهَ صَوْمُ الْوِصَالِ وَلَوْ يَوْمَيْنِ وَهُوَ اَنْ لَّا يُفْطِرَ بَعْدَ الْغُرُوْبِ اَصْلًا حَتّٰى يَتَّصِلَ صَوْمُ الْغَدِ بِالْاَمْسِ وَكُرِهَ صَوْمُ الدَّهْرِ

(فَصْلٌ فِيْمَا يُشْتَرَطُ تَبْيِيْتُ النِّيَّةِ وَتَعْيِيْنُهَا فِيْهِ وَمَا لَا يُشْتَرَطُ) اَمَّا الْقِسْمُ الَّذِیْ لَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ تَعْيِيْنُ النِّيَّةِ وَتَبْيِيْتُهَا فَهُوَ اَدَاءُ رَمَضَانَ وَالنَّذْرُ الْمُعَيَّنُ زَمَانُهُ وَالنَّفْلُ فَيَصِحُّ بِنِيَّةٍ مِّنَ اللَّيْلِ اِلٰى مَا قَبْلَ نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى الْاَصَحِّ وَنِصْفُ النَّهَارِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلٰى وَقْتِ الضَّحْوَةِ الْكُبْرٰى وَيَصِحُّ اَيْضًا بِمُطْلَقِ النِّيَّةِ وَبِنِيَّةِ النَّفْلِ وَلَوْ كَانَ مُسَافِرًا اَوْ مَرِيْضًا فِى الْاَصَحِّ وَيَصِحُّ اَدَاءُ رَمَضَانَ بِنِيَّةِ وَاجِبٍ اٰخَرَ لِمَنْ كَانَ صَحِيْحًا مُقِيْمًا بِخِلَافِ الْمُسَافِرِ فَاِنَّهُ يَقَعُ عَمَّا نَوَاهُ مِنَ الْوَاجِبِ۔

اس کی عادت کے موافق ہو جائے۔ صوم وصال مکروہ ہے۔ اگرچہ دو دن ہوں اور وہ یہ ہے کہ غروب کے بعد بالکل افطار نہ کرے حتیٰ کہ دوسرے دن کے روزے کو پہلے دن سے ملا دے، صوم دہر[2] کا رکھنا بھی مکروہ ہے۔

روزے کی نیت:

جن روزوں کے لیے رات کو نیت کرنا اور روزے کا تعین کرنا شرط ہے۔ اور جن کے لیے شرط نہیں ہے۔

(روزے کی) جس قسم میں متعین کرنا اور رات کو نیت کرنا شرط نہیں وہ رمضان کا ادا روزہ[3]، وہ نذر جس کا وقت مقرر کیا گیا[4] اور نفلی روزہ ہے۔ اصح قول کے مطابق یہ روزے رات سے لے کر دوپہر سے کچھ پہلے تک نیت کرنے سے صحیح ہوتے ہیں۔ نصف نہار طلوعِ فجر سے ضحوۂ کبریٰ (بڑی چاشت) تک کا وقت ہے۔ نیز یہ روزے مطلق نیت اور نفل کی نیت سے بھی صحیح ہوتے ہیں۔ اگرچہ مسافر یا مریض ہو یہ اصح قول کے مطابق ہے۔ اگر صحیح مقیم ہو تو اس کا ادائے رمضان کو کسی دوسرے واجب کی نیت سے ادا کرنا بھی صحیح ہے[5] لیکن مسافر جس واجب کی نیت کرے وہ اسی کی طرف سے ادا ہوگا۔[6]

---

[1] مثلاً کوئی شخص تیرہویں، چودہویں اور پندرھویں تاریخوں کا روزہ رکھتا ہے اور یہ دن ان تاریخوں میں آجاتے ہیں

[2] ہمیشہ کا روزہ رکھنا صوم دہر کہلاتا ہے۔

(بقیہ صفحہ آئندہ)

وَاخْتَلَفَ التَّرْجِيْحُ فِي الْمَرِيْضِ اِذَا نَوٰى وَاجِبًا اٰخَرَ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا يَصِحُّ الْمَنْذُوْرُ الْمُعَيَّنُ زَمَانُهٗ بِنِيَّةِ وَاجِبٍ غَيْرِهٖ بَلْ يَقَعُ عَمَّا نَوَاهُ مِنَ الْوَاجِبِ فِيْهِ وَاَمَّا الْقِسْمُ الثَّانِيْ وَهُوَ مَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ تَعْيِيْنُ النِّيَّةِ وَتَبْيِيْتُهَا فَهُوَ قَضَاءُ رَمَضَانَ وَقَضَاءُ مَا اَفْسَدَهٗ مِنْ نَفْلٍ وَصَوْمُ الْكَفَّارَاتِ بِاَنْوَاعِهَا وَالْمَنْذُوْرُ الْمُطْلَقُ كَقَوْلِهٖ اِنْ شَفَى اللّٰهُ مَرِيْضِيْ فَعَلَيَّ صَوْمُ يَوْمٍ فَحَصَلَ الشِّفَاءُ

مریض کے بارے میں ترجیح مختلف ہے یعنی (اس وقت) جب وہ رمضان میں کسی اور واجب کی نیت کرے نذر کا روزہ جس کیلیے وقت مقرر کیا گیا کسی اور واجب کی نیت سے صحیح نہیں بلکہ جس واجب کی نیت کرے گا اسی کی طرف سے ادا ہو گا۔[ا]
دوسری قسم وہ ہے جس میں تعین اور رات کو نیت کرنا شرط ہے۔ یہ رمضان کی قضا ہے اور وہ نفلی روزہ جس کو رکھ کر توڑا گیا اس کی قضاء تمام قسم کے کفاروں کے روزے اور نذر مطلق کا روزہ مثلاً کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے مریض کو شفا دی تو مجھ پر ایک دن کا روزہ لازم ہے۔ پس شفا حاصل ہو گئی[ب]

(بقیہ صفحہ سابقہ) نوٹ) عورت کے لیے اپنے خاوند کی مرضی کے بغیر نفلی روزہ رکھنا جائز نہیں لیکن فرض روزہ کے لیے خاوند کی مرضی ضروری نہیں کیونکہ اس کا چھوڑنا گناہ ہے۔

۳ چونکہ رمضان المبارک میں کسی دوسرے روزے کی گنجائش نہیں ہوتی لہٰذا رات کو نیت کرنا ضروری نہیں اسی طرح نذر کے روزے کے لیے جب دن متعین کیا گیا تو اس دن نفل روزہ نہیں ہو سکتا لہٰذا رات کو نیت ضروری نہ ہو گی۔

۴ چونکہ رمضان المبارک یا نذر والے دن کسی دوسرے واجب یا نفل کی گنجائش نہیں لہٰذا صرف روزے یا نفل کی نیت بھی کرے تو جائز ہے۔

۵ مقیم تندرست آدمی کو چونکہ رمضان المبارک کا روزہ چھوڑنے کی اجازت نہیں لہٰذا وہ کسی دوسرے واجب کی نیت کرے تب بھی رمضان المبارک کا روزہ ہی ہو گا۔

۶ مسافر کو چونکہ رخصت ہے لہٰذا اگر وہ رمضان المبارک کی بجائے پچھلے کسی واجب کا روزہ رکھتا ہے تو صحیح ہو گا کیونکہ اسے اختیار حاصل ہے۔

(صفحہ ہٰذا) [ا] بعض کے نزدیک وہی واجب ادا ہو گا جس کی نیت کی ہے کیونکہ وہ تقدیری طور پر عاجز ہے لیکن بعض ائمہ فرماتے ہیں کہ یہ روزہ رمضان کا ہی ہو گا کیونکہ رخصت عجز کی صورت میں تھی اور اب وہ عاجز نہیں رہا۔ (بقیہ صفحہ آئندہ)

(فَصْلٌ فِيمَا يَثْبُتُ بِهِ الْهِلَالُ وَفِي صَوْمِ يَوْمِ الشَّكِّ وَغَيْرِهِ) يَثْبُتُ رَمَضَانُ بِرُؤْيَةِ هِلَالِهِ أَوْ بِعَدِّ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ إِنْ غُمَّ الْهِلَالُ وَيَوْمُ الشَّكِّ هُوَ مَا يَلِي التَّاسِعَ وَالْعِشْرِيْنَ مِنْ شَعْبَانَ وَقَدِ اسْتَوٰى فِيهِ طَرْفُ الْعِلْمِ وَالْجَهْلِ بِأَنْ غُمَّ الْهِلَالُ وَكُرِهَ فِيهِ كُلُّ صَوْمٍ إِلَّا صَوْمَ نَفْلٍ جَزَمَ بِهِ بِلَا تَرْدِيْدٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ صَوْمٍ اٰخَرَ وَإِنْ رَدَّدَ فِيهِ بَيْنَ صِيَامٍ وَفِطْرٍ لَا يَكُوْنُ صَائِمًا وَكُرِهَ صَوْمُ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ مِنْ اٰخِرِ شَعْبَانَ لَا يُكْرَهُ مَا فَوْقَهُمَا

چاند دیکھنا اور یوم شک کا روزہ:

یہ فصل اس چیز کے بارے میں ہے جس سے چاند کا ہونا ثابت ہوتا ہے اور یوم شک کے روزے سے متعلق ہے ماہ رمضان، چاند کے دیکھنے یا چاند کے مخفی رہنے کی صورت میں شعبان کے تیس دن پورے کرنے سے ثابت ہوتا ہے[۱] اور شک کا دن وہ ہے جو شعبان کی انتیس تاریخ سے ملا ہوتا ہے۔ اس میں علم اور چاند کے پردے میں چھپنے کی وجہ سے عدم علم کی جہت برابر ہوتی ہے۔ اس دن ہر قسم کا روزہ مکروہ ہے البتہ پختہ ارادے سے نفلی روزہ رکھ سکتا ہے۔ یعنی یہ نہ ہو کہ یا نفلی ہو گا یا کوئی دوسرا روزہ[۲]۔ اگر ظاہر ہو جائے کہ یہ رمضان کا دن ہے تو جو روزہ رکھا ہے وہ اس کی طرف سے ہو جائے گا۔ اگر روزہ اور افطار کے درمیان تردد ہوا تو روزہ دار نہ ہو گا۔ شعبان کے آخر میں ایک یا دو دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے اس سے زیادہ مکروہ نہیں[۳]۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) ۲؎ یہاں بنیادی بات یہ ہے کہ جن روزوں کے لیے دن متعین ہے ان میں رات کو نیت کرنا یا روزے کا تعین ضروری نہیں مثلاً ادائے رمضان، نذر اور نفلی روزہ، لیکن جن روزوں کے لیے دن متعین نہیں ان میں جب تک متعین نہ کریں اور رات کو نیت نہ کریں کیسے پتہ چلے گا کہ یہ فلاں قسم کا روزہ ہے چونکہ قضاء نفلی روزہ جسے توڑا گیا تھا، کفاروں کے روزے اور نذر مطلق کا روزہ ایسے روزے ہیں جن کے لیے کوئی دن متعین نہیں لہٰذا رات کو تعین کے ساتھ نیت کی جائے کہ صبح فلاں روزہ رکھنا ہے۔

(صفحہ ہٰذا) ۱؎ یعنی ماہ رمضان کے ثبوت کی دو صورتیں ہیں (۱) چاند دیکھنا (۲) شعبان المعظم کے تیس دن پورے کرنا۔

۲؎ یعنی تیس شعبان کو قطعی نیت سے روزہ رکھا جا سکتا ہے کہ یہ نفلی روزہ ہے لیکن اس صورت (بقیہ صفحہ آئندہ)

وَيَأْمُرُ الْمُفْتِي الْعَامَّةَ بِالتَّلَوُّمِ يَوْمَ الشَّكِّ ثُمَّ بِالْإِفْطَارِ إِذَا ذَهَبَ وَقْتُ النِّيَّةِ وَلَمْ يَتَعَيَّنِ الْحَالُ وَيَصُومُ فِيهِ الْمُفْتِي وَالْقَاضِي وَمَنْ كَانَ مِنَ الْخَوَاصِّ وَهُوَ مَنْ يَتَمَكَّنُ مِنْ ضَبْطِ نَفْسِهِ عَنِ التَّرْدِيدِ فِي النِّيَّةِ وَمُلَاحَظَةِ كَوْنِهِ عَنِ الْفَرْضِ وَمَنْ رَأَى هِلَالَ رَمَضَانَ أَوِ الْفِطْرِ وَحْدَهُ وَرُدَّ قَوْلُهُ لَزِمَهُ الصِّيَامُ وَلَا يَجُوزُ لَهُ الْفِطْرُ بِتَيَقُّنِهِ هِلَالَ شَوَّالٍ وَإِنْ أَفْطَرَ فِي الْوَقْتَيْنِ قَضَى وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ وَلَوْ كَانَ فِطْرُهُ قَبْلَ مَا رَدَّهُ الْقَاضِي فِي الصَّحِيحِ وَإِذَا كَانَ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ مِّنْ غَيْمٍ أَوْ غُبَارٍ وَنَحْوِهِ قُبِلَ خَبَرُ وَاحِدٍ عَدْلٍ أَوْ مَسْتُورٍ فِي الصَّحِيحِ وَلَوْ شَهِدَ عَلَى شَهَادَةِ وَاحِدٍ مِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ أُنْثَى أَوْ رَقِيقًا أَوْ مَحْدُودًا فِي قَذْفٍ تَابَ لِرَمَضَانَ

مفتی، شک کے دن عام لوگوں کو انتظار کا حکم دے پھر جب نیت کا وقت چلا جائے اور صورت حال واضح نہ ہو تو افطار کا حکم دے۔ اس دن مفتی، قاضی اور خاص خاص لوگ روزہ رکھیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نیت میں تردد سے اور اسے فرض سمجھنے سے اپنے آپ پر کنٹرول کر سکتے ہیں۔

جس شخص نے تنہا ماہ رمضان یا عید کا چاند دیکھا اور اس کی بات رد کر دی گئی۔ اس پر روزہ رکھنا لازم ہے۔ اور عید کے چاند کا یقین ہونے کے باوجود اس کے لیے روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔ اور اگر اس نے ان دونوں میں روزہ توڑا تو قضا کرے اس پر کفارہ نہیں اگرچہ اس کا توڑنا قاضی کے رد کرنے سے پہلے ہو یہی صحیح بات ہے۔

جب آسمان میں بادل یا غبار وغیرہ کی وجہ سے کچھ خرابی ہو تو صحیح قول کے مطابق رمضان کے لیے ایک عادل یا مستور الحال کی گواہی قبول کی جائے۔ اگرچہ اس نے اپنے جیسے ایک آدمی کی گواہی پر شہادت دی ہو اگرچہ وہ عورت یا غلام ہو یا اسے قذف میں حد لگی ہو اور اس نے توبہ کر لی۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) ہیں کہ اگر یہ دن رمضان کا ہوا تو رمضان کا روزہ ورنہ نفلی روزہ ہوگا، جائز نہیں۔ اگر نفل کی تعلی نیت سے رکھا اور بعد میں معلوم ہوا کہ یہ رمضان المبارک کا دن تھا تو وہ روزہ رمضان کا ہو جائے گا۔
(بقیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ صفحہ سابقہ سے سابقہ)
ورنہ نفلی ہوگا۔

ـــــــہ۳ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماہ رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو۔ البتہ جو شخص روزہ رکھتا ہو اور اب یہ دن اس کے موافق ہو جاتے۔ مثلاً وہ ہر اتوار یا سوموار کا روزہ رکھتا ہے اب یہ دن ان آخری تاریخوں میں آگئے تو روزہ رکھ سکتا ہے۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ـــــــہ لیعنی زوال تک کچھ بھی نہ کھائیں پئیں۔ اس وقت چاند کا علم ہو جائے تو نیت کر لیں ورنہ چھوڑ دیں۔ زوال کے بعد نیت نہیں ہو سکتی۔

ـــــــہ۲ کیونکہ اسے ذاتی طور پر چاند کا یقین ہے اور قرآن پاک میں ارشاد ہے "پس تم میں سے جو اس مہینے کو پائے وہ اس کو روزہ رکھے"۔

ـــــــہ۳ حضور علیہ السلام نے فرمایا "تمہارا روزہ اس دن ہے جس دن تم سب روزہ رکھو اور تمہارا افطار اس دن ہے جس دن تم سب افطار کرو"۔ چونکہ باقی لوگوں نے روزہ رکھا ہوا لہٰذا اس پر بھی واجب ہے کہ روزہ نہ چھوڑے۔

ـــــــہ۴ پہلی صورت میں اس پر روزہ واجب تھا۔ دوسری صورت میں اس کے نزدیک عید تھی لیکن شہادت رد ہونے کی وجہ سے شبہ پیدا ہو گیا اس لیے روزہ تو رکھنا ہوگا لیکن توڑنے سے کفارہ واجب نہیں ہوگا۔

ـــــــہ۵ عادل سے مراد وہ شخص ہے جس کی نیکیاں، برائیوں سے زیادہ ہوں اور وہ ایسے کاموں سے اجتناب کرتا ہو جو مروت کے خلاف ہیں۔ مثلاً بازار میں کھڑے ہو کر کھانا پینا، سر عام پیشاب کرنا وغیرہ وغیرہ۔

ـــــــہ۶ مستور الحال وہ ہے جس کا فسق و عدالت واضح نہ ہو بلکہ اس کی حالت غیر معلوم ہو۔

ـــــــہ۷ جس آدمی کو کسی پر زنا کا جھوٹا الزام لگانے کی سزا دی گئی اسے محدود فی القذف کہتے ہیں۔

وَلَا يُشْتَرَطُ لَفْظُ الشَّهَادَةِ وَلَا الدَّعْوٰى وَشُرِطَ لِهِلَالِ الْفِطْرِ إِذَا كَانَ بِالسَّمَآءِ عِلَّةٌ لَفْظُ الشَّهَادَةِ مِنْ حُرَّيْنِ أَوْ حُرٍّ وَحُرَّتَيْنِ بِلَا دَعْوٰى وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ بِالسَّمَآءِ عِلَّةٌ فَلَا بُدَّ مِنْ جَمْعٍ عَظِيْمٍ لِرَمَضَانَ وَالْفِطْرِ وَمِقْدَارُ الْجَمْعِ الْعَظِيْمِ مُفَوَّضٌ لِرَأْيِ الْإِمَامِ فِي الْأَصَحِّ وَإِذَا تَمَّ الْعَدَدُ بِشَهَادَةِ فَرْدٍ وَلَمْ يُرَ هِلَالُ الْفِطْرِ وَالسَّمَآءُ مُصْحِيَةٌ لَا يَحِلُّ لَهُ الْفِطْرُ وَاخْتَلَفَ التَّرْجِيْحُ فِيْمَا إِذَا كَانَ بِشَهَادَةِ عَدْلَيْنِ وَلَا خِلَافَ فِي حِلِّ الْفِطْرِ إِذَا كَانَ بِالسَّمَآءِ عِلَّةٌ وَلَوْ ثَبَتَ رَمَضَانُ بِشَهَادَةِ الْفَرْدِ

لفظ شہادت اور دعویٰ شرط نہیں :

اور عید کے چاند کے لیے آسمان میں کوئی خرابی ہونے کی وجہ سے دو آزاد مردوں یا ایک آزاد مرد اور دو آزاد عورتوں کی طرف سے لفظ شہادت شرط ہے لفظ دعویٰ شرط نہیں۔ اگر آسمان میں کوئی خرابی نہ ہو تو رمضان اور عید دونوں کے لیے ایک بہت بڑی جماعت کا ہونا ضروری ہے۔ اصح قول کے مطابق بڑی جماعت کی مقدار امام کی رائے کے سپرد ہے۔ جب ایک آدمی کی شہادت کی بنا پر رمضان کی گنتی پوری ہو جائے اور عید کا چاند نظر نہ آئے حالانکہ آسمان بھی صاف ہو تو روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔ اگر دو آدمیوں کی گواہی سے ہو تو اس میں ترجیح مختلف ہے، اور اگر آسمان میں کچھ خرابی ہو تو روزہ چھوڑنے میں کوئی اختلاف نہیں۔ اگرچہ رمضان (کا چاند) ایک آدمی کی گواہی سے ثابت ہوا ہو۔

۱؎ چونکہ یہاں روزہ چھوڑنے کا مسئلہ ہے لہٰذا احتیاط کے پیش نظر ایک آدمی کی گواہی قبول نہیں کی جائیگی اور لفظ شہادت بھی ضروری ہوگا۔

۲؎ یعنی خاص تعداد مقرر نہیں کی جاسکتی کیونکہ مقامات اور بندوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ایک علاقے کے لوگ اپنی دیانت و تقویٰ کے پیش نظر کم تعداد میں بھی دوسری جگہ کے لوگوں سے اعتماد میں بڑھ جائیں۔

۳؎ مطلب یہ ہے کہ رمضان کا چاند ایک آدمی کی شہادت پر ثابت ہوا اور اب تیس دن پورے ہونے پر بھی چاند نظر نہ آئے تو عید کرنا جائز نہ ہوگا کیونکہ ممکن ہے رمضان کا چاند صحیح ثابت نہ ہوا ہو۔

۴؎ کیونکہ یہاں چاند کے نظر آنے میں بادل وغیرہ رکاوٹ ہیں لہٰذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ چاند طلوع ہی نہیں ہوا۔

وَهِلَالُ الْاَضْحٰی کَالْفِطْرِ وَيُشْتَرَطُ لِبَقِيَّةِ الْاَهِلَّةِ شَهَادَةُ رَجُلَيْنِ عَدْلَيْنِ اَوْ حُرٍّ وَّحُرَّتَيْنِ غَيْرِ مَحْدُوْدِيْنَ فِيْ قَذْفٍ وَاِذَا ثَبَتَ فِيْ مَطْلَعِ قُطْرٍ لَزِمَ سَائِرَ النَّاسِ فِيْ ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى وَاَكْثَرُ الْمَشَايِخِ وَلَا عِبْرَةَ بِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ نَهَارًا سَوَآءٌ كَانَ قَبْلَ الزَّوَالِ اَوْ بَعْدَهٗ وَهُوَ اللَّيْلَةُ الْمُسْتَقْبِلَةُ فِي الْمُخْتَارِ

عیدالاضحیٰ کا چاند عیدالفطر کی طرح ہے [۱]۔ جب کہ باقی چاندوں کے لیے دو آزاد عادل مردوں یا ایک آزاد مرد اور دو آزاد عورتوں کی شہادت کافی ہے لیکن انہیں قذف میں حد نہ لگی ہو [۲]۔ جب ایک علاقے کے مطلع میں چاند ثابت ہو جائے تو ظاہر مذہب کے مطابق تمام لوگوں پر (چاند کو تسلیم کرنا) لازم ہے اسی پر فتویٰ ہے اور اکثر مشائخ کا یہی موقف ہے۔ دن کو چاند دیکھنے کا اعتبار نہیں۔ زوال سے پہلے ہو یا بعد اور مختار قول کے مطابق وہ آنے والی رات کا ہے [۳]۔

---

[۱] عیدالاضحیٰ کے چاند سے دو عبادتیں متعلق ہیں ایک حج اور دوسری قربانی، لہٰذا اس چاند میں بھی نہایت اہتمام واحتیاط کی ضرورت ہے۔

[۲] قذف سے مراد کسی پاک دامن پر زنا وغیرہ کا الزام لگانا ہے۔ ایسے شخص کو اس جرم کی پاداش میں شرعی حد لگائی جاتی ہے۔

[۳] یعنی یہ چاند پہلی رات کا نہیں بلکہ آئندہ رات کا شمار ہوگا کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ "چاند دیکھ کر روزہ رکھو" لہٰذا اسے پہلی رات کا ماننے کی صورت لازم آئے گا کہ چاند کا ثبوت بعد میں ہوا اور روزہ پہلے رکھا گیا۔ حالانکہ حدیث شریف کی رُو سے یہ صحیح نہیں۔

بَابُ مَا لَا يُفْسِدُ الصَّوْمَ

وَهُوَ اَرْبَعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ شَيْئًا مَا لَوْ اَكَلَ اَوْ شَرِبَ اَوْ جَامَعَ نَاسِيًا وَ اِنْ كَانَ لِلنَّاسِيْ قُدْرَةٌ عَلَى الصَّوْمِ يُذَكِّرُهُ بِهِ مَنْ رَاٰهُ يَاْكُلُ وَكُرِهَ عَدَمُ تَذْكِيْرِهِ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ قُوَّةٌ فَالْاَوْلٰى عَدَمُ تَذْكِيْرِهِ اَوْ اَنْزَلَ بِنَظَرٍ اَوْ فِكْرٍ وَاِنْ اَدَامَ النَّظَرَ وَالْفِكْرَ اَوِ ادَّهَنَ اَوِ اكْتَحَلَ وَلَوْ وَجَدَ طَعْمَهُ فِيْ حَلْقِهِ اَوِ احْتَجَمَ اَوِ اغْتَابَ اَوْ نَوَى الْفِطْرَ وَلَمْ يُفْطِرْ اَوْ دَخَلَ حَلْقَهُ دُخَانٌ بِلَا صُنْعِهِ اَوْ غُبَارٌ وَلَوْ غُبَارُ الطَّاحُوْنِ اَوْ ذُبَابٌ اَوْ اَثَرُ طَعْمِ الْاَدْوِيَةِ فِيْهِ وَهُوَ ذَاكِرٌ لِصَوْمِهِ اَوْ اَصْبَحَ جُنُبًا وَلَوِ اسْتَمَرَّ يَوْمًا بِالْجَنَابَةِ اَوْ سَبَّ

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

یہ تقریباً چوبیس چیزیں ہیں۔

۱، ۲، ۳ — بھول کر کھایا، پیا یا جماع کیا۔ اگر بھولنے والے کو روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو دیکھنے والا اسے یاد دلائے یاد نہ دلانا مکروہ ہے۔ اور اگر اسے طاقت نہ ہو تو یاد نہ دلانا بہتر ہے[1]

۴، ۵ — دیکھنے یا سوچنے سے انزال ہوگیا۔ اگرچہ دیر تک دیکھتا یا سوچتا رہا[2]

۶، ۷ — تیل لگانا، سرمہ لگانا۔ اگرچہ اس (سرمے) کا ذائقہ اپنے حلق میں پائے[3]

۸، ۹، ۱۰ — سینگی لگوائی، غیبت کی یا روزہ توڑنے کی نیت کی لیکن توڑا نہیں۔

۱۱، ۱۲ — اس کے اپنے عمل کے بغیر حلق میں دھواں یا غبار داخل ہوگیا اگرچہ چکی کا غبار ہو۔

۱۳، ۱۴ — مکھی یا دوائیوں کا اثر حلق میں پہنچ گیا حالانکہ اس کو روزہ یاد (بھی) تھا۔

۱۵ — صبح جنابت کی حالت میں اٹھا اور دن بھر جنبی رہا[4]

---

[1] اگر یاد آنے کے بعد فوراً نہ رکا بلکہ کھاتا پیتا رہا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

[2] کیونکہ اس صورت میں جماع نہ حقیقتاً پایا گیا اور نہ حکماً۔

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

فِي إِحْلِيلِهِ مَاءً أَوْ دُهْنًا أَوْ خَاضَ نَهْرًا فَدَخَلَ الْمَاءُ أُذُنَهُ أَوْ حَكَّ أُذُنَهُ بِعُودٍ فَخَرَجَ عَلَيْهِ دَرَنٌ ثُمَّ أَدْخَلَهُ مِرَارًا إِلَى أُذُنِهِ أَوْ دَخَلَ أَنْفَهُ مُخَاطٌ فَاسْتَنْشَقَهُ عَمْدًا

أَوِ ابْتَلَعَهُ وَيَنْبَغِي إِلْقَاءُ النُّخَامَةِ حَتَّى لَا يَفْسُدَ صَوْمُهُ عَلَى قَوْلِ الْإِمَامِ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَوْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ وَعَادَ بِغَيْرِ صُنْعِهِ وَلَوْ مَلَأَ فَاهُ فِي الصَّحِيحِ أَوِ اسْتَقَاءَ أَقَلَّ مِنْ مِلْءِ فِيهِ عَلَى الصَّحِيحِ أَوْ أَكَلَ مَا بَيْنَ أَسْنَانِهِ وَكَانَ دُونَ الْحِمَّصَةِ أَوْ مَضَغَ مِثْلَ سِمْسِمَةٍ مِّنْ خَارِجٍ فِيهِ حَتَّى تَلَاشَتْ وَلَمْ يَجِدْ لَهَا طَعْمًا فِي حَلْقِهِ

۱۶، ۱۷، ۱۸ ——— عضو مخصوص کے سوراخ میں پانی یا تیل ڈالا یا نہر میں غوطہ لگایا پس پانی کان میں داخل ہو گیا۔

۱۹ ——— لکڑی کے ساتھ کان کھجلایا تو اس کے ساتھ میل نکلی پھر اسے بار بار کان میں داخل کیا۔

۲۰ ——— ناک میں رینٹھ داخل ہوئی پھر جان بوجھ کر اسے اوپر چڑھا لیا یا نگل لیا۔[۲]

نوٹ:- کھنگار کو پھینک دینا مناسب ہے تاکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی روزہ نہ ٹوٹے۔

۲۱ ——— قے غالب آگئی اور روزے دار کے اپنے عمل دخل کے بغیر واپس لوٹ گئی اگرچہ منہ بھر کر ہو صحیح قول یہی ہے۔

۲۲ ——— جان بوجھ کر قے کی لیکن منہ بھر کر نہ تھی صحیح قول کے مطابق یہی بات ہے اگرچہ اسے خود لوٹا دے: یہ بھی صحیح قول کے مطابق ہے۔

۲۳ ——— دانتوں کے درمیان جو کچھ تھا اسے کھا لیا اور وہ چنے سے کم تھا۔

۲۴ ——— باہر سے تل کے برابر کوئی چیز (منہ میں ڈال کر) چبائی یہاں تک وہ چھٹ گئی اور حلق میں اس کا ذائقہ نہیں پایا۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) [۳] روزہ ٹوٹنے میں اصل بات یہ ہے کہ کسی سوراخ سے کوئی چیز اندر جائے مسام سے اندر جانے والی چیز کا اعتبار نہیں ہوگا۔

[۴] اگرچہ دن بھر جنبی رہنا گناہ ہے جتنی جلدی ممکن ہو غسل کرنا چاہیے۔

(صفحہ ہذا) [۱] کیونکہ یہ مثانہ کی طرف سے جوف معدہ کی طرف منفذ نہیں۔

[۲] کیونکہ یہ باہر سے کسی چیز کا اندر داخل کرنا نہیں ہے۔

بَابُ مَا يُفْسِدُ بِهِ الصَّوْمُ وَتَجِبُ بِهِ الْكَفَّارَةُ مَعَ الْقَضَاءِ

وَهُوَ اثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ شَيْئًا إِذَا فَعَلَ الصَّائِمُ شَيْئًا مِّنْهَا طَائِعًا مُّتَعَمِّدًا غَيْرَ مُضْطَرٍّ لَزِمَهُ الْقَضَاءُ وَالْكَفَّارَةُ وَهِيَ الْجِمَاعُ فِيْ أَحَدِ السَّبِيْلَيْنِ عَلَى الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ بِهِ وَالْأَكْلُ وَالشُّرْبُ سَوَآءٌ فِيْهِ مَا يُتَغَذّٰى بِهٖ أَوْ يُتَدَاوٰى بِهٖ وَابْتِلَاعُ مَطَرٍ دَخَلَ إِلٰى فَمِهٖ وَأَكْلُ اللَّحْمِ النِّيْءِ إِلَّا إِذَا دَوَّدَ وَأَكْلُ الشَّحْمِ فِيْ اِخْتِيَارِ الْفَقِيْهِ أَبِي اللَّيْثِ وَقَدِيْدِ اللَّحْمِ بِالْإِتِّفَاقِ وَأَكْلُ الْحِنْطَةِ وَابْتِلَاعُ حَبَّةِ سِمْسِمَةٍ أَوْ نَحْوِهَا مِنْ خَارِجٍ فَمِهٖ فِي الْمُخْتَارِ۔

جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا کے ساتھ کفارہ بھی لازم آتا ہے:

یہ بائیس چیزیں ہیں۔ جب روزہ دار ان میں سے کوئی چیز اپنی خوشی سے جان بوجھ کر کسی مجبوری کے بغیر اپناتا ہے تو اس پر قضا اور کفارہ (دونوں) لازم آتے ہیں۔

۱، ۲ ــــــ دو راستوں میں سے ایک میں جماع کرنے سے فاعل اور مفعول دونوں پر۔

۳، ۴ ــــــ کھانا اور پینا اس میں وہ چیز جسے کھایا جاتا ہے یا وہ چیز جسے بطور دوا استعمال کیا جاتا ہے برابر ہیں۔

۵ ــــــ بارش (کا پانی) نگل لینا جو اس کے منہ میں داخل ہوا۔

۶ ــــــ کچا گوشت کھانا البتہ اس میں کیڑے پڑ چکے ہوں (تو کفارہ لازم نہیں ہوگا)

۷ ــــــ چربی کھانا یہ بات فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ کے نزدیک مختار ہے۔

۸، ۹ ــــــ خشک کیا ہوا گوشت (بالاتفاق)، اور گندم کا کھانا

۱۰ ــــــ گندم کو دانتوں سے توڑنا مگر یہ کہ دانے کو چبایا اور وہ منہ سے چمٹ گیا۔

۱۱، ۱۲ ــــــ گندم کا دانہ یا تل کا دانا یا اس کی مثل منہ کے باہر سے لے کر نگل لینا یہ مختار مذہب کے مطابق ہے۔

(جاری)

وَاَكْلُ الطِّيْنِ الْاَرْمَنِيِّ مُطْلَقًا وَالطِّيْنِ غَيْرِ الْاَرْمَنِيِّ كَالطَّفْلِ اِنِ اعْتَادَ اَكْلَهٗ وَالْمِلْحِ الْقَلِيْلِ فِي الْمُخْتَارِ وَابْتِلَاعِ بُزَاقِ زَوْجَتِهٖ اَوْ صَدِيْقِهٖ لَا غَيْرِهِمَا وَاَكْلُهٗ عَمَدًا بَعْدَ غِيْبَةٍ اَوْ بَعْدَ حِجَامَةٍ اَوْ بَعْدَ مَسٍّ اَوْ قُبْلَةٍ بِشَهْوَةٍ اَوْ بَعْدَ مُضَاجَعَةٍ مِنْ غَيْرِ اِنْزَالٍ وَبَعْدَ دَهْنِ شَارِبِهٖ ظَانًّا اَنَّهٗ اَفْطَرَ بِذٰلِكَ اِلَّا اِذَا اَفْتَاهُ فَقِيْهٌ اَوْ سَمِعَ الْحَدِيْثَ وَلَمْ يَعْرِفْ تَاوِيْلَهٗ عَلَى الْمَذْهَبِ وَاِنْ عَرَفَ تَاوِيْلَهٗ وَجَبَتْ عَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ وَتَجِبُ الْكَفَّارَةُ عَلٰى مَنْ طَاوَعَتْ مُكْرِهًا

---

۱۳ ــــــ ارمنی مٹی کھانا مطلقاً اور غیر ارمنی مٹی مثلاً طفل مٹی وغیرہ کھانا اگر عادت ہو۔

۱۴، ۱۵، ۱۶ ــــــ مختار مذہب کے مطابق تھوڑا نمک کھانا اور اپنی بیوی یا دوست کا تھوک نگل لینا ان کے غیر کا نہیں۔

۱۷ تا ۲۱ ــــــ غیبت کرنے یا پچھنا لگوانے شہوت کے ساتھ عورت کو ہاتھ لگانے یا بوسہ دینے یا عورت کے ساتھ ہمبستری کے بعد جان بوجھ کر کھانا کھا لینا جب کہ اس کو انزال بھی نہیں ہوا۔

۲۲ ــــــ مونچھوں کو تیل لگانے کے بعد یہ خیال کرتے ہوئے کہ روزہ ٹوٹ گیا، کھانا کھا لینا البتہ یہ کہ کسی فقیہ نے فتویٰ دیا ہو۔ یا اس نے حدیث سنی لیکن اپنے مذہب کے مطابق اس کے مفہوم کو نہ سمجھا۔ اگر اس کا مفہوم و مراد سمجھا تو کفارہ واجب ہو گا۔[۱]

وہ عورت جس نے کسی ایسے شخص کی اطاعت کی جس کو جماع پر مجبور کیا گیا تھا۔[۲]

---

[۱] روزہ توڑنے سے کفارہ لازم آنے کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ہیں۔

۱۔ رات کو نیت کی ہو۔

۲۔ رمضان المبارک کا ادا روزہ ہو قضا نہ ہو۔

۳۔ روزے دار بیمار یا مسافر نہ ہو۔

۴۔ روزے توڑنے پر مجبور نہ کیا گیا۔

۵۔ اگر کھانے پینے سے توڑا ہے تو وہ چیز غذا یا دوا ہو۔

[۲] یعنی زندہ آدمی سے جماع کیا لہٰذا جانور یا مردہ انسان کے ساتھ جماع سے کفارہ لازم نہیں آئے گا اگرچہ

روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۳؎ غذا کی تعریف میں اختلاف ہے بعض نے کہا وہ چیز جسے کھانے کو دل چاہے اور اس سے پیٹ کی خواہش پوری ہو جائے جب کہ کچھ لوگوں کے نزدیک غذا وہ ہے جو اصلاحِ بدن کا فائدہ دیتی ہے۔

اس اختلاف کی بنیاد پر اگر کسی نے لقمہ چبا کر نکال دیا پھر اسے نگل گیا تو دوسرے قول کے مطابق چونکہ یہ غذا ہے لہٰذا کفارہ واجب ہوگا جب کہ پہلے قول کے مطابق کفارہ واجب نہ ہوگا۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

(مراقی الفلاح)

۴؎ کیونکہ اب وہ غذا نہیں رہا۔

۵؎ اگر چربی خشک ہو تو کفارہ لازم آئے گا اس پر سب کا اتفاق ہے۔

۶؎ چونکہ حلق سے نہیں اترا لہٰذا روزہ بالکل نہیں ٹوٹے گا۔

۷؎ کیونکہ اسے بطور دوا کھایا جاتا ہے۔

۸؎ چونکہ تھوڑا نمک کھانے کی طرف رغبت ہوتی ہے لہٰذا وہ غذا بنے گا جب کہ زیادہ نمک کی طرف رغبت نہ ہونے کی وجہ سے وہ غذا نہیں اور دوا بھی نہیں۔

۹؎ چونکہ اس سے لذت حاصل ہونے کی وجہ تکمیل شہوت ہوتی ہے لہٰذا کفارہ لازم آئے گا۔ بیوی اور دوست کے علاوہ کسی کے لعاب میں یہ بات نہیں۔ عورت کے لیے خاوند کا لعاب بھی کفارہ لازم کرتا ہے۔

۱۰؎ ان سب صورتوں میں چونکہ روزہ ٹوٹا نہیں تھا لیکن اس نے یہ سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے اور اس طرح جان بوجھ کر کھانا کھا لیا تو کفارہ لازم آئے گا البتہ دو صورتیں مستثنیٰ ہیں جن کا اوپر ترجمہ میں ذکر ہے۔

حدیث شریف میں ہے "غیبت روزہ توڑ دیتی ہے"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ روزے کی حالت میں غیبت کرنے سے ثواب روزے کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔

اگر روزے دار کو یہ مفہوم معلوم تھا تو کفارہ لازم آئے گا ورنہ نہیں۔

اسی طرح حدیث شریف میں ہے، سینگی لگانے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا روزہ ٹوٹنے کے قریب ہو گیا۔

۱۱؎ مثلاً ایک شخص کو کسی عورت سے جماع پر مجبور کیا گیا اور عورت نے بخوشی قبول کر لیا تو اس صورت میں عورت پر کفارہ ہوگا مرد پر نہیں۔ کیونکہ عورت کو مجبور نہیں کیا گیا اور مرد کو مجبور کیا گیا۔

(فَصْلٌ فِي الْكَفَّارَةِ وَمَا يُسْقِطُهَا عَنِ الذِّمَّةِ) تَسْقُطُ الْكَفَّارَةُ بِطُرُوِّ حَيْضٍ أَوْ نِفَاسٍ مُبِيحٍ لِلْفِطْرِ فِي يَوْمِهِ وَلَا تَسْقُطُ عَمَّنْ سُوفِرَ بِهِ كُرْهًا بَعْدَ لُزُومِهَا عَلَيْهِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَالْكَفَّارَةُ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ وَلَوْ كَانَتْ غَيْرَ مُؤْمِنَةٍ فَإِنْ عَجَزَ عَنْهُ صَامَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ لَيْسَ فِيهِمَا يَوْمُ عِيدٍ وَلَا أَيَّامُ التَّشْرِيقِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الصَّوْمَ أَطْعَمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا يُغَدِّيهِمْ وَيُعَشِّيهِمْ غَدَاءً وَعَشَاءً مُشْبِعَيْنِ وَغَدَاءَيْنِ أَوْ عَشَاءَيْنِ وَعَشَاءً وَسُحُورًا أَوْ يُعْطِي كُلَّ فَقِيرٍ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ دَقِيقِهِ أَوْ سَوِيقِهِ أَوْ صَاعَ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ أَوْ قِيمَتَهُ وَكَفَتْ كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ عَنْ جِمَاعٍ وَأَكْلٍ مُتَعَدِّدٍ فِي أَيَّامٍ لَمْ يَتَخَلَّلْهُ تَكْفِيرٌ وَلَوْ مِنْ رَمَضَانَيْنِ عَلَى الصَّحِيحِ فَإِنْ تَخَلَّلَ التَّكْفِيرُ لَا تَكْفِي كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ

کفارہ اور جو چیز اس کو ذمہ سے ساقط کر دیتی ہے:

اسی دن حیض، نفاس یا ایسی بیماری کے پیدا ہو جانے سے جس سے روزہ چھوڑنا جائز ہوتا ہے کفارہ ساقط ہو جاتا ہے[1] اس آدمی سے ساقط نہیں ہوتا جس کو کفارہ لازم ہونے کے بعد زبردستی سفر پر لے جایا گیا[2] یہ ظاہر روایت کے مطابق ہے۔

کفارہ ایک غلام (یا لونڈی) آزاد کرنا ہے۔ اگرچہ وہ مومن نہ ہو اگر اس سے عاجز ہو تو مسلسل دو مہینے کے روزے رکھے جن کے دوران عید اور ایام تشریق نہ ہوں۔ اگر روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے صبح و شام سیر کر کے کھلاتے یا دو صبح یا دو شام یا شام اور سحری کھانا کھلاتے یا ہر فقیر کو گندم یا اس کے آٹے یا ستو سے نصف صاع دے یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو دے یا اس کی قیمت دے مختلف دنوں میں متعدد بار جماع کرلے یا بار بار کھانے سے ایک کفارہ کافی ہوگا بشرطیکہ درمیان میں کفارہ ادا نہ کیا ہو[3]۔ اگرچہ دو بار کے رمضان سے ہو یہی صحیح بات ہے، اگر درمیان میں کفارہ آ گیا تو ظاہر روایت کے مطابق ایک کفارہ کافی نہ ہوگا[4]۔

---

[1] یعنی جس دن روزہ جان بوجھ کر توڑا اسی دن بعد میں کوئی ایسا عذر پیدا ہو گیا جس سے روزہ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

بَابُ مَا يُفْسِدُ الصَّوْمَ مِنْ غَيْرِ كَفَّارَةٍ

وَهُوَ سَبْعَةٌ وَّخَمْسُوْنَ شَيْئًا إِذَا أَكَلَ الصَّائِمُ أُرْزًا نِيًّا أَوْ عَجِيْنًا أَوْ دَقِيْقًا أَوْ مِلْحًا كَثِيْرًا دَفْعَةً أَوْ طِيْنًا غَيْرَ أَرْمَنِيٍّ لَمْ يَعْتَدْ أَكْلَهُ أَوْ نَوَاةً أَوْ قُطْنًا أَوْ كَاغَذًا أَوْ سَفَرْجَلًا وَلَمْ يُطْبَخْ أَوْ جَوْزَةً رَطْبَةً أَوِ ابْتَلَعَ حَصَاةً أَوْ

کفارہ کے بغیر روزے کا ٹوٹنا:

یہ ستاون چیزیں ہیں۔

۱ تا ۴ ـــــ جب روزے دار کچے چاول، گوندھا ہوا آٹا، خشک آٹا اور بہت سا نمک ایک دفعہ کھا لے[1]

۵ تا ۹ ـــــ غیر ارمنی مٹی جس کو کھانے کی عادت نہیں، گٹھلی، روئی، کاغذ اور بہی دانہ جو پکا ہوا نہ ہو[2]

(بقیہ صفحہ سابقہ) چھوڑنا جائز ہو جاتا ہے مثلاً حیض، نفاس اور بیماری، تو اب کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دن کے اول میں روزہ رکھنا ضروری تھا جسے توڑا گیا اور پچھلے حصے میں عذر لاحق ہونے کی وجہ سے چھوڑنا جائز تھا اب یہ نہیں ہو سکتا کہ آدھے دن کا روزہ ضروری ہو اور آدھے کا غیر ضروری، اس طرح پہلے حصے کا وجوب مشتبہ ہو گیا لہٰذا کفارہ ساقط ہو جائے گا۔

۲ کیونکہ یہ عذر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور صاحب حق تو وہی ہے۔

۳ یعنی کفارہ ادا کرنے سے پہلے جتنی بار روزہ توڑا ایک ہی کفارہ کافی ہو گا لیکن پہلی بار توڑنے پر کفارہ ادا کر دیا پھر توڑا تو اب دوبارہ کفارہ دینا ہو گا۔

۴ یعنی پورا سال گزر گیا اور پچھلے رمضان کا کفارہ ادا نہیں کیا۔ اب دوسرے رمضان میں بھی ایک یا کئی روزے توڑے تو تجدید کے بعد جو کفارہ ادا کرے گا وہ دونوں سالوں کے رمضان سے ادا ہو جائے گا۔

(صفحہ ہذا) ۱ چونکہ ان تمام صورتوں میں غذائیت کا معنیٰ ناقص ہے لہٰذا کفارہ لازم نہ ہو گا البتہ آٹے کے ساتھ گھی وغیرہ ملا کر کھانے کے لیے تیار کیا گیا تو کفارہ لازم آئے گا۔

۲ یہاں بہی دانے کا ذکر ہے لیکن ہر وہ پھل جو کچا نہ کھایا جاتا ہو مراد ہے۔

حَدِيدًا أَوْ تُرَابًا أَوْ حَجَرًا أَوِ احْتَقَنَ أَوِ اسْتَعَطَ أَوْ أَوْجَرَ بِصَبِّ شَيْءٍ فِي حَلْقِهِ عَلَى الْأَصَحِّ أَوْ أَقْطَرَ فِي أُذُنِهِ دُهْنًا أَوْ مَاءً فِي الْأَصَحِّ أَوْ دَاوَى جَايِفَةً أَوْ آمَّةً بِدَوَاءٍ وَوَصَلَ إِلَى جَوْفِهِ أَوْ دِمَاغِهِ أَوْ دَخَلَ حَلْقَهُ مَطَرٌ أَوْ ثَلْجٌ فِي الْأَصَحِّ وَلَمْ يَبْتَلِعْهُ بِصُنْعِهِ أَوْ أَفْطَرَ خَطَأً بِسَبْقِ مَاءِ الْمَضْمَضَةِ إِلَى جَوْفِهِ أَوْ أَفْطَرَ مُكْرَهًا وَلَوْ بِالْجِمَاعِ أَوْ أُكْرِهَتْ عَلَى الْجِمَاعِ أَوْ أَفْطَرَتْ خَوْفًا عَلَى نَفْسِهَا مِنْ أَنْ تَمْرَضَ مِنَ الْخِدْمَةِ أَمَةً كَانَتْ أَوْ مَنْكُوحَةً أَوْ صَبَّ أَحَدٌ فِي جَوْفِهِ مَاءً وَهُوَ نَائِمٌ أَوْ أَكَلَ عَمْدًا بَعْدَ أَكْلِهِ نَاسِيًا وَلَوْ عَلِمَ الْخَبَرَ عَلَى الْأَصَحِّ أَوْ جَامَعَ نَاسِيًا ثُمَّ جَامَعَ عَامِدًا ۔

---

۱۰ تا ۱۶ ـــ تر اخروٹ کھانا، کنکریاں، لوہا، مٹی یا پتھر نگلنا، حقنہ کرانا، ناک میں دوائی چڑھانا۔[1]

۱۷ تا ۱۹ ـــ حلق میں کوئی چیز ڈال کر اندر پہنچاتی۔ یہ اصح قول کے مطابق ہے۔ کان میں تیل یا پانی کے قطرے ڈالے یہ اصح قول کے مطابق ہے۔

۲۰ ـــ پیٹ کے زخم یا دماغ کے زخم میں دوائی ڈالی اور پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی۔

۲۱ تا ۲۳ ـــ حلق میں بارش یا برف داخل ہوتی اور اس نے خود نہیں نگلی یا کلی کا پانی پیٹ تک غلطی سے پہنچ گیا۔

۲۴، ۲۵ ـــ کسی کے مجبور کرنے سے افطار کیا چاہے جماع کے ذریعے ہو، یا عورت کو جماع پر مجبور کیا گیا۔

۲۶، ۲۷ ـــ عورت نے خدمت کے باعث بیمار ہو جانے کے خوف سے روزہ توڑا۔ آزاد عورت ہو یا لونڈی[2] یا سوتے ہوتے کے پیٹ میں کسی نے پانی ڈالا۔

۲۸ ـــ بھول کر کھانے کے بعد جان بوجھ کر کھا لیا اگرچہ اسے حدیث معلوم ہو[3]، یہ اصح قول کے مطابق ہے۔

۲۹، ۳۰ ـــ بھول کر جماع کرنے کے بعد جان بوجھ کر جماع کیا یا دن کو نیت کرنے کے بعد کھا لیا اور رات کو نیت نہیں کی تھی۔[4]

۱؎ پاخانے کے راستے سے دوائی چڑھانا حقنہ کہلاتا ہے اور ناک میں دوائی ڈالنا سعوط ہے۔

۲؎ یعنی اسے خوف ہوا کہ خاوند یا مالک کی خدمت کے باعث بیمار پڑ جائے گی اور اس طرح روزہ توڑ دیا تو صرف قضا لازم آئے گی۔

۳؎ حدیث شریف میں ہے کہ جو آدمی روزے کی حالت میں بھول کر کچھ کھاتے یا پیے تو وہ روزہ پورا کرے۔ یہ حدیث خبر واحد ہے جس کی بنیاد پر علم قطعی حاصل نہ ہوگا البتہ اس پر عمل واجب ہوگا لہٰذا صرف قضا ہوگی۔

۴؎ کیونکہ کفارہ اسی صورت میں لازم ہوتا ہے جب رات کو نیت کرے۔

اَوْ اَكَلَ بَعْدَ مَا نَوٰى نَهَارًا وَلَمْ يُبَيِّتْ نِيَّتَهٗ اَوْ اَصْبَحَ مُسَافِرًا فَنَوَى الْاِقَامَةَ ثُمَّ اَكَلَ اَوْسَافَرَ بَعْدَ مَا اَصْبَحَ مُقِيْمًا فَاَكَلَ اَوْ اَمْسَكَ بِلَا نِيَّةِ صَوْمٍ وَلَا فِطْرٍ اَوْ تَسَحَّرَ اَوْ جَامَعَ شَاكًّا فِيْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ وَهُوَ طَالِعٌ اَوْ اَفْطَرَ بِظَنِّ الْغُرُوْبِ وَالشَّمْسُ بَاقِيَةٌ اَوْ اَنْزَلَ بِوَطْئِ مَيْتَةٍ اَوْ بَهِيْمَةٍ اَوْ بِتَفْخِيْذٍ اَوْ بِتَبْطِيْنٍ اَوْ قُبْلَةٍ اَوْ لَمْسٍ اَوْ اَفْسَدَ صَوْمَ غَيْرِ اَدَاءِ رَمَضَانَ اَوْ وُطِئَتْ وَهِيَ نَائِمَةٌ اَوْ اَقْطَرَتْ فِيْ فَرْجِهَا عَلَى الْاَصَحِّ اَوْ اَدْخَلَ اِصْبَعَهٗ مَبْلُوْلَةً بِمَاءٍ اَوْ دُهْنٍ فِيْ دُبُرِهٖ اَوْ اَدْخَلَتْهُ فِيْ فَرْجِهَا الدَّاخِلِ فِي الْمُخْتَارِ اَوْ اَدْخَلَ قُطْنَةً فِيْ دُبُرِهٖ اَوْ فِيْ فَرْجِهَا الدَّاخِلِ وَغَيَّبَهَا اَوْ اَدْخَلَ حَلْقَهٗ دُخَانًا بِصُنْعِهٖ اَوِاسْتَقَاءَ وَلَوْ دُوْنَ مِلْءِ الْفَمِ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَشَرَطَ اَبُوْيُوْسُفَ مِلْءَ الْفَمِ وَهُوَ الصَّحِيْحُ

---

۳۱ — صبح کے وقت مسافر تھا پھر اقامت کی نیت کر کے کھانا کھا لیا[1]

۳۲، ۳۳ — صبح مقیم تھا پھر سفر شروع کر دیا اور کھانا کھا لیا[2] یا روزے اور افطار کی نیت کے بغیر کچھ نہ کھایا پیا[3]۔

۳۴، ۳۵ — طلوع فجر میں شک کرتے ہوئے سحری کھائی یا جماع کیا حالانکہ فجر طلوع ہو چکی تھی۔

۳۶ — سورج غروب ہونے کا خیال کرتے ہوئے روزہ افطار کر لیا حالانکہ سورج ابھی کھڑا تھا۔

۳۷ تا ۴۲ — مردہ عورت، جانور، ران یا پیٹ میں وطی کی یا بوسہ لیا یا عورت کو ہاتھ لگایا اور انزال ہو گیا[4]۔

۴۳، ۴۴ — ادائے رمضان کے علاوہ روزہ توڑ دیا[5]، سوئی ہوئی عورت سے وطی کی گئی۔

۴۵ — سوئی ہوئی عورت کی شرمگاہ میں قطرے ڈالے، یہ اصح قول کے مطابق ہے[6]۔

۴۶ تا ۴۸ — پانی یا تیل سے تر انگلی اپنی دبر میں یا عورت کی فرج داخل میں ڈالی، یہی مختار مذہب ہے۔

۴۹، ۵۰ — اپنی دبر یا عورت کی شرمگاہ میں روئی ڈالی اور اسے غائب کر دیا۔

۵۱، ۵۲ — خود حلق میں دھواں داخل کیا یا خود قے کی اگرچہ منہ بھرنے سے کم ہو یہ ظاہر روایت کے مطابق ہے[7]۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے منہ بھرا ہونے کی شرط رکھی ہے[8] اور یہی صحیح ہے۔

---

[1] اقامت کی نیت کرنے کے بعد روزہ رکھنا فرض تھا لیکن چونکہ رات سے نیت نہ تھی لہٰذا کفارہ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

أَوْ أَعَادَ مَا ذَرَعَهُ مِنَ الْقَيْءِ وَكَانَ مِلْءَ الْفَمِ وَهُوَ ذَاكِرٌ لِصَوْمِهِ أَوْ أَكَلَ مَا بَيْنَ أَسْنَانِهِ وَكَانَ قَدْرَ الْحِمَّصَةِ أَوْ نَوَى الصَّوْمَ نَهَارًا بَعْدَ مَا أَكَلَ نَاسِيًا قَبْلَ إِيجَادِ نِيَّتِهِ مِنَ النَّهَارِ أَوْ أُغْمِيَ عَلَيْهِ وَلَوْ جَمِيعَ الشَّهْرِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَقْضِي الْيَوْمَ الَّذِي حَدَثَ فِيهِ الْإِغْمَاءُ أَوْ حَدَثَ فِي لَيْلَتِهِ أَوْ جُنَّ غَيْرَ مُمْتَدٍّ جَمِيعَ الشَّهْرِ وَلَا يَلْزَمُهُ قَضَاؤُهُ بِإِفَاقَتِهِ لَيْلًا أَوْ نَهَارًا بَعْدَ فَوَاتِ وَقْتِ النِّيَّةِ فِي الصَّحِيحِ

---

۵۳ ــــ غلبہ کرنے والی قے کو واپس لوٹایا اور وہ منہ بھر کر تھی نیز اسے روزہ بھی یاد تھا[۱]

۵۵،۵۴ ــــ دانتوں کے درمیان (رکی ہوئی) چنے کے برابر چیز کو کھایا[۲] یا دن کو نیت کرنے سے پہلے بھول کر کھایا اور پھر نیت کی۔

۵۶ ــــ بیہوشی طاری ہوتی اگرچہ مہینہ بھر رہے[۳] البتہ جس دن یا اس کی رات بیہوش ہوا اس کی قضاء نہ کرے[۴]۔

۵۷ ــــ مہینے سے کم مدت پاگل رہا[۵] صحیح قول کے مطابق نیت کا وقت چلے جانے کے بعد رات یا دن کو افاقہ ہونے کی صورت میں قضا لازم نہیں ہوگی۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) لازم نہ ہوگا صرف قضا ہوگی

۲ـہ رات کو نیت کر لی تھی اور صبح مقیم بھی تھا اب سفر شروع کرنے کے باوجود روزہ پورا کرنا ضروری تھا لیکن اس نے سفر کے شبہ سے توڑ دیا تو کفارہ ساقط ہو جائے گا صرف قضا لازم ہوگی۔

۳ـہ چونکہ نیت نہیں کی لہٰذا وہ روزہ ادا نہ ہوا اس کی قضا کرے گا۔

۴ـہ چونکہ یہ حقیقتاً جماع نہیں لہٰذا صرف قضا ہے۔

۵ـہ کیونکہ کفارہ رمضان المبارک کی عزت واحترام کو توڑنے کی وجہ سے آتا ہے۔

۶ـہ اس میں عورت کا اپنا عمل شامل نہیں لہٰذا کفارہ نہ ہوگا لیکن چونکہ روزے کی نیت پائی گئی اس لیے قضا ہوگی۔

۷ـہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو آدمی جان بوجھ کر قے کرے وہ روزے کی قضا کرے۔

(صفحہ ہٰذا) ۱ـہ یہاں اگرچہ قے قصداً نہیں کی لیکن لوٹانے کی وجہ سے قضا ہوگی۔

۲ـہ بشرطیکہ حلق سے اتر جائے چونکہ یہ باہر سے داخل نہیں کی لہٰذا کفارہ نہ ہوگا۔

۳ـہ کیونکہ یہ ایک قسم کی بیماری ہے۔ نیند کی طرح اس کا اتنا بڑھ جانا بھی شاذ ونادر ہی ہوتا ہے۔

۴ـہ کیونکہ اس رات یا دن نیت پائی گئی تھی حتیٰ کہ اسے نیت کا یقین نہ ہو تو پہلے دن کا روزہ بھی قضا کرنا پڑے گا۔ (بقیہ برصفحہ آئندہ)

(فَصْلٌ) يَجِبُ الْإِمْسَاكُ بَقِيَّةَ الْيَوْمِ عَلٰى مَنْ فَسَدَ صَوْمُهٗ وَعَلٰى حَائِضٍ وَّ نُفَسَآءَ طَهُرَتَا بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ وَعَلٰى صَبِيٍّ بَلَغَ وَ كَافِرٍ اَسْلَمَ وَ عَلَيْهِمُ الْقَضَآءُ اِلَّا الْاٰخِيْرِيْنَ

روزہ ٹوٹنے کا حکم:

جس شخص کا روزہ ٹوٹ جائے اس پر دن کے باقی حصے میں کھانے پینے سے باز رہنا واجب ہے[1]۔ حیض اور نفاس والی عورتیں طلوع فجر کے بعد پاک ہوں۔ بچہ بالغ ہو جائے اور کافر اسلام لائے تو وہ بھی دن کا باقی حصہ کھانے پینے سے باز رہیں[2] آخری دو کو چھوڑ کر باقی سب پر اس دن کی قضا ہو گی۔

(بقیہ صفحہ سابقہ)

[5] کیونکہ مہینے سے کم دنوں کی قضا میں کسی قسم کا حرج نہیں۔

[6] کیونکہ زوال کے بعد یا رات کو روزہ نہیں رکھا جاتا۔

(صفحہ ہذا)

[1] اگرچہ روزہ کسی عذر کی وجہ سے ٹوٹا پھر وہ عذر زائل ہو گیا۔

[2] انہیں وقت کی حرمت و عزت کے پیش نظر ایسا کرنا ضروری ہے۔ اگر مسافر مقیم ہو جائے، بیمار تندرست ہو جائے اور مجنوں ٹھیک ہو جائے تو ان کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

(فَصْلٌ فِيمَا يُكْرَهُ لِلصَّائِمِ وَفِيمَا لَا يُكْرَهُ وَمَا يُسْتَحَبُّ) كُرِهَ لِلصَّائِمِ سَبْعَةُ أَشْيَاءَ ذَوْقُ شَيْءٍ وَمَضْغُهُ بِلَا عُذْرٍ وَمَضْغُ الْعِلْكِ وَالْقُبْلَةُ وَالْمُبَاشَرَةُ إِنْ لَمْ يَأْمَنْ فِيهِمَا عَلَى نَفْسِهِ الانزال أَوِ الْجِمَاعَ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَجَمْعُ الرِّيقِ فِي الْفَمِ ثُمَّ ابْتِلَاعُهُ وَمَا ظَنَّ أَنَّهُ يُضْعِفُهُ كَالْفَصْدِ وَالْحِجَامَةِ وَتِسْعَةُ أَشْيَاءَ لَا تُكْرَهُ لِلصَّائِمِ الْقُبْلَةُ وَالْمُبَاشَرَةُ مَعَ الْأَمْنِ وَدَهْنُ الشَّارِبِ وَالْكُحْلُ وَالْحِجَامَةُ وَالْفَصْدُ. وَالسِّوَاكُ آخِرَ النَّهَارِ بَلْ هُوَ سُنَّةٌ كَأَوَّلِهِ وَلَوْ كَانَ رَطْبًا أَوْ مَبْلُولًا بِالْمَاءِ وَالْمَضْمَضَةُ وَالِاسْتِنْشَاقُ لِغَيْرِ وُضُوءٍ وَالِاغْتِسَالُ وَالتَّلَفُّفُ بِثَوْبٍ مُبْتَلٍّ لِلتَّبَرُّدِ عَلَى الْمُفْتَى بِهِ وَيُسْتَحَبُّ لَهُ ثَلَاثَةُ أَشْيَاءَ السَّحُورُ وَتَأْخِيرُهُ وَتَعْجِيلُ الْفِطْرِ فِي غَيْرِ يَوْمِ غَيْمٍ

روزہ دار کے لیے مکروہ، غیر مکروہ اور مستحب امور:

روزہ دار کے لیے سات چیزیں مکروہ ہیں۔

۱تا۵ ــــ بلا عذر کوئی چیز چکھنا اور چبانا، گوند چبانا، بوسہ لینا اور مباشرت کرنا۔ ان دو باتوں میں اگر انزال یا جماع سے بے خوف نہ ہو[۱] یہ ظاہر روایت کے مطابق ہے۔

۶تا۷ ــــ منہ میں تھوک جمع کر کے اسے نگل لینا اور جس چیز کا گمان ہو کہ وہ اسے کمزور کر دے گی[۲] مثلاً رگ کٹوانا اور سینگی لگوانا۔

روزہ دار کے لیے نو چیزیں مکروہ نہیں

۱تا۶ ــــ (انزال یا جماع کا) ڈر نہ ہو تو بوسہ لینا اور مباشرت کرنا، مونچھوں کو تیل لگانا، سرمہ لگانا، پچھنے لگوانا اور رگ کٹوانا۔

۷ ــــ دن کے آخر میں مسواک کرنا بلکہ مسواک دن کے آغاز کی طرح (اس وقت بھی) مستحب ہے اگرچہ تازہ ہو یا پانی میں تر کی گئی ہو[۳]

۸، ۹ ــــ وضو کے علاوہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا، غسل کرنا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلیے تر کپڑا لپیٹنا۔ اسی قول پر فتویٰ ہے[۴]

روزہ دار کے لیے تین باتیں مستحب ہیں۔

(۱) سحری کھانا[۵] (۲) سحری دیر سے کھانا (۳) ابر آلود دن نہ ہو تو جلدی افطار کرنا[۶]

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(فَصْلٌ فِي الْعَوَارِضِ) لِمَنْ خَافَ زِيَادَةَ الْمَرَضِ اَوْ بُطْءَ الْبُرْءِ وَلِحَامِلٍ وَمُرْضِعٍ خَافَتْ نُقْصَانَ الْعَقْلِ اَوِ الْهَلَاكَ اَوِ الْمَرَضَ عَلٰى نَفْسِهَا نَسَبًا كَانَ اَوْ رِضَاعًا وَالْخَوْفُ الْمُعْتَبَرُ مَا كَانَ مُسْتَنِدًا لِغَلَبَةِ الظَّنِّ بِتَجْرِبَةٍ اَوْ

عوارض[1] کا بیان:

جس آدمی کو بیماری کے بڑھنے یا دیر سے تندرست ہونے کا ڈر ہو، حاملہ عورت[2] اور دودھ پلانے والی کو عقل کے نقصان یا ہلاکت یا بیمار ہونے کا ڈر ہو چاہے نسبی بچہ ہو یا رضاعی (اسے روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ اعتبر خوف وہ ہے جو تجربہ کی بنیاد پر حاصل ہونے والے غالب گمان کی وجہ سے ہو

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [1] کیونکہ طلوع فجر کے وقت کافر اور بچہ روزے کے سلسلے میں مخاطب ہی نہ تھے لہٰذا ان میں اہلیت نہ پائی گئی۔

[1] اگر جماع کا ڈر نہیں تو مکروہ نہ ہوں گے۔

[2] کیونکہ کمزوری بعض اوقات روزہ توڑنے کا باعث بن جاتی ہے

[3] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "روزہ دار کا بہترین خلال مسواک ہے" نیز آپ خود روزے کی حالت میں دن کے شروع میں اور آخر میں مسواک کیا کرتے تھے۔

[4] ایک حدیث شریف میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی حالت میں پیاس یا گرمی کی وجہ سے اپنے سر مبارک پر پانی ڈالا۔

[5] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کھاؤ بے شک سحری کھانے میں برکت ہے۔

[6] ایک حدیث شریف میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین باتیں رسولوں کے اخلاق سے ہیں۔ افطاری میں جلدی کرنا سحری دیر سے کھانا اور نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھنا۔

[7] اس صورت میں احتیاط کا یہی تقاضا ہے تاکہ طلوع فجر سے پہلے فارغ ہو جائے۔

(صفحہ ہٰذا) [1] عوارض، عارضہ کی جمع ہے، یہاں ایسی باتیں مراد ہیں جن کی وجہ سے روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔

[2] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزہ اور نماز کا کچھ حصہ اور حاملہ نیز دودھ پلانے والی عورت سے روزہ اُٹھا دیا ہے۔

إِخْبَارِ طَبِيْبٍ مُسْلِمٍ حَاذِقٍ عَدْلٍ وَلِمَنْ حَصَلَ لَهُ عَطَشٌ شَدِيْدٌ أَوْ جُوْعٌ يَخَافُ مِنْهُ الْهَلَاكَ وَلِلْمُسَافِرِ الْفِطْرُ وَصَوْمُهُ أَحَبُّ إِنْ لَّمْ يَضُرَّهُ وَلَمْ تَكُنْ عَامَّةُ رُفْقَتِهِ مُفْطِرِيْنَ وَلَا مُشْتَرِكِيْنَ فِي النَّفَقَةِ فَإِنْ كَانُوْا مُشْتَرِكِيْنَ أَوْ مُفْطِرِيْنَ فَالْأَفْضَلُ فِطْرُهُ مُوَافَقَةً لِلْجَمَاعَةِ وَلَا يَجِبُ الْإِيْصَاءُ عَلَىٰ مَنْ مَّاتَ قَبْلَ زَوَالِ عُذْرِهِ بِمَرَضٍ وَّسَفَرٍ وَّنَحْوِهِ كَمَا تَقَدَّمَ وَقَضَوْا مَا قَدَرُوْا عَلَىٰ قَضَائِهِ بِقَدْرِ الْإِقَامَةِ وَالصِّحَّةِ

یا کسی مسلمان ماہر عادل ڈاکٹر کے بتانے سے ہو، جس شخص کو سخت پیاس یا بھوک لگی ہو[1] کہ اس سے ہلاکت کا ڈر ہو اور (اسی طرح) مسافر کو افطار کا حق ہے، مسافر کے لیے روزہ رکھنا زیادہ اچھا ہے بشرطیکہ اسے نقصان نہ دے اور اس کے عام ساتھیوں نے روزہ چھوڑا نہ ہو اور نہ ہی ان کا نفقہ مشترک ہو۔ اگر ان کا نفقہ مشترک ہے یا انہوں نے روزہ نہیں رکھا تو جماعت کی موافقت میں نہ رکھنا بہتر ہے۔

جو شخص بیماری، سفر اور اس جیسے دوسرے عوارض کے زائل ہونے سے پہلے مر جائے تو اس پر وصیت کرنا واجب نہیں[2] جیسے پہلے گزر چکا ہے۔ مقیم اور تندرست ہونے کی صورت میں جتنے دنوں کی قضا کر سکتے ہیں، کریں۔

---

[1] اگر اپنے عمل سے مثلاً کھیلنے کودنے یا شکار کے لیے دوڑنے وغیرہ سے پیاس لگی تو اس صورت میں توڑنے سے کفارہ لازم ہوگا۔

[2] روزے کا فدیہ دینے کی وصیت کرنا مراد ہے۔

وَلَا يُشْتَرَطُ التَّتَابُعُ فِي الْقَضَآءِ فَإِنْ جَآءَ رَمَضَانُ اٰخَرُ قَدَّمَ عَلَى الْقَضَآءِ وَلَا فِدْيَةَ بِالتَّاخِيْرِ اِلَيْهِ وَيَجُوْزُ الْفِطْرُ لِشَيْخٍ فَانٍ وَعَجُوْزٍ فَانِيَةٍ وَتَلْزَمُهُمَا الْفِدْيَةُ لِكُلِّ يَوْمٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ كَمَنْ نَذَرَ صَوْمَ الْاَبَدِ فَضَعُفَ عَنْهُ لِاشْتِغَالِهِ بِالْمَعِيْشَةِ يُفْطِرُ وَيَفْدِيْ فَإِنْ لَمْ يَقْدِرْ عَلَى الْفِدْيَةِ لِعُسْرَتِهِ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ تَعَالٰى وَيَسْتَقِيْلُهُ وَلَوْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ اَوْ قَتْلٍ فَلَمْ يَجِدْ مَا يُكَفِّرُ بِهٖ مِنْ عِتْقٍ وَّهُوَ شَيْخٌ فَانٍ اَوْ لَمْ يَصُمْ حَتّٰى صَارَ فَانِيًا لَا يَجُوْزُ لَهُ الْفِدْيَةُ لِاَنَّ الصَّوْمَ هُنَا بَدَلٌ عَنْ غَيْرِهٖ۔

قضاء کرنے میں تسلسل شرط نہیں اگر (اس دوران) دوسرا رمضان آجائے تو اسے قضاء پر مقدم کرے[1]۔ اس وقت تک مؤخر کرنے کی وجہ سے فدیہ لازم نہیں ہوگا۔

شیخ فانی اور بہت بوڑھی عورت کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے[2] اور ان پر ہر دن کے بدلے نصف صاع گندم کے حساب سے فدیہ واجب ہوگا جس طرح وہ شخص جس نے عمر بھر روزہ رکھنے کی نذر مانی پھر اسباب معیشت میں مشغولیت کی وجہ سے عاجز ہو جائے تو روزہ چھوڑ دے اور فدیہ ادا کرے اور اگر تنگ دستی کی وجہ سے فدیہ نہ دے سکیں تو اللہ تعالیٰ سے بخشش اور کوتاہی کی معافی مانگیں۔

اگر کسی شخص پر قسم یا قتل کا کفارہ واجب ہوا اور اس کے پاس کفارہ ادا کرنے کے لیے غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ ہو اور وہ بہت بوڑھا ہو چکا ہو یا اس نے روزہ نہ رکھا حتیٰ کہ بوڑھا فانی ہو گیا تو اس کے لیے فدیہ دینا جائز نہیں کیونکہ یہاں یہ غیر کا بدل ہے[3]۔

---

[1] کیونکہ رمضان المبارک کا وقت مقرر ہے قضاء کا نہیں۔

[2] شیخ فانی وہ ہے جو دن بدن کمزوری کی جانب بڑھ رہا ہے۔ یہاں تک کہ فوت ہو جائے، چونکہ اس نے رمضان کا مہینہ پایا لہٰذا روزہ فرض ہوا لیکن روزہ رکھنے میں حرج واقع ہونے کی وجہ سے فدیہ دینا جائز قرار دیا گیا۔

نوٹ :- آج کل بعض مالدار لوگ روزہ رکھنے کی بجائے فدیہ دیتے ہیں حالانکہ وہ تندرست اور روزہ رکھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ یہ قطعاً غلط ہے ان کے لیے روزہ رکھنا ضروری ہے۔

[3] یعنی روزہ رکھنے کی طاقت بھی نہیں رکھتا تو اب فدیہ بھی نہیں دے سکتا کیونکہ یہاں روزہ، غلام (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

وَيَجُوزُ لِلْمُتَطَوِّعِ الْفِطْرُ بِلَا عُذْرٍ فِي رِوَايَةٍ وَالضِّيَافَةُ عُذْرٌ عَلَى الْاَظْهَرِ لِلضَّيْفِ وَالْمُضِيفِ وَلَهُ الْبِشَارَةُ بِهٰذِهِ الْفَائِدَةِ الْجَلِيْلَةِ وَاِذَا اَفْطَرَ عَلٰى اَيِّ حَالٍ عَلَيْهِ اِلَّا اِذَا شَرَعَ مُتَطَوِّعًا فِي خَمْسَةِ اَيَّامٍ يَوْمِ الْعِيْدَيْنِ وَاَيَّامِ التَّشْرِيْقِ فَلَا يَلْزَمُهُ قَضَاؤُهَا بِاِفْسَادِهَا فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ایک روایت کے مطابق نفلی روزہ رکھنے والے کیلیے کسی عذر کے بغیر بھی روزہ توڑنا جائز ہے[1]۔
اظہر روایت کے مطابق مہمان نوازی، مہمان اور میزبان دونوں کے لیے عذر ہے[2]۔ اور اس وجہ سے اس کے لیے بہت بڑے فائدے کی خوشخبری ہے[3] اور نفلی روزہ کسی حالت میں بھی توڑے اس کے توڑنے پر قضا ہے[4]۔ سوائے پانچ دنوں یعنی عید کے دو دن اور ایام تشریق کے (تین) دن کہ اگر ان میں نفلی روزہ شروع کر کے توڑ دے تو ظاہر روایت کے مطابق (قضا واجب نہیں۔)

(بقیہ صفحہ سابقہ) آزاد کرنے کا بدل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک مالی کفارہ ادا کرنے سے قاصر نہ ہو روزے کے ساتھ کفارہ دینا جائز نہیں۔

(صفحہ ہٰذا) [1] لیکن ظاہر روایت کے مطابق عذر کے بغیر توڑنا جائز نہیں اگر ایسا کرے گا تو مکروہ ہوگا۔ (مراقی الفلاح)

[2] لیکن زوال سے پہلے توڑ سکتا ہے بعد میں نہیں البتہ زوال کے بعد نہ توڑنے میں ماں باپ میں سے کسی ایک کی نافرمانی ہوتی ہو تو توڑ دے، ان کے علاوہ کسی کے لیے نہیں۔

[3] حدیث شریف میں ہے جس نے اپنے (مسلمان) بھائی کے حق کی خاطر روزہ توڑا اس کے لیے ایک ہزار روزوں کا ثواب لکھا جائے گا اور جس دن کی اس کی قضا کرے گا تو دو ہزار روزوں کا ثواب لکھا جائے گا۔

(مراقی الفلاح)

[4] کیونکہ جس روزے کی اس نے نیت کی اور رکھا اس کو باطل ہونے سے بچانے کے لیے قضا ضروری ہے۔

[5] چونکہ یہ دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہمانی کے دن ہیں اس لیے ان میں روزہ رکھنے سے منع کیا گیا لہٰذا ان کو پورا کرنا جائز نہیں اور توڑنا ضروری ہے۔ یہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے جب کہ صاحبین کے نزدیک اگرچہ توڑنا بھی ضروری ہے لیکن قضا بھی واجب ہے۔

(مراقی)

بَابُ مَا يَلْزَمُ الْوَفَاءُ بِهٖ مِنْ مَنْذُوْرِ الصَّوْمِ وَالصَّلٰوةِ وَنَحْوِهِمَا

إِذَا نَذَرَ شَيْئًا لَزِمَهُ الْوَفَاءُ بِهٖ إِذَا اجْتَمَعَ فِيْهِ ثَلَاثَةُ شُرُوْطٍ أَنْ يَكُوْنَ مِنْ جِنْسِهٖ وَاجِبٌ وَأَنْ يَكُوْنَ مَقْصُوْدًا وَأَنْ يَكُوْنَ لَيْسَ وَاجِبًا فَلَا يَلْزَمُ الْوُضُوْءُ بِنَذْرِهٖ وَلَا سَجْدَةُ التِّلَاوَةِ وَلَا عِيَادَةُ الْمَرِيْضِ وَلَا الْوَاجِبَاتُ بِنَذْرِهَا وَيَصِحُّ بِالْعِتْقِ وَالْاِعْتِكَافِ وَالصَّلٰوةِ غَيْرِ الْمَفْرُوْضَةِ وَالصَّوْمِ فَإِنْ نَذَرَ نَذْرًا مُطْلَقًا أَوْ مُعَلَّقًا بِشَرْطٍ وَّوُجِدَ لَزِمَهُ الْوَفَاءُ بِهٖ وَصَحَّ نَذْرُ صَوْمِ الْعِيْدَيْنِ وَأَيَّامِ التَّشْرِيْقِ فِي الْمُخْتَارِ وَيَجِبُ فِطْرُهَا وَقَضَاؤُهَا وَإِنْ صَامَهَا أَجْزَأَهُ مَعَ الْحُرْمَةِ۔

نذر کا روزہ اور نماز:

جب کوئی شخص کسی چیز کی نذر مانے تو تین شرائط کے جمع ہونے پر اسے پورا کرنا ضروری ہے۔[1]

۱۔ اس کی جنس سے کوئی چیز واجب ہو۔[2]

۲۔ وہ مقصودی عبادت ہو۔[3]

۳۔ (پہلے سے) واجب نہ ہو۔[4]

پس وضو کی نذر ماننے سے وہ لازم نہیں ہوگا، سجدۂ تلاوت، بیمار کی عیادت[5] اور واجبات بھی نذر ماننے سے لازم نہیں ہوں گے۔ غلام آزاد کرنے، اعتکاف بیٹھنے اور غیر فرض نماز اور روزے کی نذر صحیح ہے۔ اگر مطلق[6] نذر مانے یا کسی شرط سے معلق کرے اور وہ شرط پائی جائے تو اسے پورا کرنا لازمی ہے۔

عیدین اور ایام تشریق کا روزہ رکھنے کی نذر ماننا مختار قول کے مطابق صحیح ہے البتہ واجب ہے کہ روزہ نہ رکھے اور قضا کرے اگر روزہ رکھا تو کفایت کرے گا لیکن حرام ہوگا۔

(حاشیہ برصفحہ ۲۸۱)

وَ اَلْغَيْنَا تَعْيِيْنَ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ وَالدِّرْهَمِ وَالْفَقِيْرِ فَتُجْزِئُهٗ صَوْمُ رَجَبٍ عَنْ نَذْرِهٖ صَوْمَ شَعْبَانَ وَيُجْزِئُهٗ صَلٰوةُ رَكْعَتَيْنِ بِمِصْرَ نَذَرَ اَدَاءَهُمَا بِمَكَّةَ وَالتَّصَدُّقُ بِدِرْهَمٍ عَنْ دِرْهَمٍ عَيَّنَهٗ لَهٗ وَالصَّرْفُ لِزَيْدٍ نِ الْفَقِيْرِ بِنَذْرِهٖ لِعَمْرٍو وَاِنْ عَلَّقَ النَّذْرَ بِشَرْطٍ لَا يُجْزِئُهٗ عَنْهُ مَا فَعَلَهٗ قَبْلَ وُجُوْدِ شَرْطِهٖ

ہم نے وقت، جگہ، درہم اور فقیر کا تعین کرنا لغو قرار دیا ہے پس شعبان کے روزے کی نذر مان کر رجب کا روزہ رکھنے سے ادا ہو جائے گی اگر مکہ مکرمہ میں دو رکعتیں پڑھنے کی نذر مانی تو ان کو مصر میں ادا کرنا کافی ہوگا کسی متعین درہم کی جگہ کوئی دوسرا درہم دینے سے نذر پوری ہو جائے گی، عمرو کو دینے کی نذر ماننے سے زید محتاج کو دینا کفایت کرے گا[1]۔ اگر نذر کو کسی شرط سے معلق کیا تو شرط کے پائے جانے سے پہلے جو کچھ کیا وہ کافی نہ ہوگا[2]۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [1] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولیوفوا نذورھم انہیں چاہیے کہ اپنی نذریں پوری کریں اور حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی نذر مانے اسے چاہیے کہ اس کی اطاعت کرے اور جو شخص اس کی نافرمانی کی نذر مانے تو وہ نافرمانی نہ کرے۔

[2] یعنی جس چیز کی نذر مانی ہے اگر اس کی جنس سے کوئی چیز واجب ہے تو اس نذر کا پورا کرنا ضروری ہوگا اگرچہ اس وصف کے ساتھ ارتکاب حرام ہو شلاً قربانی کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی تو اگرچہ اس دن روزہ رکھنا حرام ہے لیکن روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو مسلمان پر فرض ہے لہٰذا یہ نذر صحیح ہوگی البتہ اس دن کی بجائے کسی دوسرے دن رکھے گا۔

[3] مثلاً وضو کی نذر نہیں مان سکتا کیونکہ یہ عبادت غیر مقصودہ ہے۔ نماز کی نذر مانی جا سکتی ہے۔

[4] مثلاً پانچ اوقات کی نماز یا رمضان کے روزوں کی نذر ماننا صحیح نہیں کیونکہ یہ تو پہلے سے فرض ہیں۔

[5] بیمار پرسی ایک عبادت ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا مریض کی عیادت کرنے والا واپسی تک جنت کے باغوں میں ہوتا ہے۔

[6] نذر مطلق کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے میرے ذمہ دو نفل ہیں اور نذر معلق جو کسی شرط سے مشروط ہو مثلاً اگر میں امتحان میں کامیاب ہوگیا تو دو نفل پڑھوں گا وغیرہ۔

(صفحہ ہٰذا) [1] مطلب یہ ہے کہ روزے کی نذر ماننے کا مطلب نفس کی شہوت کو توڑنا ہے، نماز کا مقصد تمام بدن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنا اور صدقہ کے ذریعے محتاج کی ضرورت کو پورا کرنا ہے لہٰذا شعبان میں روزہ رکھنے کی نذر مان کر رجب میں رکھے، مکہ مکرمہ میں نماز پڑھنے کی نذر مان کر کسی دوسرے مقام پر پڑھے، زید کو صدقہ دینے کی نذر مان کر بکر کو دے کسی خاص درہم کی نذر مان کر دوسرا درہم جو اسی مالیت کا ہو، دے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ مقصد حاصل ہوگیا بلکہ اس

(بقیہ صفحہ آئندہ)

بَابُ الْاِعْتِكَافِ

هُوَ الْاِقَامَةُ بِنِيَّتِهٖ فِیْ مَسْجِدٍ تُقَامُ فِیْهِ الْجَمَاعَةُ بِالْفِعْلِ لِلصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ فَلَا يَصِحُّ فِیْ مَسْجِدٍ لَا تُقَامُ فِیْهِ الْجَمَاعَةُ لِلصَّلٰوةِ عَلَى الْمُخْتَارِ وَلِلْمَرْاَةِ الْاِعْتِكَافُ فِیْ مَسْجِدِ بَيْتِهَا وَهُوَ مَحَلٌّ عَيَّنَتْهُ لِلصَّلٰوةِ فِيْهِ وَالْاِعْتِكَافُ عَلٰى ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ وَاجِبٌ فِی الْمَنْذُوْرِ وَسُنَّةٌ كِفَايَةٌ مُؤَكَّدَةٌ فِی الْعَشْرِ الْاَخِيْرِ مِنْ رَمَضَانَ وَمُسْتَحَبٌّ فِيْمَا سِوَاهُ وَالصَّوْمُ شَرْطٌ لِصِحَّةِ الْمَنْذُوْرِ فَقَطْ وَاَقَلُّهٗ نَفْلًا مُدَّةٌ يَسِيْرَةٌ وَلَوْ كَانَ مَاشِيًا عَلَى الْمُفْتٰى بِهٖ

اعتکاف:

اعتکاف[۱] کی نیت سے ایسی مسجد میں ٹھہرنا جہاں پانچ نمازوں کے لیے عملاً جماعت ہوتی ہے[۲] اعتکاف کہلاتا ہے۔ مختار قول کے مطابق جس مسجد میں جماعت نہیں ہوتی اس میں اعتکاف صحیح نہیں۔ عورت اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف بیٹھے اور یہ وہ جگہ ہے جسے اس نے نماز کے لیے متعین کیا ہے[۳]۔

اعتکاف کی تین قسمیں:

۱۔ واجب اعتکاف یعنی جس کی نذر مانی ہو۔

۲۔ سنت کفایہ موکدہ رمضان شریف کے آخری دس دنوں میں[۴]۔

۳۔ اس کے علاوہ مستحب ہے[۵]۔

صرف نذر مانے ہوئے اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے نفلی اعتکاف کا کم از کم وقت تھوڑا سا وقت ہے اگرچہ چلتے چلتے ہو[۶] اسی قول پر فتویٰ ہے۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) صورت میں بعض اوقات نذر کے پورا کرنے میں تاخیر سے بھی بچ جاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض اوقات فضیلت میں فرق پڑ جاتا ہے۔ مثلاً مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی فضیلت زیادہ ہے لیکن نذر پوری جاتی ہے (بقیہ حاشیہ آگے)

(اس متن کا پورا حاشیہ بھی اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ) ۲ؔ مثلاً نذر مانی کہ جب زید آئے گا میں دو رکعت نماز پڑھوں گا۔ اب زید کے آنے سے پہلے نفل پڑھ لیے تو ان کا اعتبار نہیں ہوگا۔ زید کے آنے پر دوبارہ پڑھے۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ۱ؔ اعتکاف کا لغوی معنیٰ ٹھہرنا اور کسی کام کو دائمی طور پر کرنا ہے۔ اس کا مصدر متعدی ہونے کی صورت میں "عکف" ہے جس کے معنی روکنا ہے۔

قرآن پاک میں ہے "والھدی معکوفا" اور قربانی کا جانور روک دیا گیا، اس بنیاد پر مسجد میں اپنے آپ کو ٹھہرانے اور روک دینے کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔ اور لازم ہونے کی صورت میں اس کا مصدر "عکوف" ہے جس کا معنیٰ کسی چیز پر مواظبت کے ساتھ متوجہ ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یعکفون علی اصنام لھم۔

چونکہ اعتکاف بیٹھنے والا مسجد میں مواظبت کے ساتھ ٹھہرتا ہے اس لیے اس کو اعتکاف کہتے ہیں۔

(مراقی الفلاح)

۲ؔ صاحبین کے نزدیک ہر مسجد میں جائز ہے۔

۳ؔ عورت نے گھر میں نماز پڑھنے کے لیے جو جگہ مقرر کر رکھی ہو وہی اس کے لیے مسجد ہے۔

۴ؔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصال تک رمضان المبارک کا آخری عشرہ اعتکاف بیٹھتے رہے۔ اس کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اعتکاف بیٹھتی تھیں۔

حدیث شریف میں ہے حضور علیہ السلام رمضان المبارک کا درمیانی عشرہ اعتکاف بیٹھے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا جو چیز یعنی لیلۃ القدر آپ تلاش کرتے ہیں اس کے لیے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھیں۔ اسی لیے ہمارے اسلاف نے فرمایا لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہے۔

۵ؔ آدمی جب مسجد میں جائے تو اعتکاف کی نیت کرے اس طرح اعتکاف کا ثواب بھی مل جائے گا اور اگر بات چیت یا کھانے کی ضرورت پڑ جائے تو وہ بھی اس کے لیے جائز ہو جائے گا۔

۶ؔ چونکہ مسجد کو راستہ بنانا جائز نہیں لیکن کسی وقت ضرورت پڑ جائے اور مسجد کے ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے سے نکلنا چاہے تو اعتکاف کی نیت کرے۔

وَلَا يَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا لِحَاجَةٍ شَرْعِيَّةٍ كَالْجُمُعَةِ اَوْ طَبْعِيَّةٍ كَالْبَوْلِ اَوْ ضَرُوْرِيَّةٍ كَانْهِدَامِ الْمَسْجِدِ وَاِخْرَاجِ ظَالِمٍ كُرْهًا وَتَفَرُّقِ اَهْلِهٖ وَخَوْفٍ عَلٰى نَفْسِهٖ اَوْ مَتَاعِهٖ مِنَ الْمُكَابِرِيْنَ فَيَدْخُلُ مَسْجِدًا غَيْرَهٗ مِنْ سَاعَتِهٖ فَاِنْ خَرَجَ سَاعَةً بِلَا عُذْرٍ فَسَدَ الْوَاجِبُ وَانْتَهٰى بِهٖ غَيْرُهٗ وَاَكْلُ الْمُعْتَكِفِ وَشُرْبُهٗ وَنَوْمُهٗ وَعَقْدُهُ الْبَيْعَ لِمَا يَحْتَاجُهٗ لِنَفْسِهٖ اَوْ عِيَالِهٖ فِي الْمَسْجِدِ وَكُرِهَ اِحْضَارُ الْمَبِيْعِ فِيْهِ وَكُرِهَ عَقْدُ مَا كَانَ لِلتِّجَارَةِ وَكُرِهَ الصَّمْتُ اِنِ اعْتَقَدَهٗ قُرْبَةً وَالتَّكَلُّمُ اِلَّا بِخَيْرٍ وَحَرُمَ الْوَطْءُ وَدَوَاعِيْهِ وَبَطَلَ بِوَطْئِهٖ وَبِالْاِنْزَالِ بِدَوَاعِيْهِ

شرعی ضرورت مثلاً نماز جمعہ[1] یا طبعی حاجت مثلاً پیشاب[2] کے بغیر مسجد سے نہ نکلے یا حاجت ضروریہ پیش آئے مثلاً مسجد کا منہدم ہو جانا، کسی ظالم کا اسے زبردستی نکالنا، یا اس مسجد سے لوگوں کا منتشر ہو جانا یا بدمعاشوں کی طرف سے جان یا سامان کے خوف کی بنا پر نکل سکتا ہے اور اسی وقت کسی دوسری مسجد میں داخل ہو جائے[3]۔ اگر کسی عذر کے بغیر ایک گھڑی کے لیے بھی نکلا تو واجب (اعتکاف) فاسد ہو جائے گا اور اگر کوئی دوسرا اعتکاف ہے تو پورا ہو جائے گا[4]۔ معتکف کا کھانا، پینا، سونا اور اس چیز کی خرید و فروخت جس کی اسے اپنے اور اپنے بال بچوں کے لیے ضرورت ہو، مسجد میں ہوگی البتہ مبیع (سودے کا سامان) مسجد میں لانا مکروہ ہے۔ مال تجارت کا سودا کرنا مکروہ ہے[5]، خاموشی بھی مکروہ ہے[6] اگر اسے ثواب سمجھتا ہو۔ گفتگو اچھی نہ ہو تو مکروہ ہے[7] وطی اور اس کی دعوت دینے والے کام بھی مکروہ ہیں[8]۔ وطی کرنے سے اور وطی کے لیے داعی امور کی وجہ سے انزال کی صورت میں اعتکاف باطل ہو جاتا ہے۔

---

[1] یا کسی شخص نے نذر کا اعتکاف شروع کیا اور درمیان میں عید کا دن آیا تو عید کی نماز کے لیے بھی جا سکتا ہے لیکن یہاں یہ بات یاد رہے کہ اگر واجب اعتکاف ہے جس کے لیے روزہ ضروری ہے تو عید کے دن روزہ نہ رکھے بعد میں قضا کرے۔ نماز جمعہ کے لیے بھی اتنی دیر پہلے جامع مسجد میں جائے کہ سنتیں پڑھ کر خطبہ اور نماز ادا کر سکے اور پھر جلدی واپس آ جائے۔

[2] غسل جنابت بھی اس میں شامل ہے۔

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

وَلَزِمَتْهُ اللَّيَالِي اَيْضًا بِنَذْرِ اِعْتِكَافِ اَيَّامٍ وَ لَزِمَتْهُ الْاَيَّامُ بِنَذْرِ اللَّيَالِي مُتَتَابِعَةً وَاِنْ لَمْ يَشْتَرِطِ التَّتَابُعَ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَ لَزِمَتْهُ لَيْلَتَانِ بِنَذْرِ يَوْمَيْنِ وَصَحَّ نِيَّةُ النُّهُرِ خَاصَّةً دُوْنَ اللَّيَالِي وَاِنْ نَذَرَ اِعْتِكَافَ

کچھ دنوں کے اعتکاف کی نذر ماننے سے راتوں کا[1] اور راتوں کے اعتکاف کی نذر ماننے سے تسلسل کے ساتھ دنوں کا اعتکاف بھی لازم ہوگا۔ ظاہر روایت کے مطابق اگرچہ تسلسل کی شرط نہ رکھی ہو۔ دو دنوں کے اعتکاف کی نذر ماننے سے دو راتوں کا اعتکاف بھی لازم ہوگا۔ راتوں کو چھوڑ کر صرف دنوں کی نیت کرنا بھی صحیح ہے اگر کسی نے مہینہ بھر اعتکاف کی

(بقیہ صفحہ سابقہ) ۳ے ان صورتوں میں فوراً کسی دوسری مسجد میں چلا جائے اور مسجد سے باہر کسی اور کام میں مشغول نہ ہو۔

۴ے یعنی جن کاموں کی وجہ سے شریعت نے باہر جانا جائز قرار دیا ہے ان کے علاوہ کسی مقصد کے لیے باہر جائے گا اگرچہ تھوڑی دیر ہی ہو تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ اپنے کسی رشتہ دار یا بیوی کے جنازہ میں بھی جانا جائز نہیں کیونکہ یہ عذر معتبر نہیں۔ (طحطاوی علی المراقی)

۵ے کیونکہ وہ دنیوی امور سے منقطع ہو کر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہے لہٰذا امور دنیا میں مشغول ہونا جائز نہیں۔ ضرورت کا سودا تو ہو سکتا ہے تجارت نہیں کر سکتا۔

۶ے کیونکہ خاموشی اہل کتاب کا روزہ ہے جس سے مسلمانوں کو منع کیا گیا البتہ اسے عبادت نہ سمجھے تو کوئی حرج نہیں۔

۷ے اعتکاف کی حالت میں قرآن وحدیث کا درس دینا، فقہی مسائل بتانا اور وعظ کرنا جائز بلکہ بہتر ہے۔ اسی طرح نوافل اور تلاوت قرآن پاک نیز درود شریف کے ورد سے فرصت ملے تو اسلامی تعلیمات پر مبنی کتب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

۸ے یعنی عورت کو بوسہ دینا یا شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانا منع ہے اگر اس سے انزال ہو جاتا ہے تو اعتکاف باطل ہو جائے گا ورنہ مکروہ ہوگا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً وہ کسی حاجت طبعی کے لیے جائے تو ان امور کا ارتکاب کرے یا عورت معتکف ہے تو وہ بھی گھر میں ہوتی ہے۔

(صفحہ ہٰذا) لے ان تمام صورتوں میں جس دن سے اعتکاف شروع کرنا ہے اس سے پہلی رات بھی شامل ہوگی۔ مثلاً نذر کا پہلا دن بدھ ہے تو منگل کے دن غروب آفتاب سے پہلے اعتکاف بیٹھ جائے اور آخری دن غروب آفتاب کے بعد باہر آئے۔

شَهْرٍ وَ نَوَى النَّهَارَ خَاصَّةً اَوِ اللَّيَالِيَ خَاصَّةً لَا تَعْمَلُ نِيَّتُهٗ اِلَّا اَنْ يُّصَرِّحَ بِالْاِسْتِثْنَاءِ وَالْاِعْتِكَافُ مَشْرُوْعٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَ هُوَ مِنْ اَشْرَفِ الْاَعْمَالِ اِذَا كَانَ عَنْ اِخْلَاصٍ وَ مِنْ مَّحَاسِنِهٖ اَنَّ فِيْهِ تَفْرِيْغَ الْقَلْبِ مِنْ اُمُوْرِ الدُّنْيَا وَ تَسْلِيْمِ النَّفْسِ اِلَى الْمَوْلٰى وَ مُلَازَمَةَ عِبَادَتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ وَالتَّحَصُّنَ بِحِصْنِهٖ وَ قَالَ عَطَآءٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ مَثَلُ الْمُعْتَكِفِ مَثَلُ رَجُلٍ يَخْتَلِفُ عَلٰى بَابِ عَظِيْمٍ لِحَاجَةٍ فَالْمُعْتَكِفُ يَقُوْلُ لَا اَبْرَحُ حَتّٰى يَغْفِرَ لِيْ وَ هٰذَا مَا تَيَسَّرَ لِلْعَاجِزِ الْحَقِيْرِ بِعِنَايَةِ مَوْلَاهُ الْقَوِيِّ الْقَدِيْرِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ ذُرِّيَّتِهٖ وَ مَنْ وَّالَاهُ وَ نَسْاَلُ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ مُتَوَسِّلِيْنَ اَنْ يَّجْعَلَهٗ خَالِصًا لِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَ اَنْ يَّنْفَعَ بِهِ النَّفْعَ الْعَمِيْمَ وَ يُجْزِلَ بِهِ الثَّوَابَ الْجَسِيْمَ ۔

نذر مانی اور خاص دنوں یا خاص راتوں کی نیت کی تو نیت پر عمل نہ ہوگا مگر یہ کہ استثناء کی تصریح کرے[لے] اعتکاف قرآن و سنت سے ثابت ہے اور وہ بزرگ ترین اعمال میں سے ہے جب کہ اخلاص کے ساتھ ہو۔ اس کے محاسن میں سے یہ ہے کہ اس میں دل کو امور دنیا سے فارغ کرنا، نفس کو اپنے مالک کے سپرد کرنا، اس کے گھر میں عبادت اختیار کرنا اور اس کے قلعہ میں محفوظ ہونا ہے حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں معتکف کی مثال اس شخص جیسی ہے جو اپنی حاجت کیلیے بہت بڑے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے پس معتکف (زبان حال سے) کہتا ہے میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا جب تک وہ مجھے بخش نہ دے۔ یہ اس عاجز (امام حسن شرنبلالی رحمہ اللہ) کو اپنے قوی و قدیر مالک کی طرف سے میسر آیا۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اس کی طرف ہماری راہنمائی فرمائی اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پا سکتے۔ ہمارے سردار اور مولا خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے آل و اصحاب، آپ کی اولاد اور آپ کے متعلقین و متبعین پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو ہم حضور علیہ السلام کا وسیلہ اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ اسے خالص اپنی عزت والی ذات کے لیے بنائے اس سے عام نفع عطا فرمائے اور اس کے بدلے میں بہت بڑا ثواب عطا فرمائے۔ (آمین)

حاشیہ صفحہ سابقہ[لے] چونکہ لفظ یوم، وقت اور دن کے معنوں میں مشترک ہے لہٰذا صرف دنوں کی نیت کرے یعنی رات (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ سابقہ) کو شامل نہ کرے تو بھی جائز ہے مثلاً وہ کہتا ہے کہ میں بیس دن اعتکاف بیٹھوں گا اور خاص دن کی نیت کرتا ہے رات کو نکال دیتا ہے تو صحیح ہے اور اس پر صرف دن کا اعتکاف لازم ہوگا رات کا نہیں۔

(گذشتہ صفحہ) ۵ اگر کہتا ہے کہ میں مہینہ بھر کا اعتکاف بیٹھوں گا اور نیت صرف دنوں کی کرتا ہے تو یہ صحیح نہیں کیونکہ مہینہ دن اور رات دونوں کو شامل ہوتا ہے۔ ہاں صریح الفاظ کے ساتھ راتوں کی استثناء کرے تو ٹھیک ہے۔

سوالات

۱۔ روزے کی شرعی تعریف، سببِ وجوب، سببِ ادا اور حکم شرعی بیان کریں۔

۲۔ روزہ کس پر فرض ہوتا ہے، صحت ادا کی کتنی اور کون کون سی شرائط ہیں۔ اس کے ارکان کون کون سے ہیں اور حکم کیا ہے۔

۳۔ روزے کی کتنی اور کونسی اقسام ہیں تفصیلاً لکھیں۔

۴۔ روزے کی نیت کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں۔ کہاں تعیین ضروری ہے اور کہاں نہیں، کس قسم میں دن کو بھی نیت ہو سکتی ہے اور کس روزے کے لیے رات کو نیت ضروری ہے۔

۵۔ چاند دیکھنے اور یوم شک کے روزے کے بارے میں تفصیلی نوٹ لکھیے۔

۶۔ کون کونسی چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کفارہ مع قضاء لازم ہوتا کب صرف قضا لازم آتی ہے اور کن صورتوں میں قضاء بھی لازم نہیں آتی۔

۷۔ قے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں وضاحت سے لکھیں۔

۸۔ روزے کا کفارہ کیا ہے۔ کیا چیزیں ہیں اور ان کے تفصیلی احکام کیا ہیں۔

۹۔ روزے کے مکروہات اور مستحبات کا تفصیلی جائزہ پیش کریں۔

۱۰۔ کن عوارض کی بنیاد پر روزہ چھوڑا جا سکتا ہے۔

۱۱۔ روزے کا فدیہ کیا ہے اور کون کونسے لوگ یہ فدیہ دینے کا حق رکھتے ہیں۔

۱۲۔ اعتکاف کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ لکھیں اس کی اقسام لکھیں نیز بتائیں کہ مرد و عورت کے اعتکاف میں کیا فرق ہے۔ اور مرد معتکف مسجد سے باہر جا سکتا ہے یا نہیں۔

كِتَابُ الزَّكٰوةِ

هِيَ تَمْلِيكُ مَالٍ مَخْصُوصٍ لِشَخْصٍ مَخْصُوصٍ فُرِضَتْ عَلٰى حُرٍّ مُسْلِمٍ مُكَلَّفٍ مَالِكٍ لِنِصَابٍ مِنْ نَقْدٍ وَلَوْ تِبْرًا اَوْ حُلِيًّا اَوْ اٰنِيَةً اَوْ مَا يُسَاوِيْ قِيْمَتَهٗ مِنْ عُرُوْضِ تِجَارَةٍ فَارِغٍ عَنِ الدَّيْنِ وَعَنْ حَاجَتِهِ الْاَصْلِيَّةِ نَامٍ وَلَوْ تَقْدِيْرًا وَشَرْطُ وُجُوْبِ اَدَائِهَا حَوَلَانُ الْحَوْلِ عَلَى النِّصَابِ الْاَصْلِيِّ وَاَمَّا الْمُسْتَفَادُ فِيْ اَثْنَاءِ الْحَوْلِ فَيُضَمُّ اِلٰى مُجَانِسِهٖ وَيُزَكّٰى بِتَمَامِ الْحَوْلِ الْاَصْلِيِّ سَوَآءٌ اُسْتُفِيْدَ بِتِجَارَةٍ اَوْ مِيْرَاثٍ اَوْ غَيْرِهٖ وَلَوْ عَجَّلَ ذُوْ نِصَابٍ لِسِنِيْنَ صَحَّ

زکوٰۃ کا بیان:

زکوٰۃ[1]، مخصوص[2] مال کا مخصوص شخص[3] کو مالک بنانا ہے یہ ہر آزاد مسلمان، مکلف اور مالک نصاب پر فرض ہے، نصاب، نقدی (سونے اور چاندی)، سے چاہے ٹکڑا ہو، زیور یا برتن ہو یا اس کی قیمت کے برابر سامانِ تجارت ہو[4]، قرض اور اصلی ضروریات سے فارغ ہو[5] اور بڑھنے والا ہو اگرچہ بڑھنا تقدیری ہو[6]۔

زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہونے کے لیے اصلی نصاب پر سال کا گزرنا شرط[7] ہے اور جو کچھ سال کے دوران حاصل ہو اسے اس کے ہم جنس کے ساتھ ملایا جائے اور اصلی سال پورا ہونے پر زکوٰۃ دی جائے (سال کے دوران) مال کا فائدہ، تجارت کے ذریعے حاصل ہو یا وراثت وغیرہ سے[8]۔

اگر کسی صاحبِ نصاب نے کئی سالوں کی زکوٰۃ پہلے ادا کر دی تو بھی صحیح ہے[9]۔

---

[1] زکوٰۃ ایک اہم اسلامی عبادت ہے۔ اس میں ایک طرف زکوٰۃ دینے والا ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور دوسری جانب فقراء و مساکین کی حاجت برآری ہوتی ہے۔ جس سے معاشرتی امن و سکون کے فروغ میں مدد ملتی ہے۔ زکوٰۃ ۸ھ میں فرض ہوئی۔ اس کی ادائیگی جلدی ہونی چاہیے۔ تاخیر کرنا گناہ ہے۔ زکوٰۃ کے لفظی

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) معنیٰ پاکیزگی اور برکت کے ہیں چونکہ زکوٰۃ دینے والا گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور اس کے ثواب میں اضافہ ہوتا ہے نیز زکوٰۃ دینے سے مال ان خرابیوں سے پاک ہو جاتا ہے جو غیر شعوری طور پر اس کے حصول میں پیدا ہوتی ہیں اور اس میں برکت بھی پیدا ہوتی ہے اس لیے اس عمل کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے اس کو صدقہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ زکوٰۃ دینے والے کی ایمان و اسلام میں صداقت کی علامت ہے۔

۲؎ نصاب کا چالیسواں حصہ یا جو اس کے قائم مقام ہو مال مخصوص ہے اور شخص مخصوص سے مراد فقراء اور دیگر وہ لوگ ہیں جو مصارف زکوٰۃ کہلاتے ہیں اور ان کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

۳؎ غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اور کافر نیز بچہ شرعی احکام کے مخاطب نہیں۔ لہٰذا ان پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

۴؎ اگر مال تجارت اتنا ہو جو نصاب کی قیمت کے برابر یا زیادہ ہو تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

۵؎ گرمی اور سردی کے کپڑے، گھریلو اخراجات، رہائش کا مکان، ہتھیار اور کام کاج کے اوزار، سواری کے جانور اور اہل علم کے لیے کتابیں۔ ضرورت کی اشیاء ہیں، اسی طرح اگر کسی شخص نے ان چیزوں کے لیے رقم رکھی ہو اور اس پر سال گزر جائے تو بھی زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔ اگر اتنا قرض ہو کہ اس کی ادائیگی کے بعد پورا نصاب نہ بچے تو بھی زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔

۶؎ مال کے بڑھنے کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ حقیقی مثلاً تجارت کے ذریعے مال کا بڑھنا۔

۲۔ تقدیری، مثلاً تجارت کے لیے مال رکھا لیکن تجارت نہیں کرتا۔ اگر تجارت کرتا تو مال بڑھ جاتا۔

اسی طرح سونا چاندی یا اس کی قیمت بنک وغیرہ میں رکھ دی تجارت میں استعمال نہیں کی تو تقدیراً مال کا بڑھنا پایا گیا کیونکہ اگر وہ تجارت کرتا تو مال بڑھ جاتا نیز سال میں نرخ بڑھ جانے کی وجہ سے بھی مال کا بڑھنا پایا گیا۔

۷؎ مثلاً یکم جنوری ۱۹۸۹ء کو کوئی شخص اصلی حاجات سے زائد دو سو درہموں کا مالک ہو تو یکم جنوری ۱۹۹۰ء کو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور سال کے دوران جو رقم حاصل ہوئی اس کو بھی اس کے ساتھ ملایا جائے گا۔ اگرچہ اس رقم پر سال پورا نہیں ہوا لیکن اصلی نصاب پر سال پورا ہو چکا ہے۔

۸؎ سونے چاندی کو سونے چاندی سے اور جانوروں وغیرہ کو ان کے ساتھ ملا کر حساب لگایا جائے۔

۹؎ مثلاً آج تین سو درہموں کا مالک تھا اور ان پر سال بھی گزر گیا تو ان میں سے بیس سالوں کی زکوٰۃ ایک سو درہم دے دی۔ یہ جائز ہے۔

وَشَرْطُ صِحَّةِ اَدَائِهَا نِيَّةٌ مُقَارِنَةٌ لِاَدَائِهَا لِلْفَقِيْرِ اَوْ وَكِيْلِهٖ اَوْ لِعَزْلِ مَا وَجَبَ وَلَوْ مُقَارَنَةً حُكْمِيَّةً كَمَا لَوْ دَفَعَ بِلَا نِيَّةٍ ثُمَّ نَوٰى وَالْمَالُ قَائِمٌ بِيَدِ الْفَقِيْرِ وَلَا يُشْتَرَطُ عِلْمُ الْفَقِيْرِ اَنَّهَا زَكٰوةٌ عَلَى الْاَصَحِّ حَتّٰى لَوْ اَعْطَاهُ شَيْئًا وَسَمَّاهُ هِبَةً اَوْ قَرْضًا وَنَوٰى بِهِ الزَّكٰوةَ صَحَّتْ وَلَوْ تَصَدَّقَ بِجَمِيْعِ مَالِهٖ وَلَمْ يَنْوِ الزَّكٰوةَ سَقَطَ عَنْهُ فَرْضُهَا

ادائیگی کے صحیح ہونے کے لیے نیت شرط[1] ہے جو فقیر کو ادا کرنے یا وکیل کو دینے کے وقت سے ملی ہو یا اس وقت ہو جب واجب مال کو الگ کرے[2]۔ اگرچہ نیت حکمی ہو جیسے اس نے نیت کے بغیر زکوٰۃ دے دی پھر نیت کی اور مال ابھی تک فقیر کے پاس موجود تھا۔[3]

اصح قول کے مطابق فقیر کے لیے یہ بات جاننا ضروری نہیں کہ یہ زکوٰۃ (کا مال) ہے۔ حتیٰ کہ اگر اس نے کچھ دیا اور اس کا نام ہبہ یا قرض رکھا لیکن زکوٰۃ کی نیت کر لی تو بھی صحیح ہے[4]۔ اگر تمام مال دے دیا اور زکوٰۃ کی نیت نہیں کی تو فرضیت ساقط ہو جائے گی۔[5]

---

[1] چونکہ زکوٰۃ ایک مقصودی اور مستقل عبادت ہے لہٰذا دیگر عبادات نماز، روزہ، اور حج کی طرح اس میں بھی نیت ضروری ہے۔

[2] بعض اوقات زکوٰۃ کا مال الگ کر دیا جاتا ہے اور بعد میں کسی فقیر کو دیا جاتا ہے یا کسی کو زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے وکیل بنایا جاتا ہے۔ اس بنیاد پر یہ نیت کے اوقات ہوئے فقیر کو دیتے وقت، مال الگ کرتے وقت یا وکیل کو دیتے وقت نیت کی جائے۔ اصل بات تو یہی ہے کہ ادائیگی کے وقت نیت کی جائے لیکن ادائیگی بعض اوقات متفرق طور پر ہوتی ہے لہٰذا مال الگ کرتے وقت بھی نیت کر لینا صحیح ہے۔

[3] اگرچہ یہ نیت زکوٰۃ ادا کرتے وقت نہیں پائی گئی لیکن چونکہ مال ابھی تک قائم ہے لہٰذا حکماً نیت شمار ہوگی۔

[4] کیونکہ زکوٰۃ دینے والے کی جانب سے زکوٰۃ کی نیت ضروری ہے۔ فقیر کا اس بات کے علم سے کوئی تعلق نہیں۔

[5] کیونکہ زکوٰۃ اس مال کا بعض حصہ ہے وہ اس کے ضمن میں ادا ہو گیا۔ لیکن بعض مال صدقہ کرنے کی صورت میں نیت ضروری ہوگی ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

وَزَكٰوةُ الدَّيْنِ عَلٰى اَقْسَامٍ فَاِنَّهٗ قَوِيٌّ وَّوَسَطٌ وَضَعِيْفٌ فَالْقَوِيُّ وَهُوَ بَدَلُ الْقَرْضِ وَمَالُ التِّجَارَةِ اِذَا قَبَضَهٗ وَكَانَ عَلٰى مُقِرٍّ وَّلَوْ مُفْلِسًا اَوْ عَلٰى جَاحِدٍ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ زَكَّاهُ لِمَا مَضٰى وَيَتَرَاخٰى وُجُوْبُ الْاَدَاءِ اِلٰى اَنْ يَّقْبِضَ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا فَفِيْهَا دِرْهَمٌ لِاَنَّ مَا دُوْنَ الْخُمُسِ مِنَ النِّصَابِ عَفْوٌ لَا زَكٰوةَ فِيْهِ

دَین کی زکوٰۃ:

دینِ[1] (قرض) کی زکوٰۃ کی کئی قسمیں ہیں کیونکہ دین، قوی، وسط اور ضعیف ہوتا ہے۔ دین قوی وہ ہے جو قرض کا بدلہ یا مالِ تجارت (کا بدلہ) ہو جب اس پر قبضہ کرے[2] اور یہ اقرار کرنے والے کے ذمہ ہو اگرچہ اس کو مفلس قرار دیا گیا ہو یا ایسے منکر کے ذمہ ہو جس کے خلاف گواہ موجود ہوں تو گزرے ہوئے وقت کی زکوٰۃ بھی ادا کرے۔ چالیس درہم (یعنی نصاب کے پانچویں حصہ) پر قبضہ تک وجوبِ ادا مؤخر ہوگا پھر اس میں سے ایک درہم دینا ہوگا کیونکہ پانچویں حصے سے کم معاف[3] ہے اس میں زکوٰۃ نہیں اور اسی طرح زائد پر اس کے حساب سے ہوگی[4]۔

---

[1] لفظ دَین، دَانَ یَدِیْنُ سے مصدر ہے قرض دینے کا معنیٰ دیتا ہے قرض دینے والے کو دائن اور مقروض کو مدیون کہتے ہیں۔ بدلے کا معنیٰ بھی دیتا ہے مثلاً دَانَ فُلَانًا فلاں کو بدلہ دیا۔ یہاں دین سے مطلق قرض مراد نہیں بلکہ یہ قرض سے عام ہے۔ اور اس سے مراد ہر وہ مال ہے جو کسی بھی سبب سے کسی شخص کے ذمہ واجب ہو۔

[2] کسی شخص نے دوسرے آدمی کو قرض کے طور پر کچھ رقم دی یا مال بیچا اور اس کی قیمت حاصل کرنا ہے تو یہ دینِ قوی ہے۔

[3] اگر یہ مال ایسے شخص کے ذمہ ہو جو دینے سے منکر نہیں اگرچہ وہ دیوالیہ ہو گیا یا انکار تو کرتا ہے لیکن اس کے خلاف گواہ موجود ہیں تو اس صورت میں قرض خواہ پر زکوٰۃ واجب ہوگی لیکن ادائیگی اس وقت کرے گا جب کم از کم نصاب کا پانچواں حصہ وصول کرے اب اس میں سے ایک درہم سالانہ ادا کرے کیونکہ گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ بھی ادا کرنا ہوگی۔

[4] امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک چالیس سے زائد جب تک اسّی درہم نہ ہو جائیں وہی ایک درہم کافی ہوگا لیکن صاحبین کے نزدیک چالیس سے زائد پر چالیسویں حصہ کے انداز سے ادا کرے مثلاً ساٹھ درہم وصول ہوتے تو ڈیڑھ درہم ادا کرے گا۔

وَكَذَا فِيمَا زَادَ بِحِسَابِهٖ وَالْوَسَطُ وَهُوَ بَدَلُ مَا لَيْسَ لِلتِّجَارَةِ كَثَمَنِ ثِيَابِ الْبِذْلَةِ وَعَبْدِ الْخِدْمَةِ وَدَارِ السُّكْنٰى لَا تَجِبُ الزَّكٰوةُ فِيْهِ مَا لَمْ يَقْبِضْ نِصَابًا وَيُعْتَبَرُ لِمَا مَضٰى مِنَ الْحَوْلِ مِنْ وَقْتِ لُزُوْمِهٖ لِذِمَّةِ الْمُشْتَرِيْ فِيْ صَحِيْحِ الرِّوَايَةِ وَالضَّعِيْفُ وَهُوَ بَدَلُ مَا لَيْسَ بِمَالٍ كَالْمَهْرِ وَالْوَصِيَّةِ وَبَدَلِ الْخُلْعِ وَالصُّلْحِ عَنْ دَمِ الْعَمَدِ وَالدِّيَةِ وَبَدَلِ الْكِتَابَةِ وَالسِّعَايَةِ لَا تَجِبُ فِيْهِ الزَّكٰوةُ مَا لَمْ يَقْبِضْ نِصَابًا وَيَحُوْلُ عَلَيْهِ الْحَوْلُ بَعْدَ الْقَبْضِ وَهٰذَا عِنْدَ الْإِمَامِ وَاَوْجَبَا عَنِ الْمَقْبُوْضِ مِنَ الدُّيُوْنِ الثَّلَاثَةِ بِحِسَابِهٖ مُطْلَقًا

دینِ وسط اس چیز کا بدل ہے جو تجارت کے لیے نہ ہو مثلاً کام کاج کے کپڑے، خدمت کے غلام اور رہائشی مکان (اس صورت میں) جب تک پورے نصاب پر قبضہ نہ کرے زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی[1] اور گزشتہ سالوں کا اعتبار اس وقت سے ہوگا جب وہ خریدنے والے کے ذمہ لازم ہوا، یہ صحیح روایت کے مطابق ہے[2]۔

دینِ ضعیف وہ ہے جو مال کا بدل نہ ہو[3] جیسے حق مہر، وصیت، بدلِ خلع، قتل عمد کا بدلِ صلح، دیت، بدل کتابت اور بدل سعایت[4]۔ ان میں اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی جب تک نصاب پر قبضہ نہ کرے اور قبضہ کے بعد اس پر سال نہ گزر جائے[5] یہ امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک ہے جب کہ صاحبین کے نزدیک تینوں قسم کے دین سے جتنے مال پر قبضہ کیا اس پر حساب کے مطابق زکوٰۃ واجب ہے۔

---

[1] یعنی کسی نے کام کاج کے کپڑے، خدمت کرنے والے غلام اور رہائشی مکان بیچا تو ان چیزوں کی قیمت خریدنے والے کے ذمہ دین ہے اور اسے دین وسط کہتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جب مکمل نصاب یعنی دو سو درہم یا اس کی قیمت پر قبضہ کرے تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔

[2] گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ بھی ادا کرنا ہوگی لیکن ان سالوں کا اعتبار اس وقت سے ہوگا جب خریدار نے یہ چیزیں خریدیں اور قیمت اس پر لازم ہوگئی۔

[3] یعنی یہ ایسا دین ہے جس میں قرض خواہ (دائن) نے مدیون کو کچھ دیا نہیں بلکہ دیگر اسباب سے اس پر مال لازم ہوگیا۔

(بقیہ برصفحہ آئندہ)

وَإِذَا قَبَضَ مَالَ الضِّمَارِ لَا تَجِبُ زَكوٰةُ السِّنِيْنَ الْمَاضِيَةِ وَهُوَ كَابِقٍ وَّمَفْقُوْدٍ وَّ مَغْصُوْبٍ لَيْسَ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ وَّمَالٍ سَاقِطٍ فِي الْبَحْرِ وَمَدْفُوْنٍ فِيْ مَفَازَةٍ اَوْ دَارٍ عَظِيْمَةٍ وَقَدْ نَسِيَ مَكَانَهُ وَمَاخُوْذٍ مُصَادَرَةً وَّمُوْدَعٍ عِنْدَ مَنْ لَا يَعْرِفُهُ

مالِ ضمار:

جب کسی شخص نے مالِ ضمار[1] پر قبضہ کیا تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ فرض نہ ہوگی[2]، بھاگا ہوا غلام، گمشدہ غلام غضب شدہ چیز جس پر گواہ نہ ہوں، دریا میں گر جانے والا مال جنگل میں مدفون مال، بہت بڑی حویلی میں مدفون مال جس کی جگہ بھول گیا، غنڈہ گردی سے چھینا گیا مال، ناواقف شخص کے پاس امانت رکھا گیا مال اور ایسا قرض جس پر گواہ نہ ہوں، مالِ ضمار ہے۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) ۴ عورت کا مہر خاوند کے ذمہ دین ہے، مرنے والے نے وصیت کی کہ میرے مال سے تہائی حصہ یا اس سے کم خاص مقدار فلاں شخص کو دی جائے تو یہ مال میت کے ورثاء پر دین ہے، بیوی نے خاوند سے طلاق حاصل کرنے کے لیے کچھ رقم مقرر کی تو یہ رقم مرد کی طرف سے عورت پر دَین ہے، کسی شخص نے دوسرے کو جان بوجھ کر قتل کر دیا۔ اب مقتول کے ورثاء نے کسی خاص رقم پر صلح کر لی اور قصاص چھوڑ دیا تو یہ رقم قاتل کے ذمہ مقتول کے ورثاء کا دَین ہے، غلطی سے قتل کی صورت میں قاتل جو رقم مقتول کے ورثاء کو ادا کرتا ہے اسے دیت کہتے ہیں۔ یہ بھی قاتل کے ذمہ دین ہے۔ مالک نے غلام کو کہا کہ اتنا مال لا کر دو اور تم آزاد ہو یہ مال، مالِ کتابت ہے۔ اور غلام پر دَین ہے۔ مالک نے غلام کا کچھ حصہ آزاد کر دیا اور باقی کی آزادی کے لیے مال کما کر لانے کو کہا، یہ مال سعایت ہے اور یہ بھی اس کے ذمہ دین ہے، یہ سب دین ضعیف ہیں۔

۵ ان تمام صورتوں میں زکوٰۃ کی ادائیگی اس وقت ہوگی جب نصاب پر قبضہ بھی ہو جائے اور پھر سال بھی گزر جائے۔

(صفحہ ہذا) [1] ضمار ایسے مال کو کہتے ہیں جس کے ملنے کی امید نہ ہو اگرچہ ملکیت باقی ہو۔

[2] چونکہ مالِ ضمار کے ملنے کی امید نہیں ہوتی لہٰذا گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی بلکہ جب وہ مال ملا اسی سال کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

وَدَيْنٍ لَا بَيِّنَةَ عَلَيْهِ وَلَا يُجْزِئُ عَنِ الزَّكٰوةِ دَيْنٌ اُبْرِئَ عَنْهُ فَقِيْرٌ بِنِيَّتِهَا وَصَحَّ دَفْعُ عَرْضٍ وَمَكِيْلٍ وَمَوْزُوْنٍ عَنْ زَكٰوةِ النَّقْدَيْنِ بِالْقِيْمَةِ وَاِنْ اَدّٰى مِنْ عَيْنِ النَّقْدَيْنِ فَالْمُعْتَبَرُ وَزْنُهُمَا اَدَاءً كَمَا اعْتُبِرَ وُجُوْبًا وَتُضَمُّ قِيْمَةُ الْعُرُوْضِ اِلَى الثَّمَنَيْنِ وَالذَّهَبِ اِلَى الْفِضَّةِ قِيْمَةً ۔

زکوٰۃ کی جگہ وہ دین کفایت نہیں کرے گا جس سے زکوٰۃ کی نیت سے فقیر کو بری الذمہ قرار دیا[1] سونے چاندی کی قیمت کا اعتبار کرتے ہوئے کوئی سامان یا کیلی اور وزنی چیز دینا صحیح[2] ہے۔ اگر سونا اور چاندی ہی دے تو ادائیگی میں وزن کا اعتبار ہوگا[3] جیسے وجوب میں اس کا اعتبار کیا گیا ہے[4] سامان کی قیمت کو سونے چاندی کی طرف[5] اور سونے کو چاندی کے ساتھ بطور قیمت ملایا جاتا ہے[6]۔

---

[1] مثلاً ایک شخص کا کسی دوسرے کے ذمہ قرض تھا اب مقروض یا فقیر ہونے کی وجہ سے قرض ادا نہیں کر سکتا بلکہ زکوٰۃ کا بھی مستحق ہے۔ قرض خواہ اسے زکوٰۃ دینا چاہتا ہے اور قرض بھی وصول کرنا چاہتا ہے۔ تو یوں نہیں کر سکتا کہ تم نے جو قرض دینا ہے وہ زکوٰۃ کی جگہ تمہارا ہوا کیونکہ زکوٰۃ میں مالک بنانا شرط ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اسے زکوٰۃ دے کر قرض وصول کرے۔

[2] یعنی کسی کے پاس مثلاً ساڑھے باون تولے چاندی ہے تو زکوٰۃ کی ادائیگی دو طرح سے ہو سکتی ہے یا تو اس میں سے چالیسواں حصہ چاندی دے یا اس کی قیمت ادا کرے۔ اور قیمت کے مطابق چالیسواں حصہ رقم کی صورت میں یا غلے وغیرہ کی شکل میں دے۔ دونوں طرح جائز ہے۔

[3] یعنی قیمت کی بجائے سونا یا چاندی ہی دینا چاہتا ہو تو وزن کا اعتبار ہوگا۔ ایسا نہیں کر سکتا کہ قیمت لگا کر اس کے چالیسویں حصہ کی جتنی چاندی یا سونا بنتا ہے ادا کر دے۔

[4] یعنی سونے اور چاندی پر زکوٰۃ بھی وزن کے اعتبار سے ہی واجب ہوتی ہے۔ قیمت کا اعتبار نہیں ہوتا۔

[5] مثلاً کسی شخص کے پاس سامان تجارت ہے جس کی قیمت بیس تولے چاندی بنتی ہے اور اس کے پاس چاندی بھی ہے جس کا وزن ساڑھے بتیس تولے ہے تو یہ کل ساڑھے باون تولے چاندی نصاب بن جائے گا۔

[6] مثلاً ایک شخص کے پاس ایک سو درہم ہیں اور دس دینار ہیں جن کی قیمت ایک سو چالیس درہم ہے تو یہ کل دو سو چالیس درہم ہوئے لہٰذا چھ درہم زکوٰۃ واجب ہوگی۔

وَنُقْصَانُ النِّصَابِ فِي الْحَوْلِ لَا يَضُرُّ إِنْ كَمُلَ فِي طَرَفَيْهِ فَإِنْ تَمَلَّكَ عَرَضًا بِنِيَّةِ التِّجَارَةِ وَهُوَ لَا يُسَاوِي نِصَابًا وَلَيْسَ لَهُ غَيْرُهُ ثُمَّ بَلَغَتْ قِيْمَتُهُ نِصَابًا فِي آخِرِ الْحَوْلِ لَا تَجِبُ زَكٰوتُهُ لِذٰلِكَ الْحَوْلِ۔

سال کے دوران نصاب کا کم ہونا کچھ نقصان نہیں دیتا بشرطیکہ سال کی دونوں طرفوں (اول و آخر) میں مکمل ہو[1]

اگر کوئی شخص تجارت کی نیت سے سامان کا مالک ہوا اور وہ نصاب کے برابر نہیں۔ اور اس کے پاس کوئی دوسرا مال بھی نہیں پھر سال کے آخر میں اس کی قیمت نصاب کو پہنچ گئی تو اس سال کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی[2]

---

[1] زکوٰۃ واجب ہونے کے لیے سال کے شروع میں اور وجوبِ ادا کے لیے سال کے آخر میں نصاب کا مکمل ہونا ضروری ہے۔ اب سال کے دوران بڑھ جاتے یا کم ہو جاتے اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

[2] مثلاً سال کے شروع میں اس کے پاس ایک سو درہم کا مال تجارت تھا اور اس کے علاوہ مال نہیں تھا جسے ملا کر نصاب مکمل کر لیا جائے۔ اب سال کے آخر میں دوسو درہموں کا مالک ہو گیا تو چونکہ نصاب پر سال نہیں گزرا لہٰذا زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

سوالات

۱۔ زکوٰۃ کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ بیان کریں نیز زکوٰۃ کی دینی اور معاشرتی اہمیت پر روشنی ڈالیں۔
۲۔ زکوٰۃ کے وجوب اور وجوب ادا کی شرائط لکھیں نیز مال کے بڑھنے کی کیا صورت ہے۔
۳۔ دین کی اقسام اور زکوٰۃِ دین کے احکام تفصیلاً لکھیں۔
۴۔ مال ضمار کسے کہتے ہیں اور اس کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے۔
۵۔ سونے اور چاندی کی زکوٰۃ کس طرح دی جائے گی اگر سونا اور چاندی ملے جلے ہوں تو ادائیگی کی کیا صورت ہوگی۔
۶۔ مندرجہ ذیل صیغوں کی وضاحت کریں۔

لم یقبض، السعایۃ ، لا یُشترط، لا یَضمَنُ۔

وَنِصَابُ الذَّهَبِ عِشْرُوْنَ مِثْقَالًا وَنِصَابُ الْفِضَّةِ مِائَتَا دِرْهَمٍ مِّنَ الدَّرَاهِمِ الَّتِيْ كُلُّ عَشَرَةٍ مِّنْهَا وَزْنُ سَبْعَةِ مَثَاقِيْلَ وَمَا زَادَ عَلٰى نِصَابٍ وَبَلَغَ خُمُسًا زَكَّاهُ بِحِسَابِهٖ وَمَا غَلَبَ عَلَى الْغِشِّ فَكَالْخَالِصِ مِنَ النَّقْدَيْنِ وَلَا زَكٰوةَ فِي الْجَوَاهِرِ وَاللَّآلِيْ إِلَّا أَنْ يَّتَمَلَّكَهَا بِنِيَّةِ التِّجَارَةِ كَسَائِرِ الْعُرُوْضِ وَلَوْ تَمَّ الْحَوْلُ عَلٰى مَكِيْلٍ أَوْ مَوْزُوْنٍ فَغَلَا سِعْرُهٗ وَرَخُصَ فَأَدّٰى مِنْ عَيْنِهٖ رُبُعَ عُشْرِهٖ أَجْزَأَهٗ وَإِنْ أَدّٰى مِنْ قِيْمَتِهٖ تُعْتَبَرُ يَوْمَ الْوُجُوْبِ وَهُوَ تَمَامُ الْحَوْلِ عِنْدَ الْإِمَامِ وَقَالَا يَوْمَ الْأَدَاءِ لِمَصْرِفِهَا۔

سونے چاندی کا نصاب:

سونے کا نصاب بیس مثقال[1] اور چاندی کا نصاب ان دراہم سے دو سو درہم[2] ہیں جن کے ہر دس درہم سات مثقال کے برابر ہوں[3] اور نصاب سے زائد جب پانچویں حصے تک پہنچ جاتے تو اس کے حساب سے زکوٰۃ دے[4]۔ سونے اور چاندی سے جو کھوٹ پر غالب ہو وہ خالص کے حکم میں ہوگا۔[5] جواہرات اور موتیوں میں زکوٰۃ نہیں مگر یہ کہ تجارت کی نیت سے ان کا مالک ہو جائے جس طرح دوسرے سامان کا مسئلہ ہے۔

اگر کیلی یا وزنی چیز پر سال پورا ہوگیا پھر اس کا نرخ بڑھ گیا یا کم ہوگیا اور اس نے اسی چیز سے چالیسواں حصہ دے دیا تو کافی ہے[6] اور اگر قیمت دے تو واجب ہونے کے دن کا اعتبار ہوگا اور وہ دن امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک سال پورا ہونے کا دن ہے۔ جب کہ صاحبین فرماتے ہیں جس دن مستحق کو ادا کرے گا اس کا اعتبار ہوگا۔

۱؎ ہمارے مروجہ نظام کے مطابق ایک مثقال ۴۵ء۲۵ گرام ہے لہٰذا بیس مثقال بچاسی ۸۵ گرام ہوں گے۔

۲؎ ایک درہم چاندی ۹۷۵ء۲ گرام ہوتی ہے لہٰذا دو سو درہم پانچصد پچانویں ۵۹۵ گرام ہوتے ہیں۔

۳؎ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں تین قسم کے درہم مروج تھے پہلا وہ جو ایک مثقال کے برابر تھا دوسرا نصف مثقال کے برابر اور تیسرا وہ کہ دس درہم چھ مثقال کے برابر تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تینوں کا اوسط نکال کر ایک معیار مقرر کر دیا۔ یعنی پہلے درہم کے حساب سے دس درہم، دس مثقال کے برابر دوسری صورت میں دس درہم پانچ مثقال کے اور تیسری صورت میں چھ مثقال کے برابر تھے۔ تینوں کو جمع کیا تو مجموعہ اکیس آیا (بقیہ صفحہ آئندہ)

وَلَا يَضْمَنُ الزَّكٰوةَ مُفَرِّطٌ غَيْرُ مُتْلِفٍ فَهَلَاكُ الْمَالِ بَعْدَ الْحَوْلِ يُسْقِطُ الْوَاجِبَ وَهَلَاكُ الْبَعْضِ حِصَّتَهٗ وَيُصْرَفُ الْهَالِكُ اِلَى الْعَفْوِ فَاِنْ لَمْ يُجَاوِزْهُ فَالْوَاجِبُ عَلٰى حَالِهٖ وَلَا تُؤْخَذُ الزَّكٰوةُ جَبْرًا وَلَا مِنْ تَرِكَتِهٖ اِلَّا اَنْ يُّوْصِيَ بِهَا فَتَكُوْنُ مِنْ ثُلُثِهٖ وَيُجِيْزُ اَبُوْ يُوْسُفَ الْحِيْلَةَ لِدَفْعِ وُجُوْبِ الزَّكٰوةِ وَكَرِهَهَا مُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى

(زکوٰۃ کی ادائیگی میں) کوتاہی کرنے والے پر ضمان نہیں ہوگی البتہ ضائع کرنے والا ضامن ہوگا[1]۔ پس سال کے بعد مال کے ہلاک ہونے سے واجب ساقط ہو جائے گا اور بعض کے ضائع ہونے سے اس کے حساب سے ساقط ہوگا[2] اور ہلاک ہونے والے کو زائد کی طرف پھیرا جائے گا اور اگر اس سے متجاوز نہ ہو[3] تو واجب اپنے حال پر رہے گا۔ زکوٰۃ زبردستی نہ لی جائے اور نہ ترکہ سے لی جائے[4] مگر یہ کہ وصیت کی گئی ہو تو اس کے تہائی سے وصول کی جائے[5]۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے وجوب زکوٰۃ سے بچنے کیلئے حیلہ اختیار کرنا جائز قرار دیا جب کہ امام محمد رحمہ اللہ علیہ اسے مکروہ جانتے ہیں[6]۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) اب تین پر تقسیم کیا تو جواب سات آیا لہٰذا اب وہ درہم معیار بن گیا جس کے حساب سے دس درہم، سات مثقال کے برابر ہوں۔

؂۴ مثلاً چوبیس مثقال سونا ہو جاتے تو نصف مثقال اور مثقال کا دسواں حصہ دینا ہوگا۔ اس سے کم ہوں مثلاً اکیس، بائیس یا تئیس مثقال ہوں تو صرف بیس مثقال پر زکوٰۃ ہوگی زائد معاف ہے۔

؂۵ اگر خالص سونا اور چاندی نہ ہو بلکہ اس میں کھوٹ بھی ہو تو دیکھا جائے کھوٹ کم ہو تو خالص شمار ہوگا۔

؂۶ اس صورت میں نرخ کے گھٹنے بڑھنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

(صفحہ ہٰذا) ؂۱ ادائیگی میں تاخیر سے مال ضائع ہو گیا تو زکوٰۃ معاف ہو جائے گی اور اگر خود ضائع کیا تو زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔

؂۲ سال پورا ہونے کے بعد ادائیگی میں تاخیر ہوگئی اور کچھ مال ضائع ہو گیا تو جتنا باقی ہے اس کے حساب سے زکوٰۃ دینا ہوگی۔

؂۳ مثلاً ایک آدمی کے پاس دو سو بیس درہم تھے ان میں سے بیس درہم ضائع ہو گئے تو یوں سمجھیں گے کہ اصل نصاب باقی ہے اوپر والے بیس درہم ضائع ہو گئے۔

؂۴ زکوٰۃ میں نیت شرط ہے اور زبردستی لینے اور ترکہ سے وصول کرنے کی صورت میں نیت نہیں پائی جاتی۔

؂۵ چونکہ تہائی مال سے زیادہ میں وصیت نافذ نہیں ہوتی لہٰذا میت کی وصیت کے مطابق تہائی مال سے وصول کی جائے۔

(بقیہ برصفحہ آئندہ)

بَابُ الْمَصْرَفِ

هُوَ الْفَقِيْرُ وَهُوَ مَنْ يَمْلِكُ مَالَا يَبْلُغُ نِصَابًا وَلَا قِيْمَتَهٗ مِنْ اَيِّ مَالٍ كَانَ وَ لَوْصَحِيْحًا مُكْتَسِبًا وَالْمِسْكِيْنُ وَهُوَ مَنْ لَّا شَيْءَ لَهٗ وَالْمُكَاتَبُ وَالْمَدْيُوْنُ الَّذِيْ لَا يَمْلِكُ نِصَابًا وَلَا قِيْمَتَهٗ فَاضِلًا عَنْ دَيْنِهٖ وَفِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَهُوَ مُنْقَطِعُ الْغُزَاةِ اَوِالْحَاجِّ. وَابْنُ السَّبِيْلِ وَهُوَ مَنْ لَهٗ مَالٌ فِيْ وَطَنِهٖ وَلَيْسَ مَعَهٗ مَالٌ وَالْعَامِلُ عَلَيْهَا وَيُعْطٰى قَدْرَ مَا يَسَعُهٗ وَاَعْوَانَهٗ وَلِلْمُزَكِّيْ الدَّفْعُ اِلٰى كُلِّ الْاَصْنَافِ وَلَهُ الْاِقْتِصَارُ عَلٰى وَاحِدٍ مَّعَ وُجُوْدِ بَاقِي الْاَصْنَافِ۔

زکوٰۃ کا مصرف[1]:

۱۔ وہ فقیر ہے، اور یہ وہ شخص ہے جو اتنی چیز کا مالک ہو جو نہ تو نصاب کو پہنچتی ہے اور نہ ہی اس کی قیمت کو، چاہے کسی بھی مال سے ہو اگرچہ وہ تندرست کمانے والا ہو[2]۔

۲۔ مسکین اور یہ وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔

۳۔ مکاتب[3]۔ (۴) مدیون جو دین سے زائد نصاب اور نہ ہی اس کی قیمت کا مالک[4] ہو۔

۵۔ فی سبیل اللہ، اور یہ وہ شخص ہے جو غازیوں یا حاجیوں سے الگ منقطع ہو گیا[5]۔

۶۔ ابن السبیل جس کے لیے وطن میں مال ہو لیکن اس کے پاس مال نہ ہو[6]۔

۷۔ زکوٰۃ کی وصولی میں کام کرنے والا، اسے اس قدر دیا جائے کہ خود اس کو اور اس کے ساتھیوں کو کفایت کرے[7]۔

زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ وہ تمام اقسام مصرف کو دے یا باقی اقسام کے پائے جانے کے باوجود صرف ایک قسم کے لوگوں کو دے[8]۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) [6] مثلاً کسی شخص نے اپنا مال کسی کو ہبہ کیا، سال پورا ہوا تو وہ اس آدمی کے پاس تھا پھر اس نے واپس مالک کو ہبہ کر دیا تو چونکہ سال کسی ایک کے پاس بھی پورا نہیں ہوا لہٰذا دونوں پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ اگر یہ حیلہ زکوٰۃ سے بچنے کے لیے کرتا ہے تو سب کے نزدیک ناجائز ہے لیکن کسی اچھے مقصد کے لیے ہو تو جائز ہے۔

(اس متن کا حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وَلَا يَصِحُّ دَفْعُهَا لِكَافِرٍ وَغَنِيٍّ يَمْلِكُ نِصَابًا أَوْ مَا يُسَاوِي قِيمَتَهُ مِنْ أَيِّ مَالٍ كَانَ فَاضِلٍ عَنْ حَوَائِجِهِ الْأَصْلِيَّةِ وَطِفْلِ غَنِيٍّ وَبَنِي هَاشِمٍ وَمَوَالِيهِمْ

کافر،[1] مالدار جو نصاب یا کسی بھی مال سے اس کی قیمت کا مالک ہو اور یہ اس کی اصلی ضرورتوں سے زائد ہو۔ مالدار کی اولاد،[2] بنو ہاشم[3] اور ان کے غلاموں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ١ مصارف زکوٰۃ یعنی جن لوگوں کو زکوٰۃ دی جاتی ہے ان کا ذکر قرآن پاک کی سورۂ توبہ آیت ٦٠ میں ہے۔

٢ یعنی نصاب سے کم مال کا مالک فقیر کہلاتا ہے۔

٣ وہ غلام جس کو مالک نے کہا کہ اتنی رقم ادا کر کے تم آزاد ہو سکتے ہو۔

٤ یعنی کوئی شخص مقروض ہو لیکن اس کے پاس صرف اتنی رقم ہو جس سے قرض ادا کیا جا سکتا ہے یا اس سے زائد بھی ہو لیکن نصاب سے کم ہو۔

٥ یعنی جن لوگوں کا مال یا سواری ہلاک ہو جائے جس کی وجہ سے وہ مجاہدین یا حاجیوں کی جماعت سے بچھڑ جائیں اور ان میں شامل نہ ہو سکیں تو ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے اسی طرح طالب علم بھی زکوٰۃ کا مستحق ہے۔

٦ یعنی جب کوئی شخص سفر پر ہو اور اس کے پاس مال نہ رہے تو وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے۔ اگرچہ اس کے گھر میں مال ہو۔

٧ جو لوگ زکوٰۃ کی وصولی پر مامور ہیں انہیں حسب ضرورت آنے جانے کا کرایہ اور کھانے پینے کے لیے زکوٰۃ سے ادائیگی کی جاتی ہے۔

٨ یعنی تمام اقسام کے افراد میں تقسیم کرے یا صرف ایک قسم مثلاً فقیروں کو دے۔ دونوں طرح جائز ہے۔

(صفحہ ہذا) ١ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ان (مسلمانوں) کے مال سے لو اور ان کے فقراء میں تقسیم کر دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ صرف مسلمانوں کو دی جائے گی۔ کفار کو باقی صدقات دیے جا سکتے ہیں۔

٢ چونکہ مالدار کی اولاد باپ کے تابع ہے لہٰذا وہ بھی مالدار ہے اور زکوٰۃ کی مستحق نہیں۔

٣ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت عقیل، حضرت حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہم کی اولاد بنو ہاشم ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنو ہاشم! اللہ تعالیٰ نے تم پر لوگوں کا مستعمل مال اور میل حرام کیا ہے اور اس کے عوض تم کو مال غنیمت کے پانچویں حصے کا پانچواں حصہ دیا ہے۔

وَاخْتَارَ الطَّحَاوِيُّ جَوَازَ دَفْعِهَا لِبَنِيْ هَاشِمٍ وَاَصْلِ الْمُزَكِّيْ وَفَرْعِهٖ وَزَوْجَتِهٖ وَمَمْلُوْكِهٖ وَمُكَاتَبِهٖ وَمُعْتَقِ بَعْضِهٖ وَكَفْنِ مَيِّتٍ وَقَضَاۤءِ دَيْنِهٖ وَثَمَنِ قِنٍّ يُعْتَقُ وَلَوْ دَفَعَ بِتَحَرٍّ لِمَنْ ظَنَّهٗ مَصْرَفًا فَظَهَرَ بِخِلَافِهٖ اَجْزَاَهٗ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ عَبْدَهٗ اَوْ مُكَاتَبَهٗ وَكُرِهَ الْاِغْنَاۤءُ وَهُوَ اَنْ يَّفْضُلَ لِلْفَقِيْرِ نِصَابٌ بَعْدَ قَضَاۤءِ دَيْنِهٖ وَبَعْدَ اِعْطَاۤءِ كُلِّ فَرْدٍ مِّنْ عِيَالِهٖ دُوْنَ نِصَابٍ مِّنَ الْمَدْفُوْعِ اِلَيْهِ وَاِلَّا فَلَا يُكْرَهُ

امام طحاوی رحمہ اللہ نے بنو ہاشم کو دینا جائز قرار دیا ہے۔

زکوٰۃ دینے والا اپنی اصل اور فرع[1]، بیوی[2]، غلام، مکاتب اور اس کو جس کا بعض آزاد کیا، میت کے کفن، اس کے قرض کی ادائیگی اور غلام جسے آزاد کیا جاتے، کی قیمت میں زکوٰۃ نہ دے[3]۔ اگر غور و فکر کے بعد کسی کو مصرف سمجھ کر زکوٰۃ دی پھر ظاہر ہوا کہ وہ مصرف نہیں تو ادائیگی ہوگئی۔ مگر یہ کہ اس کا غلام یا مکاتب[4] ہو (تو ادائیگی نہ ہوئی) کسی کو غنی بنانا یعنی (اتنا دینا کہ) فقیر کے پاس ادائیگی قرض اور اہل و عیال میں سے ہر فرد کو نصاب سے کم دینے کے بعد زکوٰۃ کے مال سے نصاب کی مقدار بچ جائے تو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں۔

---

[1] اصل سے مراد ماں باپ اور دادا دادی، نانا نانی ہیں جب کہ فرع سے مراد بیٹی بیٹا، پوتی پوتا، نواسی اور نواسا ہیں۔

[2] کیونکہ عام طور پر بیوی اور خاوند کا منافع مشترک ہوتا ہے۔ اسی طرح غلام اور مکاتب کا مال بھی مالک کا اپنا ہوتا ہے لہٰذا ان کو دینا اپنے آپ کو دینا ہے۔

[3] چونکہ تملیک شرط ہے اور ان صورتوں میں تملیک نہیں پائی جاتی۔

[4] غلام اور مکاتب کی صورت میں زکوٰۃ واپس اپنے گھر آجاتی ہے لہٰذا جائز نہیں۔

وَنُدِبَ إِغْنَآؤُهُ عَنِ السُّؤَالِ وَكُرِهَ نَقْلُهَا بَعْدَ تَمَامِ الْحَوْلِ لِبَلَدٍ اٰخَرَ لِغَيْرِ قَرِيْبٍ وَاَحْوَجَ وَاَوْرَعَ وَاَنْفَعَ لِلْمُسْلِمِيْنَ بِتَعْلِيْمٍ وَالْاَفْضَلُ صَرْفُهَا لِلْاَقْرَبِ فَالْاَقْرَبِ مِنْ كُلِّ ذِىْ رَحْمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ ثُمَّ لِجِيْرَانِهٖ ثُمَّ لِاَهْلِ مَحَلَّتِهٖ ثُمَّ لِاَهْلِ حِرْفَتِهٖ ثُمَّ لِاَهْلِ بَلْدَتِهٖ وَقَالَ الشَّيْخُ اَبُوْ حَفْصٍ الْكَبِيْرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا تُقْبَلُ صَدَقَةُ الرَّجُلِ وَقَرَابَتُهٗ مَحَاوِيْجُ حَتّٰى يَبْدَأَ بِهِمْ فَيَسُدَّ حَاجَتَهُمْ

(فقیر کو) مانگنے سے مستغنی کر دینا مستحب [۱] ہے، سال پورا ہونے کے بعد کسی دوسرے شہر کی طرف لے جانا جب کہ وہاں قریبی رشتہ دار، زیادہ حاجت مند، زیادہ متقی فقیر، اور تعلیم کے سلسلے میں لوگوں کے لیے زیادہ نفع بخش نہ ہو، مکروہ [۲] ہے۔

زیادہ قریبی رشتہ دار پھر اس سے کم قریبی کو پھر پڑوسی اس کے بعد اہل محلہ پھر ہم پیشہ اور اس کے بعد شہر والوں کو زکوٰۃ دینا افضل [۳] ہے۔

حضرت شیخ ابو حفص الکبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آدمی کا صدقہ قبول نہیں ہوتا جس کے رشتہ دار محتاج ہوں یہاں تک کہ پہلے ان کو دے اور ان کی ضرورت پوری کرے [۴]۔

---

[۱] زکوٰۃ کے مال سے اس قدر دیا جائے کہ مانگنے کی حاجت نہ رہے۔

[۲] چونکہ قریب والوں کا زیادہ حق ہے لہٰذا اپنے شہر کے فقراء میں زکوٰۃ تقسیم کی جائے دوسری جگہ لے جانا مکروہ ہے البتہ زکوٰۃ دینے والے کے مستحق رشتہ دار دوسرے شہر میں ہوں یا وہاں لوگ زیادہ حاجت مند ہوں یا وہاں صحیح العقیدہ مسلمانوں کی دینی درس گاہ ہو جہاں مالِ زکوٰۃ خرچ کرنے سے لوگوں کو زیادہ فائدہ پہنچتا ہو تو وہاں لے جانا مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔

[۳] مطلب یہ ہے کہ اگر یہ سب لوگ محتاج اور زکوٰۃ کے مستحق ہوں تو اس ترتیب سے زکوٰۃ دی جائے۔

[۴] کیونکہ رشتوں داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا برتاؤ ضروری ہے۔ رشتہ داری اور غربت کے اعتبار سے ان کا حق زیادہ ہے۔

بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

تَجِبُ عَلٰى حُرٍّ مُّسْلِمٍ مَالِكٍ لِنِصَابٍ اَوْ قِيْمَتِهٖ وَاِنْ لَمْ يَحُلْ عَلَيْهِ الْحَوْلُ عِنْدَ طُلُوْعِ فَجْرِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَلَمْ يَكُنْ لِلتِّجَارَةِ فَارِغٍ عَنِ الدَّيْنِ وَحَاجَتِهِ الْاَصْلِيَّةِ وَحَوَائِجِ عِيَالِهٖ وَالْمُعْتَبَرُ فِيْهَا الْكِفَايَةُ لَا التَّقْدِيْرُ وَهِيَ مَسْكَنُهٗ

صدقہ فطر[1]:

صدقہ فطر ہر صاحب نصاب[2] آزاد مسلمان پر عید الفطر کی صبح طلوع ہوتے وقت واجب ہے چاہے نصاب کی قیمت کا مالک ہو اگرچہ اس پر سال نہ گزرے اور وہ تجارت کے لیے بھی نہ ہو البتہ قرض، حاجت اصلیہ اور اہل و عیال کی ضرورتوں سے فارغ ہو۔ اس سلسلے میں کافی ہونے کا اعتبار ہے کوئی خاص اندازہ نہیں ہے۔ اور یہ گھر،

---

[1] بعض کتب مثلاً مبسوط میں صدقہ فطر کا ذکر روزوں کے بیان کے بعد کیا گیا کیونکہ اس کا وقت رمضان المبارک سے متصل ہے۔ یہاں اور اسی طرح دیگر کتب میں زکوٰۃ کے بعد صدقہ فطر کا باب اس مناسبت سے ہے کہ یہ دونوں مالی عبادات ہیں۔ چونکہ رمضان المبارک کے بعد روزہ رکھنا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس لیے شوال کا پہلا دن عید الفطر اور اس میں ادا کیا جانے والا صدقہ، صدقہ فطر کہلاتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ غرباء و مساکین کو عید کی خوشیوں میں شریک کیا جا سکے۔

[2] نصاب کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ وہ نصاب جس میں بڑھنا شرط ہے اور اس سے زکوٰۃ متعلق ہے۔

۲۔ وہ نصاب جس کی وجہ سے چار احکام واجب ہوتے ہیں۔ صدقہ لینا حرام ہو جاتا ہے، قربانی اور صدقہ فطر نیز قریبی رشتہ داروں کا نفقہ واجب ہوتا ہے۔ اس نصاب میں نہ تو تجارت کے ذریعے بڑھنا شرط ہے اور نہ ہی سال کا گزرنا۔

۳۔ تیسرا نصاب وہ ہے جس کی موجودگی میں سوال کرنا حرام ہے یعنی ایک وقت کا رزق موجود ہونا۔ بعض کے نزدیک پچاس درہم کا مالک ہونا۔

وَاَثَاثُهٗ وَثِيَابُهٗ وَفَرَسُهٗ وَسِلَاحُهٗ وَعَبِيْدُهٗ لِلْخِدْمَةِ فَيُخْرِجُهَا عَنْ نَفْسِهٖ وَاَوْلَادِهِ الصِّغَارِ الْفُقَرَآءِ وَاِنْ كَانُوْا اَغْنِيَآءَ يُخْرِجُهَا مِنْ مَّالِهِمْ وَلَا تَجِبُ عَلَى الْجَدِّ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَاخْتِيْرَ اَنَّ الْجَدَّ كَالْاَبِ عِنْدَ فَقْدِهٖ اَوْ فَقْرِهٖ وَعَنْ مَمَالِيْكِهٖ لِلْخِدْمَةِ وَمُدَبَّرِهٖ وَاُمِّ وَلَدِهٖ وَلَوْ كُفَّارًا لَا عَنْ مُكَاتَبِهٖ وَلَا عَنْ وَلَدِهِ الْكَبِيْرِ وَزَوْجَتِهٖ وَقِنٍّ مُشْتَرَكٍ وَاٰبِقٍ اِلَّا بَعْدَ عَوْدِهٖ وَكَذَا الْمَغْصُوْبُ وَالْمَاسُوْرُ ۔

گھر کا سامان، کپڑے، گھوڑا، اسلحہ اور خدمت کے غلام ہیں[1]۔

پس اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے محتاج بچوں کی طرف سے ادا کرے۔ اگر وہ مالدار ہوں تو ان کے مال سے ادا کرے، دادا پر واجب نہیں اور مختار بات یہ ہے کہ باپ نہ ہو یا محتاج ہو تو دادا باپ کے قائم مقام ہو گا۔

اور خدمت کے غلاموں، مدبر، اور ام ولد کی طرف سے بھی صدقہ فطر دے۔ اگرچہ کافر ہوں۔ مکاتب کی طرف سے نہیں۔ اسی طرح بڑی اولاد، بیوی، مشترک غلام اور بھاگا ہوا غلام جب تک واپس نہ آئے، غصب شدہ اور قیدی غلام کی طرف سے اس پر واجب نہیں[2]۔

---

[1] حاجات انسانی میں کوئی خاص معیار مقرر نہیں جو چیزیں انسان کے لیے کافی ہوں وہ گھریلو ضروریات ہیں لہٰذا شہر اور دیہات کا فرق بھی ملحوظ رکھنا ہو گا۔ اسی طرح معاشرتی حیثیت کے اعتبار سے بھی تفاوت ہو گا۔

[2] صدقہ فطر کے مسئلے میں اصول یہ ہے کہ جو لوگ اس کی سرپرستی میں ہیں اور وہ ان کی کفالت کر رہا ہے ان کی طرف سے صدقہ فطر دینا ہو گا۔ مسلمان ہوں یا کافر، اور جو لوگ سرپرستی میں نہیں ان کی طرف سے واجب نہ ہو گا۔

وَهِيَ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ دَقِيْقِهٖ أَوْ سَوِيْقِهٖ أَوْ صَاعُ تَمْرٍ أَوْ زَبِيْبٍ أَوْ شَعِيْرٍ وَهُوَ ثَمَانِيَةُ أَرْطَالٍ بِالْعِرَاقِيِّ وَيَجُوْزُ دَفْعُ الْقِيْمَةِ وَهِيَ أَفْضَلُ عِنْدَ وِجْدَانِ مَا يَحْتَاجُهُ لِأَنَّهَا أَسْرَعُ لِقَضَاءِ حَاجَةِ الْفَقِيْرِ وَإِنْ كَانَ زَمَنَ شِدَّةٍ فَالْحِنْطَةُ وَالشَّعِيْرُ وَمَا يُؤْكَلُ أَفْضَلُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَوَقْتُ الْوُجُوْبِ عِنْدَ طُلُوْعِ فَجْرِ يَوْمِ الْفِطْرِ فَمَنْ مَّاتَ أَوِ افْتَقَرَ قَبْلَهُ أَوْ أَسْلَمَ أَوِ اغْتَنٰى أَوْ وُلِدَ بَعْدَهُ لَا تَلْزَمُهُ وَيُسْتَحَبُّ إِخْرَاجُهَا قَبْلَ الْخُرُوْجِ إِلَى الْمُصَلّٰى وَصَحَّ لَوْ قَدَّمَ أَوْ أَخَّرَ وَالتَّأْخِيْرُ مَكْرُوْهٌ وَيَدْفَعُ كُلُّ شَخْصٍ فِطْرَتَهُ لِفَقِيْرٍ وَاحِدٍ وَاخْتُلِفَ فِيْ جَوَازِ تَفْرِيْقِ فِطْرَةٍ وَاحِدَةٍ عَلٰى أَكْثَرَ مِنْ فَقِيْرٍ وَيَجُوْزُ دَفْعُ مَا عَلٰى جَمَاعَةٍ لِوَاحِدٍ عَلَى الصَّحِيْحِ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ .

صدقہ فطر کی مقدار:

صدقہ فطر گندم، اس کے آٹے یا ستو سے نصف صاع اور کھجور، انگور یا جو سے ایک صاع[1] ہے اور یہ عراقی رطل کے حساب سے آٹھ رطل بنتا ہے۔ قیمت کا دینا بھی جائز ہے بلکہ جس چیز کا فقیر محتاج ہو اور وہ مل جاتی ہو تو قیمت کا دینا افضل[2] ہے اور جب تنگی کا زمانہ ہو تو گندم، جو اور دیگر کھانے پینے کی چیزوں کا دینا درہموں سے افضل[3] ہے

صدقہ فطر کے وجوب کا وقت عید الفطر کے دن صبح صادق کے طلوع سے ہے پس جو شخص اس سے پہلے مر گیا یا محتاج ہو گیا یا اس کے بعد اسلام لایا یا مالدار ہوا یا پیدا ہوا تو اس پر لازم نہیں[4]۔ عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے ادا کرنا مستحب[5] ہے۔ پہلے دیا یا بعد میں دونوں طرح صحیح ہے۔ لیکن تاخیر مکروہ[6] ہے۔ ہر شخص اپنا فطرانہ ایک فقیر کو دے۔ ایک آدمی کا فطرانہ کئی فقیروں پر تقسیم کرنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ کئی آدمیوں کا فطرانہ ایک فقیر کو دینا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ راہ راست کی توفیق دینے والا ہے۔

---

[1] موجودہ پیمانے کے حساب سے ایک صاع تقریباً چار کلو پانچ سو گرام کا بنتا ہے۔ (بقیہ صفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ سابقہ)

ے۱ مثلاً فقیر کو کپڑے کی ضرورت ہو اور ہم اسے گندم وغیرہ دیں تو اس کے لیے مشکلات پیدا ہوں گی پہلے گندم بیچے گا پھر کپڑا خریدے گا لہٰذا قیمت دی جائے تاکہ آسانی سے ضرورت کی چیز خرید سکے۔

ے۲ یعنی جب غلہ نہ ملتا ہو تو گندم یا جو وغیرہ دینا بہتر ہے کیونکہ اس میں فقیر کا نفع ہے۔

ے۴ مقصد یہ ہے کہ طلوع آفتاب کے وقت جو شخص موجود بھی ہوا اور نصاب کا مالک بھی، اس پر صدقہ فطر واجب ہے۔ طلوع آفتاب کے بعد مسلمان ہونے والے پر فطرانہ اس لیے واجب نہیں کہ وہ کافر ہونے کی وجہ سے طلوع آفتاب کے وقت نہ ہونے کے برابر تھا۔

ے۵ عید کی نماز بلکہ عید کے دن سے پہلے دینا زیادہ اچھا ہے اس طرح فقیر اپنی ضرورت کی اشیاء خرید کر عید کی خوشیوں میں شریک ہو جائے گا۔

ے۶ اس صورت میں فقیر کو حسب ضرورت کچھ نہیں مل سکتا۔

نوٹ:۔ روزہ اور صدقہ فطر الگ عبادتیں ہیں۔ اگر کسی شخص نے سفر یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے روزہ نہ رکھا ہو تو بھی صدقہ فطر دینا پڑے گا۔

سوالات

۱۔ سونے اور چاندی کا نصاب لکھیں نیز بتائیں کہ کتابوں پر بھی زکوٰۃ ہے یا نہیں۔
۲۔ دس درہم سات مثقال کے برابر ہونے کی تفصیل لکھیں۔
۳۔ اگر کسی شخص پر زکوٰۃ واجب ہوئی اور اس نے ادا نہیں کی اور مال ضائع ہو گیا تو کیا وہ ساقط ہو جائے گی۔
۴۔ زکوٰۃ کن کن لوگوں کو دی جا سکتی ہے۔ قرآن پاک کی آیت سے مصارف زکوٰۃ لکھیں۔ کیا مسجد کی تعمیر میں زکوٰۃ خرچ کی جا سکتی ہے۔ اگر نہیں تو کیوں؟
۵۔ کن کن لوگوں کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی نیز یہ بتائیں کہ والدین کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے؟
۶۔ صدقہ فطر کس پر واجب ہے اور اس کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے۔ نیز اس کا فلسفہ کیا ہے کیا وقت سے پہلے ادائیگی ہو سکتی ہے۔
۷۔ کن کن چیزوں سے صدقہ فطر دینا جائز ہے۔ اور ایک آدمی کی طرف کتنا صدقہ ہوگا ہر چیز سے مقدار لکھیں۔ نیز اگر قیمت دیں تو کس حساب سے دینا ہوگی۔
۸۔ مندرجہ ذیل جملوں کی ترکیب لکھیں۔

ولا تجب علی الجد فی ظاهر الروایة

تجب علی حر مسلم مالک لنصاب او قیمته

ویستحب اخراجها قبل الخروج الی المصلی

ویجوز دفع ما علی جماعة لواحد

كِتَابُ الْحَجِّ

هُوَ زِيَارَةُ بِقَاعٍ مَخْصُوصَةٍ بِفِعْلٍ مَّخْصُوصٍ فِيْ اَشْهُرِهٖ وَهِيَ شَوَّالٌ وَ ذُوالْقَعْدَةِ وَعَشْرُ ذِي الْحَجَّةِ فُرِضَ مَرَّةً عَلَى الْفَوْرِ فِي الْاَصَحِّ وَشُرُوْطُ فَرْضِيَّتِهٖ ثَمَانِيَةٌ عَلَى الْاَصَحِّ اَلْاِسْلَامُ وَالْعَقْلُ وَالْبُلُوْغُ وَالْحُرِّيَّةُ وَ الْوَقْتُ وَالْقُدْرَةُ عَلَى الزَّادِ وَلَوْ بِمَكَّةَ بِنَفَقَةٍ وَسَطٍ وَالْقُدْرَةُ عَلٰى رَاحِلَةٍ مُّخْتَصَّةٍ بِهٖ اَوْ عَلٰى شِقِّ مَحْمَلٍ بِالْمِلْكِ وَالْاِجَارَةِ لَا الْاِبَاحَةِ وَالْاِعَارَةِ

حج کا بیان:

حج[1] کے مہینوں میں مخصوص مقامات[2] کی مخصوص افعال[3] کے ساتھ زیارت کرنا حج ہے۔ حج کے مہینے شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔ اصح قول کے مطابق حج زندگی میں ایک بار فی الفور فرض ہے[4]

اس کی فرضیت کی آٹھ شرطیں ہیں۔

(۱) اسلام (۲) عقل (۳) بلوغ (۴) آزادی (۵) وقت (۶) درمیانے اندازے سے زاد راہ، اگرچہ مکہ مکرمہ میں ہو۔
(۷) مخصوص سواری یا کجاوے کے ایک پہلو پر ملکیت یا اجارے کے ساتھ قادر ہونا اباحت اور عاریت کے ساتھ نہیں[5]

---

[1] حج کا لغوی معنیٰ کسی معظم چیز کا ارادہ کرنا ہے۔ اسلامی عبادات میں حج ایک اہم عبادت ہے۔ کیونکہ اس موقعہ پر دنیا بھر کے مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے، رنگ ونسل اور علاقائی ولسانی نسبتوں کو یکسر نظر انداز کرکے مسلمان ایک ہی لباس اور ایک ہی پکار کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوتے ہیں جو مساوات اور اجتماعیت کی ایک اعلیٰ مثال ہے، حج اس امت کی خصوصیت ہے اس سے پہلے کسی امت پر واجب نہ تھا، حج ۶ھ میں فرض ہوا۔ حج اور جہاد کا ارادہ کرنے والا اپنے ماں باپ سے اجازت لے کر جائے اگر ان کی اجازت کے بغیر گیا بالخصوص جب ان کو اس کی ضرورت بھی ہو تو گنہگار ہوگا۔

[2] کعبۃ اللہ اور عرفات۔

[3] حج کا احرام باندھنا، طواف کرنا، میدان عرفات میں ٹھہرنا وغیرہ۔

[4] یعنی حج فرض ہونے کے بعد فوراً کرنا چاہیئے تاخیر گناہ ہے تاہم جب بھی بجالائیگا ادا ہوگا۔ قضاء نہیں۔ (بقیہ برصفحہ آئندہ)

لِغَيْرِ اَهْلِ مَكَّةَ وَمَنْ حَوْلَهُمْ اِذَا اَمْكَنَهُمُ الْمَشْيُ بِالْقَدَمِ وَالْقُوَّةِ بِلَا مَشَقَّةٍ وَاِلَّا فَلَا بُدَّ مِنَ الرَّاحِلَةِ مُطْلَقًا وَتِلْكَ الْقُدْرَةُ فَاضِلَةٌ عَنْ نَفَقَتِهٖ وَنَفَقَةِ عِيَالِهٖ اِلٰى حِيْنِ عَوْدِهٖ وَعَمَّا لَا بُدَّ مِنْهُ كَالْمَنْزِلِ وَاَثَاثِهٖ وَاٰلَاتِ الْمُحْتَرِفِيْنَ وَقَضَاءِ الدَّيْنِ

وَيُشْتَرَطُ الْعِلْمُ بِفَرْضِيَّةِ الْحَجِّ لِمَنْ اَسْلَمَ بِدَارِ الْحَرْبِ اَوِ الْكَوْنُ بِدَارِ الْاِسْلَامِ وَشُرُوْطُ وُجُوْبِ الْاَدَاءِ خَمْسَةٌ عَلَى الْاَصَحِّ صِحَّةُ الْبَدَنِ وَزَوَالُ الْمَانِعِ الْحِسِّيِّ عَنِ الذَّهَابِ لِلْحَجِّ وَاَمْنُ الطَّرِيْقِ وَعَدَمُ قِيَامِ

مکہ مکرمہ اور مضافات کے رہنے والوں کے لیے سواری شرط نہیں بشرطیکہ وہ کسی مشقت کے بغیر چلنے کی طاقت رکھتے ہوں ورنہ سب کے لیے سواری کا ہونا شرط ہے۔ اور یہ طاقت اس کے اپنے نفقہ، واپسی تک گھر والوں کے لیے خرچ اور اس چیز سے زائد ہوں جس کی اسے ضرورت ہے مثلاً مکان، گھر کا سامان، کاریگروں کے اوزار وغیرہ اسی طرح قرض کی ادائیگی سے بھی زائد ہو۔

۸۔ جو شخص دارالحرب میں اسلام لائے اس کے لیے فرضیت حج کا علم ورنہ دارالاسلام میں ہونا شرط ہے[1]۔

اصح قول کے مطابق وجوبِ ادا کی پانچ شرائط ہیں۔

(۱) بدن کا صحیح سلامت ہونا (۲) حج کی طرف جانے سے محسوس رکاوٹ کا دور ہونا[2] (۳) راستے کا پُرامن ہونا۔ (۴) عدت کے

(بقیہ صفحہ سابقہ) ۵ سواری کا مالک ہو یا کرایہ پر حاصل کر سکتا ہو تو حج فرض ہے اگر اس بات کی طاقت نہیں لیکن کسی نے ادھار دیا یا ویسے ہی سواری دے دی تو حج فرض نہ ہوگا۔ آج کے دور میں کجاوے کے ایک پہلو کی جگہ جہاز یا گاڑی کی ایک سیٹ مراد ہوگی۔

(صفحہ ہذا) ۱ کفار کے ملک میں رہنے والا اسلامی احکام سے ناواقف ہو تو معذور سمجھا جائے گا لیکن مسلمانوں کے ملک میں رہائش پذیر مسلمان کی جہالت قابلِ قبول نہ ہوگی۔ لہٰذا باقی شرائط کے پورا ہونے پر حج فرض ہوگا اسے حج کے فرض ہونے کا علم ہو یا نہ۔

۲ مثلاً قیدی نہ ہو کیونکہ اس کی راہ میں رکاوٹ ہے، اسی طرح ماں باپ بوڑھے ہوں اور ان کی خدمت کیلیے گھر میں ٹھہرنا ضروری ہو تو یہ بھی رکاوٹ ہے۔

الْعِدَّةِ وَخُرُوْجُ مَحْرَمٍ وَلَوْ مِنْ رَضَاعٍ اَوْ مُصَاهَرَةٍ مُسْلِمٍ مَامُوْنٍ عَاقِلٍ بَالِغٍ اَوْ زَوْجٍ لِاِمْرَاَةٍ فِيْ سَفَرٍ وَالْعِبْرَةُ بِغَلَبَةِ السَّلَامَةِ بَرًّا وَّبَحْرًا عَلَى الْمُفْتٰى بِهٖ وَيَصِحُّ اَدَآءُ فَرْضِ الْحَجِّ بِاَرْبَعَةِ اَشْيَآءَ لِلْحُرِّ الْاِحْرَامُ وَالْاِسْلَامُ وَهُمَا شَرْطَانِ ثُمَّ الْاِتْيَانُ بِرُكْنَيْهِ وَهُمَا الْوُقُوْفُ مُحْرِمًا بِعَرَفَاتٍ لَحْظَةً مِنْ زَوَالِ يَوْمِ التَّاسِعِ اِلٰى فَجْرِ يَوْمِ النَّحْرِ بِشَرْطِ عَدَمِ الْجِمَاعِ قَبْلَهٗ مُحْرِمًا وَالرُّكْنُ الثَّانِيْ هُوَ اَكْثَرُ طَوَافِ الْاِفَاضَةِ فِيْ وَقْتِهٖ وَهُوَ مَا بَعْدَ طُلُوْعِ فَجْرِ النَّحْرِ

دنوں کا نہ ہونا[1]۔ (۵) (عورت کے ساتھ) محرم کا ہونا اگرچہ رضاعی یا سسرالی (رشتہ سے) ہو لیکن مسلمان، قابلِ اعتماد عاقل اور بالغ ہو[2]، یا خاوند ہو۔ خشکی اور سمندر میں غلبۂ سلامت کا اعتبار ہوگا[3]۔

آزاد آدمی کا فرض حج چار چیزوں کے ساتھ صحیح ہوتا ہے

(۱) احرام (۲) اسلام، دونوں شرطیں ہیں۔ اس کے بعد دو فرضوں کو ادا کرنا ہے اور وہ یہ ہیں۔ پہلا فرض نویں تاریخ (ذوالحجہ) کے زوال سے قربانی کی صبح تک ایک گھڑی میدانِ عرفات میں احرام کے ساتھ ٹھہرنا بشرطیکہ اس سے پہلے حالتِ احرام میں جماع نہ کیا ہو[4]۔ دوسرا فرض وقت پر طواف افاضہ (طواف زیارت) کے اکثر چکر لگانا، اس کا وقت قربانی کے دن طلوعِ فجر کے بعد ہے۔

---

[1] عدت کے دنوں میں عورت باہر نہیں جا سکتی۔

[2] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم کے بغیر عورت کو تین دن کی مسافت سے زیادہ سفر کرنے سے منع فرمایا ہے محرم اسے کہتے ہیں جس سے اس کا نکاح کبھی نہ ہو سکے مثلاً بھائی باپ وغیرہ خاوند کے ساتھ بھی جا سکتی ہے۔

[3] یعنی راستہ عام طور پر پُر امن ہو۔

[4] اگر میدانِ عرفات میں وقوف کرنے سے پہلے جماع کیا تو حج فاسد ہو جائے گا لیکن اسے جاری رکھے اور آئندہ سال قضا کرے۔

وَوَاجِبَاتُ الْحَجِّ اِنْشَآءُ الْاِحْرَامِ مِنَ الْمِيْقَاتِ وَمَدُّ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَاتٍ اِلَى الْغُرُوْبِ وَالْوُقُوْفُ بِالْمُزْدَلِفَةِ فِيْمَا بَعْدَ فَجْرِ يَوْمِ النَّحْرِ وَقَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَرَمْيُ الْجِمَارِ وَذَبْحُ الْقَارِنِ وَالْمُتَمَتِّعِ وَالْحَلْقُ وَتَخْصِيْصُهٗ بِالْحَرَمِ اَيَّامَ النَّحْرِ وَتَقْدِيْمُ الرَّمْيِ عَلَى الْحَلْقِ وَنَحْرُ الْقَارِنِ وَالْمُتَمَتِّعِ بَيْنَهُمَا وَاِيْقَاعُ طَوَافِ الزِّيَارَةِ فِيْ اَيَّامِ النَّحْرِ وَالسَّعْيُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

حج کے واجبات:

۱۔ میقات سے احرام باندھنا۔[1]

۲۔ غروبِ آفتاب تک میدانِ عرفات میں ٹھہرنا۔[2]

۳۔ قربانی کی صبح طلوع ہونے کے بعد اور طلوعِ آفتاب سے پہلے مزدلفہ میں ٹھہرنا۔[3]

۴۔ جمروں کو کنکریاں مارنا۔[4]

۵۔ قارن اور متمتع کا جانور ذبح کرنا۔[5]

۶۔ سر منڈانا۔

۷۔ خاص قربانی کے دنوں میں حرم میں سر منڈانا۔

۸۔ سر منڈانے سے پہلے کنکریاں مارنا۔

۹۔ قارن اور متمتع کا ان دونوں کاموں کے درمیان قربانی کرنا۔[6]

۱۰۔ طواف زیارت قربانی کے دنوں میں کرنا۔

۱۱۔ حج کے مہینوں میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

---

[1] میقات وہ مقام ہے جہاں سے حاجی یا عمرہ کرنے والا احرام باندھے بغیر حرم کی طرف نہیں جا سکتا۔

[2] مطلق وقوفِ عرفات فرض ہے اور غروبِ آفتاب تک ٹھہرنا واجب۔

[3] عرفات اور منیٰ کے درمیان ایک مقام ہے جہاں حجاج کرام دس ذوالحجہ کی رات ٹھہرتے ہیں۔

[4] حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب شیطان نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح سے روکنے (بقیہ برصفحہ آئندہ)

فِیْ اَشْهُرِ الْحَجِّ وَحُصُوْلُهٗ بَعْدَ طَوَافٍ مُعْتَدٍّ بِهٖ وَالْمَشْیُ فِیْهِ لِمَنْ لَّاعُذْرَ لَهٗ وَبِدَاءَةُ السَّعْیِ مِنَ الصَّفَا وَطَوَافُ الْوَدَاعِ

وَبِدَاءَةُ كُلِّ طَوَافٍ بِالْبَیْتِ مِنَ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ وَالتَّیَامُنُ فِیْهِ وَالْمَشْیُ فِیْهِ لِمَنْ لَا عُذْرَ لَهٗ وَالطَّهَارَةُ مِنَ الْحَدَثَیْنِ وَسَتْرُ الْعَوْرَةِ وَاَقَلُّ الْاَشْوَاطِ بَعْدَ فِعْلِ الْاَكْثَرِ مِنْ طَوَافِ الزِّیَارَةِ وَتَرْكُ الْمَحْظُوْرَاتِ كَلُبْسِ الرَّجُلِ الْمَخِیْطَ وَسَتْرِ رَاسِهٖ وَوَجْهِهٖ وَسَتْرِ الْمَرْاَةِ وَجْهَهَا وَالرَّفَثِ وَالْفُسُوْقِ وَالْجِدَالِ وَقَتْلِ الصَّیْدِ وَالْاِشَارَةِ اِلَیْهِ وَالدَّلَالَةِ عَلَیْهِ

۱۲۔ قابلِ اعتبار طواف کے بعد سعی کرنا۔ (۱۳) غیر معذور کا سعی میں پیدل چلنا۔

۱۴۔ سعی، صفا سے شروع کرنا۔ (۱۵) طوافِ وداع کرنا۔

۱۶۔ بیت اللہ شریف کا طواف حجرِ اسود سے شروع کرنا۔ (۱۷) (طواف) دائیں طرف سے کرنا۔

۱۸۔ غیر معذور کا (طواف میں) پیدل چلنا (۱۹) دونوں حدثوں سے پاک ہونا[1]

۲۰۔ شرمگاہ کو ڈھانپنا۔

۲۱۔ طوافِ زیارت کے زیادہ چکروں کے بعد تھوڑے پھیرے لگانا[2]

۲۲۔ ممنوعات مثلاً مرد کا سلا ہوا کپڑا پہننا، چہرہ اور سر ڈھانپنا، جماع کرنا، گناہ کرنا، لڑنا، شکار کرنا اور کسی کو شکار کے بارے میں بتانا وغیرہ کو چھوڑ دینا۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) کا کوشش کی تو آپ نے اسے کنکریاں ماری تھیں۔ اس واقعہ کی یاد میں تین ستون بنائے گئے ہیں جن کو کنکریاں ماری جاتی ہیں ان کو جمرات کہا جاتا ہے۔

[5] قارن وہ ہے جس نے حج اور عمرہ کے لیے بیک وقت احرام باندھا متمتع عمرہ کا احرام باندھ کر جاتا ہے اور عمرہ کر کے فارغ ہو جاتا ہے پھر آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھ کر حج کرتا ہے۔

[6] یعنی کنکریاں مارنے کے بعد اور سر منڈانے سے پہلے قربانی کریں۔

[7] یہ باہر سے آنے والوں کے لیے ہے حائضہ کے لیے نہیں

(صفحہ ہذا) [1] یعنی بے وضو اور جنبی نہ ہو۔ [2] طوافِ زیارت کے پہلے چار چکر فرض اور باقی واجب ہیں۔

وَسُنَنُ الْحَجِّ مِنْهَا الْاِغْتِسَالُ وَلَوْ لِحَائِضٍ وَ نُفَسَآءَ اَوِ الْوُضُوْءُ اِذَا اَرَادَ الْاِحْرَامَ وَلُبْسُ اِزَارٍ وَ رِدَآءٍ جَدِيْدَيْنِ اَبْيَضَيْنِ وَالتَّطَيُّبُ وَصَلٰوةُ رَكْعَتَيْنِ وَالْاِكْثَارُ مِنَ التَّلْبِيَةِ بَعْدَ الْاِحْرَامِ دَافِعًا بِهَا صَوْتَهٗ مَتٰى صَلّٰى اَوْ عَلَا شَرَفًا اَوْ هَبَطَ وَادِيًا اَوْ لَقِيَ رَكْبًا وَ بِالْاَسْحَارِ وَتَكْرِيْرُهَا كُلَّمَا اَخَذَ فِيْهَا وَ الصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُؤَالُ الْجَنَّةِ وَصُحْبَةِ الْاَبْرَارِ وَالْاِسْتِعَاذَةُ مِنَ النَّارِ وَالْغُسْلُ لِدُخُوْلِ مَكَّةَ وَ دُخُوْلُهَا مِنْ بَابِ الْمُعَلَّاةِ

حج کی سنتیں:

۱۔ احرام باندھتے وقت غسل کرنا اگرچہ حیض ونفاس والی عورتیں ہوں یا وضو کرنا۔

۲۔ دو نئی سفید چادریں پہننا۔

۳۔ خوشبو لگانا۔

۴۔ دو رکعات نفل پڑھنا۔

۵۔ احرام کے بعد بلند آواز سے بکثرت تلبیہ کہنا[1] جب بلندی پر چڑھے، وادی میں اترے، سواروں سے ملے اور سحری کے وقت۔

۶۔ جب تلبیہ شروع کرے تو بار بار کہے۔

۷۔ بارگاہ نبوی میں ہدیۂ درود شریف بھیجنا۔

۸۔ جنت اور نیک لوگوں کی صحبت کا سوال کرنا۔

۹۔ جہنم سے پناہ مانگنا۔

۱۰۔ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لیے غسل کرنا۔

۱۱۔ دن کے وقت باب معلیٰ کی طرف سے داخل ہونا۔

---

[1] تلبیہ کے الفاظ آگے آرہے ہیں۔

نَهَارًا وَّ التَّكْبِيْرُ وَ التَّهْلِيْلُ تِلْقَآءَ الْبَيْتِ الشَّرِيْفِ وَ الدُّعَآءُ بِمَآ اَحَبَّ عِنْدَ رُؤْيَتِهٖ وَهُوَ مُسْتَجَابٌ وَطَوَافُ الْقُدُوْمِ وَلَوْ فِيْ غَيْرِ اَشْهُرِ الْحَجِّ وَالْاِضْطِبَاعُ فِيْهِ وَالرَّمَلُ اِنْ سَعٰى بَعْدَهٗ فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ وَالْهَرْوَلَةُ فِيْمَا بَيْنَ الْمِيْلَيْنِ الْاَخْضَرَيْنِ لِلرِّجَالِ وَالْمَشْيُ عَلٰى هَيْنَتِهٖ فِيْ بَاقِي السَّعْيِ وَالْاِكْثَارُ مِنَ الطَّوَافِ وَهُوَ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوةِ النَّفْلِ لِلْاٰفَاقِيِّ وَالْخُطْبَةُ بَعْدَ صَلٰوةِ الظُّهْرِ يَوْمَ سَابِعِ الْحَجَّةِ بِمَكَّةَ وَهِيَ خُطْبَةٌ وَاحِدَةٌ بِلَا جُلُوْسٍ يُعَلِّمُ الْمَنَاسِكَ فِيْهَا وَالْخُرُوْجُ مِنْهَا بَعْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ مِنْ مَكَّةَ لِمِنًى وَالْمَبِيْتُ بِهَا ثُمَّ الْخُرُوْجُ مِنْهَا بَعْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ يَوْمَ عَرَفَةَ اِلٰى عَرَفَاتٍ فَيَخْطُبُ الْاِمَامُ

۱۲۔ بیت اللہ شریف کے سامنے اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کہنا۔

۱۳۔ اسے دیکھ کر پسندیدہ دعا مانگنا یہ دعا مقبول ہوتی ہے۔

۱۴۔ طواف قدوم کرنا اگرچہ حج کا مہینہ نہ ہو[1]

۱۵۔ اس میں اضطباع کرنا[2]

۱۶۔ حج کے مہینوں میں اگر اس طواف کے بعد سعی کریں تو مردوں کے لیے اس میں رمل کرنا اور دو سبز میلوں کے درمیان تیزی سے چلنا، باقی سعی میں اپنی عام رفتار سے چلنا۔

۱۷۔ کثرت سے طواف کرنا اور یہ باہر والے لوگوں کے لیے نماز سے افضل ہے[3]۔

۱۸۔ ذوالحجہ کی ساتویں تاریخ کو مکہ مکرمہ میں ظہر کی نماز کے بعد خطبہ دینا اور یہ بیٹھنے کے بغیر ایک خطبہ ہے اس میں حج کے مناسک، آٹھویں تاریخ کو طلوعِ آفتاب کے بعد مکہ مکرمہ سے منیٰ کی طرف نکلنے اور وہاں رات گزارنے پھر نویں تاریخ کو طلوعِ شمس کے بعد وہاں سے عرفات جانے کی تعلیم دے۔

---

[1] مکہ مکرمہ میں حاضری کے موقعہ پر جو طواف کیا جاتا ہے وہ طواف قدوم کہلاتا ہے۔

[2] طواف شروع کرنے سے پہلے اپنی چادر کو دائیں کاندھے کے نیچے سے لے جا کر بائیں کاندھے پر ڈالنا اضطباع کہلاتا ہے۔

[3] نوافل تو واپس اگر اپنے وطن میں بھی پڑھے جا سکتے ہیں لیکن طواف صرف اسی مقام پر ہوتا ہے لہٰذا اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے۔

بَعْدَ الزَّوَالِ قَبْلَ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ مَجْمُوْعَةً جَمْعَ تَقْدِيْمٍ مَعَ الظُّهْرِ خُطْبَتَيْنِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا وَالْاِجْتِهَادُ فِي التَّضَرُّعِ وَالْخُشُوْعِ وَالْبُكَاءِ بِالدُّمُوْعِ وَالدُّعَاءِ لِلنَّفْسِ وَالْوَالِدَيْنِ وَالْاِخْوَانِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا شَاءَ مِنْ اَمْرِ الدَّارَيْنِ فِي الْجَمْعَيْنِ وَالدَّفْعُ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ بَعْدَ الْغُرُوْبِ مِنْ عَرَفَاتٍ وَالنُّزُوْلُ بِمُزْدَلِفَةَ مُرْتَفِعًا عَنْ بَطْنِ الْوَادِيْ بِقُرْبِ جَبَلِ قُزَحَ وَالْمَبِيْتُ بِهَا لَيْلَةَ النَّحْرِ بِمِنًى اَيَّامَ مِنًى بِجَمِيْعِ اَمْتِعَتِهٖ

وَكُرِهَ تَقْدِيْمُ ثَقَلِهٖ اِلٰى مَكَّةَ اِذْ ذَاكَ وَيَجْعَلُ مِنًى عَنْ يَمِيْنِهٖ وَمَكَّةَ عَنْ يَسَارِهٖ حَالَةَ الْوُقُوْفِ لِرَمْيِ الْجِمَارِ وَكَوْنُهٗ رَاكِبًا حَالَةَ رَمْيِ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ

میدانِ عرفات میں ظہر و عصر کی نمازوں کو پہلے وقت[1] میں جمع کر کے پڑھنے سے پہلے اور زوال کے بعد امام دو خطبے دے جن کے درمیان بیٹھے۔

گڑگڑانے، عاجزی کا اظہار کرنے، آنسوؤں کے ساتھ رونے، عرفات و مزدلفہ میں اپنے لیے، ماں باپ اور مسلمان بھائیوں کے دین اور دنیا کے لیے دعا مانگنے میں خوب کوشش کرنا، غروبِ آفتاب کے بعد عرفات سے نہایت سکون و وقار کے ساتھ واپس لوٹنا اور مزدلفہ میں وادی کے نشیبی جگہ سے ہٹ کر، بلندی کی طرف جبل قزح کے پاس اترنا، قربانی کی رات وہاں گزارنا اور منیٰ کی تمام راتیں اپنے سامان سمیت منیٰ میں گزارنا[2]

اپنا سامان مکہ مکرمہ کی طرف پہلے بھیج دینا جب کہ خود منیٰ میں ہو مکروہ[3] ہے، کنکریاں مارنے کے لیے کھڑے ہونے کی حالت میں منیٰ کو دائیں اور مکہ مکرمہ کو بائیں طرف رکھے۔ تمام دنوں میں جمرۂ عقبہ

---

[1] ظہر کے وقت دونوں نمازیں اکٹھی پڑھی جاتی ہیں۔

[2] گیارہویں، بارہویں اور تیرھویں ذوالحجہ کی راتیں منیٰ کی راتیں ہیں۔ اس سے پہلے آٹھ اور نو ذوالحجہ کی درمیانی رات بھی منیٰ میں گزار دی جاتی ہے۔

[3] اس طرح سکون کے ساتھ مناسکِ حج کی ادائیگی نہیں ہو سکے گی اور دل سامان کی طرف متوجہ رہے گا۔

فِيْ كُلِّ الْاَيَّامِ مَاشِيًا فِي الْجَمْرَةِ الْاُوْلَى الَّتِيْ تَلِي الْمَسْجِدَ وَالْوُسْطٰى وَالْقِيَامُ فِيْ بَطْنِ الْوَادِيْ حَالَةَ الرَّمْيِ وَكَوْنُ الرَّمْيِ فِي الْيَوْمِ الْاَوَّلِ فِيْمَا بَيْنَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَزَوَالِهَا وَفِيْمَا بَيْنَ الزَّوَالِ وَغُرُوْبِ الشَّمْسِ فِيْ بَاقِي الْاَيَّامِ وَكُرِهَ الرَّمْيُ فِي الْيَوْمِ الْاَوَّلِ وَالرَّابِعِ فِيْمَا بَيْنَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ وَالشَّمْسِ وَكُرِهَ فِي اللَّيَالِي الثَّلَاثِ وَصَحَّ لِاَنَّ اللَّيَالِيَ كُلَّهَا تَابِعَةٌ لِمَا بَعْدَهَا مِنَ الْاَيَّامِ اِلَّا اللَّيْلَةَ الَّتِيْ تَلِيْ عَرَفَةَ حَتّٰى صَحَّ فِيْهَا الْوُقُوْفُ بِعَرَفَاتٍ وَهِيَ لَيْلَةُ الْعِيْدِ وَلَيَالِيْ رَمْيِ الثَّلَاثِ فَاِنَّهَا تَابِعَةٌ لِمَا قَبْلَهَا وَالْمُبَاحُ مِنْ اَوْقَاتِ الرَّمْيِ مَا بَعْدَ الزَّوَالِ اِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ مِنَ الْيَوْمِ الْاَوَّلِ وَبِهٰذَا عُلِمَتْ اَوْقَاتُ الرَّمْيِ كُلُّهَا جَوَازًا وَّكَرَاهَةً وَّاسْتِحْبَابًا

کو کنکریاں مارتے وقت سواری کی حالت میں ہو[1] جب کہ جمرۂ اولیٰ جو مسجد خیف سے ملا ہوا ہے نیز جمرۂ وسطیٰ کو مارتے وقت پیدل ہو، کنکریاں مارتے وقت وادی کے نچلے حصے میں کھڑا ہونا، پہلے دن طلوع شمس اور زوال کے درمیان اور باقی دنوں میں زوال اور غروبِ آفتاب کے درمیان کنکریاں مارنا سنت ہے۔ پہلے اور چوتھے دن طلوع فجر اور طلوع شمس کے درمیان کنکریاں مارنا مکروہ ہے تینوں راتوں میں بھی مکروہ ہے اگرچہ صحیح ہو جائے گا کیونکہ راتیں اپنے سے پہلے والے دنوں کے تابع ہیں مگر وہ رات جو نویں ذوالحجہ سے ملی ہوئی ہے[2] حتیٰ کہ اس میں وقوف عرفات صحیح ہے اور یہ عید کی رات ہے۔ کنکریاں مارنے کے تین دنوں کی راتیں اپنے سے پہلے والے دنوں کے تابع ہیں، رمی کا جائز وقت پہلے دن سورج کے زوال سے غروبِ آفتاب تک ہے۔ اس تفصیل سے رمی کے جائز، مکروہ اور مستحب اوقات معلوم ہو گئے[3]

---

[1] چونکہ یہ آخری جمرہ ہے اور اس کے بعد وہاں ٹھہرنا نہیں ہوتا لہٰذا سواری کی حالت میں کنکریاں ماری جائیں۔

[2] چونکہ یہاں رات پہلے دن کے تابع ہے اور نو ذوالحجہ کنکریاں مارنے کا دن نہیں لہٰذا اس کے بعد والی رات میں کنکریاں مارنے سے ادائیگی نہیں ہوگی۔

[3] مستحب وقت پہلے دن طلوع شمس اور زوال کے درمیان ہے جبکہ باقی دنوں میں زوال سے غروب آفتاب تک ہے جائز وقت پہلے دن زوال سے غروب آفتاب تک ہے۔ چوتھے دن بھی اسی طرح ہے۔ پہلے اور چوتھے دن طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک مکروہ ہے۔ راتوں میں بھی کنکریاں مارنا مکروہ ہے۔

وَمِنَ السُّنَّةِ هَدْيُ الْمُفْرِدِ بِالْحَجِّ وَالْاَكْلُ مِنْهُ وَمِنْ هَدْيِ التَّطَوُّعِ وَالْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ فَقَطْ وَمِنَ السُّنَّةِ الْخُطْبَةُ يَوْمَ النَّحْرِ مِثْلَ الْاُوْلٰى يُعَلِّمُ فِيْهَا بَقِيَّةَ الْمَنَاسِكِ وَهِيَ ثَالِثَةُ خُطَبِ الْحَجِّ وَتَعْجِيْلُ النَّفْرِ اِذَا اَرَادَهٗ مِنْ مِنًى قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ مِنَ الْيَوْمِ الثَّانِيْ عَشَرَ وَاِنْ اَقَامَ بِهَا حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْيَوْمِ الثَّانِيْ عَشَرَ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَقَدْ اَسَاءَ وَاِنْ اَقَامَ بِمِنًى اِلٰى طُلُوْعِ فَجْرِ الْيَوْمِ الرَّابِعِ لَزِمَهٗ رَمْيُهٗ وَمِنَ السُّنَّةِ النُّزُوْلُ بِالْمُحَصَّبِ سَاعَةً بَعْدَ ارْتِحَالِهٖ مِنْ مِنًى وَشُرْبُ مَاءِ زَمْزَمَ وَالتَّضَلُّعُ مِنْهُ وَاسْتِقْبَالُ الْبَيْتِ وَالنَّظْرُ اِلَيْهِ قَائِمًا وَالصَّبُّ عَلٰى رَاْسِهٖ وَسَائِرِ جَسَدِهٖ وَهُوَ لِمَا شُرِبَ لَهٗ مِنْ اُمُوْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

حج افراد کرنے والے کا قربانی کرنا۔

اس قربانی نیز نفلی، تمتع اور قران کی قربانی سے کھانا سنت ہے۔ پہلے کی طرح قربانی کے دن بھی خطبہ دینا سنت ہے جس میں حج کے باقی افعال کی تعلیم دے اور یہ حج کا تیسرا خطبہ ہے۔

بارہ ذوالحجہ کو واپسی کا ارادہ ہو تو منیٰ سے غروب آفتاب سے پہلے چلنے کی جلدی کرنا اگر وہاں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا تو اس پر کچھ بھی لازم نہیں آئے گا البتہ گنہگار ہوگا۔

اگر چوتھے دن (تیرہ ذوالحجہ) کی فجر طلوع ہونے تک منیٰ میں ٹھہرے تو اس دن کی رمی بھی لازم ہوگی۔ منیٰ سے واپسی پر وادیٔ محصب[1] میں ایک ساعت کے لیے ٹھہرنا سنت ہے۔

زمزم کا پانی خوب سیر ہو کر پینا۔ قبلہ رُخ ہو کر اور کھڑے ہو کر پینا، اور اسے اپنے سر اور جسم پر ڈالنا آب زمزم جن دینی اور دنیوی مقاصد کے لیے پیا جاتے ان کا فائدہ دیتا ہے۔[2]

---

[1] یہ مکہ مکرمہ اور منیٰ کے درمیان واقع ہے اس کو وادی ابطح بھی کہتے ہیں۔ یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قصداً اترے تھے لہٰذا یہاں اترنا سنت ہے اس مقام پر مشرکین نے بنو ہاشم کو چھوڑنے کی قسم کھائی تھی تو حضور علیہ السلام نے ان کو دکھایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کس طرح کرم فرمایا۔ (تفصیل کے لیے ہدایہ جلد اول ص ۲۳۳)

[2] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود ڈول نکال کر نوش فرمایا اور باقی پانی کنویں میں ڈال دیا گویا اب بھی اس میں برکت موجود ہے

وَمِنَ السُّنَّةِ الْتِزَامُ الْمُلْتَزَمِ وَهُوَ اَنْ يَّضَعَ صَدْرَهٗ وَوَجْهَهٗ عَلَيْهِ وَالتَّشَبُّثُ بِالْاَسْتَارِ سَاعَةً دَاعِيًا بِمَا اَحَبَّ وَتَقْبِيْلُ عَتَبَةِ الْبَيْتِ وَدُخُوْلُهٗ بِالْاَدَبِ وَالتَّعْظِيْمِ ثُمَّ لَمْ يَبْقَ عَلَيْهِ اِلَّا اَعْظَمُ الْقُرُبَاتِ وَهِيَ زِيَارَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ فَيَنْوِيْهَا عِنْدَ خُرُوْجِهٖ مَكَّةَ مِنْ بَابِ سَبِيْكَةَ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى وَسَنَذْكُرُ لِلزِّيَارَةِ فَصْلًا عَلٰى حِدَتِهٖ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

ملتزم[1] سے چمٹنا بھی سنت ہے اور وہ اس طرح کہ اپنا سینہ اور چہرہ اس پر رکھے اور کچھ دیر پردوں (غلافِ کعبہ) کے ساتھ چمٹا رہے۔ پسندیدہ ترین دعا مانگے۔ بیت اللہ شریف کی چوکھٹ کو بوسہ دے اور ادب و تعظیم کے ساتھ اس میں داخل ہو پھر اس کے ذمہ صرف وہی عبادت رہ جائے گی جو سب سے بڑی عبادت ہے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت ہے مکہ مکرمہ کی نچلی جانب باب سبیکہ سے نکلتے ہوئے اس کی نیت کرے اور عنقریب ہم ایک علیحدہ فصل میں اس کا ذکر کریں گے۔

---

[1] حجر اسود اور بیت اللہ شریف کے دروازے کے درمیان جو جگہ ہے اس کو ملتزم کہتے ہیں۔

سوالات

۱۔ حج کا لغوی اور شرعی معنی بیان کریں نیز بتائیں کہ معاشرتی زندگی میں حج کے فوائد کیا ہیں۔

۲۔ فرضیتِ حج کی کتنی اور کون کونسی شرائط ہیں۔ اگر کسی شخص کو کوئی دوسرا آدمی اتنی رقم ادھار دے جو حج کے مصارف کے لیے کفایت کرتی ہے تو کیا اس پر حج فرض ہوگا۔

۳۔ حج کے وجوب ادا کے لیے کتنی اور کون کونسی شرائط ہیں۔

۴۔ حج کے فرائض کون کونسے ہیں۔

۵۔ واجبات حج کی تعداد لکھیں اور ان میں سے کوئی دس بیان کریں۔

۶۔ مندرجہ ذیل کی تعریف کریں۔

طواف، رمل، سعی، رمی، تلبیہ، جمرات، احرام، اضطباع۔

۷۔ طواف کی اقسام اور ان کا حکم بیان کریں۔

۸۔ تین جمروں کو کنکریاں مارنے کا طریقہ تفصیل سے بیان کریں۔

۹۔ مندرجہ ذیل صیغوں کی وضاحت کریں۔

فرض۔ مختصّۃٌ، مصاهرۃٌ، متمتعٌ۔

۱۰۔ مندرجہ ذیل کی ترکیب کریں۔

والمباح من اوقات الرمی ما بعد الزوال الی غروب الشمس من الیوم الاول۔

ومن السنۃ هدی المفرد بالحج والاکل منه

ان اقام بها حتی غربت الشمس من الیوم الثانی عشر فلا شئ علیه۔

فَصْلٌ فِيْ كَيْفِيَّةِ تَرْكِيْبِ اَفْعَالِ الْحَجِّ) اِذَا اَرَادَ الدُّخُوْلَ فِي الْحَجِّ اَحْرَمَ مِنَ الْمِيْقَاتِ كَرَابِغٍ فَيَغْتَسِلُ اَوْ يَتَوَضَّأُ وَالْغُسْلُ وَهُوَ اَحَبُّ لِلتَّنْظِيْفِ فَتَغْتَسِلُ الْمَرْأَةُ الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ اِذَا لَمْ يَضُرَّهَا وَيَسْتَحِبُّ كَمَالُ النَّظَافَةِ بِقَصِّ الظُّفْرِ وَالشَّارِبِ وَنَتْفِ الْاِبِطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ وَجِمَاعِ الْاَهْلِ وَالدُّهْنِ وَلَوْ مُطَيَّبًا وَيَلْبَسُ الرَّجُلُ اِزَارًا وَرِدَاءً جَدِيْدَيْنِ اَوْ غَسِيْلَيْنِ وَالْجَدِيْدُ الْاَبْيَضُ افضل وَلَا يَزُرُّهُ وَلَا يَعْقِدُهُ وَلَا يُخَلِّلُهُ فَاِنْ فَعَلَ كُرِهَ وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَتَطَيَّبَ وَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ وَقُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُرِيْدُ الْحَجَّ فَيَسِّرْهُ لِيْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّيْ وَلَبِّ دُبُرَ صَلٰوتِكَ تَنْوِيْ بِهَا الْحَجَّ وَهِيَ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ وَالْمُلْكَ لَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ

حج کا طریقہ :

جب کوئی شخص حج شروع کرنے کا ارادہ کرے تو وہ میقات مثلاً رابغ[1] سے احرام باندھے پس غسل کرے یا وضو۔ پاکیزگی کے اعتبار سے غسل افضل ہے۔ حیض یا نفاس والی عورت کو اگر تکلیف نہ دے تو وہ بھی غسل کرے، ناخن اور مونچھیں کاٹنے، بغلوں کے بال اکھیڑنے، زیرناف بال مونڈنے، بیوی سے جماع کرنے اور تیل لگانے اگرچہ خوشبودار ہو کے ذریعے اچھی طرح پاک ہونا مستحب ہے۔ مرد، دونئی یا دھلی ہوئی چادریں پہنے جدید سفید چادریں افضل ہیں۔ اسے نہ بٹن لگائے نہ گرہ لگائے اور نہ ہی اس کے اندر داخل ہو، اگر ایسا کیا تو مکروہ ہے۔ لیکن اس پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا۔ خوشبو لگاؤ اور دو رکعتیں پڑھ کر یہ دعا مانگو۔

ترجمہ۔ یا اللہ! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں اسے میرے لیے آسان کردے اور میری طرف سے قبول فرما۔

نماز کے بعد حج کی نیت سے تلبیہ کہو اور وہ یہ ہے۔

ترجمہ۔ یا اللہ! میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں بے شک تعریف، نعمت اور بادشاہی تیری ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

---

[1] رابغ ایک مقام کا نام ہے جو جحفہ سے کچھ پہلے مکہ مکرمہ کی طرف جانے والے کی بائیں جانب ہے یہ بھی ایک میقات ہے۔

(بقیہ برصفحہ آئندہ)

وَلَا تَنْقُصْ مِنْ هٰذِهِ الْاَلْفَاظِ شَيْئًا وَزِدْ فِيْهَا لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ بِيَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرُّغْبٰى اِلَيْكَ وَالزِّيَادَةُ سُنَّةٌ فَاِذَا لَبَّيْتَ نَاوِيًا فَقَدْ اَحْرَمْتَ فَاتَّقِ الرَّفَثَ وَهُوَ الْجِمَاعُ وَقِيْلَ ذِكْرُهُ بِحَضْرَةِ النِّسَآءِ وَالْكَلَامُ الْفَاحِشُ وَالْفُسُوْقَ وَالْمَعَاصِيَ وَالْجِدَالَ مَعَ الرُّفَقَآءِ وَالْخَدَمِ وَقَتْلَ صَيْدِ الْبَرِّ وَالْاِشَارَةَ اِلَيْهِ وَالدَّلَالَةَ عَلَيْهِ وَلُبْسَ الْمَخِيْطِ وَالْعِمَامَةِ وَالْخُفَّيْنِ وَتَغْطِيَةَ الرَّاْسِ وَالْوَجْهِ وَمَسَّ الطِّيْبِ وَحَلْقَ الرَّاْسِ وَالشَّعْرِ يَجُوْزُ الْاِغْتِسَالُ وَالْاِسْتِظْلَالُ بِالْخَيْمَةِ وَالْمَحْمِلِ وَغَيْرِهِمَا وَشَدُّ الْهِمْيَانِ فِي الْوَسْطِ وَاَكْثِرِ التَّلْبِيَةَ مَتٰى صَلَّيْتَ اَوْ عَلَوْتَ شَرَفًا اَوْ هَبَطْتَ وَادِيًا اَوْ لَقِيْتَ رَكْبًا وَبِالْاَسْحَارِ رَافِعًا صَوْتَكَ بِلَا جُهْدٍ مُضِرٍّ

ان الفاظ میں کمی نہ کرو البتہ ان میں یہ الفاظ زیادہ کرو۔
ترجمہ: یا اللہ! میں حاضر ہوں تیرا مطیع و فرمانبردار ہوں تمام بھلائی تیرے قبضہ میں ہے میں حاضر ہوں اور تیری طرف ہی رغبت ہے
یہ اضافہ سنت ہے جب تم نے حج کی نیت کرتے ہوئے احرام باندھ لیا تو اب رفث یعنی جماع سے بچو بعض نے کہا ہے کہ اس کا مطلب عورتوں کے سامنے جماع کا ذکر کرنا اور فحش کلامی ہے۔ گناہ نیز ساتھیوں اور خادموں کے ساتھ جھگڑا کرنے خشکی کا شکار کرنے اس کی طرف اشارہ کرنے، اس سلسلے میں کسی کی راہنمائی کرنے، سلا ہوا لباس پہننے[1]، عمامہ باندھنے موزے پہننے، سر اور چہرہ ڈھانپنے، خوشبو لگانے اور سر کے یا کوئی دوسرے بال مونڈنے سے بچو غسل کرنے، خیمے اور کجاوے وغیرہ کے سائے سے فائدہ اٹھانے اور کمر میں ہمیانی باندھنے میں کوئی حرج نہیں۔
جب نماز پڑھو، بلند جگہ پر جاؤ یا وادی میں اترو، سواروں سے ملاقات کرو نیز سحری کے وقت بلند آواز سے بکثرت تلبیہ کہو لیکن یہ نقصان دہ مشقت کے بغیر ہو[2]۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) [2] چونکہ احرام باندھنے کے بعد یہ کام منع ہیں لہٰذا پہلے فارغ ہو جائے نیز اس طرح زیادہ طہارت حاصل ہوتی ہے۔
[3] یعنی نہ تو چادر کے دونوں طرف کو گرہ وغیرہ سے باندھے اور نہ ہی قمیص کی طرح پھاڑ کر گلے میں ڈالے۔
[4] یہ اس کیلئے ہے جو صرف حج کے لیے گیا اور اسے مفرد کہتے ہیں متمتع اور قارن کی دعا کا ذکر آگے آ رہا ہے۔
(باقی متن کا حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وَ اِذَا وَصَلْتَ اِلٰى مَكَّةَ يَسْتَحِبُّ اَنْ تَغْتَسِلَ وَتَدْخُلَهَا مِنْ بَابِ الْمُعَلّٰى لِتَكُوْنَ مُسْتَقْبِلًا فِىْ دُخُوْلِكَ بَابَ الْبَيْتِ الشَّرِيْفِ تَعْظِيْمًا وَيَسْتَحِبُّ اَنْ تَكُوْنَ مُلَبِّيًا فِىْ دُخُوْلِكَ حَتّٰى تَاْتِىَ بَابَ السَّلَامِ فَتَدْخُلَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ مِنْهُ مُتَوَاضِعًا خَاشِعًا مُلَبِّيًا مُلَاحِظًا جَلَالَةَ الْمَكَانِ مُكَبِّرًا مُهَلِّلًا مُصَلِّيًا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَلَطِّفًا بِالْمُزَاحِمِ دَاعِيًا بِمَا اَحْبَبْتَ فَاِنَّهٗ مُسْتَجَابٌ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْبَيْتِ الْمُكَرَّمِ

جب مکہ مکرمہ پہنچ جاؤ تو مستحب ہے کہ غسل کرو اور باب معلّٰی کی طرف سے داخل ہو تاکہ داخل ہوتے وقت تعظیماً تمہارا رُخ بیت اللہ شریف کی طرف ہو۔ مستحب ہے کہ تلبیہ کہتے ہوئے داخل ہو۔ حتیٰ کہ باب السلام کے پاس آجاؤ وہاں سے نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ تلبیہ کہتے ہوئے اور اس مکان کی جلالت وبزرگی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ پڑھتے نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجتے ہوتے داخل ہو۔ مزاحمت کرنے والے سے نرمی وشفقت کا سلوک کرو[1] اور جو دعا پسند ہو مانگو کیونکہ بیت اللہ شریف کو دیکھتے وقت جو دعا مانگی جاتے وہ قبول ہوتی ہے۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [1] عورت سلا ہوا کپڑا پہنے گی۔ مردوں کیلئے ممانعت ہے۔

[2] ہمیانی چمڑے کی ایک پیٹی ہوتی ہے۔ جس میں پیسے رکھے جاتے ہیں اور کمر سے باندھا جاتا ہے۔

[3] یعنی آسانی کے ساتھ جس قدر ممکن ہو تلبیہ کہے کیونکہ عبادت حسب طاقت ہوتی ہے۔

(صفحہ ہٰذا) [1] اگر کوئی شخص دھکا وغیرہ دے تو اس سے بھی اچھا سلوک کیا جائے۔

ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْحَجَرَ الْاَسْوَدَ مُكَبِّرًا مُهَلِّلًا رَافِعًا يَدَيْكَ كَمَا فِي الصَّلٰوةِ وَضَعْهُمَا عَلَى الْحَجَرِ وَقَبِّلْهُ
بِلَا صَوْتٍ فَمَنْ عَجَزَ عَنْ ذٰلِكَ اِلَّا بِاِيْذَاءٍ تَرَكَهُ وَمَسَّ الْحَجَرَ بِشَيْءٍ وَ
قَبَّلَهُ اَوْ اَشَارَ اِلَيْهِ مِنْ بَعِيْدٍ مُكَبِّرًا مُهَلِّلًا حَامِدًا مُصَلِّيًا عَلَى النَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طُفْ اٰخِذًا عَنْ يَمِيْنِكَ مِمَّا يَلِي الْبَابَ مُضْطَبِعًا
وَهُوَ اَنْ تَجْعَلَ الرِّدَاءَ تَحْتَ الْاِبِطِ الْاَيْمَنِ وَتُلْقِيَ طَرَفَيْهِ عَلَى الْاَيْسَرِ
سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ دَاعِيًا فِيْهَا بِمَا شِئْتَ وَطُفْ وَرَاءَ الْحَطِيْمِ وَاِنْ اَرَدْتَ
اَنْ تَسْعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَقَبَ الطَّوَافِ فَارْمُلْ فِي الثَّلٰثَةِ الْاَشْوَاطِ

پھر تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے حجر اسود[1] کی طرف متوجہ ہو اور نماز کی طرح ہاتھ اٹھا کر انہیں حجر اسود پر رکھو اور اسے بوسہ دو لیکن آواز نہ پیدا ہو جو آدمی ایذا رسانی کے بغیر بوسہ دے سکے وہ چھوڑ دے اور کسی چیز کو حجر اسود سے لگا کر اسے بوسہ دے اور دور سے اس کی طرف اشارہ کرے تکبیر و تہلیل اور بارگاہ نبوی میں ہدیہ درود بھیجے پھر دائیں طرف سے جو دروازے سے ملی ہوئی ہے طواف شروع کرو اور اضطباع کرو یعنی اپنی چادر کو دائیں کندھے کے نیچے سے لا کر اس کے دونوں کناروں کو بائیں کندھے پر ڈالو اس طرح سات چکر پورے کرو اس میں جو دعا چاہے مانگو، طواف حطیم[2] کے باہر سے کرو۔ اگر طواف کے بعد صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا چاہو تو پہلے تین پھیروں میں رمل کرو، یعنی

---

[1] حجر اسود یعنی سیاہ پتھر کعبہ شریف کی دیوار میں نصب ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے نور کو مٹا دیا اگر نہ مٹاتا تو مشرق و مغرب کے درمیان سب کچھ روشن کر دیتے۔

[2] حطیم کعبۃ اللہ کی شمالی دیوار کی طرف نیم دائرہ جگہ ہے اس کے باہر دیوار ہے۔ در حقیقت یہ جگہ بھی کعبہ شریف کا حصہ ہے۔ دور جاہلیت میں تعمیر کعبہ کے وقت اسے باہر چھوڑ دیا گیا تھا طواف اس کے باہر سے ہوتا ہے، اور اس کے اندر داخل ہونا کعبہ شریف میں ہی داخل ہونا ہے۔

الْاُوْلٰی وَھُوَ الْمَشْیُ بِسُرْعَۃٍ مَّعَ ھَزِّ الْکَتِفَیْنِ کَالْمُبَارِزِ تَبَخْتَرَ بَیْنَ الصَّفَّیْنِ فَاِنْ زَحَمَہُ النَّاسُ وَقَفَ فَاِذَا وَجَدَ فُرْجَۃً رَمَلَ لَابُدَّ لَہٗ مِنْہُ فَیَقِفُ حَتّٰی یُقِیْمَہٗ عَلَی الْوَجْہِ الْمَسْنُوْنِ بِخِلَافِ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ لِاَنَّ لَہٗ بَدَلًا وَھُوَ اِسْتِقْبَالُہٗ وَیَسْتَلِمُ الْحَجَرَ کُلَّمَا مَرَّ بِہٖ وَیَخْتِمُ الطَّوَافَ بِہٖ وَبِرَکْعَتَیْنِ فِیْ مَقَامِ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَوْحَیْثُ تَیَسَّرَ مِنَ الْمَسْجِدِ ثُمَّ عَادَ فَاسْتَلَمَ الْحَجَرَ

کاندھوں کو ہلاتے ہوئے تیزی سے چلو جیسے دو فوجوں کے درمیان دعوتِ جنگ دینے والا مٹک مٹک کر چلتا ہے۔ اگر لوگوں کی بھیڑ ہو تو ٹھہر جائے۔ جب تھوڑی سی کشادگی پائے تو رمل ضروری ہے۔ لہٰذا ٹھہر کر اسے مسنون طریقے سے ادا کرے۔ بخلاف حجر اسود کو چومنے کے، کیونکہ وہ ضروری نہیں اور اس کا بدل موجود ہے اور وہ اس کی طرف منہ کرنا ہے۔ جب بھی حجر اسود کے پاس سے گزرے اسے بوسہ دے اور اسی پر طواف ختم کرے۔ اور پھر مقام[1] ابراہیم کے پاس یا مسجد میں جہاں بھی آسانی ہو دو رکعتیں پڑھ کر پھر لوٹ کر حجر اسود کو چومے۔

---

[1] کعبہ شریف کے دروازے کے سامنے ایک پتھر شیشے کے فریم میں بند ہے اسے مقامِ ابراہیم یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ کہتے ہیں۔ اس پر کھڑے ہو کر آپ نے کعبۃ اللہ کی تعمیر فرمائی۔ آج بھی اس پتھر پر آپ کے قدموں کا نشان باقی ہے۔

هٰذَا طَوَافُ الْقُدُوْمِ وَهُوَ سُنَّةٌ لِلْاٰفَاقِيْ ثُمَّ تَخْرُجُ اِلَى الصَّفَا فَتَصْعَدُ وَتَقُوْمُ عَلَيْهَا حَتّٰى تَرَى الْبَيْتَ فَتَسْتَقْبِلُهٗ مُكَبِّرًا مُهَلِّلًا مُلَبِّيًا مُصَلِّيًا دَاعِيًا وَتَرْفَعُ يَدَيْكَ مَبْسُوْطَتَيْنِ ثُمَّ تَهْبِطُ نَحْوَ الْمَرْوَةِ عَلٰى هِيْنَتِهٖ فَاِذَا وَصَلَ بَطْنَ الْوَادِيْ سَعٰى بَيْنَ الْمِيْلَيْنِ الْاَخْضَرَيْنِ سَعْيًا حَثِيْثًا فَاِذَا تَجَاوَزَ بَطْنَ الْوَادِيْ مَشٰى عَلٰى هِيْنَتِهٖ حَتّٰى يَاْتِيَ الْمَرْوَةَ فَيَصْعَدُ عَلَيْهَا وَيَفْعَلُ كَمَا فَعَلَ عَلَى الصَّفَا يَسْتَقْبِلُ الْبَيْتَ مُكَبِّرًا مُهَلِّلًا مُلَبِّيًا مُصَلِّيًا دَاعِيًا بَاسِطًا يَدَيْهِ نَحْوَ السَّمَآءِ وَهٰذَا شَوْطٌ

یہ طواف قدوم ہے اور باہر کے لوگوں کے لیے یہ سنت ہے۔ اس کے بعد صفا[1] کی طرف نکلو اس پر چڑھ کر کھڑے ہو جاؤ یہاں تک کہ بیت اللہ شریف کو دیکھو تکبیر و تہلیل، درود شریف اور دعا کے ساتھ اس کی طرف رُخ کرو اور اپنے ہاتھوں کو کشادہ رکھتے ہوئے اٹھاؤ پھر اسی انداز میں مروہ کی طرف اتر جاؤ۔ جب وادی کے بطن میں پہنچو تو دو سبز میلوں[2] کے درمیان تیز تیز چلو۔ وادی سے گزرنے کے بعد اپنی چال پر چلے حتیٰ کہ مروہ پر آجائے اس پر چڑھ کر وہی عمل اسی انداز میں کرے جو صفا پر کیا تھا۔ قبلہ رُخ ہو کر تکبیر و تہلیل کہے اور تلبیہ و درود شریف پڑھے۔ ہاتھوں کو آسمان کی طرف پھیلاتے ہوئے دُعا مانگے یہ ایک پھیرا ہے[3]

---

[1] صفا اور مروہ دو پہاڑیاں ہیں جن کو قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں قرار دیا گیا۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے پانی تلاش کرنے کی خاطر ان دونوں پہاڑیوں پر تشریف لے گئیں آج اسی یاد کو باقی رکھتے ہوئے حجاج کرام ان دونوں کے درمیان سعی کرتے ہیں۔

[2] دو علامتیں نصب ہیں جس طرح سڑکوں پر سیمنٹ کے میل لگاتے جاتے ہیں۔ ان کو سبز میل کہا جاتا ہے۔

[3] احناف کے نزدیک صفا سے مروہ تک ایک پھیرا ہے وہاں سے صفا تک دوسرا پھیرا۔ اس طرح سات چکر لگائیں گے۔ آخری پھیرا مروہ پر ختم ہوگا۔

ثُمَّ يَعُوْدُ قَاصِدًا اِلصَّفَا فَاِذَا وَصَلَ اِلَى الْمِيْلَيْنِ الْاَخْضَرَيْنِ سَعٰى ثُمَّ مَشٰى عَلٰى هِيْنَتِهٖ حَتّٰى يَاْتِيَ الصَّفَا فَيَصْعَدَ عَلَيْهَا وَيَفْعَلَ كَمَا فَعَلَ اَوَّلًا وَهٰذَا شَوْطٌ ثَانٍ فَيَطُوْفُ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ يَبْدَاُ بِالصَّفَا وَيَخْتِمُ بِالْمَرْوَةِ وَيَسْعٰى فِيْ بَطْنِ الْوَادِيْ فِيْ كُلِّ شَوْطٍ مِنْهَا ثُمَّ يُقِيْمُ بِمَكَّةَ مُحْرِمًا وَيَطُوْفُ بِالْبَيْتِ كُلَّمَا بَدَا لَهٗ وَهُوَ اَفْضَلُ مِنَ الصَّلٰوةِ نَفْلًا لِلْاٰفَاقِيِّ فَاِذَا صَلَّى الْفَجْرَ بِمَكَّةَ ثَامِنَ ذِي الْحَجَّةِ تَاَهَّبَ لِلْخُرُوْجِ اِلٰى مِنًى فَيَخْرُجُ مِنْهَا بَعْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَيَسْتَحِبُّ اَنْ يُّصَلِّيَ الظُّهْرَ بِمِنًى

وَلَا يَتْرُكُ التَّلْبِيَةَ فِيْ اَحْوَالِهٖ كُلِّهَا اِلَّا فِي الطَّوَافِ وَيَمْكُثُ بِمِنًى اِلٰى اَنْ يُّصَلِّيَ الْفَجْرَ بِهَا بِغَلَسٍ وَيَنْزِلُ بِقُرْبِ مَسْجِدِ الْخَيْفِ ثُمَّ بَعْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ يَذْهَبُ اِلٰى عَرَفَاتٍ فَيُقِيْمُ بِهَا فَاِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ يَاْتِيْ مَسْجِدَ

پھر صفا کا ارادہ کرتے ہوئے واپس لوٹے۔ دو سبز میلوں کے پاس پہنچے تو دوڑے پھر اپنی عام چال پر چلے، یہاں تک کہ صفا پر آجائے۔ اس پر چڑھ کر اسی طرح کرے جس طرح پہلے کیا تھا۔ یہ دوسرا پھیرا ہے۔ سات پھیرے لگاتے: صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے۔ ہر پھیرے میں وادی کی نشیبی جگہ میں دوڑے۔

اس کے بعد مکہ مکرمہ میں قیام کرے اور جب بھی ممکن ہو بیت اللہ شریف کا طواف کرے۔ باہر کے لوگوں کیلیے یہ نفل نماز سے بہتر ہے۔ آٹھویں ذوالحجہ کو جب مکہ مکرمہ میں فجر کی نماز پڑھ چکے تو منیٰ کی طرف جانے کی تیاری شروع کر دے اور طلوعِ آفتاب کے بعد وہاں سے نکل جائے اور منیٰ میں ظہر کی نماز پڑھنا مستحب ہے۔

طواف کے علاوہ باقی کسی حالت میں تلبیہ نہ چھوڑے۱ پھر منیٰ ہی میں ٹھہرا رہے یہاں تک کہ (اگلے دن) فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھے یہاں مسجدِ خیف کے پاس اترے پھر سورج طلوع ہونے کے بعد عرفات کی طرف جائے اور وہاں ٹھہرے جب سورج ڈھل جائے تو مسجد

---

۱ چونکہ طواف کے لیے الگ دعائیں ہیں اس لیے طواف کے وقت تلبیہ چھوڑ کر وہ دعائیں مانگے۔ دعاؤں کی تفصیل۔ بہار شریعت حصہ ششم ص ۴۸، ۴۹ پر دیکھیں۔

نَمِرَةَ فَيُصَلِّي مَعَ الْإِمَامِ الْأَعْظَمِ أَوْ نَائِبِهِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ بَعْدَ مَا يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا وَيُصَلِّي الْفَرْضَيْنِ بِأَذَانٍ وَإِقَامَتَيْنِ وَلَا يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا إِلَّا بِشَرْطَيْنِ الْإِحْرَامِ وَالْإِمَامِ الْأَعْظَمِ وَلَا يَفْصِلُ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ بِنَافِلَةٍ

وَإِنْ لَمْ يُدْرِكِ الْإِمَامَ الْأَعْظَمَ صَلَّى كُلَّ وَاحِدَةٍ فِي وَقْتِهَا الْمُعْتَادِ فَإِذَا صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ يَتَوَجَّهُ إِلَى الْمَوْقِفِ وَعَرَفَاتٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ إِلَّا بَطْنَ عُرَنَةَ وَيَغْتَسِلُ بَعْدَ الزَّوَالِ فِي عَرَفَاتٍ لِلْوُقُوفِ وَيَقِفُ بِقُرْبِ جَبَلِ الرَّحْمَةِ مُسْتَقْبِلًا مُكَبِّرًا مُهَلِّلًا مُلَبِّيًا دَاعِيًا مَادًّا يَدَيْهِ كَالْمُسْتَطْعِمِ وَيَجْتَهِدُ فِي الدُّعَاءِ لِنَفْسِهِ وَوَالِدَيْهِ وَإِخْوَانِهِ وَيَجْتَهِدُ عَلَى أَنْ يَخْرُجَ مِنْ عَيْنَيْهِ قَطَرَاتٌ مِنَ الدَّمْعِ فَإِنَّهُ دَلِيلُ الْقَبُولِ ۔

نمرہ میں آکر بڑے امام یا اس کے نائب[1] کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز پڑھے (امام) اس سے پہلے دو خطبے دے اور دونوں کے درمیان بیٹھے دونوں فرض ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ پڑھائے۔ دو نمازوں کو صرف دو شرطوں کے ساتھ جمع کرنا جائز ہے۔ احرام اور امام اعظم[2]، دونوں نمازوں کے درمیان نفلوں کے ذریعے فصل نہ کرے۔

اگر امام اعظم، نہ ہو تو ہر نماز اپنے اپنے وقت پر پڑھے جب امام کے ساتھ نماز پڑھ لیں تو موقف[3] کی طرف متوجہ ہوں، بطن عرنہ[4] کے علاوہ تمام عرفات موقف ہے۔ عرفات میں ٹھہرنے کے لیے زوال کے بعد غسل کرے اور جبلِ رحمت کے پاس ٹھہرے قبلہ رُخ ہو کر تکبیر و تہلیل کہے اور کھانا مانگنے والے کی طرح ہاتھوں کو پھیلاتے ہوئے دعا مانگے اپنے لیے، اپنے والدین اور مسلمان بھائیوں کے لیے دعا مانگنے میں کوشش کرے[5] اور کوشش کرے کہ آنکھوں سے آنسوؤں کے چند قطرے نکلیں کیونکہ یہ قبولیت کی دلیل ہے۔

---

[1] بادشاہ وقت یا اس کا مقرر کردہ امام۔

[2] دو نمازوں کو جمع کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صوری اور دوسری حقیقی، ایک نماز کو اس کے بالکل آخر وقت میں اور دوسری کو اس کے بالکل شروع میں اس طرح پڑھنا کہ دونوں ایک ہی وقت میں معلوم ہوں ضرورت کے تحت ایسا کرنا جائز ہے لیکن حقیقتاً دو نمازوں کو صرف حج کے موقعہ پر میدان عرفات میں دو شرطوں کے ساتھ جمع (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

وَ يُلِحُّ فِي الدُّعَآءِ مَعَ قُوَّةِ رَجَآءِ الْإِجَابَةِ وَلَا يُقَصِّرُ فِي هٰذَا الْيَوْمِ إِذْ لَا يُمْكِنُهُ تَدَارُكُهُ سِيَّمَا إِذَا كَانَ مِنَ الْاٰفَاقِ وَ الْوُقُوْفُ عَلَى الرَّاحِلَةِ أَفْضَلُ وَالْقَائِمُ عَلَى الْاَرْضِ أَفْضَلُ مِنَ الْقَاعِدِ فَإِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ أَفَاضَ الْإِمَامُ وَالنَّاسُ مَعَهُ عَلٰى هِيْنَتِهِمْ وَإِذَا وَجَدَ فُرْجَةً يُسْرِعُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُّؤْذِيَ أَحَدًا وَيَتَحَرَّزُ عَمَّا يَفْعَلُهُ الْجَهَلَةُ مِنَ الْإِشْتِدَادِ فِي السَّيْرِ وَالْإِزْدِحَامِ وَالْإِيْذَاءِ فَإِنَّهُ حَرَامٌ حَتّٰى يَأْتِيَ مُزْدَلِفَةَ فَيَنْزِلُ بِقُرْبِ جَبَلِ قُزَحَ وَ

نہایت قوی امید سے اصرار کے ساتھ دعا کرے آج کے دن کوئی کوتاہی نہ کرے کیونکہ اس کا ازالہ ناممکن ہے۔ بالخصوص باہر سے آنے والوں کے لیے۔ سواری کی حالت میں وقوف افضل ہے اور زمین پر بیٹھنے کی نسبت کھڑا ہونا زیادہ اچھا ہے۔

جب سورج غروب ہو جائے تو امام اور اس کے ساتھ لوگ بھی اپنی عام رفتار کے ساتھ وہاں سے کوچ کریں جب کچھ وسعت پائے تو جلدی چلے لیکن کسی کو تکلیف نہ پہنچائے جاہلوں جیسے کام کرنے مثلاً چلنے میں سختی کرنے، بھیڑ کرنے اور ایذاء رسانی سے پرہیز کرے کیونکہ یہ حرام ہے، جب مزدلفہ آئے تو جبل قزح کے قریب اترے

(بقیہ صفحہ سابقہ) کیا جا سکتا ہے، یعنی احرام اور بڑا امام، اگر تنہا پڑھیں یا مختلف گروہ الگ الگ جماعت کرائیں تو جمع نہیں کر سکتے۔

۳؎ ٹھہرنے کی جگہ کو موقف کہتے ہیں۔

۴؎ عُرنہ، عرفات کے ساتھ ایک وادی ہے جو موقف کی بائیں جانب ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں شیطان کو دیکھا اور حکم فرمایا کہ یہاں کوئی نہ ٹھہرے۔

۵؎ ممکن ہے یہ موقعہ زندگی بھر دوبارہ نصیب نہ ہو لہٰذا جی بھر کر دعا مانگے۔

يَرْتَفِعُ عَنْ بَطْنِ الْوَادِيْ تَوْسِعَةً لِّلْمَارِّيْنَ وَيُصَلِّيْ بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِأَذَانٍ وَّاحِدٍ وَّ إِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ وَلَوْ تَطَوَّعَ بَيْنَهُمَا أَوْ تَشَاغَلَ أَعَادَ الْإِقَامَةَ وَلَمْ تَجُزِ الْمَغْرِبُ فِيْ طَرِيْقِ الْمُزْدَلِفَةِ وَعَلَيْهِ إِعَادَتُهَا مَالَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ وَيُسَنُّ الْمَبِيْتُ بِالْمُزْدَلِفَةِ فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى الْإِمَامُ بِالنَّاسِ الْفَجْرَ بِغَلَسٍ ثُمَّ يَقِفُ وَالنَّاسُ مَعَهُ وَالْمُزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ إِلَّا بَطْنَ مُحَسِّرٍ وَيَقِفُ مُجْتَهِدًا فِيْ دُعَائِهِ وَيَدْعُوا اللهَ أَنْ يُّتِمَّ مُرَادَهُ وَسُؤَالَهُ فِيْ هٰذَا الْمَوْقِفِ كَمَا أَتَمَّهُ لِسَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اور گزرنے والوں کے لیے راستہ چھوڑنے کی خاطر وادی کے بطن سے بلندی کی طرف ہو۔ وہاں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نماز پڑھے[1]۔ اگر دونوں کے درمیان نفل پڑھے یا کسی اور کام میں مشغول ہو تو اقامت دوبارہ کہے۔ مغرب کی نماز مزدلفہ کے راستے میں جائز نہیں اور اگر ایسا کیا تو طلوع فجر سے پہلے پہلے دوبارہ پڑھے۔ مزدلفہ میں رات گزارنا سنت ہے۔ صبح طلوع ہو تو امام لوگوں کو اندھیرے میں فجر کی نماز پڑھائے پھر وہاں ٹھہرے اور لوگ بھی اس کے ساتھ ہوں۔ بطنِ محسّر[2] کے علاوہ تمام مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔

وقوف کی حالت میں نہایت کوشش سے دعا مانگے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کرے کہ وہ اس موقف میں اس کی مراد اور سوال کو پورا فرمائے جس طرح ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کو پورا فرمایا[3]۔

---

[1] یہ نمازیں عشاء کے وقت پڑھی جائیں۔

[2] یہ لفظ محسّر ہے یہاں ابرہہ بادشاہ کا ہاتھی رُک گیا اور آگے نہ جا سکا۔ ابرہہ خانہ کعبہ کو (معاذ اللہ) گرانے کے لیے آیا تھا۔ یہ سورہ فیل میں واقعہ مذکور ہے۔

[3] آپ نے اپنی امتوں کے خونوں اور مظالم کی بخشش مانگی تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔ (طحطاوی علی المراقی)

فَإِذَا أَسْفَرَ جِدًّا أَفَاضَ الْإِمَامُ وَالنَّاسُ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ فَيَأْتِيْ إِلٰى مِنًى وَيَنْزِلُ بِهَا ثُمَّ يَأْتِيْ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَيَرْمِيْهَا مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ مِثْلَ حَصَى الْخَزْفِ وَيَسْتَحِبُّ أَخْذُ الْجِمَارِ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ أَوْ مِنَ الطَّرِيْقِ وَيُكْرَهُ مِنَ الَّذِيْ عِنْدَ الْجَمْرَةِ وَيُكْرَهُ الرَّمْيُ مِنْ أَعْلَى الْعَقَبَةِ لِإِيْذَاءِ النَّاسِ وَيَلْتَقِطُهَا الْتِقَاطًا وَلَا يَكْسِرُ حَجَرًا جِمَارًا وَيَغْسِلُهَا لِيَتَيَقَّنَ طَهَارَتَهَا فَإِنَّهَا يُقَامُ بِهَا قُرْبَةٌ وَلَوْ رَمٰى بِنَجِسَةٍ أَجْزَأَهُ وَكُرِهَ وَيَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ مَعَ أَوَّلِ حَصَاةٍ يَرْمِيْهَا وَكَيْفِيَّةُ الرَّمْيِ أَنْ يَأْخُذَ الْحَصَاةَ بِطَرَفِ إِبْهَامِهِ وَسَبَّابَتِهِ فِي الْأَصَحِّ لِأَنَّهُ أَيْسَرُ وَأَكْثَرُ إِهَانَةً لِلشَّيْطَانِ وَالْمَسْنُوْنُ الرَّمْيُ بِالْيَدِ الْيُمْنٰى وَ

جب خوب سفیدی ہو جائے تو امام اور لوگ طلوعِ شمس سے پہلے واپس لوٹیں اور منیٰ میں آکر اتریں پھر جمرہ عقبہ[1] کے پاس آئے اور وادی کے بطن سے اسے سات کنکریاں مارے یہ ٹھیکری کی کنکریوں جیسی ہوں۔ مزدلفہ یا راستے سے کنکریاں لینا مستحب ہے۔ جمرہ کے پاس پڑی ہوئی کنکریاں لینا مکروہ[2] ہے۔ عقبہ کے اوپر کی جانب سے کنکریاں مارنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے لوگوں کو ایذا پہنچتی ہے۔ کنکریاں چنے۔ پتھر توڑ کر نہ بنائے اور انہیں دھوئے تاکہ ان کی پاکیزگی یقینی ہو جائے کیونکہ ان کے ساتھ ایک عبادت ادا کی جاتی ہے اگر ناپاک کنکریاں مارے تو بھی جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔ پہلی کنکری مارتے ہی تلبیہ کہنا چھوڑ دے مارنے کا طریقہ یہ ہے کہ کنکری کو انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے کنارے سے پکڑے۔ یہ اصح قول کے مطابق ہے۔
کیونکہ اس میں آسانی بھی ہے اور شیطان کی توہین بھی زیادہ[3] ہے۔ دائیں ہاتھ سے کنکری مارنا سنت ہے۔

---

[1] تینوں جمروں کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے۔

[2] یہ کنکری مردود ہے کیونکہ جو کنکری قبول ہوتی ہے وہ اٹھا لی جاتی ہے۔ (طحطاوی علی المراقی)

[3] کیونکہ اسے حقیر سمجھتے ہوئے محض دو انگلیوں سے کنکری پھینکی گئی۔ پورا ہاتھ استعمال نہیں کیا۔

وَيَضَعُ الْحَصَاةَ عَلٰى ظَهْرِ إِبْهَامِهٖ وَيَسْتَعِيْنُ بِالْمُسَبِّحَةِ وَيَكُوْنُ بَيْنَ الرَّامِيْ وَمَوْضِعِ السُّقُوْطِ خَمْسَةُ أَذْرُعٍ وَلَوْ وَقَعَتْ عَلٰى رَجُلٍ أَوْ مَحْمِلٍ وَثَبَتَتْ أَعَادَهَا وَإِنْ سَقَطَتْ عَلٰى سَنَنِهَا ذٰلِكَ أَجْزَأَهٗ وَكَبَّرَ بِكُلِّ حَصَاةٍ. ثُمَّ يَذْبَحُ الْمُفْرِدُ بِالْحَجِّ إِنْ أَحَبَّهٗ ثُمَّ يَحْلِقُ وَيُقَصِّرُ وَالْحَلْقُ أَفْضَلُ وَيَكْفِيْ فِيْهِ رُبُعُ الرَّأْسِ وَالتَّقْصِيْرُ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ رُؤُوْسِ شَعْرِهٖ مِقْدَارَ الْأَنْمُلَةِ وَقَدْ حَلَّ لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءَ ثُمَّ يَأْتِيْ مَكَّةَ مِنْ يَوْمِهٖ ذٰلِكَ أَوْ مِنَ الْغَدِ أَوْ بَعْدَهٗ فَيَطُوْفُ بِالْبَيْتِ طَوَافَ الزِّيَارَةِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ وَحَلَّتْ لَهُ النِّسَاءُ وَأَفْضَلُ هٰذِهِ الْأَيَّامِ أَوَّلُهَا وَإِنْ أَخَّرَهٗ عَنْهَا لَزِمَهٗ شَاةٌ لِتَأْخِيْرِ الْوَاجِبِ ثُمَّ يَعُوْدُ إِلٰى مِنًى فَيُقِيْمُ بِهَا فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْيَوْمِ الثَّانِيْ مِنْ أَيَّامِ النَّحْرِ رَمَى الْجِمَارَ الثَّلَاثَ يَبْدَأُ بِالْجَمْرَةِ

اسے انگوٹھے کی پیٹھ پر رکھے اور شہادت کی انگلی سے مدد دے، پھینکنے والے اور گرنے کی جگہ کے درمیان پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہونا چاہیے۔ اگر کسی آدمی یا کجاوے پر جا لگی اور ٹھہر گئی تو دوبارہ مارے اور اگر اسی طریقے پر چلتی ہوئی گر گئی تو کافی ہے۔ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے۔

اس کے بعد حج افراد والا چاہئے تو قربانی کرے[1] پھر سر منڈوائے یا بال کتروائے منڈوانا افضل ہے اور اس میں سر کا چوتھائی حصہ کافی ہے۔ کتروانا یہ ہے کہ بالوں کے کنارے سے انگلی کے پورے کی مقدار بال کاٹے اب اس کیلئے جماع کے علاوہ باقی تمام کام جائز ہیں۔

پھر اسی دن یا اگلے دن یا اس کے بعد مکہ مکرمہ آئے اور بیت اللہ شریف کا طواف کرے یہ طواف زیارت[2] ہے، سات چکر لگائے اور اب اس کے لیے جماع بھی جائز ہے۔ ان دنوں میں پہلا دن افضل ہے اگر اس سے مؤخر کیا تو واجب میں تاخیر کی وجہ سے ایک بکری لازم ہوگی۔ پھر منیٰ کی طرف لوٹے اور وہاں ہی ٹھہرے قربانی کے دوسرے دن جب سورج ڈھل جائے تو تینوں جمروں کو کنکریاں مارے، اس جمرہ سے ابتداء کرے

[1] اس پر قربانی واجب نہیں لہٰذا اختیار ہے۔

[2] اسی کو طواف افاضہ بھی کہتے ہیں اور یہ فرض ہے۔

الَّتِیْ تَلِیْ مَسْجِدَ الْخَیْفِ فَیَرْمِیْهَا بِسَبْعِ حَصَیَاتٍ مَاشِیًا یُکَبِّرُ بِکُلِّ حَصَاۃٍ ثُمَّ یَقِفُ عِنْدَهَا دَاعِیًا بِمَا اَحَبَّ حَامِدًا اللّٰہِ تَعَالٰی مُصَلِّیًا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَیَرْفَعُ یَدَیْہِ فِی الدُّعَاءِ وَیَسْتَغْفِرُ لِوَالِدَیْہِ وَاِخْوَانِہِ الْمُؤْمِنِیْنَ

ثُمَّ یَرْمِی الثَّانِیَۃَ الَّتِیْ تَلِیْهَا مِثْلَ ذٰلِکَ وَیَقِفُ عِنْدَهَا دَاعِیًا ثُمَّ یَرْمِیْ جَمْرَۃَ الْعَقَبَۃِ رَاکِبًا وَلَا یَقِفُ عِنْدَهَا فَاِذَا کَانَ الْیَوْمُ الثَّالِثُ مِنْ اَیَّامِ النَّحْرِ رَمَی الْجِمَارَ الثَّلٰثَ بَعْدَ الزَّوَالِ کَذٰلِکَ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّتَعَجَّلَ نَفَرَ اِلٰی مَکَّۃَ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ وَاِنْ اَقَامَ اِلَی الْغُرُوْبِ کُرِہَ وَلَیْسَ عَلَیْہِ شَیْءٌ وَاِنْ طَلَعَ الْفَجْرُ وَهُوَ بِمِنًی فِی الرَّابِعِ لَزِمَہُ الرَّمْیُ وَجَازَ قَبْلَ الزَّوَالِ وَالْاَفْضَلُ بَعْدَہٗ وَکُرِہَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

جو مسجد خیف کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ پیدل چلتے ہوئے اسے سات کنکریاں مارے ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے پھر اس کے پاس ٹھہر کر جو دعا چاہے مانگے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجے، دعا مانگتے ہوئے ہاتھوں کو اٹھاتے اور اپنے ماں باپ نیز مسلمان بھائیوں کے لیے بخشش مانگے۔

اس کے بعد دوسرے جمرے کو جو اس کے ساتھ ملا ہوا ہے، اسی طرح مارے اس کے پاس بھی دعا مانگتا ہوا کھڑا ہو پھر سواری کی حالت میں جمرہ عقبہ کو مارے اور اس کے پاس نہ ٹھہرے جب قربانی کا تیسرا دن ہو تو زوال کے بعد تینوں جمروں کو اسی طرح مارے۔

اگر جلدی ہو تو سورج غروب ہونے سے پہلے مکہ مکرمہ کی طرف چلا جائے[1]۔ غروب آفتاب تک ٹھہرنا مکروہ ہے لیکن اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔ اگر چوتھے دن منیٰ ہی میں سورج طلوع ہو جائے تو اس پر کنکریاں مارنا لازم ہوں گی اور یہ زوال سے پہلے بھی جائز ہیں لیکن بعد میں مارنا افضل ہے۔ طلوع آفتاب سے پہلے مارنا مکروہ ہے۔

---

[1] یعنی اگر گھر کی طرف واپسی کی جلدی ہو تو بارہ ذوالحجہ کے غروب آفتاب سے پہلے ہی منیٰ سے چلا جائے۔

وَ كُلُّ رَمْيٍ بَعْدَهُ رَمْيٌ يَرْمِيْهِ مَاشِيًا لِيَدْعُوَ بَعْدَهُ وَ اِلَّا رَاكِبًا لِيَذْهَبَ عَقِبَهُ بِلَا دُعَاءٍ وَكُرِهَ الْمَبِيْتُ بِغَيْرِ مِنًى لَيَالِيَ الرَّمْيِ ثُمَّ اِذَا رَحَلَ اِلٰى مَكَّةَ نَزَلَ بِالْمُحَصَّبِ سَاعَةً ثُمَّ يَدْخُلُ مَكَّةَ وَيَطُوْفُ بِالْبَيْتِ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ بِلَا رَمَلٍ وَ سَعْيٍ اِنْ قَدَّمَهُمَا وَهٰذَا طَوَافُ الْوَدَاعِ وَ يُسَمّٰى اَيْضًا طَوَافُ الصَّدَرِ وَ هٰذَا وَاجِبٌ اِلَّا عَلٰى اَهْلِ مَكَّةَ وَمَنْ اَقَامَ بِهَا وَ يُصَلِّيْ بَعْدَهُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَاْتِيْ زَمْزَمَ فَيَشْرَبُ مِنْ مَّآءِهَا وَيَسْتَخْرِجُ الْمَآءَ مِنْهَا بِنَفْسِهٖ اِنْ قَدَرَ وَ يَسْتَقْبِلُ الْبَيْتَ وَيَتَضَلَّعُ مِنْهُ وَيَتَنَفَّسُ فِيْهِ مِرَارًا وَيَرْفَعُ بَصَرَهُ كُلَّ مَرَّةٍ يَنْظُرُ اِلَى الْبَيْتِ وَيَصُبُّ عَلٰى جَسَدِهٖ اِنْ تَيَسَّرَ وَ اِلَّا يَمْسَحُ بِهٖ وَجْهَهُ وَرَاْسَهُ وَيَنْوِيْ بِشُرْبِهٖ مَاشَآءَ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِذَا شَرِبَ يَقُوْلُ

ہر وہ رمی جس کے بعد رمی ہو اسے پیدل چلتے ہوئے مارو تاکہ اس کے بعد دعا مانگو ورنہ سوار ہو کر مارو تاکہ اس کے بعد دُعا کے بغیر چلے جاؤ۔ رمی کی راتوں میں منیٰ کے علاوہ کہیں رات گزارنا مکروہ ہے۔

پھر جب مکہ مکرمہ کی طرف کوچ کرے تو ایک ساعت وادی محصب میں اترے اس کے بعد مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر سات چکر طواف کرے۔ اگر اس سے پہلے رمل اور سعی کر چکا ہے تو اب نہ کرے یہ طواف وداع ہے اس کو طوافِ صدر بھی کہتے ہیں یہ اہلِ مکہ اور وہ لوگ جو وہاں مقیم ہیں اُن کے علاوہ سب پر واجب ہے اس کے بعد دو رکعتیں پڑھے پھر آب زمزم کے پاس آئے اور اس کا پانی پیے۔ اگر طاقت ہو تو پانی خود نکالے بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے خوب سیر ہو کے پیے۔ کئی بار سانس لے اور ہر بار نگاہیں اٹھا کر بیت اللہ شریف کی طرف دیکھے۔ اگر آسانی سے ہو سکے تو اپنے جسم پر بھی ڈالے ورنہ اپنے چہرے اور سر پر ملے اور پیتے وقت جو چاہے نیت کرے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آب زمزم نوش فرماتے وقت یوں دعا مانگتے تھے۔

لہ رمی کی راتیں وہ ہیں جو دن کے بعد آتی ہیں لہٰذا دس ذوالحجہ کے بعد والی رات رمی کی پہلی رات ہے۔ اور تیرہ ذوالحجہ کے بعد والی رات رمی کی آخری رات ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَآءً مِّنْ کُلِّ دَآءٍ وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهٗ وَيُسْتَحَبُّ بَعْدَ شُرْبِهٖ اَنْ يَّاْتِيَ بَابَ الْكَعْبَةِ وَيُقَبِّلُ الْعَتَبَةَ ثُمَّ يَاْتِيْ اِلَى الْمُلْتَزَمِ وَهُوَ مَا بَيْنَ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ وَالْبَابِ فَيَضَعُ صَدْرَهٗ وَوَجْهَهٗ عَلَيْهِ وَيَتَشَبَّثُ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ سَاعَةً يَّتَضَرَّعُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بِالدُّعَاءِ بِمَا اَحَبَّ مِنْ اُمُوْرِ الدَّارَيْنِ وَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا بَيْتُكَ الَّذِيْ جَعَلْتَهٗ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ اَللّٰهُمَّ كَمَا هَدَيْتَنِيْ لَهٗ فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ وَلَا تَجْعَلْ هٰذَا اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنْ بَيْتِكَ وَارْزُقْنِيَ الْعَوْدَ اِلَيْهِ حَتّٰى تَرْضٰى عَنِّيْ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

(ترجمہ) "یا اللہ! میں تجھ سے نفع بخش علم، وسیع رزق اور ہر بیماری سے شفاء کا سوال کرتا ہوں۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمزم کا پانی ہر اس مقصد کے لیے ہے جس کے لیے پیا جاتے۔ آب زمزم پینے کے بعد مستحب ہے کہ کعبۃ اللہ کے دروازے کے پاس آئے اور چوکھٹ کو بوسہ دے۔ پھر ملتزم کے پاس آئے اور یہ حجر اسود اور دروازے کے درمیان کی جگہ ہے اس پر اپنا سینہ اور چہرہ رکھے اور کچھ دیر کے لیے کعبہ شریف کے پردوں کو پکڑے اور نہایت عاجزی کے ساتھ دنیا و آخرت کے بارے میں جو دعا چاہے مانگے اور یوں کہے۔

(ترجمہ) یا اللہ! یہ تیرا گھر ہے جسے تو نے مبارک اور تمام جہان والوں کے لیے ہدایت بنایا۔

یا اللہ! جس طرح تو نے مجھے اس کی طرف ہدایت عطا فرمائی اسے میری طرف سے قبول بھی فرما اسے اپنے گھر کی آخری حاضری نہ بنا اور مجھے دوبارہ آنے کی توفیق عطا فرما یہاں تک کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے میں تیری رحمت کا سہارا لیتا ہوں اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے۔

وَالْمُلْتَزَمُ مِنَ الْاَمَاكِنِ الَّتِيْ يُسْتَجَابُ فِيْهَا الدُّعَآءُ بِمَكَّةَ الْمُشَرَّفَةِ وَهِيَ خَمْسَةَ عَشَرَ مَوْضِعًا نَقَلَهَا الْكَمَالُ بْنُ الْهُمَامِ عَنْ رِسَالَةِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ بِقَوْلِهٖ فِي الطَّوَافِ وَعِنْدَ الْمُلْتَزَمِ وَتَحْتَ الْمِيْزَابِ وَفِي الْبَيْتِ عِنْدَ زَمْزَمَ وَخَلْفَ الْمَقَامِ وَعَلَى الصَّفَا وَعَلَى الْمَرْوَةِ وَفِي السَّعْيِ وَفِيْ عَرَفَاتٍ وَفِيْ مِنًى وَعِنْدَ الْجَمَرَاتِ (انتهى) وَالْجَمَرَاتُ تُرْمٰى فِيْ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ يَوْمَ النَّحْرِ وَثَلَاثَةٍ بَعْدَهٗ كَمَا تَقَدَّمَ وَذَكَرْنَا اِسْتِجَابَتَهٗ اَيْضًا عِنْدَ رُؤْيَةِ الْبَيْتِ الْمُكَرَّمِ وَيُسْتَحَبُّ دُخُوْلُ الْبَيْتِ الشَّرِيْفِ الْمُبَارَكِ اِنْ لَّمْ يُؤْذِ اَحَدًا وَيَنْبَغِيْ اَنْ يَّقْصِدَ مُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ وَهُوَ قِبَلَ وَجْهِهٖ وَقَدْ جَعَلَ الْبَابَ قِبَلَ ظَهْرِهٖ حَتّٰى يَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِيْ قِبَلَ وَجْهِهٖ قُرْبُ ثَلَاثَةِ اَذْرُعٍ ثُمَّ يُصَلِّيْ فَاِذَا صَلّٰى اِلَى الْجِدَارِ يَضَعُ خَدَّهٗ عَلَيْهِ وَيَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ ثُمَّ يَأْتِي الْاَرْكَانَ فَيَحْمَدُ

ملتزم مکہ مکرمہ کے ان مقامات میں سے ہے جہاں دعا قبول ہوتی ہے اور یہ پندرہ مقامات ہیں جن کو حضرت کمال ابن ہمام رحمہ اللہ نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے رسالہ سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں (۱) طواف میں (۲) ملتزم کے پاس (۳) میزاب[1] کے نیچے (۴) بیت اللہ شریف میں (۵) زمزم کے پاس (۶) مقام ابراہیم کے پیچھے (۷) صفا پر (۸) مروہ پر (۹) سعی کے دوران (۱۰) عرفات میں (۱۱) منیٰ میں (۱۲ تا ۱۵) چاروں کنکریاں مارنے کے وقت۔

کنکریاں چار دن ماری جاتی ہیں[2]۔ قربانی کے دن اور اس کے بعد تین دن جیسے پہلے گزر چکا ہے بیت اللہ شریف کی زیارت کے وقت دعا کی قبولیت کا ذکر بھی ہم نے کیا ہے اگر کسی کو تکلیف پہنچاتے بغیر ہو سکے تو بیت اللہ شریف میں داخل ہونا مستحب ہے اور چاہیے کہ اس جگہ کا قصد کرے جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی وہ مقام اس کے چہرے کے سامنے ہے اور دروازے کو پیٹھ کی طرف کرے۔ یہاں تک کہ اس کے اور سامنے والی دیوار کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتے پھر نماز پڑھے جب دیوار کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو اس پر اپنا رخسار رکھے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے پھر اس کی حمد و ثنا کرے۔ اس کے بعد ارکان کے پاس آئے

---

[1] بیت اللہ شریف کی چھت پر لگا ہوا پرنالہ میزاب کہلاتا ہے۔

(بقیہ صفحہ آئندہ)

وَ يُسَبِّحُ وَ يُكَبِّرُ وَ يَسْأَلُ اللهُ تَعَالىٰ مَا شَآءَ وَ يَلْزَمُ الْاَدَبُ مَا اسْتَطَاعَ بِظَاهِرِهٖ وَ بَاطِنِهٖ وَ لَيْسَتِ الْبَلَاطَةُ الْخَضْرَآءُ الَّتِيْ بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ مُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَ مَا تَقُوْلُهُ الْعَامَّةُ مِنْ اِنَّهُ الْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى وَ هُوَ مَوْضِعٌ عَالٍ فِيْ جِدَارِ الْبَيْتِ بِدْعَةٌ بَاطِلَةٌ لَا اَصْلَ لَهَا وَالْمِسْمَارُ الَّذِيْ فِيْ وَسْطِ الْبَيْتِ يُسَمُّوْنَهٗ سُرَّةَ الدُّنْيَا يَكْشِفُ اَحَدُهُمْ عَوْرَتَهٗ وَ سُرَّتَهٗ وَ يَضَعُهَا عَلَيْهِ فِعْلُ مَنْ لَّا عَقْلَ لَهٗ فَضْلًا عَنْ عِلْمٍ كَمَا قَالَهُ الْكَمَالُ وَ اِذَا اَرَادَ الْعَوْدَ اِلٰى اَهْلِهٖ يَنْبَغِيْ اَنْ يَّنْصَرِفَ بَعْدَ طَوَافِهٖ لِلْوَدَاعِ وَ هُوَ يَمْشِيْ اِلٰى وَرَآئِهٖ وَ وَجْهُهٗ اِلَى الْبَيْتِ بَاكِيًا اَوْ مُتَبَاكِيًا مُتَحَسِّرًا عَلٰى فِرَاقِ الْبَيْتِ حَتّٰى يَخْرُجَ

تحمید، تہلیل، تسبیح اور تکبیر[1] کہے اور جو چاہے اللہ تعالیٰ سے مانگے، ظاہری اور باطنی طور پر جس قدر ممکن ہو ادب لازمی ہے دو ستونوں کے درمیان سبز فرش حضور علیہ السلام کی جائے نماز نہیں۔

اور جسے عام لوگ عروہ وثقیٰ (مضبوط رسی) کہتے ہیں اور وہ بیت اللہ شریف کی دیوار کی اونچی جگہ ہے۔ یہ قول بدعت باطلہ ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ بیت اللہ شریف کے وسط میں کیل جس کا نام دنیا کی ناف رکھتے ہیں اور ان میں سے کوئی ایک اپنی شرمگاہ اور ناف کو ننگا کر کے اس پر رکھتا ہے یہ بے عقل لوگوں کا کام ہے۔ اہل علم کا نہیں جیسا کہ کمال ابن ہمام رحمہ اللہ نے فرمایا۔

جب گھر کی طرف لوٹنا چاہے تو چاہیے کہ طواف وداع کے بعد اس طرح واپس ہو کہ پیچھے کی طرف چلے اور چہرہ بیت اللہ شریف کی طرف ہو۔ روتے یا رونے کی حالت بنائے اور بیت اللہ شریف کی جدائی پر افسوس کرے۔ حتیٰ کہ مسجد سے باہر نکل جائے۔ مکہ مکرمہ سے واپسی پر

(بقیہ صفحہ سابقہ) ۲ قربانی کے دن اور اس کے بعد تین دن کنکریاں ماری جاتی ہیں البتہ کسی نے جلدی واپس لوٹنا ہو تو تیرہ ذوالحجہ کی رمی چھوڑ بھی سکتا ہے۔

(صفحہ ہٰذا) [1] الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ، سبحان اللہ اور اللہ اکبر پڑھے۔

مِنْ مَكَّةَ مِنْ بَابِ بَنِي شَيْبَةَ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى وَالْمَرْاَةُ فِي جَمِيْعِ اَفْعَالِ الْحَجِّ كَالرَّجُلِ غَيْرَ اَنَّهَا لَا تَكْشِفُ رَاْسَهَا وَتُسْدِلُ عَلٰى وَجْهِهَا شَيْئًا تَحْتَهُ عِيْدَانٌ كَالْقُبَّةِ تَمْنَعُ مَسَّهُ بِالْغِطَاءِ وَلَا تَرْفَعُ صَوْتَهَا بِالتَّلْبِيَةِ وَلَا تَرْمُلُ وَلَا تُهَرْوِلُ فِي السَّعْيِ بَيْنَ الْمِيْلَيْنِ الْاَخْضَرَيْنِ بَلْ تَمْشِيْ عَلٰى هِيْنَتِهَا فِيْ جَمِيْعِ السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَا تَحْلِقُ وَ تُقَصِّرُ وَتَلْبَسُ الْمَخِيْطَ وَلَا تُزَاحِمُ الرِّجَالَ فِيْ اِسْتِلَامِ الْحَجَرِ وَ هٰذَا تَمَامُ حَجِّ الْمُفْرِدِ وَهُوَ دُوْنَ الْمُتَمَتِّعِ فِي الْفَضْلِ وَالْقِرَانُ اَفْضَلُ مِنَ التَّمَتُّعِ.

(**فَصْلٌ**) اَلْقِرَانُ هُوَ اَنْ يَجْمَعَ بَيْنَ اِحْرَامِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَيَقُوْلُ بَعْدَ صَلٰوةِ رَكْعَتَيِ الْاِحْرَامِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُرِيْدُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ فَيَسِّرْهُمَا لِيْ وَتَقَبَّلْهُمَا

ثنیۃ السفلی کی جانب باب بنی شیبہ سے نکلے۔

عورت تمام کاموں میں مرد کی طرح ہے سوائے اس کے کہ وہ اپنا سر ننگا نہ کرے اور اپنے چہرے پر کوئی چیز لٹکائے جس کے نیچے لکڑیاں رکھ کر قبے کی طرح بنا دے تاکہ وہ کپڑے کو چہرے سے مس نہ ہونے دے۔ تلبیہ بلند آواز سے کہے نہ رمل کرے اور نہ ہی دو سبز میلوں کے درمیان سعی کرتے ہوئے دوڑے بلکہ صفا مروہ کے درمیان سعی میں اپنی عام رفتار سے چلے۔

سر نہ منڈائے بلکہ بال کٹوائے سلے ہوئے کپڑے پہنے، حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے مردوں کی بھیڑ میں نہ جائے اس طرح مفرد کا حج مکمل ہو گیا فضیلت میں یہ متمتع سے کم ہے اور تمتع سے قران افضل ہے۔[1]

قران :

قران حج اور عمرہ کے احرام کو جمع کرنا ہے احرام کی دو رکعتوں کے بعد کہے۔
"یا اللہ! میں عمرہ اور حج کا ارادہ کرتا ہوں۔ پس ان دونوں کو میرے لیے آسان کر دے اور مجھ سے قبول فرما۔"

---

[1] احناف کے نزدیک سب سے زیادہ فضیلت قران کی ہے پھر تمتع اور اس کے بعد حج افراد کا مقام ہے کیونکہ قران میں مشقت بھی زیادہ اٹھانا پڑتی ہے اور ایک ہی سفر میں دو فائدے حاصل ہوتے ہیں، حج بھی اور عمرہ بھی۔ تمتع میں حج اور عمرہ دونوں کا فائدہ حاصل ہوتا ہے جب کہ حج افراد میں صرف حج ہوتا ہے۔

مِنًى ثُمَّ يُلَبِّيْ فَإِذَا دَخَلَ مَكَّةَ بَدَأَ بِطَوَافِ الْعُمْرَةِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ يَرْمُلُ فِي الثَّلَاثَةِ الْأُوَلِ فَقَطْ ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّفَا وَيَقُوْمُ عَلَيْهِ دَاعِيًا مُكَبِّرًا مُهَلِّلًا مُلَبِّيًا مُصَلِّيًا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَهْبِطُ نَحْوَ الْمَرْوَةِ وَيَسْعٰى بَيْنَ الْمِيْلَيْنِ فَيُتِمُّ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ وَهٰذِهٖ أَفْعَالُ الْعُمْرَةِ وَالْعُمْرَةُ سُنَّةٌ ثُمَّ يَطُوْفُ طَوَافَ الْقُدُوْمِ لِلْحَجِّ ثُمَّ يُتِمُّ أَفْعَالَ الْحَجِّ كَمَا تَقَدَّمَ فَإِذَا رَمٰى يَوْمَ النَّحْرِ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَجَبَ عَلَيْهِ ذَبْحُ شَاةٍ أَوْ سُبُعِ بَدَنَةٍ فَإِذَا لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ قَبْلَ مَجِيْءِ يَوْمِ النَّحْرِ مِنْ أَشْهُرِ الْحَجِّ وَسَبْعَةِ أَيَّامٍ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الْحَجِّ وَلَوْ بِمَكَّةَ بَعْدَ مُضِيِّ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ وَلَوْ فَرَّقَهَا جَازَ

اس کے بعد تلبیہ کہے جب مکہ مکرمہ میں داخل ہو تو پہلے طواف کے سات چکر لگائے اور صرف پہلے تین میں رمل کرے پھر طواف کی دو رکعتیں پڑھے اس کے بعد صفا کی طرف نکل جائے اور اس پر کھڑا ہو کر تکبیر و تہلیل اور تلبیہ کہے نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجے۔ اس کے بعد مروہ کی طرف اتر جائے۔ دو میلوں کے درمیان سعی کرے اور اس طرح سات چکر پورے کرے۔ یہ عمرہ کے افعال ہیں اور عمرہ سنت ہے پھر حج کے لیے طواف قدوم کرے اس کے بعد حج کے افعال پورے کرے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے[1]۔ قربانی کے دن جب جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مارے تو اس پر ایک بکری یا اونٹ (گائے وغیرہ) کا ساتواں حصہ واجب ہے۔ اگر نہ پائے تو حج کے دنوں میں ہی قربانی کے دن سے پہلے تین روزے رکھے اور سات روزے حج سے فراغت کے بعد رکھے۔ اگرچہ مکہ مکرمہ میں ہو جب ایام تشریق گزر جائیں[2] اگر جدا جدا کر کے رکھے تب بھی جائز ہے۔

---

[1] یہ شخص عمرہ کر کے احرام نہیں کھولے گا بلکہ حج کی تکمیل تک اسی طرح احرام باندھے رکھے گا۔

[2] ایام تشریق میں روزہ رکھنا جائز نہیں۔ کیونکہ عید کے دو دن اور تین ایام تشریق اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمانی کے دن ہیں۔

(فَصْلٌ) اَلتَّمَتُّعُ هُوَ اَنْ يُّحْرِمَ بِالْعُمْرَةِ فَقَطْ مِنَ الْمِيْقَاتِ فَيَقُوْلُ بَعْدَ صَلٰوةِ رَكْعَتَيِ الْاِحْرَامِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُرِيْدُ الْعُمْرَةَ فَيَسِّرْهَا لِيْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ ثُمَّ يُلَبِّيْ حَتّٰى يَدْخُلَ مَكَّةَ فَيَطُوْفُ بِهَا وَيَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ بِاَوَّلِ طَوَافِهٖ وَيَرْمُلُ فِيْهِ ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ ثُمَّ يَسْعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ بَعْدَ الْوُقُوْفِ عَلَى الصَّفَا .... كَمَا تَقَدَّمَ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ ثُمَّ يَحْلِقُ رَاْسَهٗ اَوْ يُقَصِّرُ اِذَا لَمْ يَسُقِ الْهَدْيَ وَحَلَّ لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ مِنَ الْجِمَاعِ وَغَيْرِهٖ اَوْ يَسْتَمِرُّ حَلَالًا وَاِنْ سَاقَ الْهَدْيَ لَا يَتَحَلَّلُ مِنْ عُمْرَتِهٖ فَاِذَا جَاءَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ يُحْرِمُ بِالْحَجِّ مِنَ الْحَرَمِ وَيَخْرُجُ اِلٰى مِنًى فَاِذَا

تمتع:

تمتع[1] یہ ہے کہ میقات سے صرف عمرے کا احرام باندھے[2] اور احرام کی دو رکعتوں کے بعد کہے یا اللہ! میں عمرے کا ارادہ کرتا ہوں اسے میرے لیے آسان کر دے اور مجھ سے قبول فرما۔ پھر تلبیہ کہے یہاں تک کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو جائے اور عمرے کا طواف کرے اور طواف کے شروع میں ہی تلبیہ کہنا چھوڑ دے اور اس میں رمل بھی کرے پھر طواف کی دو رکعتیں پڑھے پھر صفا پر ٹھہرنے کے بعد صفا مروہ کے درمیان سات چکر سعی کرے جیسا کہ پہلے گزر گیا۔ سر منڈائے یا بال کٹرائے جب کہ قربانی کا جانور ساتھ نہ لے گیا ہو۔ اب جماع وغیرہ تمام کام جائز ہو گئے۔ اب یہ غیر محرم رہے گا۔

اور اگر قربانی کا جانور ساتھ لے گیا ہے تو عمرہ کے احرام سے نہ نکلے اور جب آٹھویں ذوالحجہ کا دن ہو تو حرم میں ہی حج کا احرام باندھ لے اور منیٰ کی طرف نکل جائے۔

---

[1] تمتع کا لفظی معنیٰ فائدہ اٹھانا ہے چونکہ اس صورت میں حج کرنے والا ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ دونوں سے بیک وقت فائدہ اٹھاتا ہے لہٰذا اس کو تمتع کہتے ہیں۔

[2] یہ مسئلہ خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کیونکہ میقات سے حج کا احرام باندھنے کی صورت میں عمرہ نہیں کر سکتے اور اگر ساتھ ہی عمرہ کا احرام بھی باندھیں تو اس وقت تک احرام نہیں کھول سکتے جب تک حج کے افعال مکمل نہ کر لیے جائیں۔

رَمْیَ جَمْرَۃِ الْعَقَبَۃِ یَوْمَ النَّحْرِ لَزِمَہٗ ذَبْحُ شَاۃٍ اَوْ سُبُعُ بَدَنَۃٍ فَاِنْ لَمْ یَجِدْ صَامَ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ قَبْلَ مَجِیْءِ یَوْمِ النَّحْرِ وَسَبْعَۃً اِذَا رَجَعَ کَالْقَارِنِ فَاِنْ لَمْ یَصُمِ الثَّلَاثَۃَ حَتّٰی جَآءَ یَوْمُ النَّحْرِ تَعَیَّنَ عَلَیْہِ ذَبْحُ شَاۃٍ وَلَا یُجْزِئُہٗ صَوْمٌ وَلَا صَدَقَۃٌ

(فَصْلٌ) اَلْعُمْرَۃُ سُنَّۃٌ وَتَصِحُّ فِیْ جَمِیْعِ السَّنَۃِ وَتُکْرَہُ یَوْمَ عَرَفَۃَ وَیَوْمَ النَّحْرِ وَاَیَّامَ التَّشْرِیْقِ وَکَیْفِیَّتُھَا اَنْ یُّحْرِمَ لَھَا مِنْ مَّکَّۃَ مِنَ الْحِلِّ بِخِلَافِ اِحْرَامِہٖ لِلْحَجِّ فَاِنَّہٗ مِنَ الْحَرَمِ وَاَمَّا الْاٰفَاقِیُّ الَّذِیْ لَمْ یَدْخُلْ مَکَّۃَ فَیُحْرِمُ اِذَا قَصَدَھَا مِنَ الْمِیْقَاتِ ثُمَّ یَطُوْفُ وَیَسْعٰی لَھَا ثُمَّ یَحْلِقُ وَقَدْ حَلَّ مِنْھَا کَمَا بَیَّنَّاہُ بِحَمْدِ اللّٰہِ

قربانی کے دن جب جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مارے گا تو ایک بکری یا اونٹ (گائے وغیرہ) کا ساتواں حصہ ذبح کرنا لازم ہوگا۔ اگر نہ پائے تو قربانی کا دن آنے سے پہلے تین دن کے روزے رکھے اور سات روزے واپسی پر رکھے جیسے قارن کرتا ہے۔ اگر قربانی کا دن آنے تک تین روزے نہ رکھے تو قربانی لازم ہو جائے گی اور اس کی جگہ روزہ اور صدقہ کافی نہ ہوں گے۔

عمرہ:

عمرہ سنت ہے اور یہ تمام سال میں صحیح ہے البتہ عرفہ اور قربانی کے دن نیز ایام تشریق میں مکروہ (تحریمی) ہے[1] اس کا طریقہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں حرم کے باہر سے احرام باندھے بخلاف احرامِ حج کے وہ حرم سے باندھا جاتا ہے[2] باہر والے لوگ جو مکہ کی حدود میں داخل نہیں جب مکہ مکرمہ جانے کا قصد کریں تو میقات سے احرام باندھیں پھر عمرہ کیلئے طواف اور سعی کرے اور حلق کرائے اب اس کے لیے تمام باتیں حلال ہوگئیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے[3]۔ الحمد للہ۔

---

[1] حج کی طرح اس کے لیے خاص دن مقرر نہیں ہیں البتہ حج کے دنوں (دس تا نیرہ ذوالحجہ) میں نہ کرے۔ رمضان شریف میں عمرہ کرنے کی زیادہ فضیلت ہے۔

[2] اہل مکہ کو بھی حرم سے باہر جا کر احرام باندھ کر آنا ہوتا ہے۔

[3] عمرہ کے یہی افعال ہیں احرام باندھنا، طواف کرنا، سعی کرنا اور سر منڈانا۔

(تنبیہ) وَاَفْضَلُ الْاَیَّامِ یَوْمُ عَرَفَةَ اِذَا وَافَقَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ اَفْضَلُ مِنْ سَبْعِیْنَ حَجَّةً فِیْ غَیْرِ جُمُعَةٍ رَوَاهُ صَاحِبُ مِعْرَاجِ الدِّرَایَةِ بِقَوْلِهٖ وَقَدْ صَحَّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اَفْضَلُ الْاَیَّامِ یَوْمُ عَرَفَةَ اِذَا وَافَقَ جُمُعَةً وَهُوَ اَفْضَلُ مِنْ سَبْعِیْنَ حَجَّةً ذَکَرَهٗ فِیْ تَجْرِیْدِ الصِّحَاحِ بِعَلَامَةِ الْمُوَطَّا وَکَذَا قَالَهُ الزَّیْلَعِیُّ شَارِحُ الْکَنْزِ. وَالْمُجَاوَرَةُ بِمَکَّةَ مَکْرُوْهَةٌ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی لِعَدَمِ الْقِیَامِ بِحُقُوْقِ الْبَیْتِ وَالْحَرَمِ وَنَفَی الْکَرَاهَةَ صَاحِبَاهُ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی

بَابُ الْجِنَایَاتِ

هِیَ عَلٰی قِسْمَیْنِ جِنَایَةٌ عَلَی الْاِحْرَامِ وَجِنَایَةٌ عَلَی الْحَرَمِ وَالثَّانِیَةُ لَا تَخْتَصُّ

جمعہ کا حج:

یوم عرفہ جمعہ المبارک سے مطابق ہو جائے تو یہ سب سے افضل دن ہے۔ غیر جمعہ کے ستر بار حج سے اس کی فضیلت زیادہ ہے معراج الدرایہ کے مصنف نے اسے یوں روایت کیا ہے۔

فرماتے ہیں "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہے۔ آپ نے فرمایا تمام دنوں سے افضل عرفہ کا دن ہے جب وہ جمعہ کے دن آئے اور یہ ستر بار حج سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ اس کو موطا کی علامت کے ساتھ تجرید الصحاح میں ذکر کیا ہے۔ کنز الدقائق کے شارح امام زیلعی رحمہ اللہ نے اسی طرح فرمایا ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کرنا مکروہ ہے کیونکہ بیت اللہ شریف اور حرم کے حقوق قائم نہیں کر سکے گا جب کہ صاحبین رحمہ اللہ نے کراہت کی نفی کی ہے۔

جنایات:

جنایات[1] کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کا تعلق احرام سے ہے اور دوسری حرم سے متعلق ہے۔ دوسری قسم کی جنایت محرم کے ساتھ خاص نہیں۔

---

[1] جنایات، جنایت کی جمع ہے یہاں اس سے وہ کام مراد ہیں جو حج اور عمرہ کے دوران منع ہے۔

بِالْحُرُمِ وَجِنَايَةُ الْمُحْرِمِ عَلٰى اَقْسَامٍ مِنْهَا مَا يُوْجِبُ دَمًا وَ مِنْهَا مَا يُوْجِبُ صَدَقَةً وَهِيَ نِصْفُ صَاعٍ مِّنْ بُرٍّ وَّ مِنْهَا مَا يُوْجِبُ دُوْنَ ذٰلِكَ وَ مِنْهَا مَا يُوْجِبُ الْقِيْمَةَ وَهِيَ جَزَآءُ الصَّيْدِ وَيَتَعَدَّدُ الْجَزَآءُ بِتَعَدُّدِ الْقَاتِلِيْنَ الْمُحْرِمِيْنَ فَالَّتِيْ تُوْجِبُ دَمًا هِيَ مَا لَوْ طَيَّبَ مُحْرِمٌ بَالِغٌ عُضْوًا اَوْ خَضَبَ رَاْسَهٗ بِحِنَّاءٍ اَوْ ادَّهَنَ بِزَيْتٍ وَنَحْوِهٖ اَوْ لَبِسَ مَخِيْطًا اَوْ سَتَرَ رَاْسَهٗ يَوْمًا كَامِلًا اَوْ حَلَقَ رُبُعَ رَاْسِهٖ اَوْ مَحْجَمَهٗ اَوْ اَحَدَ اِبْطَيْهِ اَوْ عَانَتَهٗ اَوْ رَقَبَتَهٗ اَوْ قَصَّ اَظْفَارَ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ بِمَجْلِسٍ اَوْ يَدًا اَوْ رِجْلًا اَوْ تَرَكَ وَاجِبًا مِّمَّا تَقَدَّمَ بَيَانُهٗ وَ فِيْ اَخْذِ شَارِبِهٖ حُكُوْمَةٌ۔

محرم کی جنایت کئی قسم پر ہے ان میں سے ایک وہ ہے جس سے جانور ذبح کرنا ضروری ہے۔ دوسری وہ ہے جس سے صدقہ لازم ہوتا ہے اور وہ گندم کا نصف صاع (یا اس کی قیمت) ہے۔ تیسری قسم وہ ہے جس کی وجہ سے اس سے کم صدقہ لازم آتا ہے۔ چوتھی قسم وہ ہے جس سے قیمت لازم ہوتی ہے اور یہ شکار کا بدلہ ہے متعدد شکار کرنے والے محرموں پر بدلہ بھی اسی تعداد کے مطابق ہوگا[1]۔ جس جنایت سے جانور ذبح کرنا لازمی ہوتا ہے وہ یہ ہیں محرم بالغ نے کسی عضو پر خوشبو لگائی سر پر مہندی لگائی، زیتون وغیرہ کا تیل لگایا یا سلا ہوا کپڑا پہنا، ایک پورا دن سر کو ڈھانپے رکھا، سر کا چوتھا حصہ یا حجامت (سینگی لگوانے) کی جگہوں، ایک بغل، زیر ناف یا گردن کے بال کٹوائے ایک مجلس میں ہاتھوں اور پاؤں یا ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے ناخن کاٹے یا کسی واجب کو چھوڑ دیا جن کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے۔ مونچھیں کاٹنے میں عدل کے ساتھ فیصلہ ہوگا[2]۔

---

[1] اگر دو یا تین محرموں نے مل کر شکار کیا تو سزا کے طور پر تین جانور ذبح کرنا ہوں گے۔

[2] دیکھا جائے گا کہ داڑھی کے چوتھائی حصے کے برابر ہے یا کم اگر برابر ہے تو ایک چھوٹا جانور یا بڑے جانور کا ساتواں حصہ واجب ہوگا۔

وَالَّتِیْ تُوْجِبُ الصَّدَقَةَ بِنِصْفِ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ اَوْ قِیْمَتِهٖ هِیَ مَا لَوْ طَیَّبَ اَقَلَّ مِنْ رُبُعِ رَأْسِهٖ اَوْ قَصَّ ظُفْرًا وَكَذَا لِكُلِّ ظُفْرٍ نِصْفُ صَاعٍ اِلَّا اَنْ یَّبْلُغَ الْمَجْمُوْعُ دَمًا فَیَنْقُصُ مَا شَاءَ مِنْهُ كَخَمْسَةٍ مُتَفَرِّقَةٍ

اَوْ طَافَ لِلْقُدُوْمِ اَوْ لِلصَّدَرِ مُحْدِثًا وَتَجِبُ شَاةٌ وَلَوْ طَافَ جُنُبًا اَوْ تَرَكَ شَوْطًا مِنْ طَوَافِ الصَّدَرِ وَكَذَا لِكُلِّ شَوْطٍ مِنْ اَقَلِّهٖ اَوْ حَصَاةً مِنْ اِحْدَی الْجِمَارِ وَكَذَا لِكُلِّ حَصَاةٍ فِیْمَا لَمْ یَبْلُغْ رَمْیَ یَوْمٍ اِلَّا اَنْ یَّبْلُغَ دَمًا فَیَنْقُصُ مَا شَاءَ اَوْ حَلَقَ رَأْسَ غَیْرِهٖ اَوْ قَصَّ اَظْفَارَهٗ وَاِنْ تَطَیَّبَ اَوْ لَبِسَ اَوْ حَلَقَ بِعُذْرٍ تَخَیَّرَ بَیْنَ الذَّبْحِ اَوِ التَّصَدُّقِ بِثَلَاثَةِ اَصْوُعٍ عَلٰی سِتَّةِ مَسَاكِیْنَ اَوْ صِیَامِ ثَلَاثَةٍ

وہ چیز جس سے نصف صاع گندم یا اس کی قیمت واجب ہوتی ہے وہ یہ کہ ایک عضو سے کم کو خوشبو لگائے ایک دن سے کم وقت سلا ہوا کپڑا پہنے یا سر کو ڈھاپنے یا سر کے چوتھے حصے سے کم منڈوائے یا ایک ناخن کاٹے اسی طرح ہر ناخن کے بدلے نصف صاع ہوگا یہاں تک کہ ان کا مجموعہ جانور کے ذبح تک پہنچ جائے پس اس سے جو چاہے کم کرے جس طرح پانچ متفرق ناخنوں کی صورت میں ہوتا ہے۔

طواف قدوم یا طواف صدر، بے وضو ہونے کی حالت میں کیا تو نصف صاع گندم ہوگی اگر طواف ناپاکی کی حالت میں کیا تو بکری واجب ہوگی۔ طواف صدر کا ایک پھیرا اسی طرح طواف کے کم حصے سے کوئی پھیرا چھوڑ دیا تو ہر پھیرے کے بدلے نصف صاع واجب ہوگا۔

تین جمروں میں سے ایک جمرے کی کوئی کنکری چھوڑ دی اسی طرح ہر کنکری کے بدلے نصف صاع ہوگا۔ جب تک ایک دن کی رمی کو نہ پہنچے[1] مگر جب دم کو پہنچ جاتے تو جو چاہے کم کرے[2]۔ غیر کا سر منڈایا اس کے ناخن کاٹے تو بھی صدقہ ہے۔

اگر کسی عذر کی وجہ سے خوشبو لگائی سلے ہوئے کپڑے پہنے یا سر منڈوایا تو اسے اختیار ہے ذبح کرے یا چھ مسکینوں پر تین صاع صدقہ کرے یا تین روزے رکھے۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) ؎۳ یعنی جتنے ناخن کاٹے ہیں ان کا صدقہ جمع کیا جائے تو ایک جانور کی قیمت کو پہنچتا ہے تو اس سے کچھ کم کرے۔

(صفحہ ہذا) ؎۱ اگر ایک دن کی رمی یا اس سے زائد چھوڑ دی تو جانور ذبح کرنا ہوگا۔

اَیَّامٍ وَالَّتِیْ تُوْجِبُ اَقَلَّ مِنْ نِّصْفِ صَاعٍ فَهِیَ مَا لَوْ قَتَلَ قَمْلَةً اَوْ جَرَادَةً فَیَتَصَدَّقُ بِمَا شَآءَ

وَالَّتِیْ تُوْجِبُ الْقِیْمَةَ فَهِیَ مَا لَوْ قَتَلَ صَیْدًا فَیُقَوِّمُهٗ عَدْلَانِ فِیْ مَقْتَلِهٖ اَوْ قَرِیْبٍ مِّنْهُ فَاِنْ بَلَغَتْ هَدْیًا فَلَهُ الْخِیَارُ اِنْ شَآءَ اِشْتَرَاهُ وَذَبَحَهٗ اَوِ اشْتَرٰی طَعَامًا وَتَصَدَّقَ بِهٖ لِكُلِّ فَقِیْرٍ نِصْفَ صَاعٍ اَوْ صَامَ عَنْ طَعَامِ كُلِّ مِسْكِیْنٍ یَوْمًا وَاِنْ فَضَلَ اَقَلُّ مِنْ نِصْفِ صَاعٍ تَصَدَّقَ بِهٖ اَوْ صَامَ یَوْمًا وَتَجِبُ قِیْمَةُ مَا نَقَصَ بِنَتْفِ رِیْشِهِ الَّذِیْ لَا یَطِیْرُ بِهٖ وَشَعْرِهٖ وَقَطْعِ عُضْوٍ لَّا یَمْنَعُهُ الْاِمْتِنَاعُ بِهٖ

جو چیز نصف صاع سے کم صدقہ واجب کرتی ہے وہ جوں یا ٹڈی کو مارنا ہے۔ اب جو چاہے صدقہ کرے۔ جو چیز قیمت واجب کرتی ہے وہ شکار کرنا ہے جہاں شکار کیا وہاں یا اس کے قریب دو معتبر آدمی قیمت کریں اگر قربانی کے جانور کو پہنچ جائے تو اسے اختیار ہے خرید کر ذبح کرے یا غلہ خرید کر صدقہ کرے ہر فقیر کو نصف صاع دے یا ہر مسکین کے کھانے کے بدلے ایک دن کا روزہ رکھے اگر نصف صاع سے کم بچ جائے تو صدقہ کرے یا ایک دن کا روزہ رکھے۔ پرندے کے پر اکھیڑنے سے کہ وہ اُڑ نہ سکے، بال کاٹنے یا کوئی عضو کاٹنے سے کہ اسے اپنے دفاع میں رکاوٹ نہ ہو جو نقصان ہوا اُس کی قیمت دینا واجب ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ؎ اگر متفرق کنکریوں کے صدقہ کو جمع کیا اور وہ دم کو پہنچ جائے تو اس سے کچھ کم کر لیا جائے۔

وَتَجِبُ الْقِيمَةُ بِقَطْعِ بَعْضِ قَوَائِمِهِ وَنَتْفِ رِيشِهِ وَكَسْرِ بَيْضِهِ وَلَا يُجَاوِزُ عَنْ شَاةٍ بِقَتْلِ السَّبُعِ وَإِنْ صَالَ لَا شَيْءَ بِقَتْلِهِ وَلَا يُجْزِئُ الصَّوْمُ بِقَتْلِ الْحَلَالِ صَيْدَ الْحَرَمِ وَلَا بِقَطْعِ حَشِيشِ الْحَرَمِ وَشَجَرَةِ النَّابِتِ بِنَفْسِهِ وَلَيْسَ مِمَّا يُنْبِتُهُ النَّاسُ بَلِ الْقِيمَةُ وَحَرُمَ رَعْيُ حَشِيشِ الْحَرَمِ وَقَطْعُهُ إِلَّا الْإِذْخِرَ وَالْكَمْأَةَ

(**فَصْلٌ**) وَلَا شَيْءَ بِقَتْلِ غُرَابٍ وَحِدَأَةٍ وَعَقْرَبٍ وَفَارَةٍ وَحَيَّةٍ وَكَلْبٍ عَقُورٍ وَبَعُوضٍ وَنَمْلٍ وَبُرْغُوثٍ وَقُرَادٍ وَسُلَحْفَاةٍ وَمَا لَيْسَ بِصَيْدٍ -

(**فَصْلٌ**) الْهَدْيُ أَدْنَاهُ شَاةٌ وَهُوَ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَمَا جَاءَ

کوئی ٹانگ کاٹنے، پر اکھیڑنے اور انڈہ توڑنے سے بھی قیمت واجب ہوگی۔ اگر کسی درندے کو مارا تو قیمت بکری سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔ اگر درندے نے اس پر حملہ کیا تو اس کو مارنے سے کچھ بھی لازم نہیں ہوگا غیر محرم حرم کا شکار کرے تو روزہ کفایت نہیں کرے گا اسی طرح اگر حرم کا گھاس یا خود رو بوٹیوں کو اکھاڑا اور یہ ان بوٹیوں میں سے نہ ہو جن کو لوگ خود اگاتے ہیں تو بھی روزہ کافی نہ ہوگا بلکہ قیمت واجب ہوگی۔ اذخر اور کماۃ[1] کے سوا حرم کا گھاس (جانوروں کو) چرانا یا کاٹنا حرام ہے۔

کوے، چیل، بچھو، چوہے، سانپ، پاگل کتے، مچھر، چیونٹی، کیکڑے، چچڑی اور کچھوے نیز جو چیز شکار نہیں اسے مارنے سے کچھ بھی لازم نہیں آئے گا[2]۔

قربانی کے جانور:

قربانی کا سب سے چھوٹا جانور بکری ہے۔ قربانی اونٹ، گائے اور بکری سے ہوتی ہے۔ جو جانور

---

[1] اذخر ایک خوشبودار گھاس ہے اور کماۃ وہ ہے جس کو سانپ کی چھتری کہا جاتا ہے۔

[2] حشرات الارض کو مارنے سے کچھ بھی لازم نہیں ہوگا کیونکہ نہ تو وہ شکار ہیں اور نہ ہی بدن سے پیدا ہوتے ہیں۔

فِي الضَّحَايَا جَازَ فِي الْهَدَايَا وَالشَّاةُ تَجُوزُ فِي كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا فِي طَوَافِ الرُّكْنِ جُنُبًا وَوَطْءٍ بَعْدَ الْوُقُوفِ قَبْلَ الْحَلْقِ فَفِي كُلٍّ مِنْهُمَا بَدَنَةٌ وَتَخُصُّ هَدْيُ الْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ بِيَوْمِ النَّحْرِ فَقَطْ وَخُصَّ ذَبْحُ كُلِّ هَدْيٍ بِالْحَرَمِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ تَطَوُّعًا وَتَعَيَّبَ فِي الطَّرِيقِ فَيَنْحَرُ فِي مَحِلِّهِ وَلَا يَأْكُلُهُ غَنِيٌّ وَفَقِيرُ الْحَرَمِ وَغَيْرِهِ سَوَاءٌ وَتُقَلَّدُ بَدَنَةُ التَّطَوُّعِ وَالْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ فَقَطْ وَيَتَصَدَّقُ بِجِلَالِهِ وَخِطَامِهِ وَلَا يُعْطِي أَجْرَ الْجَزَّارِ مِنْهُ

وَلَا يَرْكَبُهُ بِلَا ضَرُورَةٍ وَلَا يُحْلَبُ لَبَنُهُ إِلَّا أَنْ بَعُدَ الْمَحِلُّ فَيَتَصَدَّقُ بِهِ وَيَنْضِحُ ضَرْعَهُ إِنْ قَرُبَ الْمَحِلُّ بِالنُّقَاخِ وَلَوْ نَذَرَ حَجًّا مَاشِيًا لَزِمَهُ وَلَا يَرْكَبُ حَتَّى يَطُوفَ لِلرُّكْنِ فَإِنْ رَكِبَ أَرَاقَ دَمًا وَفُضِّلَ الْمَشْيُ عَلَى الرُّكُوبِ

عیدالاضحیٰ کی قربانی میں جائز ہے وہی حج کی قربانی میں جائز ہے۔ بکری ہر چیز میں جائز ہے البتہ جنابت کی حالت میں فرض طواف کرنے اور وقوف کے بعد حلق سے پہلے وطی کرنے کی صورت میں بکری جائز نہیں۔ ان دونوں میں بدنہ (اونٹ یا گائے) ہوگا۔ صرف تمتع اور قران کی قربانی یوم نحر سے خاص ہے جب کہ باقی تمام قربانیاں حرم سے مخصوص ہیں مگر یہ کہ نفلی ہو اور راستے میں عیب ناک ہوجائے تو اسے وہیں ذبح کردیا جائے اور اس کو مالدار آدمی نہ کھائے۔ حرم اور غیر حرم کا فقیر برابر ہیں۔ صرف نفلی، تمتع اور قران کے جانور کے گلے میں پٹہ ڈالا جائے[1] اس کی جھول اور لگام صدقہ کردے قصاب کی اُجرت اس سے نہ دے۔

ضرورت کے بغیر اس پر سوار نہ ہو اور اس کا دودھ نہ دوہا جائے لیکن جگہ دور ہو تو دودھ کر صدقہ کردے اگر جگہ قریب ہو تو اس کے تھنوں پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے۔ اگر کسی نے پیدل حج کی نذر مانی تو لازم ہوجائے گا اور وہ فرض طواف تک سوار نہ ہو اگر سوار ہوا تو خون بہائے (جانور ذبح کرے) جس آدمی کو طاقت ہو اس کیلئے سواری کی نسبت[2]

---

[1] گلے میں پٹہ ڈالنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ ہدی کا جانور ہے تاکہ اسے کوئی ایذاء نہ پہنچائے۔

[2] آج کے دور میں حالات بدل گئے ہیں لہٰذا وہ تمام قوانین جو دوسرے ممالک میں جانے کے لیے پیش نظر رکھنے پڑتے ہیں۔ ان کی تکمیل ضروری ہے مثلاً پاسپورٹ، ویزا وغیرہ۔

لِلْقَادِرِ عَلَيْهِ وَفَّقَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى بِفَضْلِهٖ وَمَنَّ عَلَيْنَا بِالْعَوْدِ عَلٰى اَحْسَنِ حَالٍ اِلَيْهِ بِجَاهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

(**فَصْلٌ** فِيْ زِيَارَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِخْتِصَارِ تَبَعًا لِّمَا قَالَ فِي الْاِخْتِيَارِ) لَمَّا كَانَتْ زِيَارَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَفْضَلِ الْقُرَبِ وَ اَحْسَنِ الْمُسْتَحَبَّاتِ بَلْ تَقْرُبُ مِنْ دَرَجَةِ مَا لَزِمَ مِنَ الْوَاجِبَاتِ فَاِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّضَ عَلَيْهَا وَبَالَغَ فِي النَّدْبِ اِلَيْهَا فَقَالَ مَنْ وَجَدَ سَعَةً وَلَمْ يَزُرْنِيْ فَقَدْ جَفَانِيْ وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ

[redacted]

الْمُحَقِّقِيْنَ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ يُرْزَقُ مُمَتَّعٌ بِجَمِيْعِ الْمَلَاذِّ
وَالْعِبَادَاتِ غَيْرَ اَنَّهٗ حُجِبَ عَنْ اَبْصَارِ الْقَاصِرِيْنَ عَنْ شَرِيْفِ الْمَقَامَاتِ.
وَلَمَّا رَاَيْنَا اَكْثَرَ النَّاسِ غَافِلِيْنَ عَنْ اَدَآءِ حَقِّ زِيَارَتِهٖ وَمَا يُسَنُّ لِلزَّائِرِيْنَ
مِنَ الْكُلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ اَحْبَبْنَا اَنْ نَذْكُرَ بَعْدَ الْمَنَاسِكِ وَاَدَائِهَا مَا فِيْهِ
نُبْذَةٌ مِّنَ الْاٰدَابِ تَتْمِيْمًا لِفَائِدَةِ الْكِتَابِ فَنَقُوْلُ يَنْبَغِيْ لِمَنْ قَصَدَ زِيَارَةَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُكْثِرَ مِنَ الصَّلٰوةِ عَلَيْهِ فَاِنَّهٗ يَسْمَعُهَا وَتُبَلَّغُ
اِلَيْهِ وَفَضْلُهَا اَشْهَرُ مِنْ اَنْ يُّذْكَرَ فَاِذَا عَايَنَ حِيْطَانَ الْمَدِيْنَةِ الْمُنَوَّرَةِ يُصَلِّيْ
عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ نَبِيِّكَ وَمَهْبَطُ
وَحْيِكَ فَامْنُنْ عَلَيَّ بِالدُّخُوْلِ فِيْهِ وَاجْعَلْهُ وِقَايَةً لِّيْ مِنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ
الْعَذَابِ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْفَائِزِيْنَ بِشَفَاعَةِ الْمُصْطَفٰى يَوْمَ الْمَاٰبِ -

---

ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور آپ تمام خواہشات اور عبادات سے لطف اندوز ہوتے ہیں البتہ جو لوگ ان بلند مقامات تک رسائی حاصل کرنے سے قاصر ہیں ان کی نگاہوں سے آپ پوشیدہ ہیں۔

اور جب ہم نے اکثر لوگوں کو حق زیارت کی ادائیگی اور ان کلیات و جزئیات سے غافل دیکھا جو زائرین کے لیے سنت ہیں تو ہمیں یہ بات پسند آئی کہ مناسک حج اور ان کی ادائیگی (کا ذکر کرنے) کے بعد کتاب کے فائدے کو مکمل کرنے کے لیے کچھ آداب زیارت ذکر کریں۔ پس ہم کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ارادہ کرنے والے کو چاہیے کہ آپ کی بارگاہ میں ہدیہ درود شریف بکثرت بھیجے کیونکہ آپ سنتے ہیں اور آپ تک پہنچایا جاتا ہے۔ اور درود شریف کے فضائل اس قدر مشہور ہیں کہ ان کے ذکر کی ضرورت نہیں۔

جب مدینہ طیبہ کی دیواریں دیکھے تو حضور علیہ السلام پر درود شریف بھیجے۔ پھر کہے۔

"یا اللہ! یہ تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حرم مبارک اور تیری وحی کی امانت گاہ ہے۔ پس مجھ پر احسان فرما کہ میں اس میں داخل ہو جاؤں۔ اسے میرے لیے جہنم سے محفوظ رہنے اور عذاب سے امان کا باعث بنا اور قیامت کے دن مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے فیض یاب ہونے والوں میں کر دے۔

وَيَغْتَسِلُ قَبْلَ الدُّخُولِ أَوْ بَعْدَهُ قَبْلَ التَّوَجُّهِ لِلزِّيَارَةِ إِنْ أَمْكَنَهُ وَيَتَطَيَّبُ وَيَلْبَسُ أَحْسَنَ ثِيَابِهِ تَعْظِيمًا لِلْقُدُومِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ الْمُنَوَّرَةَ مَاشِيًا إِنْ أَمْكَنَهُ بِلَا ضَرُورَةٍ بَعْدَ وَضْعِ رَكْبِهِ وَاطْمِئْنَانِهِ عَلَى حَشَمِهِ أَوْ أَمْتِعَتِهِ مُتَوَاضِعًا بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ مُلَاحِظًا جَلَالَةَ الْمَكَانِ قَائِلًا بِسْمِ اللهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبِّ أَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّأَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ ثُمَّ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ الشَّرِيْفَ فَيُصَلِّيْ تَحِيَّتَهٗ عِنْدَ مِنْبَرِهٖ رَكْعَتَيْنِ وَيَقِفُ بِحَيْثُ يَكُوْنُ عَمُوْدُ الْمِنْبَرِ الشَّرِيْفِ بِحِذَاءِ مَنْكِبِهِ الْاَيْمَنِ فَهُوَ مَوْقِفُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا بَيْنَ

مدینہ طیبہ میں داخل ہونے سے پہلے یا بعد لیکن زیارت کرنے سے پہلے اگر ممکن ہو تو غسل کرے اور خوشبو بھی لگائے اور اچھے کپڑے پہنے، بارگاہِ نبوی میں حاضری کی تعظیم میں ایسا کرے اس کے بعد جب اس کے زفقاء ایک جگہ ٹھہر جائیں اور اہل و عیال نیز سامان وغیرہ سے مطمئن ہو جائے تو جلالتِ مکان کا خیال رکھتے ہوئے نہایت تواضع سکون اور وقار کے ساتھ اگر ممکن ہو تو پیدل یہ کلمات پڑھتے ہوئے داخل ہو۔

ترجمہ۔ اللہ کے نام سے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر داخل ہوتا ہوں، اے میرے رب! مجھے اچھے داخلے کے ساتھ داخل فرما۔ اور اچھی طرح باہر لانا، اور اپنی طرف سے مجھے کوئی قوت اور مددگار عطا فرما۔ یا اللہ! ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما (آخر تک درود شریف پڑھے) میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت اور فضل کے دروازے کھول دے۔

پھر مسجد شریف میں داخل ہو کر منبر شریف کے پاس دو رکعتیں تحیۃ المسجد پڑھے اور وہاں اس طرح کھڑا ہو کر منبر شریف کا پایہ اس کے دائیں کاندھے کے برابر ہو۔ حضور علیہ السلام یہیں کھڑے ہوتے تھے

وَقَبْرِهٖ وَ مِنْبَرِهٖ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ كَمَا اَخْبَرَ بِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مِنْبَرِىْ عَلٰى حَوْضِىْ فَتَسْجُدُ شُكْرًا لِلّٰهِ تَعَالٰى بِاَدَاءِ رَكْعَتَيْنِ غَيْرِ تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ شُكْرًا لِمَا وَفَّقَكَ اللهُ تَعَالٰى وَ مَنَّ عَلَيْكَ بِالْوُصُوْلِ اِلَيْهِ ثُمَّ تَدْعُوْ بِمَا شِئْتَ ثُمَّ تَنْهَضُ مُتَوَجِّهًا اِلَى الْقَبْرِ الشَّرِيْفِ فَتَقِفُ بِمِقْدَارِ اَرْبَعَةِ اَذْرُعٍ بَعِيْدًا عَنِ الْمَقْصُوْرَةِ الشَّرِيْفَةِ بِغَايَةِ الْاَدَبِ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُحَاذِيًا لِرَاْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَجْهِهِ الْاَكْرَمِ مُلَاحِظًا نَظْرَهُ السَّعِيْدَ اِلَيْكَ وَسِمَاعَهٗ كَلَامَكَ وَرَدَّهٗ عَلَيْكَ سَلَامَكَ وَتَامِيْنَهٗ عَلٰى دُعَائِكَ وَتَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِىْ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ الرَّحْمَةِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيْعَ الْاُمَّةِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُزَّمِّلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُدَّثِّرُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

اور آپ کی قبر انور اور منبر شریف کے درمیان جنتی باغ ہیں جیسے حضور علیہ السلام نے اس بات کی خبر دیتے ہوئے فرمایا "میرا منبر میرے حوض پر ہے۔ تحیۃ المسجد کے علاوہ شکرانے کی دو رکعتیں پڑھو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کی توفیق بخشی اور یہاں تک پہنچا کر احسان فرمایا۔

پھر جو دعا چاہو مانگو۔ پھر قبر انور کی طرف متوجہ ہو کر جھک جاؤ مقصورہ شریف (قبر انور) سے چار ہاتھ دور قبلے کی طرف پیٹھ کرتے ہوئے حضور علیہ السلام کے سر انور اور چہرہ اقدس کے سامنے کھڑا ہوا اور خیال کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک تمہاری طرف ہے وہ تمہارے کلام کو سنتے تیرے سلام کا جواب دیتے اور تیری دعا پر آمین فرماتے ہیں۔

اور یوں کہو۔

السلام علیک الخ۔ اے میرے سردار۔ اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام ہو۔ اے اللہ کے نبی! آپ پر سلام اے اللہ کے حبیب! آپ پر سلام اے نبی رحمت! آپ پر سلام اے امت کے شفیع! آپ پر سلام، اے رسولوں کے سردار آپ پر سلام، اے سب سے آخری نبی! آپ پر سلام اے کملی اوڑھنے والے، اے چادر اوڑھنے والے! آپ پر سلام

وَعَلٰى اُصُوْلِكَ الطَّيِّبِيْنَ وَاَهْلِ بَيْتِكَ الطَّاهِرِيْنَ الَّذِيْنَ اَذْهَبَ اللّٰهُ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِيْرًا جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَزٰى نَبِيًّا عَنْ قَوْمِهٖ وَرَسُوْلًا عَنْ اُمَّتِهٖ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَاَوْضَحْتَ الْحُجَّةَ وَجَاهَدْتَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ وَاَقَمْتَ الدِّيْنَ حَتّٰى اَتَاكَ الْيَقِيْنُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ وَعَلٰى اَشْرَفِ مَكَانٍ تَشَرَّفَ بِحُلُوْلِ جِسْمِكَ الْكَرِيْمِ فِيْهِ صَلٰوةً وَّسَلَامًا دَائِمَيْنِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ عَدَدَ مَا كَانَ وَعَدَدَ مَا يَكُوْنُ بِعِلْمِ اللّٰهِ صَلٰوةً لَّا انْقِضَاءَ لِاَمَدِهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَحْنُ وَفْدُكَ وَزُوَّارُ حَرَمِكَ تَشَرَّفْنَا بِالْحُلُوْلِ بَيْنَ يَدَيْكَ وَقَدْ جِئْنَاكَ مِنْ بِلَادٍ شَاسِعَةٍ وَّاَمْكِنَةٍ بَعِيْدَةٍ نَقْطَعُ السَّهْلَ وَالْوَعْرَ بِقَصْدِ زِيَارَتِكَ لِنَفُوْزَ بِشَفَاعَتِكَ وَالنَّظْرِ اِلٰى مَاٰثِرِكَ وَمَعَاهِدِكَ وَالْقِيَامِ بِقَضَاءِ بَعْضِ حَقِّكَ وَالْاِسْتِشْفَاعِ بِكَ اِلٰى رَبِّنَا فَاِنَّ الْخَطَايَا قَدْ قَصَمَتْ ظُهُوْرَنَا وَالْاَوْزَارُ قَدْ اَثْقَلَتْ كَوَاهِلَنَا وَاَنْتَ الشَّافِعُ الْمُشَفَّعُ الْمَوْعُوْدُ بِالشَّفَاعَةِ

اور آپ کے پاکیزہ آباؤ اجداد نیز آپ کی پاک آل پر جن سے اللہ تعالیٰ نے ناپاکی کو دور رکھا اور انہیں خوب پاک کیا اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے آپ کو اس سے بہتر جزا عطا فرمائے جو اس نے کسی نبی کو اس کی قوم کی طرف سے اور کسی رسول کو اس کی امت کی طرف سے عطا فرمائی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں بیشک آپ نے پیغام خداوندی پہنچا دیا۔ امانت ادا کر دی، امت کی خیر خواہی فرمائی، حجت واضح کی، اللہ تعالیٰ کے راستے میں خوب جہاد کیا اور دین کو قائم فرمایا یہاں تک کہ آپکا وصال ہو گیا اس نہایت ہی معزز مکان پر سلام ہو جسے آپکا جسم اقدس رکھنے کا شرف حاصل ہے تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہمیشہ ہمیشہ اس کے برابر جو ہو چکا اور جو علم خداوندی کے مطابق ہوگا اور جس کی کوئی نہیں ہے کے برابر آپ پر درود وسلام ہو یا رسول اللہ ہم آپکی بارگاہ میں حاضر ہیں اور آپ کے حرم مبارک کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے ہیں آپ نے اپنی بارگاہ میں حاضری کا شرف عطا فرمائیں۔ ہم دور دراز کے شہروں اور مقامات سے نرم وسخت زمین کا سفر کر کے آپکی زیارت کیلئے حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپکی شفاعت سے فیض یاب ہوں آپ کے مقامات مقدسہ اور منازل کی زیارت کریں آپ کے بعض حقوق کی ادائیگی کریں اور اپنے رب کی بارگاہ میں آپکو وسیلہ پیش کریں بیشک گناہوں نے ہماری پشتیں توڑ دی ہیں ہمارے کاندھوں پر گناہوں کا بوجھ بھاری ہو چکا ہے آپ سفارش فرمانے والے ہیں آپکی شفاعت قبول ہوتی ہے آپکے ساتھ شفاعت

اَلْعُظْمٰى وَالْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ وَالْوَسِيْلَةِ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

وَقَدْ جِئْنَاكَ ظَالِمِيْنَ لِاَنْفُسِنَا مُسْتَغْفِرِيْنَ لِذُنُوْبِنَا فَاشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ وَاسْاَلْهُ اَنْ يُّمِيْتَنَا عَلٰى سُنَّتِكَ وَاَنْ يَّحْشُرَنَا فِيْ زُمْرَتِكَ وَاَنْ يُّوْرِدَنَا حَوْضَكَ وَاَنْ يَّسْقِيَنَا بِكَاْسِكَ غَيْرَ خَزَايَا وَّلَا نَدَامٰى اَلشَّفَاعَةَ اَلشَّفَاعَةَ اَلشَّفَاعَةَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُهَا ثَلَاثًا رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ وَتُبَلِّغُهٗ سَلَامَ مَنْ اَوْصَاكَ بِهٖ فَتَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ فُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ يَّتَشَفَّعُ بِكَ اِلٰى رَبِّكَ فَاشْفَعْ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ ثُمَّ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ وَتَدْعُوْ بِمَا شِئْتَ عِنْدَ وَجْهِهِ الْكَرِيْمِ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ۔

عظمیٰ، مقام محمود اور وسیلہ کا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور اگر وہ اپنے نفسوں پر ظلم کریں تو آپکی بارگاہ میں حاضر ہو کر اللہ تعالےٰ سے بخشش مانگیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکی بخشش کیلیے سفارش کریں تو اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

ہم آپ کی خدمت میں اس طرح حاضر ہوئے ہیں کہ ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے ہم اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجیے اور اس سے عرض کیجیے کہ وہ ہمیں آپ کی سنت پر (چلتے ہوتے) موت دے ہمیں آپ کی جماعت میں اٹھائے ہمیں آپ کے حوض پر لے جائے ہمیں آپ کے پیالہ مبارکہ سے پانی پلائے اس حال میں کہ ہمیں کوئی شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ یارسول اللہ ہم آپ کی شفاعت کے طالب ہیں، ہم آپکی شفاعت کے طالب ہیں ہم آپکی شفاعت کے طالب ہیں۔ (تین بار کہے) اے ہمارے رب ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ چلے گئے ہمارے دلوں میں اہل ایمان کیلیے کینہ پیدا نہ کرنا۔ بے شک تو ہی مہربان رحم فرمانے والا ہے۔ (اے زیارت کرنے والے) جس آدمی نے تجھے پیغام دیا ہے اس کی طرف سے یوں سلام پیش کر۔ یارسول اللہ! فلاں بن فلاں کی طرف سے آپکی خدمت میں سلام عرض ہے وہ آپ کے رب کی بارگاہ میں آپ کی شفاعت کا طالب ہے آپ اس کیلیے اور تمام مسلمانوں کیلیے شفاعت کیجیے پھر قبلہ کی طرف پیٹھ کرتے ہوئے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں سامنے کھڑے ہو کر درود شریف پڑھو اور جو دعا چاہو مانگو۔

ثُمَّ تَتَحَوَّلُ قَدْرَ ذِرَاعٍ حَتّٰى تُحَاذِيَ رَأْسَ الصِّدِّيْقِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَتَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللهِ وَاَنِيْسَهٗ فِي الْغَارِ وَرَفِيْقَهٗ فِي الْاَسْفَارِ وَاَمِيْنَهٗ عَلَى الْاَسْرَارِ جَزَاكَ اللهُ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَزٰى اِمَامًا عَنْ اُمَّةِ نَبِيِّهٖ فَلَقَدْ خَلَفْتَهٗ بِاَحْسَنِ خَلَفٍ وَسَلَكْتَ طَرِيْقَهٗ وَمِنْهَاجَهٗ خَيْرَ مَسْلَكٍ وَقَاتَلْتَ اَهْلَ الرِّدَّةِ وَالْبِدَعِ وَمَهَّدْتَ الْاِسْلَامَ وَشَيَّدْتَ اَرْكَانَهٗ فَكُنْتَ خَيْرَ اِمَامٍ وَصَلْتَ الْاَرْحَامَ وَلَمْ تَزَلْ قَائِمًا بِالْحَقِّ نَاصِرًا لِلدِّيْنِ وَلِاَهْلِهٖ حَتّٰى اَتَاكَ الْيَقِيْنُ سَلِ اللهَ سُبْحَانَهٗ لَنَا دَوَامَ حُبِّكَ وَالْحَشْرَ مَعَ حِزْبِكَ وَقَبُوْلَ زِيَارَتِنَا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ

پھر ایک ہاتھ کا فاصلہ ہٹ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سرانور کے سامنے کھڑے ہو جاؤ اور کہو
اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! آپ پر سلام
اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی آپ پر سلام، غار میں آپ کے مونس، سفروں میں آپ کے رفیق، اور آپ کے رازوں کے امین۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے بہتر جزا عطا فرمائے جو اس نے کسی امام کو اس کے نبی کی امت کی طرف سے عطا فرمائی ہے۔
آپ نے حضور علیہ السلام کی نہایت اچھی جانشینی کی، آپ کے بہترین طریقے پر چلے۔ مرتدوں اور اہل بدعت سے جہاد کیا۔ اسلام کی عزت افزائی کی اس کے ارکان کو بلند کیا پس آپ بہترین امام تھے آپ نے صلہ رحمی کی اور ہمیشہ حق پر قائم رہے۔ دین اور اہل دین کی قدر کی حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں ہمارے یلے دعا کیجیے کہ ہم ہمیشہ آپ سے اور آپ کی جماعت سے محبت کرتے رہیں، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس زیارت کو قبول فرمائے۔ آپ پر سلامتی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔

ثُمَّ تَتَحَوَّلُ مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى تُحَاذِيَ رَأْسَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَتَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُظْهِرَ الْاِسْلَامِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُكَسِّرَ الْاَصْنَامِ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا اَفْضَلَ الْجَزَاءِ لَقَدْ نَصَرْتَ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ فَتَحْتَ مُعْظَمَ الْبِلَادِ بَعْدَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَكَفَلْتَ الْاَيْتَامَ وَوَصَلْتَ الْاَرْحَامَ وَقَوِيَ بِكَ الْاِسْلَامُ وَكُنْتَ لِلْمُسْلِمِيْنَ اِمَامًا مَرْضِيًّا وَّهَادِيًا مَّهْدِيًّا جَمَعْتَ شَمْلَهُمْ وَاَعَنْتَ فَقِيْرَهُمْ وَجَبَرْتَ كَسِيْرَهُمْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ثُمَّ تَرْجِعُ قَدْرَ نِصْفِ ذِرَاعٍ فَتَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا ضَجِيْعَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَفِيْقَيْهِ وَوَزِيْرَيْهِ وَمُشِيْرَيْهِ وَالْمُعَاوِنَيْنِ لَهٗ عَلَى الْقِيَامِ بِالدِّيْنِ وَالْقَائِمَيْنِ بَعْدَهٗ بِمَصَالِحِ الْمُسْلِمِيْنَ جَزَاكُمَا اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ جِئْنَا كُمَا نَتَوَسَّلُ بِكُمَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَشْفَعَ لَنَا وَيَسْاَلُ اللّٰهَ رَبَّنَا اَنْ يَّتَقَبَّلَ

پھر اتنا ہی اندازہ ہٹ کر امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سرِ انور کے مقابل ہو جاتے اور یوں کہے اے امیر المومنین! آپ پر سلام ہو، اے اسلام کو غلبہ دینے والے! آپ پر سلام، اے بتوں کے توڑنے والے! آپ پر سلام، اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے آپ کو بہتر جزاء عطا فرمائے آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی مدد کی، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بڑے بڑے ممالک فتح کیے، یتیموں کی کفالت کی، صلہ رحمی فرمائی اور آپ کے سبب اسلام کو قوت حاصل ہوئی، آپ مسلمانوں کے پسندیدہ ہدایت دینے والے اور ہدایت یافتہ امام تھے۔ آپ نے ان کی قوت کو جمع کیا، ان کے محتاجوں کی مدد کی اور متکبر لوگوں کا قلع قمع فرمایا۔ آپ پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکات ہوں پھر نصف ہاتھ کے قریب لوٹ جاؤ اور کہو اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کے ساتھیو! آپ کے رفیقو، وزیرو، مشیرو! قیام دین کے سلسلے میں آپ کی مدد کرنے والو! آپ کے بعد مسلمانوں کی بھلائی کے لیے کام کرنے والو! تم دونوں پر سلام ہو اللہ تعالیٰ تم دونوں کو اچھا بدلہ عطا فرمائے ہم آپ دونوں کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں کہ بارگاہِ رسالت مآب میں آپ کا وسیلہ پیش کریں تاکہ حضور ہماری شفاعت فرمائیں اور ہمارے رب اللہ تعالیٰ سے سوال کریں

سَمِعْنَا وَيُحْيِيْنَا عَلٰى مِلَّتِهٖ وَيُمِيْتَنَا عَلَيْهَا وَيَحْشُرَنَا فِيْ زُمْرَتِهٖ

ثُمَّ يَدْعُوْ لِنَفْسِهٖ وَلِوَالِدَيْهِ وَلِمَنْ اَوْصَاهُ بِالدُّعَآءِ وَلِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ

ثُمَّ يَقِفُ عِنْدَ رَاْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَالْاَوَّلِ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا وَقَدْ جِئْنَاكَ سَامِعِيْنَ قَوْلَكَ طَآئِعِيْنَ اَمْرَكَ مُسْتَشْفِعِيْنَ بِنَبِيِّكَ اِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاٰبَآئِنَا وَاُمَّهَاتِنَا وَاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔

کہ وہ ہماری کوشش کو قبول فرمائے ہمیں آپ کے دین پر زندہ رکھے، اسی پر موت دے اور آپ کی جماعت میں اٹھائے۔

اس کے بعد اپنے لیے، اپنے والدین اور ان لوگوں کے لیے دعا مانگے جنہوں نے اس کو اس کے لیے کہا ہو اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا مانگے۔

اس کے بعد پہلے کی طرح حضور علیہ السلام کے سر انور کے پاس کھڑا ہو اور کہے۔ یا اللہ! تو نے فرمایا اور تیری بات حق ہے "اگر وہ اپنے نفسوں پر ظلم کریں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوں پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لیے بخشش کی دعا کریں ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔" (یا اللہ!) ہم تیری بات کو سنتے اور مانتے ہوئے تیری بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پیش کرتے ہیں۔ یا اللہ! اے ہمارے رب! ہمیں بخشش دے ہمارے آباؤ اجداد، ہماری ماؤں اور ان بھائیوں کو جو ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو گئے، بخشش دے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے بارے میں کھوٹ پیدا نہ فرما۔ اے ہمارے رب! بے شک تو ہی مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بہتری عطا فرما اور ہمیں (جہنم کی) آگ سے بچا تمہارا رب عزت والا رب ان مشرکین کی باتوں سے پاک ہے رسولوں پر سلام ہو اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔

وَيَزِيدُ مَا شَاءَ وَيَدْعُوْ بِمَا حَضَرَهُ وَيُوَفَّقُ لَهُ بِفَضْلِ اللّٰهِ ثُمَّ يَأْتِي
أُسْطُوَانَةَ أَبِي لُبَابَةَ الَّتِي رَبَطَ بِهَا نَفْسَهُ حَتّٰى تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَهِيَ بَيْنَ
الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ وَيُصَلِّي مَا شَاءَ نَفْلًا وَيَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ وَيَدْعُوْ بِمَا شَاءَ
وَيَأْتِي الرَّوْضَةَ فَيُصَلِّي مَا شَاءَ وَيَدْعُوْ بِمَا أَحَبَّ وَيُكْثِرُ مِنَ التَّسْبِيحِ
وَالتَّهْلِيلِ وَالثَّنَاءِ وَالْاِسْتِغْفَارِ ثُمَّ يَأْتِي الْمِنْبَرَ فَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى الرُّمَّانَةِ
الَّتِي كَانَتْ بِهٖ تَبَرُّكًا بِأَثَرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَكَانَ يَدِهِ
الشَّرِيفَةِ إِذَا خَطَبَ لِيَنَالَ بَرَكَتَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُصَلِّي عَلَيْهِ
وَيَسْأَلُ اللّٰهَ مَا شَاءَ ثُمَّ يَأْتِي الْأُسْطُوَانَةَ الْحَنَّانَةَ وَهِيَ الَّتِي فِيهَا بَقِيَّةُ
الْجِذْعِ الَّذِي حَنَّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تَرَكَهُ وَخَطَبَ عَلَى

اس میں جو چاہے اضافہ کرے نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس بات کی توفیق ہو اور دل میں آئے اس کی دعا مانگے اس کے بعد حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے ستون (اسطوانہ ابی لبابہ)[1] جس کے ساتھ انہوں نے اپنے آپ کو باندھا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی، کے پاس آئے (یہ ستون قبر انور اور منبر شریف کے درمیان ہے) وہاں جو چاہے نفل پڑھے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرے اور جو چاہے توبہ کرے اور ریاض الجنۃ میں آکر جس قدر چاہے نماز پڑھے اور جو پسند آئے دعا مانگے زیادہ سے زیادہ تسبیح، تہلیل، ثناء اور استغفار میں مشغول ہو۔

پھر منبر شریف کے پاس آکر رمانہ[2] پر اپنا ہاتھ رکھے تاکہ حضور علیہ السلام کی نشانی اور آپ کے ہاتھ مبارک کی جگہ سے برکت حاصل ہو کیونکہ آپ خطبہ دیتے ہوتے وہاں ہاتھ رکھتے تھے۔ آپ پر درود شریف بھیجے اور جو چاہے اللہ تعالیٰ سے مانگے پھر اسطوانۂ حنانہ (ستون) کے پاس آئے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں کھجور کا وہ خشک تنا تھا جس نے اس وقت رونا شروع کیا جب آپ نے اسے چھوڑ کر منبر پر

---

[1] اس واقعہ کی تفصیل معلوم کرنا ہو تو امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ کے ترجمہ قرآن کنز الایمان کے حاشیہ خزائن العرفان (از صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ) میں سورہ انفال کی آیت نمبر ۲۷ کے تحت حاشیہ ۴۷ دیکھیے۔

[2] آج کل اس کا کوئی نام و نشان نہیں ہے۔

الْمِنْبَرِ حَتّٰى نَزَلَ فَاخْتَضَنَهُ فَسَكَنَ وَتَتَبَرَّكُ بِمَا بَقِيَ مِنَ الْآثَارِ النَّبَوِيَّةِ وَالْاَمَاكِنِ الشَّرِيْفَةِ وَيَجْتَهِدُ فِيْ اِحْيَاءِ اللَّيَالِيْ مُدَّةَ اِقَامَتِهِ وَاغْتِنَامِ مُشَاهَدَةِ الْحَضْرَةِ النَّبَوِيَّةِ وَزِيَارَتِهِ فِيْ عُمُوْمِ الْاَوْقَاتِ۔ وَيَسْتَحِبُّ اَنْ يَّخْرُجَ اِلَى الْبَقِيْعِ فَيَاْتِيَ الْمَشَاهِدَ وَالْمَزَارَاتِ خُصُوْصًا قَبْرَ سَيِّدِ الشُّهَدَاءِ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ثُمَّ اِلَى الْبَقِيْعِ الْاٰخَرِ فَيَزُوْرُ الْعَبَّاسَ وَالْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَبَقِيَّةَ اٰلِ الرَّسُوْلِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَيَزُوْرُ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاِبْرَاهِيْمَ بْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَمَّتَهُ صَفِيَّةَ وَالصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَيَزُوْرُ شُهَدَاءَ اُحُدٍ وَاِنْ تَيَسَّرَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فَهُوَ اَحْسَنُ وَيَقُوْلُ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ وَيَقْرَأُ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ وَالْاِخْلَاصَ اِحْدٰى عَشَرَةَ مَرَّةً وَسُوْرَةَ يٰسٓ اِنْ تَيَسَّرَ وَيُهْدِيْ

خطبہ دینا شروع فرمایا چنانچہ آپ نے منبر سے اتر کر اسے سینے سے لگایا تو وہ چپ ہوگیا۔ دیگر آثار نبوی اور مقامات شریفہ سے بھی برکت حاصل کرے اور وہاں ٹھہرنے کے دوران راتیں عبادت میں گزارنے کی کوشش کرے۔ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری اور اکثر اوقات آپ کی زیارت شریف کو غنیمت جانے۔

جنت البقیع کی طرف نکلنا بھی مستحب ہے وہاں مزارات مقدسہ خصوصاً سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر شریف پر حاضری دے پھر بقیع کے باقی حصے میں حضرت عباس، حضرت حسن بن علی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی اہل بیت کی زیارت کرے،

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضور کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ، ازواج مطہرات اور آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ، صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم کی زیارت کرے نیز شہداء اُحد کی زیارت کرے جمعرات کا دن میسر ہو تو نہایت اچھا ہے۔ اور یوں کہے تم پر صبر کے بدلے سلام ہو پس آخرت کا گھر کتنا ہی اچھا ہے۔ اگر ممکن ہو تو آیت الکرسی، سورۂ اخلاص گیارہ بار اور سورۂ یٰسین پڑھے اور اس کا

ثَوَابَ ذٰلِكَ لِجَمِيعِ الشُّهَدَآءِ وَمَنْ بِجَوَارِهِمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
وَيُسْتَحَبُّ اَنْ يَّاْتِيَ مَسْجِدَ قُبَآءٍ يَوْمَ السَّبْتِ اَوْغَيْرَهٗ وَيُصَلِّيْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ
بَعْدَ دُعَآئِهٖ بِمَا اَحَبَّ يَاصَرِيْخَ الْمُسْتَصْرِخِيْنَ يَاغِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ يَا
مُفَرِّجَ كُرَبِ الْمَكْرُوْبِيْنَ يَا مُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَاكْشِفْ كُرْبِيْ وَحُزْنِيْ كَمَا كَشَفْتَ عَنْ رَّسُوْلِكَ حُزْنَهٗ وَكُرْبَهٗ فِيْ
هٰذَا الْمَقَامِ يَاحَنَّانُ يَامَنَّانُ يَاكَثِيْرَ الْمَعْرُوْفِ وَالْاِحْسَانِ يَا دَائِمَ النِّعَمِ
يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ
تَسْلِيْمًا دَآئِمًا اَبَدًا اَيَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ اٰمِيْن

ثواب تمام شہداء اور ان کے پڑوسی مومنوں کو ایصال کرے۔

ہفتے کے دن یا کسی بھی دن مسجد قباء میں آکر نماز پڑھے اور جو دعا پسند ہو مانگے اور اس کے بعد یوں کہے "اے پکارنے والوں کی پکار سننے والے! مدد چاہنے والوں کے مددگار، تکلیف زدہ لوگوں کی تکلیفیں دور کرنے والے، مجبور لوگوں کی دعا قبول کرنے والے، ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرما اور میری پریشانی اور غم دور فرما دے جیسے تو نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مقام پر غم و حزن کو دور فرما دیا اے مہربان، اے بہت احسان کرنے والے اے بہت زیادہ بھلائی اور احسان والے، اے دائمی نعمتوں والے اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے، اے ہمارے رب! ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے آل و اصحاب پر ہمیشہ ہمیشہ رحمت و سلام نازل فرما۔ آمین۔

سوالات

۱۔ حج کا طریقہ اپنے الفاظ میں نقل کریں۔
۲۔ عمرہ کا شرعی حکم کیا ہے اور اس میں کیا کیا امور انجام دینے ہوتے ہیں نیز اس کا وقت بیان کریں۔
۳۔ حج کی تین قسموں کے نام لکھیں۔ تعریف کریں اور ترتیب فضیلت لکھیں۔
۴۔ حج کی کس کس صورت میں قربانی واجب ہے، احرام کے دوران کیا کیا کام منع ہیں اور ان کی خلاف ورزی کی صورت میں جو ہر جانہ لازم آتا ہے اس کی کیا کیا صورتیں ہیں۔ اگر ایک نقشہ بنائیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔
۵۔ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی شرعی حیثیت کیا ہے اور اس کا طریقہ کیا ہے۔ زیارت النبی کے بارے میں مختصر نوٹ لکھیں۔
۶۔ عورتوں کے لیے مزارات کی حاضری کا کیا حکم ہے۔
۷۔ حاجی صاحبان روضۂ مطہرہ کے علاوہ اور کن کن مقامات پر حاضری دیتے ہیں۔ تفصیلاً لکھیں۔

الحمد للہ! سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر رحمت اور مرشد گرامی غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ کی نظر عنایت سے نور الایضاح کا ترجمہ و تشریح مکمل ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت عطا فرما کر قارئین کے لیے استفادہ اور اس ناچیز کے لیے نجات کا باعث بنائے۔

محمد صدیق ہزاروی سعیدی
مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
متوطن۔ چترمہ ڈاک خانہ چٹہ بٹہ۔ تحصیل وضلع مانسہرہ
شعبان المعظم ۱۴۰۹ھ

پہلی مرتبہ منظر عام پر

تعارف
فقہ و تصوّف

تصنیف:
شیخ محقق امام اہل سنت
شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ترجمہ:
شرف اہل سنت
علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

المکتاز پبلی کیشنز ۔ لاہور

تذکارِ شرف

علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

مرتب:

محمد عبد الستار طاہر

المتاز پبلی کیشنز، لاہور

تذکرہ اخیار ملت

چودھویں صدی اور اس سے پہلے کے علماء و مشائخ کا تذکرہ

تاریخ اسلام کے نامور ارباب علم و عرفان اور اصحاب دانش و حکمت کی کہکشاں

عظمتوں کے پاسباں

تصنیف:

شرف ملت، محسن اہل سنت

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

چودھویں صدی کے نابغہء روزگار، امام احمد رضا بریلوی کی دینی، ملی اور علمی خدمات کا تعارف

مقالات رضویہ

تحریر

شرف ملت، محسن اہل سنت

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

الممتاز پبلی کیشنز، لاہور

بقیة السلف علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
کی تصانیف وتراجم

کتاب	قیمت
شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	105
اسلامی عقائد	135
برکات آل رسول	120
تعارف فقہ وتصوف	135
دلائل الخیرات شریف	90
عقائد ونظریات	165
عقائد ومسائل	45
مزارات اولیاء	18
مطالع المسرات (اردو)	350
قصیدہ بردہ شریف	21
زندہ جاوید خوشبوئیں	105
سدابہار خوشبوئیں	105
ولولہ انگیز خوشبوئیں	105
پکارو یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم	140

کتاب	قیمت
ایصال ثواب	12
تذکرہ اکابر اہل سنت	250
کشور تدریس کے تاجدار	18
مقالات سیرت طیبہ	135
مقالات رضویہ	36
شجرہ ہائے طریقت	21
البریلویہ کا تنقیدی جائزہ	180
شیشے کے گھر	38
عظمتوں کے پاسباں	165
مصنف عبدالرزاق (اردو 85) عربی	85
نور نور چہرے	200
یاد اعلیٰ حضرت	30
من عقائد اهل السنة	265
بساتين الغفران	265

الكتاب	المؤلف	القيمة
الزمزمة القمرية فى الذب عن الخمرية	امام الاكبر المجدد احمد رضا القادرى	36
الشيخ أحمد رضا خان البريلوى الهندى شاعراً عربياً	للدكتور ممتاز احمد سديدى	450
الشيخ أحمد رضا خان البريلوى وأثره فى الفقه الحنفى	للعلامة مشتاق احمد شاه	425
العلامة فضل حق خير آبادى حياته وشعره العربى	للدكتور ممتاز احمد سديدى	475
نزهة الخاطر الفاترفى مناقب سيدى عبدالقادر	للامام على بن سلطان محمد القارى	136
شاعر من الهند	فضيلة الاستاذ الدكتور محمد مجيد السعيد	165
شرح فتوح الغيب	شارح: للعلامة تقى الدين احمد بن تيمية الحرانى	225

ملنے کا پتہ: مکتبہ رضویہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور Ph:7226193


سدا بہار خوشبوئیں
شفاعت مصطفیٰ